تجلیاتِ قدسیّہ
ترجمہ
جامع الاحادیث القدسیۃ
جلد اوّل
ترجمہ مع تشریح
مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی مدظلہ العالی
www.besturdubooks.net

تجلّیاتِ قدسیّہ

ترجمہ
جامع الاحادیث القدسیة
جلد اوّل

ترجمہ مع تشریح

حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی مدظلہ العالی

خلیفۂ مجاز حضرت حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

خلیفۂ مجاز پیرِ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں الٰہ آبادی

خلیفۂ مجاز محبوب العلماء حضرت مولانا پیر ذو الفقار احمد نقشبندی

باہتمام

مولانا حافظ محمد رزین اشرف ندوی

نام کتاب	:	تجلیاتِ قدسیہ ترجمہ جامع الاحادیث القدسیۃ
جلد اوّل	:	حدیث نمبر ۱ تا ۲۰۳
ترجمہ مع تشریح	:	حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی مدظلہ العالی
ناشر	:	ابراہیم لائبریری، مادھوپور سلطانپور، سیتامڑھی، بہار
باہتمام	:	حافظ محمد رزین اشرف ندوی
سنِ اشاعت اوّل	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ (جنوری ۲۰۱۶ء)
تعدادِ اشاعت		۱۰۰۰
صفحات	:	۴۲۴ (جلد اوّل)
قیمت	:	
کمپیوٹر کمپوزنگ وسرورق	:	یسریٰ گرافکس، پونے۔ 9595031666

❖❖❖ ملنے کے پتے ❖❖❖

- محمد صہیب اشرف بن مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
  حبتور بلڈنگ، بردبئی۔ 0097143550426, 00971507157431
- مکتبہ دارالمعارف الٰہ آباد، وصی آباد
- ابراہیم لائبریری مادھوپور، سلطان پور ضلع سیتامڑھی (بہار)
- مولانا محمد امین اشرف قاسمی، موبائل: 9934453995
  ادارۂ دعوۃ الحق، مادھوپور، سلطان پور، پوسٹ ٹھاہر، ضلع سیتامڑھی، بہار
- حافظ محمد رزین اشرف ندوی، موبائل: 09370187569
  301، زمزم ٹاور، نزد ڈی ایڈ کالج، میٹھانگر، کونڈوا، پونہ- ۴۸

عرضِ ناشر

نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل، سیرت و احوال اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

اور حضرت محمد ﷺ جب اللہ ربّ العزّت سے کوئی روایت جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ الہام یا خواب یا بواسطۂ جبرئیل عطا فرمایا، پھر اسے آپؐ اپنے الفاظ و معانی میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بیچ بیان فرمائیں تو وہ حدیثِ قدسی کہلاتی ہے۔

آپ کے ہاتھوں 'تجلیاتِ قدسیہ' کی چھ جلدوں میں سے یہ پہلی جلد ان ہی مبارک ومسعود حدیثوں کا بیش بہا مجموعہ ہے۔ جلدِ اوّل میں حدیث ۱ تا ۲۰۳ مع ترجمہ وتشریح پیش ہیں۔

اصل کتاب 'جامع الاحادیث القدسیۃ' تین ضخیم جلدوں میں دار الریان للتراث، قاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔ ان تین جلدوں میں گیارہ سو پچاس احادیثِ قدسیہ پیش کی گئی ہیں۔ کتاب کے مؤلف اپنے عصر کے بڑے محدث، عالمِ کبیر اور احادیثِ قدسیہ پر دِقتِ نظر کے حامل علامہ ابوعبدالرحمٰن عصام الدین صبابطی مصری ہیں۔

علامہ کی اس کتاب کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ابھی تک کی تمام مطبوعہ احادیثِ قدسیہ ان جلدوں میں جمع ہیں۔ اللہ تعالیٰ جامع کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

احادیثِ قدسیہ کا یہ ذخیرہ اب تک عربی زبان میں تھا۔ اُردو کا دامن اس عظیم سرمائے سے خالی تھا یا برائے نام چھوٹی موٹی چند کتابیں تھیں جو خاص خاص موضوع پر جمع کی گئی ہیں۔

برادرِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی حفظہ اللہ جنھیں احادیثِ قدسیہ سے عشق کی حد تک شغف ہے، کی نظرِ انتخاب علامہ صبابطی کے اس الجامع پر پڑی اور انھوں نے 'تجلیاتِ قدسیہ' کے نام سے ایسا شستہ شگفتہ ترجمہ اور دل کو چھو جانے والی بلکہ موہ لینے والی تشریح کی ہے کہ پڑھنے والا تجلیاتِ ربانی میں غوطہ زن ہوتا چلا جاتا ہے اور اس پر اسرارِ الٰہیہ کھلتے چلے جاتے ہیں۔ نیز برادرِ محترم کا احادیثِ قدسیہ پر یہ پہلا کام نہیں ہے بلکہ موصوف کی پہلی کتاب 'حق جل مجدہ کی باتیں' کے نام سے ابراہیم لائبریری، مادھوپور، ضلع سیتامڑھی، بہار سے شائع ہوکر مقبولِ خاص و عام ہوچکی ہے۔ یہ ترجمہ و تشریح ہے 'الاتحافات السنیّۃ فی الاحادیث القدسیۃ' کی جو اپنے زمانے کے مشہور محدث علامہ شیخ محمد المدنی کی تالیف ہے، جس میں ۸۶۴/ حدیثیں ہیں۔ احادیثِ قدسیہ پر دوسرا جامع کام 'تجلیاتِ قدسیہ' کے نام سے آپ کے سامنے موجود ہے۔

احادیثِ قدسیہ پر حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ کی تیسری کتاب 'نفحاتِ قدسیہ' جو ترجمہ و تشریح ہے **'الاحادیث القدسیة'** کا جو **لجنة المجلس الاعلٰی للشئون الاسلامیة مصر** کی زیرِ نگرانی بزبانِ عربی متعدد علمائے کرام کی کاوش سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی تھی۔ ماشاء اللہ اس کتاب پر کام بڑی تیزی سے جاری ہے۔ اِنشاء اللہ عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ ہوگی۔

کتابِ ہٰذا کی چھ جلدوں کے تقریباً پونے تین ہزار صفحات کی ضخامت دیکھ کر آپ کو اندازہ ہوجائے گا کہ صاحبِ کتاب نے اس کتاب پر کس قدر دماغ سوزی اور محنتِ شاقہ کی ہوگی۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ جو کام آج کل ایک اکیڈمی اور ادارہ کرتا ہے وہ کام صرف ایک شخص نے کیا۔ یہ اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے ہی ممکن ہوا۔

’تجلیاتِ قدسیہ‘ کی کتابت، پروف ریڈنگ اور اس کو ظاہری و معنوی طور پر شایانِ شان بنانے کا کام پونے میں بندۂ ناچیز کے زیر اہتمام ہوا۔ اگرچہ کچھ ابتدائی مرحلے کا کام دہلی میں ہوا تھا۔ کتاب معیاری کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط جلد کے ساتھ چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے۔

ملک و بیرون کی نامور دینی، دعوتی، اصلاحی اور روحانی شخصیات نے کتاب اور صاحبِ کتاب پر اپنے تاثرات سے جو کچھ لکھا ہے آپ اندرونی صفحات پر اس کا مطالعہ کریں۔ طوالت کے خوف سے ان تاثرات کو ہم نے صرف پہلی جلد میں شامل رکھا ہے۔ نیز بندہ کی قارئین سے گزارش ہے کہ عرضِ مترجم جو ہر جلد میں شامل ہے اسے بھی ضرور پڑھیں۔

قارئین سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہوگی کہ عاشقِ احادیثِ قدسیہ کی پہلی بھی کئی مفید کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں جن میں ’وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلو پیڈیا‘ کی چار جلدیں، ’احکام و مسائل‘، ’علاماتِ ایمان‘ اور ’قرآن وحدیث میں جن پر لعنت کی گئی ہے‘ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان کتابوں کا مطالعہ کیا جائے اور اس بددینی اور بے دینی خاص طور سے اباحیت کے زمانے میں اصلاحِ حال کے لیے ان کتابوں کی طرف متوجہ ہوا جائے۔ وما توفیقی اِلا باللہ!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرتِ شارح حفظہ اللہ تعالیٰ کی عمر میں برکت، عافیت و رحمت نازل فرمائے۔ تمام معاونین و مساعدین بالخصوص مولوی سیّد آصف نثار جنھوں نے بڑے شوق و ذوق سے کتاب کی تزئین و آرائش میں بندے کا ساتھ دیا، کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین!

(مولانا حافظ) محمد رزین اشرف ندوی
خادمِ قرآن وسنت، دارالعلوم نظامیہ صوفیہ، پونے

بروز پیر، ۱۷/اگست ۲۰۱۵ء
۳۰۱/زمزم ٹاور، کونڈوا، پونہ

فہرست

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

عرض مترجم

اَلْـحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِـنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ، وَ اَشْهَـدُ أَنْ لَا إِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَـهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

رَبِّ اشْـرَحْ لِي صَدْرِيْ ، وَ يَسِّرْ لِي اَمْرِيْ ، وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي، يَفْقَهُوا قَولِي. يَا رَبِّ زِدْنِىْ عِلْماً. سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنَجِّيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ وَ الْآفَاتِ، وَ تَقْضِيْ لَنَا بِهَا جَمِيْعَ الْحَاجَاتِ، وَ تُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ السَّيِّئَاتِ، وَ تَرْفَعُ لَنَا بِهَا عِنْدَكَ اَعْلٰى الدَّرَجَاتِ، وَ تُبَلِّغُنَا بِهَا اَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيْعِ الْخَيْرَاتِ فِي الْحَيَاةِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ، إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهِ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَيْهِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، رب تبارک وتعالیٰ قادر مطلق علی الاطلاق جو چاہتا ہے بلا ریب اپنی کمالِ قدرت اور عظیم حکمت سے اپنے ارادہ کو وجود بخشتا ہے، اور اپنے امر کو عملی غلبہ عطا کرتا ہے، وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ۔ کائناتِ عالم کا ذرّہ ذرّہ اسی کے خلق و امر کی شہادت دے رہا ہے۔ اسی لیے ابتداء میں بھی وہ حمد کا مستحق ہے اور ہر عمل کے انتہا و آخر میں بھی اسی کی حمد ہے۔ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَ الْآخِرَةِ۔ اسی کے چاہنے سے بندہ کا

عملی قدم اُٹھتا ہے اور وہی خیر و بھلائی کی طرف اپنے بندہ کو لے جاتا ہے، وَ مَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ۔ ورنہ عاجز و ناتواں بندہ جس کا اپنے وجود میں کچھ بھی اپنا نہیں، سب کچھ تو انہی کا عطیہ ہے، کر کیا سکتا ہے۔ کرنا کرانا تو بہت دور ہے، سوچ اور تصوّر بھی خیر و بھلائی کا نہیں کرسکتا جب تک وہ ارحم الراحمین محض اپنے فضل وکرم سے رشد و ہدایت کی طرف طبیعت کو مائل نہ کرے۔ آخر خاتم الرسل ﷺ نے ہر نماز کے بعد حضرت انسؓ کو اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِی رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِی پڑھنے کی ہدایت کیوں فرمائی تھی۔ رشد و ہدایت کا الہام ہی بالآخر بندہ کو راشدین و صادقین کے مقام تک کشاں کشاں لے جاتا ہے۔ وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے۔ بلقیس کو کفر و شرک سے نکالنے کے لیے ہدہد کو ذریعہ بناتا ہے۔ گمراہی و ضلالت سے نکال کر دارِ رحمت و مغفرت میں لانے کے لیے پرندہ کو یمن صنعاء بھیج دیتا ہے۔ سلیمان بن داوٗدؑ تَفَقُّدْ کرتے ہیں ہدہد پرندہ کا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ فیصلہ کرتے ہیں بلقیس کی ہدات کا۔ سبحانہ! سبحانہ!! بندہ کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے جب تک میرا مولیٰ نہ چاہے۔ پھر ایک ایسا عاجز و ناتواں اور بے بضاعت، جس کو نہ رنگ وڈھنگ، نہ سلیقہ وطریقہ، نہ علم وحلم، نہ ذوق وشوق، نہ فہم وفراست، نہ زبان وقلم، نہ کبھی یہ ذہن میں خیال وتصور آیا نہ کبھی سوچ سکتا تھا کہ حق جل مجدہ کے کلامِ قدسیہ (جس کو محدثین کی اصطلاح میں حدیثِ قدسی سے تعبیر کیا جاتا ہے) کے ترجمہ کی ہمت ہوسکے گی۔ جس کی کچھ تفصیل **حق جل مجدہ کی باتیں** میں آگئی ہیں۔ جو فضلِ ذوالفضل العظیم سے چھپی اور پھر ایک ہزار کتاب بلا معاوضہ ہند و بیرونِ ہند علماء وفضلاء، مشائخ و مدارس میں تقسیم ہوئیں۔ بعض مساجد میں پوری کتاب کا علماء واہلِ دروس نے درس دیا۔

فجزاء هم الله خيراً و الحمد لله اولاً و آخراً.

جب کتاب چھپ کر اس عاجز کو ملی تو سب سے پہلے حضرت مولانا شمس الہدیٰ خاندان آبروئے نقشبند کو گھر پر ہدیہ میں پیش کی۔ بات چل پڑی کہ حق تعالیٰ شرف وقبولیت سے نوازے۔ حضرت دامت برکاتہم نے اخلاص کی نصیحت فرمائی اور تاکید کی کہ کام

اخلاص سے ہوتو بارگاہِ بے نیاز میں شرفِ قبولیت کا مقام حاصل کرتا ہے۔ عاجز وآثم پر اس کا بہت ہی گہرا اثر ہوا، خوب استغفار اور برأتِ ریا وشرک کی ادعیہ ماثورہ کے ذریعہ حق جل مجدہ کے حضور میں التجاء وابتہال کے ساتھ توبہ واستغفار کرنے لگا، کیونکہ آئندہ اسی کتاب کے ترجمہ کا داعیہ وارادہ منجانب اللہ ہو چکا تھا۔ اسی شش و پنج میں تھا کہ اگر اخلاص نہ ہوا تو وبالِ جان ہی بنے گا، تو پھر اس کام کو کروں یا نہ کروں۔ اسی غم میں تھا کہ ایک روز خواب میں فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ کو دیکھا جو کہ شاہ آفاقؒ کے خلیفہ تھے۔ صبح کا وقت ہے، زمین پر ہریالی ہے اور غیر مرئی گھاس جو دنیا میں نہیں دیکھی اُگی ہوئی ہے، اور بارش نہیں بلکہ بارش نما پھوار ہے۔ درخت بہت ہی بلند وخوبصورت ہیں۔ رحمتوں نے پورے باغ کو سایہ کیا ہوا ہے۔ حضرتؒ آگے آگے ہیں اور یہ عاجز وآثم حضرتؒ کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے۔ حضرتؒ نے کچھ فرمایا جو یاد نہیں رہا۔ صبح جب بیدار ہوا تو ارادہ میں پختگی تھی۔ دل میں ایک گونہ سکون تھا۔ ردوکد کی کیفیت ختم ہو چکی تھی اور تذبذب قرار واطمینان میں بدل چکا تھا کہ اب ترجمہ کا کام شروع کر دینا چاہیے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کے بھروسہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ کو کام شروع کر دیا۔ حق جل مجدہ نے خوب مدد کی۔ پہلی تو یہی کہ حضرت فضل رحمٰن علیہ الرحمہ کو سنا ہے حدیثِ رسول ﷺ سے خوب شغف تھا اور قرآن تو ان کی جان تھا۔ خواب کی تعبیر عاجز وآثم نے یہ لی کہ اس خیال میں کہ اخلاص ہو نہ ہو کام کو چھوڑ دینا شیطانی وسوسہ ہے۔ اوّل نیت درست کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے ہر لمحہ بہ لمحہ توفیق طلب کی جائے اور جو کام ہو جائے اس کے فضل پر منسوب کیا جائے۔

فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے ہوئے ربّ العزت کی تحمید و تقدیس کا صمیمِ قلب سے حضورِ حق میں تحفہ پیش کرتا جائے۔ ہر قدم پر ڈرتا جائے اور آگے کی طرف چلتا جائے۔ اس طرح منزل کی طرف بڑھتا جائے۔ اسی درمیان حضرت تھانویؒ کی تحریر نظر سے گذری ریاء

کے خوف سے کام وعمل کو نہ چھوڑنا چاہیے اوراللہ کی طرف متوجہ ہوکرعمل شروع کردینا چاہیے۔ اس طرح کام شروع کردیا جبکہ درمیان میں بڑی سخت آزمائش کی گھڑی آئی اور ذہنی طور پر مفلوج ہوگیا۔ ازحد انتشار کا حملہ ہوا۔ زندگی بجھ سی گئی۔ تصور و خیال میں نہیں سوچ سکتا تھا کہ اس طرح کے غم و پریشانی میں بھی کبھی آ سکتا ہوں۔ احباب سوءِ تدبیر کو تقدیر کا نام دے کر اس عاجز وآثم کو آگ کی بھٹی میں جھونک سکتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے دست گیری فرمائی اور اس حادثۂ فاجعہ کو بھی ہلکا کرنے کا ذریعہ اسی کتاب کے ترجمہ کو بنایا۔ وقتی طور پر چونکہ میں بہت چھوٹے دل کا انسان ہوں گھبرا سا گیا۔ مگر تقدیر کو تو نہیں ٹال سکتا تو کیوں نہ راضی برضاءِ رب رہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر وحمد کرتا رہوں کہ اس نے جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ مکمل کر کے مداوا کردیا اور علاجِ غم ہوگیا۔ دوگانہ ادا کیا اور بارگاہِ ربّ العزت میں عرض کیا: ربّا! موت سے قبل رذائل وخبائث سے دیدۂ باطن کو پاک و صاف کر کے نورورشد وہدایت سے نواز کر رضاء کا مقام عطا فرمادے، آمین۔ خاتم المرسلین ﷺ نے دعا فرمائی ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ خَلِیْلٍ مَاکِرٍ عَیْنَاہُ یَرْعَانِی اِنْ رَأَی حَسَنَۃً دَفَنَھَا وَ اِنْ رَأَی سَیِّئَۃً اَذَاعَھَا ۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہے جس میں خوبیاں ہوں۔ عاجز تو علی الاعلان خامیوں کا مجموعہ ہے۔ بس حق جل مجدہ ستاری وغفاری کا معاملہ فرمائے، آمین۔ یہ کہاں سے درمیان میں بات آگئی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک موقع پر فرمایا تھا مسلمانوں کا یہ شعار ہوگیا ہے کہ برائیاں عقاب کی آنکھ سے چنتا اور صبا کی رفتار سے پکڑتا ہے۔ کبھی کبھی نیکیوں پر بھی نگاہ کرلیا کرو۔ تمہاری فطرتیں اس سے خوبصورت ہوتی چلی جائیں گی۔ ابوالکلام آزاد نے فرمایا وہ الفاظ جن پر کھردرا پن ہو، اور مقصود کسی کی اہانت یا تضحیک ہو ان سے طبیعت کی نفاست مجروح ہوتی ہے اور سماعت کا حسن مغموم ہوتا ہے۔ حق جل مجدہ موت سے قبل عیوب ونقائص کو محاسن سے اور ذنوب و سیئات کو حسنات سے مبدّل فرمائے، آمین۔ الغرض حق جل مجدہ نے محض اپنے فضل سے تین جلدوں کا ترجمہ مکمل کرادیا۔ ذی علم علماء وراسخین عرفاء شیخ طریقت مرشدی حضرت

مولانا قمر الزماں دامت برکاتہم اور محبوب العلماء والصُّلَحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی اَطَالَ اللّٰہُ بَقَاءَ ھُمَا کو دکھلایا۔ دونوں حضرات نے ترجمہ کو پسند فرمایا۔ ان حضرات نے ہمت دلائی اور پسند فرمایا تو مزید حوصلہ ہوا کہ کتابت وطباعت کا کام شروع کیا جائے۔

مخلص کرم فرما مولانا ثناء الہدیٰ، نائب ناظم امارتِ شرعیہ کو کتاب سپرد کیا کہ وہ پوری کتاب پر اگر نظر ثانی فرمادیں تو ترجمہ کی صحت کا یک گونہ بھروسہ ہوجائے گا۔ مولانا نے کتنا دیکھا یہ تو ان کی تحریر میں آپ پڑھیں گے تاہم انھوں نے پوری کتاب کی نظر ثانی کا کام مولانا سراج الہدیٰ ندوی ازہری، مدرّس دار العلوم سبیل السلام، حیدرآباد کو سپرد کردیا۔ موصوف نے نظر ثانی ہی نہیں بلکہ تصحیح وترتیب پر کام کیا ہے اور عربی اعراب و پروف کا بہ نظر غائر کام کیا۔ کتابت کی ذمہ داری بھی نائب ناظم کے توسط سے طے ہوئی۔

اعترافِ تقصیر اور کچھ کتاب کے سلسلہ میں

اس سے قبل 'حق جل مجدہ کی باتیں'، کتاب الاتحافات السنیہ فی الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'حق جل مجدہ کی باتیں' کے نام سے اللہ تعالیٰ نے طبع کرائی اور اب اس وقت جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'تجلیاتِ قدسیہ' آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ شروع میں صرف ترجمہ کا ہی قصد وارادہ تھا، پھر اللہ پاک نے محض اپنے فضل سے توفیق بخشی تو بعض احادیث کے فائدہ کی سعادت میسر ہوئی۔ اس راہ میں اس بے بضاعت کی حق تعالیٰ نے غیر معمولی مدد فرمائی۔ جن کتابوں کی احادیث ہیں ان کی شرح کہیں نہیں ملتی بلکہ اصل کتاب بھی حقیر کو دستیاب نہ ہوسکی۔ کبھی کبھی بہت مشکلات کا سامنا ہوا۔ جن لوگوں کی طرف رجوع کیا وہاں بھی عدیم الفرصتی کا عذر یا اعراض کے سوا کچھ طمانیت کا سامان نہ ملا۔ احادیث کے فوائد جو آپ کے سامنے موجود ہیں وہ عوامی وعمومی فائدہ کی غرض سے لکھے گئے ہیں اور محض فضلِ الٰہی ہے۔ وَ مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ کے قبیل سے ہے اور جہاں کہیں خامیاں ونقص نظر آئے وہ اس آثم کے عیوب وذنوب کا عکس ونقص ہے۔

اس وقت جو تحریر آپ کے سامنے جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'تجلیاتِ قدسیہ' کی شکل میں موجود ہے، وہ تمام کی تمام کلامِ قدسی، یعنی حق سبحانہ وقدوس کے کلام کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کے مؤلف جناب عصام الدین الصبابطی مصری ہیں (اللہ تعالیٰ مؤلف اور مترجم دونوں کو اپنی آغوشِ رحمت میں لے لے، آمین) کتاب تین جلدوں میں دارالحدیث قاہرہ سے طبع ہوئی ہے۔ تین جلدوں میں کل احادیث کی تعداد ۱۱۵۰ ہے۔

جلد اوّل میں تین سو سینتالیس (۳۴۷) احادیثِ قدسیہ ہیں۔

جلد ثانی میں ۳۴۸ سے ۷۸۵ تک

جلد ثالث میں ۷۸۶ سے ۱۱۵۰ تک

اس وقت آپ کے سامنے ۱۲۳۱/ احادیثِ قدسیہ کا ترجمہ اور بہت ہی ضروری حاشیہ و فائدہ، 'تجلیات قدسیہ' کے نام سے موجود ہے۔ ترجمہ میں آسان وسہل زبان استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم یہ دعویٰ تو بالکل ہی غلط اور چھوٹی منہ بڑی بات کے مترادف ہوگا کہ بہت ہی اچھا ترجمہ وتشریح ہے۔ ایک ناتواں و بے بضاعت بندہ جو پیش کرسکتا تھا، وہ آپ کے سامنے ہے۔ محض اس ارادے سے کہ خیر کا جو بھی قطرہ و بوند دامن میں سمیٹا جاسکتا تھا سمیٹ لیا جائے۔ شاید یہی نجات ومغفرت کا وسیلہ و ذریعہ بن جائے۔ اور انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام شمار ہوجائے۔ یا خریدارانِ یوسفؑ میں نام آجائے۔ قبول کرنے والا، اپنے ایک عاجز و ناتواں، بے مایہ و بے بضاعت بندہ کو توفیق دے کر بابِ رحمت پر لایا ہے، وہ خوب ہی ضمائر وسرائر کا واقف و باخبر ہے۔ انہی کی توفیق اس عاجز کی طرف متوجہ ہوئی اور سعادت کا سایہ فگن ہوا تو سبوح وقدوس کے کلامِ قدسیہ کی خدمت کا شرف نصیب میں آیا۔ اخوانِ یوسفؑ نے عرض کیا تھا عزیزِ مصر (یوسف علیہ السلام) سے:

جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا......الخ

یہ حقیر ربّ العٰلمین سے عرض کرتا ہے جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

تاہم یہ کام اگر کسی اہل علم کے قلم سے ہوتا تو زیادہ خوبیوں کا مجموعہ ہوتا۔ کتاب میں ہر طرح کی احادیث صحیح وضعیف بھی ہیں، جو عربی متن کے بعد نقل بھی کر دی گئی ہیں۔ ہر حدیث کی تخریج بھی اصل کتاب میں کی گئی ہے۔ اُردو میں اس کو نقل کرنے کا التزام نہیں کیا گیا کہ عوام کو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور اہلِ علم اصل کتاب کی طرف رجوع کر لیں۔ اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ بعض روایات ضعیف ہیں مگر عوامی فائدہ کے تحت کچھ لکھا گیا ہے۔ فضائل کے باب میں تمام محدثین نے ضعیف روایتوں کو ذکر کیا ہے۔ اگر اعمال کا داعیہ و رسوخ اور استقامت علی الطاعات کسی کی نصیحت وترغیب سے پیدا ہو جائے تو یہ کوئی معیوب وقبیح نہیں، چہ جائیکہ ضعیف حدیث تو ہر حال میں عامۃ الناس کے اقوال ونصائح کے مقابلہ میں درجہ ورتبہ کے اعتبار سے ہزار درجہ فوقیت رکھتی ہیں۔ ہاں احکام وعقائد کے باب میں خوب ناپ تول کر روایتوں کا علماءِ راسخین نے التزام کیا ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر تمام محدثین نے ضعیف سے ضعیف تر روایت کو بھی نہیں چھوڑا اور علم روایت ودرایت کے رسوخ کے باوجود اپنی اپنی کتابوں میں ضعیف روایت نقل کی ہے، اور اس سے امت میں کوئی بدعقیدگی یا برائی وخرابی کو پیدا نہیں کیا گیا بلکہ رجوع الی اللہ اور انابت واطاعت کا جذبہ و شوق جو اُمت میں تھا اس کو اور تیز سے تیز تر کیا گیا۔ عملی قوت کو اُبھارا گیا، قدم کو جمایا گیا۔ عجیب بات ہے کہ ایک گروہ و جماعت ان روایات پر اپنے صبح وشام، رات ودن کو لایعنی حرکتوں سے بچا کر فضائل کی احادیث کو سامنے رکھ کر، ولایت وصدیقت کے مقام پر پہنچ گئی اور دوسرے بحث وتکرار اور فضول ولایعنی حرکتوں میں مشغول ہو کر کمال ایمان کو کھو چکی۔ حقیر کہا کرتا ہے ضعیف حدیث پر عمل کرنے والے مضبوط وقوی ایمان والے بن گئے۔ اور صحیح و قوی روایت ڈھونڈنے اور جستجو میں رہنے والے ضعیف الایمان واعمال بن گئے۔

امام بخاریؒ کے متعلق بہت ہی مشہور ہے کہ اپنی جامع الصحیح میں روایت درج کرنے کے لیے غسل اور دو رکعت نفل کا اہتمام فرماتے تھے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنی جامع میں جب بھی کوئی روایت درج کرتے تو طہارت جسمانی اور طہارت روحانی دونوں کا التزام

فرماتے۔ غسل سے طہارت جسمانی اور نماز نفل سے طہارت روحانی حاصل کر کے پھر بخاری میں روایت درج کرتے تھے، آج کچھ لوگوں کو زبان زد ہے کہ یہ روایت بخاری میں ہے؟ میں انہی سے پوچھتا ہوں کہ امام بخاری کا یہ عمل کہ ہر حدیث کو درج کرنے سے پہلے غسل و دو رکعت کا التزام، یہ ان کا التزام کس حکم میں ہے۔ کیا یہ التزام مالا یلزم نہیں؟ یا اس التزام کی کون سی حدیث انھوں نے بخاری میں نقل کی ہے۔ ہمارے نزدیک تو بہت ہی آسان جواب ہے کہ تقرب وتعبد بندہ جس قدر اختیار کرے کم ہے مگر جن کو ہر بات پر بخاری کی حدیث درکار رہے میں ان سے بہت ہی ادب واحترام کے ساتھ پوچھتا ہوں کہ امام بخاری کا یہ عمل کس حدیث صحیح کی بنیاد پر التزام مالا یلزم تھا؟ کیا ہمارے ان بھائیوں کے نزدیک امام بخاریؒ نے بدعت کیا یا کیا وہ بدعتی تھے؟ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ. لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ شیطان گمراہی کا راستہ بہت ہی خوبصورت بنا رہا ہے۔

میرا ذاتی مشاہدہ وتجربہ

ہمارے دعوت کے ساتھیوں نے میخانہ و جام و مینا سے، بازاری واوباش لوگوں پر قبر وحشر، موت وفکرِ آخرت کے احوال سنا کر مسجدوں کو آباد کیا۔ شرابی نے شراب سے توبہ کی، زانی نے بدکاری سے، جوا و قمار کے رسیلے مسجد میں صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوگئے۔ داڑھی سنت کے مطابق نورانی شکل وصورت، اشراق و اوابین، چاشت وتہجد کا پابند بنایا۔ اب دوسروں کو کھجلی ہوئی خارش ہوئی ان ساتھیوں کو کہا پتہ ہے کہ یہ سب روایت ضعیف ہے اور تم لوگ کس ضعیف روایت کے چکر میں پھنس گئے۔ ابلیس لعین کو موقع ملا۔ اب اعمال میں خلل آیا، داڑھی کٹی، نہ چاشت نہ اوابین نہ تہجد، پھر سنن مؤکدہ چھوٹی کہ بھائی فرض ہی پوری ہوجائے تو غنیمت۔ پھر نماز فرض چھوٹنے لگی اور پھر اب وہی جام و مینا۔ میں ذاتی طور پر ایسے لوگوں کو جانتا ہوں۔ گویا کہ دعوت کے ہمارے ساتھی باہر سے مسجد میں لاتے ہیں اور یہ لوگ مسجد سے میخانہ لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا محافظ ہے۔ یہ ساری بددینی

حدیث کے حوالے سے شکوک وشبہات پیدا کر کے ہو رہی ہے۔ شیطان بہت ہی عیار و مکار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین!

اس کا یہ مطلب بالکل ہی نہیں کہ ضعیف ہی روایت کو عمل کا مدار بنایا جائے یا دارومدار ہمارا صرف ضعیف روایتوں پر ہی ہو، مقصد صرف یہ ہے کہ شدت ونفرت کو ختم کر کے محدثین کے اصول کو قبول کیا جائے کہ فضائل کے باب میں کسی ضعیف حدیث کی روشنی میں اگر کوئی عملی قدم اٹھا رہا ہو تو اس کو روکا نہ جائے، اور بس۔ ہاں آپ اگر عمل نہ کرنا چاہیں نہ کریں مگر دوسروں کے حق میں مناع للخیر نہ بنیں۔ راہ اعتدال پر رہیں اور شدت و نفرت سے دور رہیں۔ الغرض اس طرح حق جل مجدہ کے فضل وکرم سے جو ہوا وہ ہوا۔ عین ممکن ہے کہ اسلوب وتعبیرات، ترجمہ وترجمانی، حسن وخوبی، کمال و جمال، تفہیم وتسہیل میں وہ بات پیدا نہ ہو جو ہونی چاہیے۔ اس کو اس حقیر کا نقص سمجھا جائے اور اگر کہیں ترجمہ میں غلطی نظر آئے تو خلوص وللّٰہیت کے جذبہ کے تحت مطلع کیا جائے۔

میں ان تمام احباب کا ممنون ومشکور ہوں جنھوں نے اس کارِ خیر میں کسی بھی طرح کا تعاون کیا۔ اور خاص کر مولانا سراج الہدیٰ ندوی ازہری کا جنھوں نے پوری کتاب کی نظر ثانی اور تصحیح میں حقیر کا تعاون کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولیٰ اس کتاب کی برکت سے سبھی لوگوں کی زندگیوں میں برکت ڈال دے اور کلام قدسی کے تقدس وطہارت سے دیدۂ باطن کو تزکیہ اور طہارت قلب نصیب فرمائے اور ہم کو دنیوی واخروی تمام راحت وعافیت عطا فرمائے اور سبوح وقدوس اپنی جناب میں اس کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے خلائق کے لیے نفع عام وتام بنائے اور اس حقیر کے لیے صدقہ جاریہ کے طور پر اپنی رضاء کے لیے قبول فرمائے آمین ثم آمین۔

احادیثِ قدسیہ سے حقیر کی مناسبت کا سبب

آج سے تقریباً ۲۸ سال قبل کی بات ہے جبکہ عاجز وآثم عمان میں بغرض ملازمت مقیم تھا، ملا علی قاری کی ایک کتاب اربعین احادیث قدسیہ ایک مکتبہ میں ملی۔ کتاب پڑھی، احادیث کا مطالعہ کیا، تو ایسا محسوس ہوا کہ آج پہلی بار ہم نے اپنے رب کو شعوری طور پر پایا ہے اور وجدان میں حق جل مجدہ کی محبت کی کشش جاگ اٹھی ہے۔ پھر حق تعالیٰ کی بندوں سے محبت اور بندوں کا حق تعالیٰ سے ربط و تعلق اور محبتِ خالق کا عظیم سرمایہ جس سے بندگی کا لطف و سرور آتا ہے اور بندہ اپنے معبود حقیقی و مسجود حقیقی، مقصود حقیقی، مطلوب حقیقی سے محبت کر کے حقیقت ایمان وایقان کی شعوری و وجدانی کیفیت کو عبادات و طاعات میں حلاوت وشرحِ صدر کی کیفیات کے ساتھ ذوقی طور پر محسوس کرتا ہے یہ وہ مایہ وعطاء ربانی ہے جس کو الفاظ میں پرویا نہیں جاسکتا، ہاں ذوقی طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ خالق کی عبادت محبت کے ساتھ کرنے کا مزہ و لطف ہی اور ہے۔ حق جل مجدہ کے کلام قدسی کی حلاوت وطراوٹ، ذوق ومٹھاس ہمارے وہم وگمان سے بہت ہی وراء ثم وراء الوراء ہے۔ تاہم جب میرے جیسا سیہ کار وخطا کار پڑھتا ہے یَا عِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ، یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَیْتُ . یَاعَبْدِیْ اُدْخُلْ عَلَی یَمِیْنِکَ الْجَنَّةَ وَ غَیْرَ ذٰلِکَ۔ تو ایسا محسوس ہوتا ہے آج تک بحر ظلمات میں تھا، اب کوئی میرا رب ہے جو شعور و وجدان اور دیدۂ باطن میں نور عرفان کی شمع روشن کررہا ہے۔ اور اپنی ذات رحیم وکریم سے قریب سے اقرب ترین کررہا ہے، اس سے پہلے الاتحافات السنیہ فی الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ حق جل مجدہ کی باتیں کے نام سے طبع ہوئی، الحمد للہ علی ہذا۔ پھر الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ وشرح 'نفحاتِ قدسیہ' کے نام سے زیر طبع ہے۔ الحمد للہ۔ اب اس وقت 'تجلیاتِ قدسیہ' ترجمہ وشرح عوامی آپ کے سامنے ہے۔ احادیث قدسیہ کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گم شدہ نورِ ہدایت، نورِ عرفان، نورِ حق کا خزانہ مل گیا۔ احادیثِ قدسیہ پڑھتے ہی حق جل مجدہ سے باتیں ہونے لگتی ہیں۔ ہر ہر کلام قدسی سے حضورِ حق کی

حضوری، حق آ گاہی کا لطف و سرور، عبد و معبود اور ربِ ودود و شکور، عفو وغفور کی رحمتِ عام و تام کا سایہ محسوس ہونے لگا تو الجامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'تجلیاتِ قدسیہ' کے نام سے شروع کیا۔ اُردو داں عوام تک حق تعالیٰ کے پیغام کو عام کرنے کی ضرورت ہے، تا کہ حق جل مجدہ کے کلام قدسی سے ہر شخص اپنے باطن کو منور کر لے اور اس طرح حق تعالیٰ کا پیغامِ عرفان عام ہو جائے۔ یہی سبب بنا اس فضلِ حق کے ظہور کا۔ وَ مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِیِّین مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ۔

حدیثِ قدسی محدثین کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ قدوس کے معنی پا کیزہ اور طاہر کے ہیں۔ اسی معنی میں ارضِ مقدسہ اور بیت المقدس بھی بولا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے یَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمْ۔ حق جل مجدہ کی ذات تمام عیوب سے پاک اور تمام نقائص سے مبرا اور منزہ ہے۔ اس لیے اس کے ناموں میں سے ایک نام قدوس بھی ہے اور احادیث کو قدس کی طرف منسوب کرنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اسی لیے احادیثِ قدسی کو احادیثِ الٰہی اور آثارِ الٰہی بھی کہا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ حدیثِ قدسی کو جب بیان فرماتے تھے تو کبھی بواسطہ جبرئیلؑ بیان فرماتے تھے، اور کبھی براہِ راست حق جل مجدہ سے روایت کرتے تھے، یعنی کبھی یوں فرماتے تھے کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا، اور جبرئیلؑ سے حق جل مجدہ نے فرمایا اور کبھی یوں ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

حدیثِ قدسی کی تعریف

اس لیے حدیثِ قدسی کی تعریف یہ ہے کہ حدیثِ قدسی وہ حدیث ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو الہام یا خواب کے ذریعہ اطلاع دی ہو یا جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے اطلاع دی ہو اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنی عبارت اور اپنے الفاظ میں بیان کیا ہو۔

حدیثِ قدسی محدثِ اعظم ملا علی قاریؒ کے نزدیک

حدیثِ قدسی وہ ہے جس کو راویوں کے سردار اور ثقہ لوگوں کے چراغ نبی کریم ﷺ حق تعالیٰ سے روایت کریں، کبھی بواسطہ جبرئیل اور کبھی بطریق الہام و وحی اور کبھی بذریعہ خواب۔ اور اس کے بیان کرنے میں آپ ﷺ مختار ہوں کہ جن الفاظ اور عبارت کے ساتھ چاہیں بیان کریں۔

حدیثِ قدسی اور قرآن مجید میں فرق

قرآنِ مجید اور حدیثِ قدسی میں بڑا فرق ہے۔

(۱) قرآنِ مجید و فرقانِ حمید کا نزول صرف جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے ہے جبکہ حدیثِ قدسی کا معاملہ ایسا نہیں۔

(۲) قرآنِ مجید لوحِ محفوظ کے الفاظ کے ساتھ مقید و متعین ہے جبکہ حدیثِ قدسی میں ایسا نہیں ہے۔

(۳) قرآنِ مجید ہر وقت ہر زمانے میں ہر طبقہ میں 'تواترِ طبقات' کے ساتھ منقول ہوتا رہا ہے جبکہ حدیثِ قدسی خبر آحاد ہے۔

(۵) قرآنِ مجید کو بغیر طہارتِ کاملہ کے ہاتھ لگانا درست نہیں جبکہ حدیثِ قدسی کا یہ حکم نہیں ہے۔ حدیثِ قدسی کو بغیر طہارتِ کاملہ کے ہاتھ لگانا اور پڑھنا جائز ہے۔

(٦) قرآنِ مجید کی ایک آیت کا انکار کفر کو لازم کر دیتا ہے جبکہ حدیثِ قدسی کا منکر کافر نہیں ہوتا۔

(۷) قرآن حکیم سورتوں اور آیتوں میں تقسیم ہے اور اس کے پڑھنے والے کو ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ ہر قسم کے تغیر و تبدل سے حق جل مجدہ نے حفاظت کا اعلان کیا ہے جبکہ حدیثِ قدسی کے لیے ایسا کوئی حکم ثابت نہیں ہے۔

حدیثِ قدسی اور حدیث میں فرق

حدیثِ قدسی اور حدیثِ نبوی میں ما بہ الامتیاز یہ ہے کہ حدیثِ قدسی کی نسبت حق جل مجدہ کی جانب ہوتی ہے یعنی جس حدیث کی سند اللہ جل مجدہ پر ختم ہو وہ حدیثِ قدسی ہے۔

اور حدیثِ نبوی ﷺ وہ ہے جس کی سند جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو۔

حدیثِ قدسی کے شروع میں یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضور ﷺ حق جل مجدہ سے روایت کرتے ہیں۔ یا پھر براہِ راست کہا جاتا ہے کہ حق جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے روایت کیا ہے۔

احادیثِ قدسیہ کی تعریف میں متقدمین اور متاخرین کا فرق

احادیثِ قدسیہ ان احادیث کو کہا جاتا ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے حق تعالیٰ کی جانب منسوب کیا اور حق تعالیٰ سے روایت کیا ہو اس لیے متقدمین کے نزدیک احادیثِ قدسیہ کی تعداد کم ہیں جبکہ متاخرین نے اس میں وسعت سے کام لیا اور توسیع کی ہے کہ ہر وہ حدیث جس میں حق تعالیٰ کا قول مذکور و منقول ہو اس کو بھی حدیثِ قدسی کہیں گے۔

قارئین سے التجا و دعا

ہمارے قارئین علماء، ادباء، خطباء، محققین، مفسرین و محدثین سبھی ہوں گے۔ اس عاجز و تہی دامن کو اعترافِ تقصیر ہے کہ حق تعالیٰ کے کلام کی ترجمانی کا حق ادا نہ ہوا۔ خوبصورت تعبیرات، حسین اسلوب، ترجمہ میں روانی و رعنائی پیدا نہ کر سکا۔ تاہم حسنِ نیت اور نفعِ عام کے سبب کوشش کی گئی ہے کہ آسان اور عام فہم زبان استعمال کی جائے تا کہ ہر شخص حق تعالیٰ کی بات کو آسانی سے سمجھ لے، دعوئ علم تو مجھ جیسے کم مایہ کے لیے جہل ہی ہے۔ اپنے قارئین سے درخواست ہے کہ اگر کہیں ترجمہ و ترجمانی میں فاش غلطی ہوگئی ہو یا سہو و نسیان سے تقدیم و تاخیر ہوگئی ہو تو خلوصِ نیت کے ساتھ مطلع کر دیں۔ انشاء اللہ اس کی

تصحیح ہو جائے گی اور آئندہ اس کی تلافی بھی کر دے جائے گی۔

آخر میں ربِ سبوح وقدوس سے استغفار وندامت کے ساتھ قبولیت کی درخواست ہے۔ میرا رب جس نے عاجز وآثم کو توفیق بخشی اپنی جناب میں اپنے کلام قدسی کو قبول کرکے اس بندۂ عاجز وآثم کو مرحوم ومغفور بنا کر رحمتِ واسعہ کے سایہ میں لے لے۔ وَ هُوَ عَلٰی مَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ وَ اِنَّهُ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ . سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ، وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ ، سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ، وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ . اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْ صَلَاتِکَ شَیْءٌ. اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْ سَلَامِکَ شَیْءٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْ بَرَکَاتِکَ شَیْءٌ.

خاکپائے اولیاء نقشبند

العبد محمد ثمین اشرف ابن الحاج محمد ابراہیم نقشبندیؒ

کان اللّٰه لهما و غفر والِدَیه

متوطن مادھو پور، سلطان پور

ضلع سیتامڑھی، بہار

حال مقیم دبئ

المرقوم: یوم الاحد،

قبل صلاۃ الظهر

فی مصلی الحبتور، دبی

۱۴۳۲/۸/۹ھ

۲۰۱۱/۸/۸ء

طبیعت میں اطمینان اور دِل میں سکون کی کیفیت

اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں سے دینی کام قدم کے ذریعے لیتے ہیں اور بعض سے قلم کے ذریعے لیتے ہیں۔ حضرت مفتی محمد ثمین اشرف صاحب دامت برکاتہم کو اللہ رب العزت نے تصنیف وتالیف کا جذبہ عطا کیا ہے۔ موصوف نے پہلے احادیث قدسیہ کے عنوان سے ایک نہایت جامع کتاب مرتب فرمائی۔ اب ان احادیث کی تشریح کے لیے تجلیاتِ قدسیہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ موصوف کے سینے میں ایک درد بھرا دل ہے جو انھیں چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ ویسے بھی انھوں نے اکابر کی خدمت میں وقت گزارا ہے۔ وہ صرف الفاظ کے سانچے میں اپنے خیالات کو نہیں ڈھالتے ان میں اپنے جذبات کو بھی داخل کرتے ہیں اسی لیے ان کی باتیں پڑھ کر طبیعت میں اطمینان اور دل میں سکون کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ ربّ العزت ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور عوام خواص کے لیے باطنی فائدے کا ذریعہ بنائے۔ وَ مَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

دعا گو و دعا جو

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

کان اللّٰہ لہ عوضا عن کل شئ

حال وارد دبئی

۱۳/ جولائی ۲۰۱۱ء

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

صاحبِ علم ومعرفت ہی نہیں بلکہ صاحبِ وجد وکیف بھی ہیں

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم

یہ حقیر ۱۹؍رجب المرجب ۱۴۲۹ھ میں دبئ حاضر ہوا۔ وہاں منجملہ علماء کرام کے حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی زید مجدہ سے شرف زیارت نصیب ہوا۔ اول ساعت ہی سے آپ سے موانست ومناسبت کا احساس ہوا۔ ماشاء اللہ آپ صاحبِ علم ومعرفت ہی نہیں، صاحب وجد وکیف بھی معلوم ہوئے۔ جس کی وجہ سے دلی مسرت ہوئی۔

مزید آپ کی علمی و تصنیفی خدمات کو دیکھ کر مزید فرح وسرور نصیب ہوا۔ یوں تو ماشاء اللہ آپ کی متعدد مفید کتابیں طالبین کے ہاتھوں میں ہیں اور مستفید ہو رہے ہیں ان میں سے ایک اہم تالیف الاتحافات السنۃ فی الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ وتشریح بھی ہے۔ جو 'حق جل مجدہ کی باتیں' کے نام سے موسوم ہے اور اب جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ وتشریح تجلیاتِ قدسیہ زیر طبع ہے۔ اس کے بعض اقتباسات کا مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ ترجمہ سلیس اور توضیح نہایت عمدہ اور واضح ہے۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ اس کو امت کے لیے مفید بنائے اور قبول فرمائے۔ اس حقیر کے لیے بھی اس سے استفادہ کو آسان فرمائے۔ آمین!

۲۸؍رجب المرجب ۱۴۲۹ھ
نزیل دبئ

والسلام

محمد قمر الزماں الٰہ آبادی

دار المعارف الاسلامیہ

ڈی ۱۶/ اے 1 کریلی الٰہ آباد (یوپی) الہند

اہلِ طریقت وسلوک کے لیے بیش بہا ذخیرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ ربّ العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ الکریم

الحمد للہ! عزیزی مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ کو میں قریب سے جانتا ہوں۔ ان کے پدر بزرگوار جناب حاجی ابراہیم صاحبؒ بڑے متقی اور بزرگ صفت انسان تھے۔ ان سے میرے تعلقات بڑے گہرے تھے۔ وہ ولایت کے ایک درجے پر فائز تھے۔ انھوں نے ایک لمبی عمر پائی۔ حضرت اقدس مولانا بشارت کریمؒ اور بعدہٗ حضرت شاہ نور اللہ عرف حضرت پنڈت جیؒ کی لمبی صحبت پائی۔ یہ حضرت مولانا حکیم احمد حسنؒ منوروہ کے مجاز وخلیفہ تھے جو صاحبِ علومِ دین تھے۔ حضرت کی بابرکت شخصیت نے حضرت مولانا بشارت کریمؒ کے سلسلہ کو ترقی دے کر حضرت حاجی منظور احمدؒ صاحب جیسی عظیم شخصیت پیدا کی۔

مرشد حضرت حاجی منظور احمدؒ صاحب نے مجھ عاجز سے فرمایا تھا کہ اگر حاجی محمد ابراہیم صاحبؒ تم کو بلاویں تو ضرور جانا اور کہیں نہیں جانا۔ حاجی محمد ابراہیم صاحبؒ پر شروع ہی سے فیضانِ باری کا سلسلہ تھا جس کا اندازہ درج ذیل واقعے سے ہوتا ہے۔

جب وہ طالب علم تھے اُس وقت کے واقعات میں ایک واقعہ سیتامڑھی کا ایک روز مجھ سے بیان فرمایا۔ 'جب اسکول میں پڑھتا تھا تو امتحان کے موقع پر خواب میں سوالات مجھے بتا دیے جاتے۔ جب سیتامڑھی سے مظفر پور میں تعلیمی سلسلہ منتقل ہوا تو طعام و قیام کا انتظام ایک دینی اور متشرع گھرانے میں کیا گیا۔ یہاں میری حالت بہت خراب ہوگئی۔ رات میں آفتاب نظر آتا۔ تجلی اور فیض و برکات کی بارش اس طرح ہوتی کہ میں بے ہوش ہوجاتا۔ ایک روز بازار کی طرف چلا اور چند قدم چل کر بے ہوش ہوگیا۔ راہ گیروں کی بھیڑ لگ گئی۔ کسی نے کہا یہ لڑکا آسیب زدہ ہے۔ کسی نے کہا بیمار ہے۔ وہیں پر ایک مولانا کی رہائش گاہ تھی۔ وہ لوگ مجھے وہاں لے گئے۔ مولانا کا نام غالبًا عبد الحفیظ تھا۔ ان کے کمرے کی کواڑ کھلی اور لوگوں سے فرمایا کہ اس بچے کو میرے کمرے میں رکھ دو۔ چنانچہ لوگوں نے وہاں پہنچایا۔ آپ نے کمرہ بند کردیا۔ نہ جانے کتنی دیر کے بعد ہوش آیا۔ پھر انھوں نے مجھ سے چند سوالات کیے اور مجھے میری خواب گاہ تک پہنچوا دیا۔ مولانا عبد الحفیظؒ

نے اپنے بھائیوں سے مشورہ کرنے کے بعد فرمایا کہ اس بچے کو کسی بزرگ کے یہاں پہنچانا ضروری ہے۔ اُس وقت بہار میں تین مشہور بزرگ تھے؛ حضرت اقدس بشارت کریم گرھولویؒ، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اور شاہ محی الدین پھلواریؒ۔ اس طرح سے حاجی صاحب مرحوم حضرت مولانا بشارت کریمؒ کے یہاں بھیجے گئے۔ پھر وہ انہی کے ہوکر رہ گئے۔'

مفتی ثمین اشرف حضرت حاجی منظور احمدؒ سے ملنے کیلئے طالب علمی کے زمانے سے ہی مصرولیا آیا کرتے تھے۔ ان کے والد کی نسبت سے بڑی خوشی سے ملتے اور پیار و محبت کا ثبوت پیش کرتے۔ نیز حضرتؒ والا دیگر اشغال چھوڑ کر ہمہ تن ان کی طرف متوجہ ہوجاتے۔ اور متعدد مضامین پر گفتگو کرتے۔ حضرتؒ کا خیال تھا یہ لڑکا مفتی ثمین اشرف اپنے باپ کا صحیح جانشین ہوگا اور خود حضرت اپنی نسبت ان میں ڈالنے کی کوشش کرتے۔

مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ کو اللہ نے تحریر و تقریر و تفسیر کے لیے منتخب فرمالیا ہے۔ انشاء اللہ وہ نسبت جو اُن کے دل کو حاصل ہے، عدم گرفتاریٔ دل یعنی دل ماسوائے حق تعالیٰ کے سب چیزوں کو بھلادے وہ حاصل ہے۔ اپنے وقت پر رنگ لائے گا۔ فاضلانِ نقشبندیہ کے یہاں اس کو فناءِ قلب کہتے ہیں ہمارے حضرات فقیری کا کمال نسبت میں تصور کرتے تھے۔ اور ادائے نماز بہ اوّل اوقات، اجتناب از بدعت اور امورِ مسنونہ کی پابندی کرتے۔ دن رات ذکر و فکر میں رہتے ہیں اور انہی امور سے دل کو سکون اور جمعیت حاصل ہوتی ہے۔

زیر نظر کتاب 'تجلیاتِ قدسیہ' کا چیدہ چیدہ مطالعہ کیا۔ کتاب پسند آئی۔ موصوف نے اہل طریقت و سلوک کے لیے بیش بہا ذخیرہ پیش کیا ہے۔

ہمارے پیر و مرشد حضرت منظور احمد صاحبؒ نے مفتی ثمین اشرف صاحب کو کچھ وظیفہ بتایا تھا۔ ہم اللہ پاک سے دعا کرتے ہیں مولوی مفتی موصوف کو اخلاص و عمل کے ساتھ دین کی عزت دے اور دنیا بھی سنوار دے۔

و الحمد و السّلام بحرمت جدّ الحسن و الحسین صلی اللّٰہ علیہ و سلّم

۴؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ	لاشیٔ **شمس الہدیٰ** کان اللہ لہ
مطابق ۳۰؍نومبر ۲۰۱۱ء	خلیفہ حضرت حاجی منظور احمد نقشبندیؒ، مصرولیا

’تجلیاتِ قدسیہ‘ عام مسلمانوں کے لیے مفید

الحمد للّٰہ و کفی و سلام علی عبادہ الّذین اصطفی ، امّا بعد!

سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، سب کو اللہ کی بندگی کرنی ہے۔ بندگی کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے بتا دی ہے، انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے بھیجا ہے اور ان پر وحی کا سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ دین کا مدار وحی پر ہے۔ وحی تین طرح سے آتی تھی، اس کی ایک صورت یہ ہوتی تھی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کلامِ الٰہی کی تلاوت کرتے، الفاظِ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل و دماغ میں محفوظ ہو جاتے۔ قرآن کریم اسی طرح نازل ہوا ہے۔ دوسری صورت یہ ہوتی تھی کہ نزولِ قرآن کریم کے ساتھ ہی حکمِ ربانی کی تمام حقیقت نبی کریم ﷺ کو سمجھا دی جاتی تھی۔ پھر آپؐ ربانی فہم سے موقع بموقع اس حکم کی تفصیل فرماتے تھے۔ اس کو تفہیمی وحی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ وحی کی تیسری صورت یہ ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے ایک مفصل اور مستقل مضمون آپؐ کے دل میں القا ہوتا تھا مگر الفاظ نہیں آتے تھے۔ آپ ﷺ اس مضمون کو اپنے الفاظ میں تعبیر کرتے تھے۔ وحی کی یہ صورت حدیثِ قدسی کہلاتی ہے۔ حدیث اس لیے کہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کے ہیں اور قدسی اس لیے کہ مضمون اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ احادیثِ قدسیہ میں احکام نہیں ہیں بلکہ ان میں مواعظ اور رقاق سے تعلق رکھنے والی باتیں ہیں۔ بعض علماء نے احادیثِ قدسیہ کو جمع کیا ہے۔ انھی میں سے ایک ’جامع الاحادیث القدسیۃ‘ ہے۔ یہ تین جلدوں میں ہے۔ اس کے مؤلف شیخ عصام الدین الصبابطی مصری ہیں۔

اس کا اُردو ترجمہ جناب مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی زید مجدہ نے کیا ہے۔ موصوف کو اللہ ربّ العزّت نے صلاح و تقویٰ سے آراستہ فرمایا ہے۔ ترجمہ کے ساتھ تشریحات بھی ہیں اور فوائد و نکات کا اضافہ بھی کیا ہے۔ احادیث کے ساتھ حوالے اور صحیح و

ضعیف کی تعیین بھی کی گئی ہے۔ اپنی تدریسی اور تصنیفی مصروفیتوں کی وجہ سے کم و بیش ڈھائی ہزار صفحات کی کتاب کو میں بالاستیعاب نہیں دیکھ سکا، کہیں کہیں سے پڑھی ہے۔ عناوین پر نگاہ ڈالی ہے، اندازہ ہوا کہ کتاب بہت اچھی ہے۔ مساجد کے ائمہ، خطباء اور عام مسلمانوں کے لیے مفید ہے۔ دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب یعنی 'تجلیاتِ قدسیہ' کی افادیت کو عام و تام فرمائے اور مسلمانوں کی زندگیوں میں تبدیلی کا ذریعہ بنائے، آمین۔

و صلی اللّٰہ علی خیر خلقه محمّد و علی اله و صحبه اجمعین !

۵ر ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ

اَملاہٗ **سعید احمد پالن پوری** عفی اللہ عنہ
استاذ حدیث، دارالعلوم دیو بند

ایک ٹمٹماتے تارے سے بڑھ کر مہر ضوفشاں

حضرت مولانا مفتی ثمین اشرف زیدت فیوضہم سے میں اس وقت سے بخوبی واقف ہوں جب وہ ازہر ہند دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کرنے کے معاً بعد امامت وافتاء کے گراں قدر اور گراں بار منصب جلیل پر مامور اور فائز ہو کر فتح پور، شیخا واٹی، راجستھان تشریف لائے تھے، اس وقت موصوف کا عنفوان شباب تھا، لیکن فعالیت، حرکیت اور جن کشی میں اپنی مثل آپ تھے۔ حضرت مولانا حکیم اختر دامت برکاتہم کے عالی آستانے سے بیعت و ارشاد کی اجازت وخلافت کے خلعت سے سرفراز کیے جانے کے بعد آپ کے ان اوصاف ومحاسن میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا ہے۔ ایک ٹمٹماتے تارے سے بڑھ کر مہر ضوفشاں بن گئے ہیں۔ موصوف کا گھرانہ دینی علم وفہم اور سنت وشریعت کی اتباع کے جذبات سے معمور گھرانہ ہے۔ مبدأ فیاض نے مفتی صاحب کی سنجیدہ طبیعت کو بے پایاں علمی، دینی اور عملی ذوق وشوق تو عطا فرمایا ہی تھا، خاندان کی دیندارانہ فضا اس پر مزید مہمیز بنی اور اب حضرت حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم کے پرفیض دامن سے وابستگی سونے پر سہاگہ کا رنگ جما رہی ہے۔ پھر شیخ طریقت حضرت مولانا قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم سے اجازت وخلافت نے نورٌ علیٰ نور کا مصداق بنا دیا ہے۔

اللھم زد فزد.

مفتی صاحب مسلم معاشرہ میں رائج منکرات پر گہری نگاہ رکھتے ہیں اور ازالہ واصلاح کے لیے دربندی وحسن تدبیر بھی۔ آپ ملت کی زبوں حالی کے درماں کی تلاش وجستجو میں ہمیشہ سرگرداں رہتے ہیں۔

قرآن وسنت نے مسلم معاشرہ کی خوبی وکمال اور بہبود وفلاح کے لیے امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر کو بھی لازمی فریضہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ منکرات وسیئات پر تنبیہ وقدغن کے بغیر معاشرہ کی صحیح تشکیل وترقی، اسباب کی اس دنیا میں دشوار ہی نہیں عملاً ناممکن بھی ہے۔ پھر ہر عمل واقدام کی عنداللہ مقبولیت کے لیے متاع اخلاص کی حیثیت تو 'کلید باب' کی ہے۔

معاشرہ میں منکرات کے شیوع ورواج کی اہم وجہ دینی تقاضوں سے بے خبری کے ساتھ موت اور مابعد الموت مراحل آخرت سے غفلت ہے۔ آج کا انسان دنیوی رنگینیوں میں کھو کر رہ گیا ہے۔ اس لیے مفتی صاحب کے دردمند، علاجِ جو اور جواہر ریز قلم نے معاشرہ کی اصلاح اور تعلیمات نبوت کے جادہ وخطوط پر اس کو استوار کرنے کے لیے یہ حیات بخش اور وقیع کتاب مرتب کرنے کی زحمت اٹھائی ہے۔ وصف اخلاص سے تزئین، منکرات کے ازالہ وتطہیر اور فکر آخرت وغیرہ وغیرہ عنوانات پر آپ نے امت کو جامع مضامین عنایت کر کے اس کو شاہراہ سنت پر ڈالنے اور لانے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے۔ اس کتاب کی منفرد خوبی یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے ہر احادیث پر ایک نیا عنوان لگا کر حدیث قدسی کو درج فرمایا ہے۔

اب تک مفتی صاحب نے احادیث قدسیہ کی تین کتابوں کا ترجمہ وشرح بفضل الٰہی انجام دیا ہے جس میں ایک 'الاتحافات السنیہ فی الاحادیث القدسیہ' 'حق جل مجدہ کی باتیں' کے نام سے طبع ہوئی اور علماء راسخین سے خراجِ عقیدت اور دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ اب دو کتاب زیر طبع ہے۔ ایک 'نفحاتِ قدسیہ' جس میں صحاح ستہ کی چار سو احادیث ہیں۔ دوسرے ''تجلیاتِ قدسیہ'' جو گیارہ سو سے زائد احادیث کا مجموعہ ہے۔ پوری کتاب دلکش بھی ہے اور شگفتہ بھی۔ طباعت، کاغذ، گیٹ اپ سب کچھ عمدہ، نفیس اور جاذبِ قلب ونگاہ ہے۔

امید واثق ہے کہ ملت کے عام افراد اس اہم کتاب سے بھرپور استفادہ کریں گے۔ میں رب کارساز کی بارگاہِ قدس میں دست بدعاء ہوں کہ وہ اس کے نفع کو تام وعام فرمائے۔ مصنّف کے قلم کو جاوداں تازگی، شادابی، توانائی وبرنائی ارزانی کرے، اور مصنف کو صحت وعافیت کے ساتھ دینی رہنمائی اور علمی گہر افشانی کے پُرسکون مواقع دمِ واپسیں تک مرحمت فرمائے رکھے۔

۴؍ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ
نزیل دبئی

فقط غبار کارواں
محمد مصطفےٰ مفتاحیؒ
شیخ الحدیث، دارالعلوم سبیل اسلام، حیدرآباد

خیر کثیر اور نفع عظیم کی توقع

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

حق تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے انسانوں کو اشرف المخلوقات ومخدوم کائنات بنایا اور اس کی رشد وہدایت کامیابی وکامرانی کے لیے دین حنیف دین اسلام کو منتخب فرمایا اور اس کی تکمیل نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر فرمائی۔ مومن کامل ہونے کے لیے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات، کی اصلاح ودرستگی نہایت ضروری ہے۔

عقائد کی تین بنیادی باتوں وحدانیت، رسالت، اور آخرت میں سے آخرت کا ایمان و یقین بندہ مومن کو طاعات پر آمادہ کرتا ہے بلکہ اس کا شوق ورغبت پیدا کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے ماموارت کی ادائیگی اور مستحبات وآداب کی رعایت ہر باب میں سہل ہو جاتی ہے۔ اور گناہوں سے اجتناب وپرہیز کرنا بھی ممکن اور آسان ہوجاتا ہے۔ اور منہیات منکرات فواحش اور برائیوں سے دور رہنے کی فکر و ہمت پیدا ہوجاتی ہے۔ 'جامع الاحادیث القدسیہ' نامی کتاب (مؤلف ابوعبدالرحمٰن عصام الدین الصبابطی) جس میں فکرِ آخرت کو مہمیز کرنے اور بیدار کرنے کی روایات بڑی تعداد میں موجود ہیں جس کا ترجمہ وشرح محترم حضرت مولانا مفتی ثمین اشرف قاسمی زید لطفہ نے شروع کر رکھا ہے۔ اس سے امت مسلمہ کو خیر کثیر اور نفع عظیم کی توقع ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کے دیگر تراجم وشروح کی طرح احادیثِ قدسیہ کے مقدس مجموعہ کی اس شرح کو بھی نافع اور قابلِ قدر بنا کر موصوف کیلئے سعادت دارین کا ذریعہ بنائے۔

دلی دعا ہے کہ حق تعالیٰ مولانا کے علمی وروحانی حلقہ کو وسیع تر فرمائے۔ آمین! والسلام

عبدالمنان غفرلہ
ناظم، مدرسۂ امدادیہ اشرفیہ
طیب نگر، راجوپٹی، سیتامڑھی، بہار، ہند

۱۷/شعبان ۱۴۳۰ھ
نزیل دبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے انھیں زہد وتقویٰ میں کندن بنا دیا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، و بعدُ! حضرت مولانا مفتی ثمین اشرف صاحب قاسمی خلیفہ مجاز حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ احادیثِ قدسیہ سے غیر معمولی مناسبت رکھتے ہیں۔ وہ احادیث جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مطہر میں القاء فرمائیں اور آپؐ نے انھیں اپنے الفاظ میں پیش فرمایا انھیں محدثین کی اصطلاح میں 'احادیثِ قدسیہ' کہا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ کی ایک کتاب اس موضوع پر ''الاتحافات السنیۃ فی الاحادیث القدسیۃ'' یعنی 'حق جل مجدہ کی باتیں' کے نام سے منصۂ شہود پر آ چکی ہے۔ دوسری کتاب ''الاحادیث القدسیۃ'' کا ترجمہ مع تشریح 'نفحاتِ قدسیہ' کے ساتھ تحریر فرمائی ہے جو زیرِ طبع ہے۔ اب یہ تیسری کتاب 'جامع الاحادیث القدسیۃ' کا ترجمہ وتشریح 'تجلیاتِ قدسیہ' کے نام سے لکھی ہے۔

یہ تیسری کتاب شیخ عصام الدین مصری کی لکھی ہوئی ہے جس کا ترجمہ کسی قدر تشریحات کے ساتھ لکھا ہے۔ کہیں کہیں کچھ فوائد کا بھی اضافہ کیا ہے۔ مزید ثقاہت کے لیے احادیث کے حوالے اور حدیث کے درجے یعنی صحیح، حسن، ضعیف کی بھی نشاندہی فرمائی ہے جس کی وجہ سے ترجمہ کی حیثیت دوبالا ہوگئی ہے۔

حضرت مولانا مفتی ثمین اشرف صاحب قاسمی نہایت پاک طینت اور نیک نفس عالم باعمل ہیں اور بہت سے بزرگوں کی تربیت وصحبت حاصل ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے زہد وتقویٰ میں انھیں کندن بنا دیا ہے۔ کتاب بھی بڑے والہانہ انداز میں تحریر فرمائی ہے۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی تینوں کتابوں کو مقبولیت عامہ عطا فرمائے، لوگوں کے قلوب کا تزکیہ اور ان کے اصلاحِ باطن کے لیے بطور خاص مؤثر بنائے۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ حضرت مفتی صاحب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین!

۲۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ
واردِ حال دبئی

مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی
مفتی دارالعلوم دیوبند

حرفِ چند
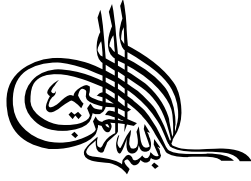
مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی دامت برکاتہم عالم باعمل ہیں، اکابر سے عقیدت، بزرگانِ دین کی صحبت اور حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب اور شیخ طریقت حضرت مولانا قمرالزماں صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم کی توجہات اور خلافت نے ان کے کالبدخاکی میں علم وعمل کے ایسے نقوش بھردیے ہیں اور ایسی محبوبیت عطا کردی ہے جو کم دیکھنے میں آتی ہے۔میرا خیال ہے کہ وہ ان چندلوگوں میں ہیں جن کے یہاں الفاظ سے زیادہ زندگی بولتی ہےاوریہی بہتر ہے کہ لفظوں کے بجائے زندگی بولے۔

گذشتہ چندسالوں سے انھوں نے الاحادیث القدسیہ پر کام شروع کررکھا ہے، ہزاروں صفحات پر مشتمل ان کتابوں کے ترجمہ،تشریح اور عناوین لگانے کا کام بڑی جاں فشانی،علمی رسوخ اور جذبۂ عبادت سے وہ کررہے ہیں،ان کی پہلی کتاب کئی سال ہوئے ’حق جل مجدہ کی باتیں‘ کے نام سے شائع ہوکرمقبول عام ہوچکی ہے۔اب ان کی دوسری کتاب تجلیات قدسیہ زیورِطبع سے آراستہ ہوکرآرہی ہے۔

اہلِ علم کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ دوسروں کے بارے میں بھی حسنِ ظن رکھتے ہیں اوران کا اعتراف کرتے رہتے ہیں،مفتی صاحب دامت برکاتہم کے حسنِ ظن اوراعتراف صلاحیت ہی کی بات ہے کہ انھوں نے اپنی اس ضخیم تالیف پرنظرثانی

کا کام میرے سپرد کردیا، اپنی کم علمی کے اعتراف کے باوجود میں نے اس کام کو اپنے لیے سعادت سمجھ کر کرنا شروع کیا، لیکن امارت شرعیہ کی خدمت سے وقت نکالنا بہت مشکل ہوگیا تو میں نے یہ کام اپنے برادرزادہ اور خویش مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری کے حوالہ کردیا، جو اس کام کے لیے میرے نزدیک انتہائی موزوں ہیں، ان کا علمی ذوق، احادیث سے شغف اور کثرت مطالعہ معاصرین میں متفق علیہ ہے۔ چنانچہ انھوں نے اس کتاب پر نظر ثانی کا حق ادا کردیا، ضرورت کے مطابق بعض جگہوں پر انھوں نے تبدیلیاں بھی کیں، اور حضرت مفتی صاحب نے خوردنوازی کے طور پر اسے قبول کرلیا۔ میرا احساس یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب کی یہ کتاب بےعملی کے اس دور میں لوگوں کو عمل کی طرف اُبھارنے کا کام کرے گی اور قلبی فساد کے اس دور میں صلاحیت کو صالحیت کے ساتھ اُبھارنے کا کام انجام دے گی۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس اہم کام کو مسلمانوں کے لیے اصلاح کا اور مفتی صاحب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنادے۔ آمین یارب العالمین!

(حضرت مولانا مفتی) **محمد ثناء الہدیٰ قاسمی**
نائب ناظم امارتِ شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ

۱۸/شعبان ۱۴۳۲ھ
مطابق ۱۹/جولائی ۲۰۱۱ء

خاصانِ حق کو ہی یہ عطیہ نصیب ہوتا ہے

الحمد للّٰہ وحدہ و الصلوۃ و السّلام علٰی من لا نبیَّ بعدہٗ و علی اٰلہ و اصحابہ و من تبِعہٗ، امّا بعد!

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو حق تعالیٰ شانہ اپنے پاک کلام اور اس کی تشریح یعنی کلامِ نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت واشاعت کی توفیق فرمائے کہ یہ عطیۂ الٰہی ہے اور خاصانِ حق کو ہی یہ عطیہ نصیب ہوتا ہے۔ تاریخ اس پر شاہد عدل ہے۔ خاتم النّبیین روحی فدہ ﷺ کی تعلیمات کی تا قیامِ قیامت اشاعت وحفاظت کا یہ سلسلہ قائم و دائم ہے۔ اسی لیے ہر زمانے میں ہر علاقے میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ دَورِ حاضر میں منجملہ دیگر حضرات کے اکابر علماءِ دیوبند کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سعادت سے خوب خوب نوازا ہے۔ اس طبقۂ عالیہ نے تحریراً بھی، تقریراً بھی، درساً بھی، تدریساً بھی اس میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

ہمارے رفیق ومحترم مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی انہی باتوفیق حضرات میں سے ہیں جن کی تقریری اور تحریری دونوں صلاحیتوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اشاعتِ حدیث اور اس کی خدمت کی سعادت سے نوازا ہے۔ اس سلسلے میں ان کی کئی کاوشیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ ’تجلیاتِ قدسیہ‘ کے نام سے ایک ہزار سے زائد احادیثِ مبارکہ کا مجموعہ بھی اب تیار ہو چکا ہے۔ دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک رفیق موصوف کی اس علمی خدمت کو عند اللہ و عند الرسول ؐ مقبول فرمائے اور ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنا کر باعثِ اجرِ دارین فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

وانا العبد الاوّاہ **محمد رحمت اللہ** عفی اللہ عنہ وعافاہ
دار العلوم رحیمیہ، بانڈی پورہ، کشمیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ائمہ وخطباء کے لیے انمول تحفہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِیْنُ، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنُ ، أَمَّابَعْد!

اللہ عزوجل نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے تمام ارشادات وفرمودات کو (وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَاِلَّا وَحْیٌ یُّوْحیٰ) کہہ کر مستند اور اپنی ذات سے مربوط کردیا ہے، اور یہ واضح کردیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ساری باتیں چاہے اس کی نسبت بظاہر اللہ کی طرف ہوں یا نہ ہوں وہ درحقیقت اللہ کی ہی باتیں ہیں، بس زبان نبوت نے اس کی ترجمانی کی ہے، اور انھیں الفاظ کا پیکر دیا ہے، لیکن احادیث کی تدوین وتالیف کے عہد میں جب باضابطہ علم حدیث کو فن کی حیثیت دی گئی اور اس کے لیے اصول و اصطلاحات وضع کیے گئے تو اس اعتبار سے کہ وہ حدیث کس کی طرف منسوب ہے، حدیث کے کئی اقسام وجود میں آئے، اور ان ہی اقسام میں سے ایک قسم 'حدیث قدسی' ہے، جس کا سلسلۂ سند عام احادیث نبویہ کی طرح رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے کے بجائے اللہ عزوجل تک پہنچ جاتا ہے، اور اس کو رسول اللہ ﷺ اللہ عزوجل کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ راجح قول کے مطابق ان احادیثِ قدسیہ کے معانی ومفاہیم اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں جن کا القاء بواسطہ ملائک یا بلا واسطہ خواب یا الہام کے ذریعہ اللہ عزوجل اپنے حبیب کے قلب صافی پر فرماتے ہیں، اور پھر نبی ﷺ ان معانی کو اپنے الفاظ میں لوگوں تک پہنچادیتے ہیں۔ اور ان کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف کرکے ان کے امتیازی حیثیت کو بیان کردیتے ہیں، اور اسی نسبت کی صراحت کی وجہ سے ان احادیث کو احادیث قدسیہ، احادیثِ الٰہیہ اور احادیثِ ربانیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور اسی نسبت کی وجہ سے ان کا مقام احادیث نبویہ سے بڑھا ہوا ہے، اور قرآن کریم کے بعد دوسرا درجہ ان ہی احادیث کا ہے

۔البتہ احادیث نبویہ کی طرح ان کے راوی کے اعتبار سے ان پر بھی صحیح، حسن، اور ضعیف ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے۔ (فیض القدیر:۴/۶۱۵)

عام محدثین نے روایۃً اور درایۃً خدمت حدیث کے فریضہ کو انجام دیتے ہوئے ان احادیث کو مستقل ذکر کرنے کا اہتمام تو نہیں کیا، بلکہ احادیث نبویہ کے ساتھ ساتھ ان کو بھی نقل کیا، لیکن احادیث نبویہ کے بالمقابل ان احادیث قدسیہ کے قدر ومنزلت کی برتری اور انسانی قلوب پر ان کی زیادہ اثر اندازی کے پیش نظر بہت سے محدثین نے ان کو مستقل جمع کرنے کا بھی اہتمام کیا، چنانچہ اس سلسلہ کی سب سے پہلی کوشش امام ابوالقاسم شحامی نیشاپوری (م۵۳۳ھ) کے نام منسوب ہے، جس کا تذکرہ علامہ ابن کثیر نے اپنی کتاب 'الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول' میں کیا ہے، چھٹی صدی ہجری میں محی الدین ابن العربیؒ نے مشکوٰۃ الانوار فیما روی عن اللّٰہ سبحانہ من الاخبار کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں انھوں نے ایک سوایک احادیث قدسیہ کو جمع کیا، اسی صدی میں حافظ ابوالحسن لخمیؒ نے چالیس احادیث قدسیہ کو جمع کیا، اور اس کو الاربعین الالٰھیہ کے نام سے موسوم کیا، ساتویں صدی کے معروف محدث وفقیہ علامہ نووی علیہ الرحمہ نے الاحادیث القدسیۃ کے نام سے ایک کتاب لکھی اور اس میں (۹۵) احادیث قدسیہ کو بغیر سند کے کتب ستہ سے جمع کیا، اور اسی صدی میں علامہ امیر بن بلبان المقدسی نے 'المقاصد السنیۃ فی الاحادیث القدسیۃ' لکھی، اور اس میں انھوں نے سو احادیث قدسیہ کو اپنے شیوخ کی سند سے جمع کی، نیز علامہ عبدالرحمٰن بن علی شیبانی شافعی (م۹۴۴ھ) نے ۸۰ احادیثِ قدسیہ کا مجموعہ مرتب کیا۔ ان حضرات کے علاوہ علامہ ضیاء الدین مقدسیؒ، علامہ عبدالغنی نابلسیؒ، علامہ ملا علی قاریؒ، اور صالح بن محمد مالکیؒ وغیرہ متعدد حضرات نے بھی احادیث قدسیہ کو مستقل جمع کیا، لیکن یہ کتابیں مطبوعہ شکل میں موجود نہیں ہیں، ملا علی قاری کے دور میں معروف محدث علامہ عبدالرؤف مناوی (م۱۰۲۵ھ) نے 'الاتحافات السنیۃ فی الاحادیث القدسیۃ' کے نام سے احادیث قدسیہ کو جمع کیا، جسے دائرۃ

المعارف العثمانیہ حیدرآباد نے پہلی مرتبہ ۱۳۲۳ھ میں شائع کیا۔ یہ کتاب سابقہ تمام کتابوں سے زیادہ مفصل ہے، اور علامہ مدنیؒ نے آٹھ سو چونسٹھ (۸۶۴) احادیثِ قدسیہ کو اس میں جمع کیا ہے، لیکن یہ کتاب بھی تمام تر احادیثِ قدسیہ کو محیط نہیں ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک کاوش **لجنة المجلس الاعلی للشئون الاسلامیة، مصر** نے کی، اور اس کی زیرنگرانی متعدد علماء نے چار سو احادیث قدسیہ کا مجموعہ 'الاحادیث القدسیہ' کے نام سے مرتب کیا، جس میں صحاح ستہ اور مؤطا امام مالک میں موجود احادیث قدسیہ کو ان کی شرح کے ساتھ جمع کیا، اس کے بعد اس موضوع پر سابقہ تمام کتابوں سے زیادہ جامع ترین کتاب شیخ عصام الدین الصبابطی نے تین جلدوں میں مرتب کیا، اور اسے **'جامع الاحادیث القدسیة'** کے نام سے موسوم کیا، یہ کتاب بڑی جامع ہے اور مطبوع کتب حدیث میں موجود تمام احادیث قدسیہ اس میں مذکور ہیں۔ اس کتاب میں جملہ ایک ہزار ایک سو پچاس احادیث قدسیہ کو کتب حدیث کے حوالے کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، جن میں بعض روایتیں وہ بھی ہیں جن کا استنادی پہلو کمزور ہے۔

ان حضرات کی کاوشوں سے احادیث قدسیہ مستقل جمع ہوگئیں اور ان سے استفادہ کرنا آسان ہوگیا، لیکن یہ ساری آسانی ان لوگوں تک محدود تھی جو عربی زبان سے واقفیت رکھتے ہوں اور اس کے سہارے کتب حدیث کے بحرِ عمیق کی غواصی کی صلاحیت رکھتے ہوں، اردو زبان جسے علوم اسلامیہ کی ترجمانی کا بڑا وافر حصہ ملا ہے، متعدد کتب حدیث کے تراجم تو بہت پہلے اس کے دامن کی زینت بن گئے، لیکن احادیث قدسیہ کے تراجم اور ان کی شرح سے اس کا دامن تاحال خالی ہی تھا، اس کی تکمیل کے لیے اللہ کی نگاہ انتخاب علم وفضل کے پیکر حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی مدظلہ پر پڑی، حضرت مفتی صاحب حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم وشیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ مجاز ہیں، آپ کو اللہ نے علم ظاہری اور علم باطنی کا پیکر بنایا ہے، عوام وخواص کی دینی رہبری کا آپ کو طویل تجربہ ہے، اور آپ کا درس عوام

خواص دونوں میں مقبول ہے، راقم السطور کو آپ کے درس قرآن اور مسجد الغریر دبئی، میں آپ کے درس حدیث میں شریک ہونے کا کئی بار شرف حاصل ہوا، حقیقت یہ ہے کہ ان دروس میں شرکت کرنے والے لوگوں کا ہجوم اور ان کی ہمہ تن گوشی ان دروس کی مقبولیت عنداللہ کی واضح دلیل ہے، دوران درس بہت سے وہ نکات چند سہل اور آسان لفظوں میں آپ بیان کرجاتے ہیں جو سیکڑوں صفحات کی کتابوں کے مطالعے کا نچوڑ ہوتے ہیں، بلکہ بہت سے نکات تو وہ ہوتے ہیں جو صرف سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے ہوئے چلے آرہے ہیں، اور کتابوں کے صفحات سے خالی ہیں۔فللّٰہ درہ۔

ذاتِ باری سے منسوب احادیث قدسیہ کی خدمت کے لیے آپ کا انتخاب بھی آپ کی قبولیت کی ایک دلیل ہے، آپ نے سب سے پہلے **لجنة المجلس الاعلی للشئون الاسلامية، مصر** کی مرتب کردہ '**الاحاديث القدسية**' کا اردو ترجمہ وتشریح '**نفحات قدسيه**' کے نام سے کیا جو ابھی زیر طبع ہے، اس کے بعد آپ نے علامہ محمد مدنی علیہ الرحمہ کی تصنیف '**الاتحافات السنية**' کا اُردو ترجمہ اور اس کی تشریح کر کے اُردو داں عوام وخواص کو قیمتی تحفہ عطا کیا۔ آپ کی یہ ضخیم تصنیف 'حق جل مجدہ کی باتیں' کے نام سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں آپ نے احادیث قدسیہ کی مؤثر اور عمدہ تشریح کی، اور ان احادیث میں موجود الفت ریز ارشاداتِ ربانی کو بڑے ہی دلچسپ انداز میں بیان کیا۔ چنانچہ اس کتاب کو بڑی قبولیت عطا ہوئی اور وہ طالبین کے لیے مشعلِ راہ بن گئی۔ کتاب کی تصنیف سے فراغت کے بعد موصوف نے شیخ عصام الدین صبابطی کی تین جلدوں پر مشتمل ضخیم تصنیف '**جامع الاحاديث القدسية**' کے ترجمہ وتشریح کا کام شروع کیا، اور بفضل اللہ تعالیٰ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور 'تجلیاتِ قدسیہ' کے نام سے موسوم کیا ہے۔

اس کتاب میں آپ نے علامہ صبابطی کے طرز کی مکمل پیروی نہیں کی ہے، بلکہ کتاب کی افادیت کو بڑھانے کے لیے بہت سے عناوین قائم کیے ہیں۔ گرچہ احادیث کی

ترتیب وہی ہے جو علامہ صابطی کی ہے، نیز ترجمہ کے ساتھ تشریح کے ضمن میں بہت سی وہ اہم باتیں بھی سپردِ قرطاس کردی ہیں، جو تذکیری اور ترغیبی پہلو کے اعتبار سے مفید ہیں، ترجمہ اور تشریح انتہائی سہل اور سلیس انداز میں تحریر کیا ہے، تاکہ عوام کے لیے اس کا سمجھنا مکمل آسان ہوجائے، طرزِ تحریر کی دل نشینی اور اثر انگیزی آپ کی دیگر کتابوں کی طرح اس کتاب میں بھی نمایاں نظر آتی ہے۔

درحقیقت یہ کتاب علماء، عوام اور بالخصوص دعوت وتربیت کا کام کرنے والوں نیز ائمہ وخطباء کے لیے ایک انمول تحفہ ہے، اور اس کے مطالعہ سے راہ حق کی پہچان، اس پر چلنے کا صحیح طریقہ، معرفت الٰہی اور قربتِ ربانی کی اہمیت اُجاگر ہوگی اور ان پر یہ حقیقت واشگاف ہوگی کہ یہ کتاب صرف ایک شرح ہی نہیں ہے بلکہ راہ سلوک کے راہی کا زادراہ بھی ہے۔ اس طرح یہ کتاب شمع فروزاں بن کر لوگوں کے دلوں کو نورِ ایمان سے روشن کرے گی اور مؤلف کتاب محترم حضرت مفتی صاحب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنے گی، انشاء اللہ۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد آلہ وصحبہ اجمعین، والحمد للہ رب العالمین۔

محمد عارف باللہ القاسمی

استاذ حدیث وفقہ، جامعہ عائشہ نسوان، حیدرآباد

حدیثِ قُدسی

از طارق بن ثاقب

منشاءِ رب کا ہے اظہار حدیثِ قدسی
از زبانِ شہِ ابرار حدیثِ قدسی

علم کے نور کا مینار حدیثِ قدسی
بے بدل چشمۂ افکار حدیثِ قدسی

دین و ایماں کا نگہدار حدیثِ قدسی
عارفِ رب کا مددگار حدیثِ قدسی

لفظ و اسلوبِ در و بست میں لاثانی ہے
ہیئت و کیف میں شہ کار حدیثِ قدسی

اس کے الفاظ ہیں ظلمات میں تابندہ گُہر
پُر معانی درِ شہوار حدیثِ قدسی

دل کی دنیا میں اجالوں کی ضمانت کا امین
دین و ایمان کے انوار حدیثِ قدسی

معرفت کے حسیں طبقات مزیّن اِس سے
کھولتی ہے درِ اسرار حدیثِ قدسی

اس کو پڑھتا جو رہے سچ ہے شفا پا جائے
دوستو! دلِ بیمار حدیث قدسی

اس کی تہہ کھولنا، آسان نہیں سب کے لیے
دوستو! ہے بہت تہہ دار حدیثِ قدسی

اس کی تشریح بھی کرتے ہیں ثمین اشرف یوں
جیسے ہو نور کا بازار حدیثِ قدسی

پڑھنے والوں کو بنادیتی ہے اپنے طارق
نیک اور صاحبِ کردار حدیثِ قدسی

یکم ستمبر ۲۰۱۱ء

۲رشوال المکرّم ۱۴۳۲ھ

نغمۂ حقیقت

نذر گرامی قدر عالی جناب علاّمہ مفتی ثمین اشرف صاحب خلیفۂ ارشد
حضرت حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ وخلیفۂ مجاز شیخ طریقت
حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب مدظلہ اللہ آبادی

صاحبِ فکر ونظر ہیں حضرتِ مفتی ثمین
نائبِ خیرالبشر ہیں حضرتِ مفتی ثمین

فلسفہ، حکمت، تصوّف اور اسرارِ حیات
گویا ان کے راہبر ہیں حضرتِ مفتی ثمین

علم کے حامل، بلند پایہ بھی ہیں اہلِ قلم
آئینہ دارِ ہنر ہیں حضرتِ مفتی ثمین

روشنی جن سے کرے حاصل شبستانِ حیات
ظلمتوں میں وہ گُہر ہیں حضرتِ مفتی ثمین

ایک عالم تاب مُرشد کی نگاہِ فیض ہے
گوہرِ تابندہ تر ہیں حضرتِ مفتی ثمین

جن کی پروازِ نظر بھی ہے پرے امکان سے
فکر کے وہ شاہ پر ہیں حضرتِ مفتی ثمین

وہ شعور و آگہی کے اک مجلّٰی رہنما
واقفِ رازِ سفر ہیں حضرتِ مفتی ثمین

لمحۂ موجود کے بھی ہیں یہ دانائے رموز
ہوشمند و باخبر ہیں حضرتِ مفتی ثمین

یہ جہان رنگ و بو ہے رزم گاہِ خیر و شر
اس سے پل پل باخبر ہیں حضرتِ مفتی ثمین

دردمندوں کے مداوا اہلِ دل کے پاسباں
اس بلند معیار پر ہیں حضرتِ مفتی ثمین

آپ اظہارِ حقیقت اس طرح کر دیجیے
نازشِ شمس و قمر ہیں حضرتِ مفتی ثمین

طارقِ خستہ جگر پر بھی توجہ کیجیے
آپ تو اہلِ نظر ہیں حضرتِ مفتی ثمین

پیش کش: **طارق بن ثاقب**، معتمد ترتیل القرآن ارڑیہ کورٹ، بہار، ۶ر نومبر ۲۰۰۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقَدِّمَۃ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلیٰ رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

الحمد للہ کہ محترم ومکرم مولانا مفتی محمد ثمین اشرف صاحب (فاضل دیوبند) کا سلطنت عمان اوراس کے بعد اب دبئی (امارات متحدہ) میں اہل علم وعوام میں غیر معمولی مقبولیت کے ساتھ درساً وخطابۃً اور تحریراً فیضان جاری ہے۔ مولانا محترم اپنی ذہانت وطباعی سے اپنے مخاطبین کی نفسیات شناسی میں بھی کمال رکھتے ہیں، جس نے ان کے علمی افادے کو وسیع سے وسیع تر بنادیا ہے۔ ان میں طبقہ علماء وصلحاء وطلباء کے علاوہ عصری تعلیم کے حاملین کے ماڈرن طبقہ میں بھی ان کو مرجع ومرکز بنادیا ہے دولت کی ریل پیل کی اس جذاب اسٹیٹ میں مولانا موصوف نے جس استغناء کے ساتھ اپنا موقف عظمت بنایا ہے وہ بذاتِ خود ان کا قابل ذکر طرۂ امتیاز ہے۔

علمی فکر کو مولانا کے افادیت عامہ کے ذوق نے نفع عظیم، کا ذریعہ بنادیا ہے اس وسیع الذیل طرز خدمت نے ان کے درسِ خطابت سے اور تصانیف سے، قدیم وجدید اہل علم کے ساتھ عام مسلمانوں تک کو استفادے کا شوقین بنادیا ہے۔

مولانا کے اسی ذوق علم کو ملا علی قاری کی تصنیف ’اربعین احادیث القدسیہ‘ کے مطالعہ نے احادیث قدسیہ کے افادات کو عام کرنے کے ذوق وشوق میں تبدیل کردیا، اس اخلاص وایمان آمیز شوق کو مقبولیت عنداللہ اس طرح نصیب ہوئی کہ مولانا کے فیضان علم سے ایک فیضیاب نے مولانا کی خدمت میں شیخ محمد المدنیؒ کی تالیف ’الاتحافات السنیۃ فی الاحادیث القدسیہ‘ ہدیۃً پیش کی۔ تکمیل شوق کے اس وسیلۂ عظیم کی اچانک اور غیر متوقع

فراہمی نے مولانا کو بارگاہ احادیث میں سراپا شکر وسپاس بنا کر اشک ہائے امتنان کے ساتھ سجدہ کناں بنادیا۔ پھر یہ ہی ہدیہ مؤقر مولانا کی وقیع ووسیع علمی صلاحیتوں کا محور بنادیا اور احادیث قدسیہ کے بحر بیکراں سے بے شمار ہدایت آفریں خطاب ایمان افروز لطائف کو مولانا کے قلم سے آشنائی ملی جس سے اردو کے اسلامی کتب خانہ کے ایک عظیم خلا کو پُر کرنے کی عزت کے ساتھ مولانا مفتی محمد ثمین اشرف صاحب قاسمی کو حق تعالیٰ نے احادیث قدسیہ کے تالیفی خدام، علامہ شیخ محمد المدنی، علامہ مقدسی، ابوعدی احمد بن محمد، ابوعبدالرحمٰن عصام الدین الصبابطی کی صف محسنین ملت میں شامل فرمادیا۔ ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔

احادیث قدسیہ کے بارے میں علامہ محمد المدنی کی کتاب کے ترجمہ وتشریح کے بعد اب جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ وتشریح تجلیات قدسیہ میں تحریری حسن اسلوب، تسہیل وتعبیر، پُر تاثیر نکات آفرینی، ان کی عبارت واشارت کے مخفی الطاف، ان سے ماخوذ عرفانی حقائق اوران کی کلامی عظمتوں کی جذاب ودلکش توضیح فرماکر مولانا مفتی محمد ثمین اشرف صاحب نے دینی اور علمی حلقوں کوایک لازوال علمی اورعرفانی دولت سے مالا مال فرمادیا۔

فَجَزَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنِ الْمُتَقَدِّرِیْنَ عَلٰی ھَذَا لِمن الْعِلْمِی الثَّمِیْنِ وَ عَنْ جَمَاھِیْرِ الْمُسْلِمِیْنَ الْمُسْتَفِیْدِیْنَ الشَّاکِرِیْنَ.

۸؍شعبان۱۴۳۲ھ۹؍جولائی ۲۰۱۱ء

احقر

محمد سالم قاسمی

مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

ونائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاءبورڈ

اَلْجُزْءُ الْأَوَّلُ

كِتَابُ التَّوْحِيْدِ وَالْأِيْمَانِ

توحیداورایمان کا بیان

مَا وَرَدَ فِي التَّحْذِيْرِ مِنَ الشِّرْكِ وَ فَضْلِ التَّوْحِيْدِ

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالىٰ لِأَهْوَنِ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا (يَوْمَ الْقِيَامَةِ......

(۱) عَنْ أَبِيْ عِمْرَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالىٰ لِأَهْوَنِ أَهْلِ النارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ:

"لَوْ أَنَّ لَکَ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ أَكُنْتَ تَفْتَدِيْ بِهِ؟ فَيَقُوْلُ : نَعَمْ. فَيَقُوْلُ : أَرَدْتُ مِنْکَ أَهْوَنَ مِنْ هٰذَا وَ أَنْتَ فِي صُلْبِ آدَمَ أَنْ لَا تُشْرِکَ بِيْ شَيْئاً فَأَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تُشْرِکَ بِيْ"۔

[صحيح] (أخرجه البخاری فی صحيحه، ج۸، ص۱٤۳)

شرک کی گندگیوں سے بچواور توحید کی نعمت وفضیلت کو حاصل کرو

سب سے کم درجہ کے جہنمی سے حق جل مجدہ کا خطاب

(۱) ترجمہ: حضرت عمرانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

حق جل مجدہ قیامت کے دن سب سے کم درجہ کے جہنمی سے فرمائے گا کہ اگر تم کو دنیاوی چیزوں سے کچھ دے دیا جائے تو کیا تم اس کو دے کر عذاب سے چھٹکارا لے سکتے ہو؟ وہ عرض کرے گا: ہاں! حق جل مجدہ اس سے ارشاد فرمائے گا: میں نے تو اس سے بھی آسان وسہل تم سے چاہا تھا جبکہ تم آدم کے صلب وپیٹھ میں تھے کہ میرے ساتھ کسی کو ادنیٰ شریک نہ ٹھہرانا مگرتم نے انکار کردیا اورمیرا شریک بنالیا۔ (صحیح بخاری ۱۴۳/۸)

حق جل مجدہ نے بندہ سے
آسان چیز کا مطالبہ کیا جو اس نے نہیں دیا

(۲)عن أبی عِمران الجونی عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال:"یقولُ اللّٰہ تبارکَ وتَعَالیٰ لأَهونِ أَهلِ النارِ عذابًا:

لو کانتْ لَکَ الدُّنیا وَمَا فیها أکنتَ مُفْتَدِیًا بها؟ فیقول : نَعَمْ. فیقولُ : قد أَردتُ منکَ أَهونَ مِنْ هذا وأنتَ فی صُلْبِ آدمَ أنَ لاتُشْرِکَ (أَحْسِبُهُ قال) ولا أُدْخِلَکَ النَّارَ فأبیتَ إلا الشِّرکَ."

[صحیح](أخرجه مسلم فی صحیحه ج٤، ص٢١٦٠)

(۲) ترجمہ: ابوعمران جونیؒ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ حق جل مجدہ سب سے کم درجہ کے دوزخی سے ارشاد فرمائے گا:

اگر تمہارے پاس دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب ہو، تو کیا اس کے ذریعہ تم اس عذاب سے نجات کے لیے بطور فدیہ وخلاصی دے سکتے ہو؟ وہ عرض کرے گا: ہاں! حق جل مجدہ ارشاد فرمائے گا: میں نے تو اس سے بھی آسان وسہل چیز کا تم سے مطالبہ کیا تھا، جبکہ تو آدم کی پشت میں تھا، کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا (راوی کہتے ہیں میرا گمان ہے یہ بھی) فرمایا: کہ پھر تم کو دوزخ میں داخل نہیں کروں گا؛ مگر تم نے انکار کردیا اور شرک تو نے ضرور کیا۔ (صحیح مسلم۴/۲۱۶۰)

حالتِ کفر کی موت کا وبال وخسران

(۳)حدثنا أنس بن مالک رضی اللہ عنہ أن نبی اللّٰہ ﷺ قال:

"یُجَاءُ بِالْکَافِرِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیُقَالُ لَهُ: أَرَأَیْتَ لَوکَانَ لکَ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا أَکُنْتَ مُفْتَدِیًا به؟ فَیَقُوْلُ: نَعَمْ یا رَبِّ، قَالَ فَیُقَالُ: لَقَدْ سُئِلْتَ أَیْسَرَ مِنْ ذٰلِکَ، فَذٰلِکَ قَوْلُهُ عَزَّ وَ جَلَّ.

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّ لَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۝﴾ (آل عمران/ ۹۱)

[صحيح](أخرجه أحمد فی مسنده، ج۳، ص۲۱۸)

(۳) ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: قیامت کے دن کافرلایا جائے گا،اس سے کہا جائے گا کہ اگر پوری زمین کے برابر تیرے پاس سونا ہوتو کیا اس کوفدیہ دے کر عذاب سے نجات لے سکتا ہے؟ وہ عرض کرے گا:ہاں یا رب! نبی ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ کی جانب سے اس کو جواب دیا جائے گا،تم سے اس سے بھی آسان چیز کا سوال کیا گیا تھا یہی بات کلام اللہ میں کہی گئی ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدٰى بِهٖ۝ (آل عمران/ ۹۱)

بیشک جولوگ کافر ہوئے اور وہ مر بھی گئے حالت کفر ہی میں سوان میں سے کسی کا زمین بھرسونا بھی نہ لیا جائے گا اگرچہ وہ معاوضہ میں اس کو دینا بھی چاہیں۔(مسنداحمد۳/ ۲۱۸)

عمل کی روح ایمان ہے

دنیا کی حکومتوں کی طرح وہاں سونے چاندی کی رشوت نہ چلے گی، وہاں تو صرف دولت ایمان کام دے سکتی ہے۔فرض کروایک کافر کے پاس اگراتنا ڈھیر سونے کا ہوجس سے ساری زمین بھر جائے اور وہ سب پُن خیرات کردے،حق جل مجدہ کے یہاں اس کی ذرہ برابر وقعت نہیں،نہ آخرت میں یہ عمل کچھ کام دے گا؛ کیونکہ عمل کی روح ایمان ہے، جو عمل روحِ ایمان سے خالی ہومردہ عمل ہوگا، جو آخرت کی ابدی زندگی میں کام نہیں دے سکتا۔فرض کروکافر کے پاس وہاں اتنا مال ہواورخوداپنی طرف سے درخواست کرکے بطور فدیہ پیش کرے کہ یہ لے کر مجھے چھوڑ دو،تب بھی قبول نہیں کیا جاسکتا اور بدون پیش کیے تو

پوچھتا ہی کون ہے۔ (فوائد عثمانی صفحہ ۷۹)

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی وہ آخرت میں اگر روئے زمین کے سارے خزانے؛ بلکہ اس سے بھی زائد خرچ کرڈالیں گے اور فدیہ دے کر عذابِ الٰہی سے چھوٹنا چاہیں گے تو یہ ممکن نہ ہوگا۔ الغرض وہاں کی کامیابی تقویٰ، ابتغائے وسیلہ، جہاد فی سبیل اللہ سے حاصل ہوتی ہے، رشوت اور فدیہ سے نہیں ہوسکتی۔ (فوائد عثمانی، صفحہ ۱۵۰)

یہاں تو خیر جس طرح گزرے لیکن آخرت میں اُن کی حالت ایسی پریشانی اور گھبراہٹ کی ہوگی کہ اگر تمام دنیا کے خزانے اُن کے ہاتھ میں ہوں؛ بلکہ اسی قدر اور بھی تو تمنّا کریں گے کہ ہم یہ سب فدیہ میں دے کر اس پریشانی سے چھوٹ جائیں۔ **وَ أَنّٰی لَهُمْ ذٰلِکَ**. حساب میں کسی قسم کی رعایت اور درگذر نہ ہوگی، ایک ایک بات پر پوری طرح پکڑے جائیں گے۔

اہلِ ایمان کی خوشی و مسرت

جن لوگوں نے ایمان وعمل صالح، تقویٰ وطہارتِ عقیدہ، توحید و رسالت اختیار کیا، ان کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائی ہے، حقیقی خوشی اور قلبی طمانیت وسکون اُن کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی نِعْمَةِ الْإِیْمَانِ وَ الْإِسْلَامِ۔

بَابُ : یَلْقٰی إِبْرَاهِیْمُ اَبَاهُ آزَرَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ......

باب: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزر سے ملاقات

(۴) عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:

"یَلْقَی إِبْرَاهِیْمُ أَبَاهُ آزَرَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ عَلٰی وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَ غَبَرَةٌ فَیَقُوْلُ لَهُ إِبْرَاهِیْمُ: أَلَمْ أَقُلْ لَکَ لَا تَعْصِنِیْ؟ فَیَقُوْلُ أَبُوْهُ: فَالْیَوْمَ لَا أَعْصِیْکَ. فَیَقُوْلُ إِبْرَاهِیْمُ: یَارَبِّ، إِنَّکَ وَعَدْتَنِیْ أَنْ لَا تُخْزِیَنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ، فَأَیُّ خِزْیٍ أَخْزَی مِنْ أَبِی الْأَبْعَدِ؟ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی: إِنِّیْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَی

الْـكَـافِـرِيْـنَ، ثُـمَّ يُـقَـالُ: يَـا إِبْرَاهِيْمُ مَا تَحْتَ رِجْلَيْکَ؟ فَيَنْظُرُ فَإِذَا هُوَ بِذِيخٍ مُلْتَطِخٍ فَيُؤْخذُ بِقَوَائِمِهِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ."

[صحيح](أخرجه البخاری فی صحيحه ج ٤ ص١٦٩)

شرک وکفر کی نحوست ابدی خسران کا سبب ہے

(۴) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر سے قیامت کے دن اس حال میں ملیں گے کہ ان کے چہرہ پر کفر کی وجہ سے ظلمت وپریشانی کے ساتھ ان پر غم کی کدورت چھائی ہوگی۔ ابراہیمؑ اُن سے کہیں گے: میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ عقیدۂ توحید میں آپ میری مخالفت وتردید نہ کریں۔ اُن کے والد جواب دیں گے: اچھا آج میں تمہاری نافرمانی نہ کروں گا، اس وقت ابراہیم علیہ السلام حضورِحق میں عرض کریں گے: میرے رب آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ قیامت کے دن تم کو رسوا نہ کروں گا، اب اس سے بڑی رسوائی کیا ہوگی جو میرے والد کے سلسلہ میں ہورہی ہے؟ (کہ رحمت واسعہ سے دور ہیں)۔

حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: میں نے ہمیشہ ہمیش کے لیے کافروں پر جنت کوحرام کردیا ہے، پھر ارشاد ہوگا: اے ابراہیمؑ! تیرے پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ وہ دیکھیں گے کہ ایک بجّو خون وگندگی میں لت پت ہے، پھر وہ اس کی ٹانگیں پکڑ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔ (صحیح بخاری ۴/ ۱۶۹)

تیری عزت کی قسم وہ میرا باپ نہیں

(٥) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَلْقَى رَجُلٌ أَبَاهُ يَوْمَ الْقِيامَةِ فَيَقُولُ لَهُ:

"يَـا أَبَـتِ أَيُّ ابْـنٍ كُـنْـتُ لَکَ؟ فَيَـقُـوْلُ: خَيْرُ ابْنٍ. فَيَقُوْلُ: هَلْ أَنْتَ مُـطِيْعِي الْيَومَ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ. فَيَقُوْلُ: (خُذْ بِآزِرَتِي، فَيَأْخُذُ بِآزِرَتِهِ) ثُمَّ يَنْطَلِقُ حَتّٰى يَـأْتِـيَ اللّٰـهَ تَبَـارَکَ وَتَـعَـالىٰ. وَهُوَ يَعْرِضُ الْخَلْقَ، فَيَقُوْلُ: يَا عَبْدِي

اُدْخُلْ مِنْ أَیِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتَ. فَیَقُوْلُ : أَیْ رَبِّ وَ أَبِی مَعِی، فَإِنَّکَ وَعَدْتَنِی أَنْ لاتُخْزِیَنِیْ . قَالَ: فَیَمْسَخُ اللّٰهُ أَبَاهُ ضَبُعًا ، فَیُعْرِضُ عَنْهُ فَیَهْوِی فِی النَّارِ فَیَأْخُذُ بِأَنْفِهٖ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالیٰ: یَا عَبْدِی، أَبُوْکَ هُوَ؟ فَیَقُوْلَ: لاَ وَ عِزَّتِکَ.“

وَ قَالَ الْحَاکِمُ: هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ وَ لَمْ یُخْرِجَاهُ، وَ وَافَقَهُ الذَّهَبِیُّ۔

[صحیح لغیرہ](أخرجه الحاکم فی المستدرك ج ٤،ص ٥٨٩)

(۵) ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: ایک شخص قیامت کے دن اپنے والد سے ملے گا تو ان کو کہے گا: کہیے میں آپ کا کیسا فرزند تھا؟ وہ کہے گا :اچھا لڑکا تھا،وہ عرض کرے گا: کیا آج آپ میری مانیں گے؟ والد کہے گا: ہاں! مانوں گا۔ وہ کہے گا: اچھا میری کمر مضبوطی سے پکڑلیں۔ پھر ان کو لے کر چلیں گے، یہاں تک کہ حق جل مجدہ کی جناب میں باریابی ہوگی اورحق جل مجدہ کے سامنے مخلوق پیش ہورہی ہوگی۔حق تعالیٰ ارشادفرمائیں گے: اے میرے بندے! جا، جنت کے جس دروازہ سے داخل ہونا چاہو چلے جاؤ۔ وہ عرض کریں گے میرے رب! والد کے ساتھ داخل ہوجاؤں ؟ اس لیے کہ آپ نے وعدہ کیا ہے کہ مجھ کو رسوا نہ فرمائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: حق تعالیٰ ان کے والدکی شکل کو بدل کر بجّو کی طرح کردے گا، وہ اس سے منہ پھیرلیں گے پھر ناک پکڑکر جہنم میں ڈال دیں گے۔حق تعالیٰ ارشادفرمائیں گے: وہ تو تیراباپ ہے؟ وہ عرض کریں گے: نہیں نہیں۔ تیری عزّت کی قسم وہ میراباپ نہیں۔ (مستدرک حاکم ۴/۵۸۹)

کفر کی نحوست سیاہی کی شکل اختیار کرلے گی

ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ان کا لقب ہی خلیل اللہ ہے۔وہ جب اپنے والدکوکفر کی نحوست کے ذریعہ پہچان جائیں گے کہ توان سے کہیں گے کیا میں نے نہیں کہا تھا

کہ عقیدۂ توحید میں آپ میری مخالفت نہ کریں؟ جس کا جواب وہ دیں گے: ہاں! آج میں مخالفت نہیں کروں گا۔الخ

حدیث سے معلوم ہوا کہ باپ کا ایمان بیٹے کے حق میں جیسے نوح علیہ السلام کا ایمان کنعان کے حق میں اور بیٹے کا ایمان باپ کے حق میں قبول نہ ہوگا۔جیسے ابراہیم علیہ السلام کا ایمان آزر کے حق میں، نفع نہ دے گا بلکہ اہل کفر باپ اور بیٹے کی حسرت وندامت میں مزید اضافہ کا سبب ہوگا؛ کیونکہ رب العزت کا قانونِ رحمت ایمان اور اہل ایمان کے ساتھ ہے۔کفر اور اہل کفر غضب ولعنت کا باعث ہے۔حق تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ اِنِّیُ حَرَّمُتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ کہ جنت حرام ہے کافروں کے لیے اور اِنَّ رَحُمَتَ اللّٰهِ قَرِيُبٌ مِّنَ الْمُحُسِنِيُنَ اللہ تعالیٰ کی رحمت قریب ہے محسنین کے۔ یہ دونوں قانون ازلی ہیں۔نہ تو کافر جنت میں جائے گا نہ ہی ایمان والا ابدی طور پر جہنم میں رہے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جو ربّ العزّت سے فرما رہے ہیں کہ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ رسوا نہ کریں گے۔ اس میں حق تعالیٰ سے بطور استعطاف کے عرض کیا ہے نہ کہ ربّ العزّت کی طرف وعدہ خلافی کی نسبت کی گئی ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کو طلب کرنے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ گزارش کریں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے خلیل کی رعایت فرمائیں گے اور آزر کی شکلِ انسانی تبدیل کردی جائے گی اور کسی کو معلوم نہ ہوسکے گا کہ یہ حضرت ابراہیم کا والد ہے۔لہٰذا ابراہیم علیہ السلام کی رعایت بھی ہوگئی اور آزر کو کفر کی سزا بھی مل گئی، تو دعاءِ ابراہیمؑ کا حاصل یہ ہوا کہ الٰہی اس کو ایمان سے مشرف فرما کر کفر کے زمانے کی خطائیں معاف فرمادے۔

بَابُ :(قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ : أَنَا أَهُلٌ أَنُ اُتَّقٰى......)

باب: اللہ تعالیٰ سے ہی ڈرنا چاہئے

(٦) عَنُ أَنَسٍ بُنِ مَالِكٍ عَنُ رَسُوُلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ فِي هٰذِهِ الْآيَـةِ:

﴿هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَ أَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾ (المدثر:٥٦)

قَالَ : قَالَ اللّٰه عَزَّ وَ جَلَّ :

أَنَا أَهْلٌ أَنْ أُتَّقَى فَمَنِ اتَّقَانِي فَلَمْ يَجْعَلْ مَعِيَ إِلٰهًا فَأَنَا أَهْلٌ أَنْ أَغْفِرَ لَهُ.'' [حسن لغيره] (أخرجه الترمذی فی سننه ج ٥، ص٣٣٢٨)

حق جل مجدہ کی ذات تنہا بخشنے والی ہے

(٦) ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَ أَهْلُ الْمَغْفِرَةِ (یعنی وہی ہے جس کے عذاب سے ڈرنا چاہیے اور وہی ہے جو بندوں کے گناہ معاف کرتا ہے) کے سلسلہ میں فرمایا:حق جل مجدہ نے فرمایا:

میری ہی ذات ایسی ہے کہ اس کے عذاب سے ڈرنا چاہیے،لہٰذا جو مجھ سے ڈر کر میرے سوا اپنا معبود کسی کو نہیں بناتا تو میں زیادہ مستحق ہوں کہ اس کی مغفرت کر دوں۔

(سنن ترمذی۔جلد۵۔ص۳۳۲۸)

شرح: آدمی کتنا ہی گناہ کرے،لیکن پھر جب تقویٰ کی راہ چلے گا اور حق تعالیٰ سے ڈرے گا،تو وہ اس کے سب گناہ بخش دے گا اور اس کی توبہ قبول کرے گا۔حضرت انسؓ کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ حق جل مجدہ فرماتے ہیں: کہ میں اس لائق ہوں کہ بندہ مجھ سے ڈرے اور میرے ساتھ کسی کو کسی کام میں شریک نہ کرے، پھر جب بندہ مجھ سے ڈرا اور شرک سے پاک ہوا تو میری شان یہ ہے کہ میں اس کے گناہوں کو بخش دوں۔حق تعالیٰ محض اپنے فضل ورحمت سے ہم کو توحید وایمان پر ہمیشہ قائم رکھے اور اپنی مہربانی سے ہمارے گناہ معاف فرمائے۔آمین

بَابُ : ”إِنَّ بَيْنَ يَدَىِ الرَّحْمٰنِ لَلَوْحًا فِيهِ ثَلاثُمِائَةٍ وَ خَمْسُ عَشْرَةَ شَرِيْعَةً“

باب: تین سو پندرہ شریعتیں

(۷) من حديث سعيد الخدری رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ ﷺ:

” إِنَّ بَيْنَ يَدَى الرَّحْمٰنِ لَلَوْحاً فِيهِ ثَلاثُمائَةٍ وَ خَمْسُ عَشَرَةَ شَرِيْعَةً، يَقُوْلُ الرَّحْمٰنُ : وَ عِزَّتِي وَ جَلالِي لا يَأْتِينِي عَبْدٌ مِنْ عِبَادِىْ لا يُشْرِكُ بِي شَيْئًا فِيهِ وَاحِدَةٌ مِنْكُنَّ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ.“

[ضعيف](ذكره ابن حجر فی المطالب العاليه، ج ٣ / ٢٨٦٤)

حق جل مجدہ کے سامنے تین سو پندرہ شریعت کی تختی

(۷) ترجمہ: حضرت سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ رحمٰن جل شانہ کے سامنے ایک لوح، تختی ہے، جس میں تین سو پندرہ شریعت ہے۔ رحمٰن فرماتا ہے:

مجھ کو میرے عزت وجلال کی قسم جب بھی میرا بندہ شرک سے بالکل ہی پاک وصاف ہوکر کسی ایک شریعت پر آئے گا تو جنت میں داخل ہوگا۔

(ابن حجر، المطالب العالیہ ج ۳/۲۸۶۴)

میں ارحم الراحمین ہوں

(۸) عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ ﷺ:

”إِنَّ لِلّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ لَوْحاً مِنْ زَبَرْجَدَةٍ خَضْرَاءَ تَحْتَ الْعَرْشِ، كُتِبَ فِيهِ: أَنَا اللّٰهُ لا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ خَلَقْتُ بِضْعَةَ عَشَرَ وَ ثَلاثُمِائَةِ خُلُقٍ مَنْ جَاءَ بِخُلُقٍ مِنْهَا مَعَ شَهَادَةِ لا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ.“

[ضعيف](ذكرهٗ الهيثمى فى مجمع الزوائد، ج ١، ص٣٦)

(۸) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ کے پاس سبز زبرجد کی ایک تختی عرش کے نیچے موجود ہے، جس میں لکھا ہوا ہے:

میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، سب مہربان سے زیادہ نہایت مہربان، میں نے تین سو دس سے زیادہ اخلاق حمیدہ پیدا کیے ہیں۔ جو ان میں سے ایک صفتِ حمیدہ اور توحیدِ شہادت لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ آئے گا، جنت میں داخل کیا جائے گا۔ (مجمع الزوائد، ج۱، ص ۳۶)

شرح: تمام شرائع میں عقیدۂ توحید مشترک رہی ہے اور توحید اساسِ مغفرت و نجات ہے۔ آدم علیہ السلام سے جناب حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیاء کی بعثت کا واحد مقصد اللہ کے بندوں کو صرف اور صرف ایک اللہ کی بندگی اور شرک کی نحوست سے دور رکھنا تھا۔ بار بار حدیث میں اور خود قرآنِ پاک میں حق تعالیٰ نے انسان کو شرک کی گندگی سے جو ناقابلِ معافی جرم ہے بچنے کی ہدایت کی ہے۔

بَابٌ: (هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ......)

باب: احسان کا بدلہ بجز احسان کے اور کچھ نہیں

(۹) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ قَالَ: قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

﴿هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (الرحمن: ۶۰)

وَ قَالَ "هَلْ تَدْرُوْنَ مَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: يَقُوْلُ: هَلْ جَزَاءُ مَنْ أَنْعَمْتُ عَلَيْهِ بِالتَّوْحِيدِ إِلَّا الْجَنَّةُ."

[ضعيف جداً](ذكره ابن كثير فى تفسير سورة الرحمن: ۶۰)

غایت اطاعت کا بدلہ بجز عنایت کے اور ہو بھی کیا سکتا ہے؟

(۹) ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ تلاوت فرمائی۔ یعنی بھلا غایتِ اطاعت کا بدلہ بجز

عنایت کے اور ہو بھی کیا سکتا ہے اور فرمایا: کیا جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

میں نے جن لوگوں پر عقیدۂ توحید کا انعام کیا، ان کی جزا بجز جنت کے کچھ نہیں۔

(ابن کثیر، تفسیر سورہ رحمٰن)

شرح: یعنی نیک بندگی کا بدلہ نیک ثواب کے سوا کیا ہوسکتا ہے؟ ان جنتیوں نے دنیا میں اللہ کی انتہائی عبادت کی تھی، گویا وہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے، اللہ نے ان کو انتہائی بدلہ دیا۔ **فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ۔**

شاید اس میں دولتِ دیدار کی طرف اشارہ ہو۔ واللہ اعلم (فوائد عثمانی، ص ۷۰۸)

احسانِ عمل کا بدلہ احسانِ جزا ہی ہوسکتا ہے۔ اس کے سوا کوئی احتمال نہیں۔ ان حضرات نے احسانِ عمل یعنی ہمیشہ نیک عمل کرنے کی پابندی کی تو حق تعالیٰ کی طرف سے ان کو عمدہ جزاء ہی کا بدلہ دیا جانا چاہیے تھا جو ان کو دیا گیا۔ (معارف القرآن، ۸، ص ۲۶۱)

مَا وَرَدَ فِيْ فَضْلِ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ

لا الہ الا اللہ کی فضیلت

بَابُ: (مَنْ جَاءَ نِيْ مِنْكُمْ بِشَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ، دَخَلَ فِي حِصْنِيْ)

(۱۰) حدثنا ابو اسحاق ابراهيم بن عبد اللّٰه بن اسحاق المُعَدّلُ حدثنا ابو على احمدبن على الأنصارى بنيسابور، حدثنا أبو الصلت عبدالسلام بن صالح الهروى حدثنا على بن موسىٰ الرضا حدثنى أبو موسىٰ بن جعفر حدثنى ابى جعفر بن محمد حدثنى أبى محمد ابن على حدثنى أبى على بن الحسين بن على حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ ﷺ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ:

إِنِّي أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰـهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنِيْ، مَنْ جَاءَ نِي مِنْكُم بِشَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه بِالْإِخْلَاصِ دَخَلَ فِي حِصْنِي، وَ مَنْ دَخَلَ فِي حِصْنِي أَمِنَ مِنْ عَذَابِي۔"

قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ: "هٰذَا حَدِيْثٌ ثَابِتٌ مَشْهُوْرٌ بِهٰذَا الْاَسْنَادِ مِنْ رِوَايَةِ الطَّاهِرِيْنَ عَنْ آبَائِهِمِ الطَّيِّبِيْنَ وَ كَانَ بَعْضُ سَلَفِنَا مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ إِذَا رَوٰى هٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ: لَوْ قُرِئَ هٰذَا الاِسْنَادُ عَلٰى مَجْنُوْنٍ لَأَفَاقَ . قَالَ الْأَنْصَارِيُّ: وَ قَالَ لِي أَحْمَدُ بْنُ رَزِيْنٌ سَأَلْتُ (الرِّضَا) عَنِ الْإِخْلَاصِ فَقَالَ: طَاعَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ".

[ضعيف جداً](اخرجه ابونعيم فى حلية الأولياء ج٣، ص١٩١)

شہادت لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰه نجات کا پُر امن قلعہ ہے

(١٠) ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جبرئیل علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حق جل مجدہ نے فرمایا: میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، تم میری ہی عبادت کیا کرو۔ تم میں سے جو شخص بھی لَا إِلٰه إِلَّا اللّٰه کی اخلاص کے ساتھ شہادت دے گا میرے (عذاب سے نجات کے) قلعہ میں داخل ہوگا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگا میرے ہر طرح کے عذاب سے نجات پا جائے گا۔

(ابونعیم، حلیۃ الاولیاء ج٣، ص١٩١)

لا إلٰہ إلا اللّٰہ مضبوط قلعہ ہے

(١١) وَلِابْنِ عَسَاكِرَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رضي الله عنه:

"حَدَّثَنِيْ جِبْرِيْلُ فَقَالَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ حِصْنِيْ، فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِيْ أَمِنَ مِنْ عَذَابِيْ."

[ضعيف جداً] (كنز العمال جلد١/١٥٨، وفى الاتحافات٥٩٦)

(١١) ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: حق جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے: لا إلٰہ إلا اللّٰہ میرا قلعہ ہے اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو گیا میرے عذاب سے امان و نجات پا گیا۔ (کنز العمال ج١ص١٦٨، الاتحاف/٥٩٦)

اہلِ توحید اللہ کے قلعے میں محفوظ ہیں

(۱۲) وَ لِلشِّیْرَازِیِّ عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ أَیْضًا: قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ :

"أَنَـا الـلّٰہُ لَا إِلٰـہَ إِلَّا أَنَا، مَنْ أَقَرَّ لِی بِالتَّوْحِیْدِ دَخَلَ حِصْنِی، وَ مَنْ دَخَلَ حِصْنِی أَمِنَ مِنْ عَذَابِی." [ضعیف] (کنز العمال ج ۱/۱۲۷، والاتحافات ۵٤)

(۱۲) ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حق جل مجدہ نے فرمایا: میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، جس نے میری توحید کا اقرار کرلیا میرے قلعہ میں داخل ہوگیا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگیا میرے عذاب سے امن وامان پا گیا۔
(کنز العمال ج ۱/ ۱۲۷، الاتحاف/ ۵۴و۵۰)

جس نے کلمۂ طیبہ پڑھ لیا عذاب سے نجات پا گیا

(۱۳) لِابْنِ النَّجَّارِ عَنْ أَنَس رضی اللہ عنہ: قَالَ اللّٰہُ:

"لَا إِلٰـہَ إِلَّا اللّٰہُ حِصْنِی ، مَنْ قَالَھَا أَمِنَ عَذَابِی."

[ضعیف] (کنزالعمال ج ۱/۱٦۸، الاتحافات ۱۱٦)

(۱۳) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے حق جل مجدہ نے فرمایا: لَا إِلٰـہَ إِلَّا اللّٰہُ میرا قلعہ ہے، جس نے اس کو پڑھ لیا میرے عذاب سے امن وامان پا گیا۔
(کنز العمال ج ۱/ ۱٦۸، الاتحاف ۱۱٦و۲۳۵و۲۳۱)

بَاب: (إِنَّ لِلّٰہِ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی عَمُوْدًا مِنْ نُوْرٍ......)

باب: عرش رحمٰن کے سامنے نور کا ستون

(۱۴) لِلْبَزَّارِ عَنْ أَبِی ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:

"إِنَّ لِـلّٰـہِ تَبَـارَکَ وَ تَـعَـالَـیٰ عَمُوداً مِنْ نُّورٍ بَیْنَ یَدَیِ الْعَرْشِ فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ: لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ اھْتَزَّ ذٰلِکَ الْعَمُوْدُ فَیَقُولُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالیٰ : اُسْکُنْ. فَیَقُوْلُ کَیْفَ أَسْکُنُ وَ لَمْ تَغْفِرْ لِقَائِلِھَا؟ فَیَقُولُ إِنِّی قَدْ غَفَرتُ لَہٗ، فَیَسْکُنُ عِنْدَ ذٰلِکَ." [ضعیف] (ذکرہ المنذری فی الترغیب والترھیب ج ۲ ص ٦۹۸)

حق جل مجدہ کے سامنے نور کا ستون

(۱۴) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ عرش کے سامنے نور کا ایک ستون ہے، جب کوئی شخص لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے۔ حق جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے: کہ ٹھہر جا، وہ عرض کرتا ہے: کیسے ٹھہروں حالانکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی ابھی مغفرت نہیں ہوئی۔ ارشاد ہوتا ہے اچھا میں نے اس کی مغفرت کردی۔ تو وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔

(الترغیب والترہیب ج ۲، صفحہ ۶۹۸ الاتحاف/ ۷، ۲۹۷، مجمع الزوائد ۱۰/ ۸۲، کنز العمال ۱/ ۱۳۵)

شرح: عجیب بات ہے کہ کلمہ طیبہ لَا إِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ورد سے نور پیدا بھی ہوتا ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے اور عرشِ اعظم کے سامنے نور کے ستون کو متحرک بھی کردیتا ہے اور یہ حرکت بالآخر حق جل مجدہ سے مغفرت کا پروانہ لے کر ہی سکون وقرار پاتا ہے۔ اس میں بھی حکمت ہی حکمت ہے۔ سکون وقرار دلیل ہے کہ کلمہ طیبہ کا پڑھنے والا بھی عالم آخرت میں سکون وقرار پائے گا اور رحمت حق کا سایہ پانے والا سکون وقرار نہ پائے گا تو کون پائے گا۔ جبکہ کلمہ طیبہ لا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه ہی حیات عالم ہے۔ اللہ اکبر کبیراً۔ تو کائنات عالم کو حیات بخشنے والا کلمہ اپنے پڑھنے والے کو حیات جاودانی کا طمغہ پروانۂ مغفرت کی شکل میں حضور حق سے عطا کرادیتا ہے۔

فَلِلّٰه اَلْحَمْدُ اَوَّلًا وَ آخِرًا . اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

بَابُ : (قَالَ مُوْسٰى النَّبِيُّ: يَا رَبِّ عَلِّمْنِي شَيْئًا أَذْكُرُكَ بِهِ......)

باب: موسیٰ علیہ السلام کا حق تعالیٰ سے مخصوص ذکر کا سوال

(۱۵) عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدرِيِّ رضي الله عنه عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

" قَالَ مُوسَى النَّبِيُّ ﷺ: يَا رَبِّ! عَلِّمْنِيْ شَيْئًا أَذْكُرُكَ بِهِ اَوْ اَدْعُوكَ بِهِ، فَقَالَ: يَا مُوْسٰى قُلْ: (لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ)، فَقَالَ: يَا رَبِّ! كُلُّ عِبَادِكَ يَقُوْلُ

هٰـذَا، إِنَّـمَـا أُرِيْـدُ شَيْئًا تَخُصُّنِي بِهٖ. قال: يَا مُوسٰى لَوْ اَنَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعَ وَ عَـامِرَهُنَّ غَيْرِىْ وَ الْأَرْضِيْنَ السَّبْعَ وُضِعْنَ فِي كِفَّةٍ ، وَ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ فِي كِفَّةٍ لَمَالَتْ بِهِنَّ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ ." [ضعيف] (شرح السنة ج٥/ ١٢٧٣)

لا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کا مقام

(۱۵) ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام نے حق جل مجدہ کی پاک بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ورد تعلیم فرمادیجیے جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں، حق جل مجدہ نے ارشادفرمایا: لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـه کہا کرو، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: میرے رب! میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھی کو عطا ہو۔ ارشاد ہوا کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ایک پلڑے میں رکھ دیے جائیں اور دوسری طرف لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰه کو رکھ دیا جائے تو لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰه والا پلڑا جھک جائے گا۔

(شرح السنہ جلد۵/۳/۱۲۷۳، حاکم ج۱، ص۵۲۸، ابونعیم فی الحلیہ ج۸ ص۳۲۸، کنز العمال ج۱/ ۱۹۰۷، الاتحاف/ ۱۴۴)

بَابُ : (فِيْ فَضْلِ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ اَلرَّاجِحُ أَنَّهَا ضَعِيْفَةٌ......)

باب: توحید کی شہادت پر مغفرت

(۱٦) لِابْنِ عَسَاكِرَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه:

إِذَا قَـالَ الْـعَبْـدُ : اَشْهَـدُ اَنْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ . قَالَ اللّٰهُ: يَا مَلَائِكَتِي عَلِمَ عَبْدِي أَنَّـهُ لَيْسَ لَهُ رَبٌّ غَيْرِىْ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي غَفَرْتُ لَهُ."

[ضعيف] (كما في كنز العمال ج١/ ١٣٦، وفي الاتحافات ٣٠٠)

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کی فضیلت

(۱٦) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بندہ جب اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے تو حق جل مجدہ فرماتا ہے:

اے میرے فرشتو! میرے بندے جانتے ہیں کہ میرے سوا ان کا کوئی معبود نہیں، میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کردی۔ (کنز العمال ج۱/ ۱۳۶، الاتحاف/ ۳۰۰)

ان لوگوں کو عرش کے قریب کردو

(۱۷) وَ لِلدَّيْلَمِيِّ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ: يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ:

"قَرِّبُوْا أَهْلَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِنْ ظِلِّ عرشي، فإنِّي أُحِبُّهم."

[ضعيف] (كما فى كنز العمال، ج ۱/ ۲۳٤)

(۱۷) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حق جل مجدہ فرمائیں گے کہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ والوں کو میرے عرش کے قریب کردو کہ میں ان سے محبت کرتا ہوں۔

(کنز العمال ج۱/ ۲۳۴)

ہر بلندی و پستی میں وحدانیت کی شہادت

(۱۸) وَ لِلدَّيْلَمِيِّ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ:

"أَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى مُوْسَى بْنِ عِمْرَانَ : إِنَّ فِي أُمَّتِهٖ لَرِجَالًا يَقُوْمُوْنَ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ وَ وَادٍ يُنَادُوْنَ بِشَهَادَةِ اَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، جَزَاءُ هُمْ عَلَيَّ جَزَاءُ الْاَنْبِيَاءِ." [ضعيف](كما فى الإتحافات ۵۳۷)

(۱۸) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حق جل مجدہ نے موسیٰ بن عمرانؑ کی طرف وحی بھیجی کہ ان کی امت میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو ہر بلندی و پستی میں لا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰه کی شہادت دیتے ہیں۔ ان کی جزا میرے ذمہ انبیاء جیسی ہے، یعنی انبیاء علیہم السلام کو جس طرح جزا ملے گی ان کو بھی دیا جائے گا۔ (الاتحاف/ ۵۳۷)

جنت کے دروازہ پر لا اِلٰہ اِلا اللہ لکھا ہوا ہے

(۱۹) وَ لِلدَّيْلَمِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ:

"مَكْتُوْبٌ عَلَى بَابِ الجَنَّةِ : (لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا) لَا أُعَذِّبُ مَنْ قَالَهَا."

[ضعيف] (كما فى الإتحافات ۷۳۱)

(۱۹) ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے: جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنَا نہیں کوئی معبود سوائے میرے، میں عذاب نہیں دوں گا جس نے اس کا اقرار کرلیا۔ (الاتحافات ۷۳۱)

دوزخ پر مؤمن کے حرام ہونے کی تعبیر

مسند احمد اور طبرانی میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''من شهد أن لا الـه الا اللّٰـه حـرمهُ اللّٰهُ على النار وأوجب له الجنةَ '' اور ایک روایت میں ہے'' أوجـب اللّٰهُ عزوجل له بها الجنةَ واعتقه بها من النار '' ۔یعنی جو گواہی دیگا کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ، وہ اسکو دوزخ پر حرام کر دیگا، اور اسے یقیناً جنت دیگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس شہادت کی وجہ سے یقیناً اسکو جنت دیگا اور دوزخ سے نجات بخشے گا۔

ایک حدیث میں ہے''ليس شئى الّا بينه و بين اللّٰه حجاب الّا قول لا اله الااللّٰـه و دعـاء الوالد'' ۔یعنی تمام عمل کے لیے اللہ کے یہاں پہنچنے کے لیے حجاب ہوتا ہے مگر کلمہ لا الہ الا اللہ اور باپ کی دعاء اولاد کے لیے، ان دونوں کے لیے کوئی حجاب نہیں۔ دوسری روایت میں ہے''لا الـه الااللّٰـه لیـس لها دون اللّٰه حجاب حتى تخلص اليه'' ۔یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ بغیر حجاب ورکاوٹ کے اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔

کفار دوزخ کی حلال خوراک ہیں۔ وہ اسی طرح انہیں کھائے گی جیسا حلال کھانا بے کھٹکے کھایا جاتا ہے مگر مؤمن اس پر حرام کیا گیا ہے اس لیے مؤمن سے اسی طرح اجتناب کرے گی جیسا حرام سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ ہمارے بیان سے اب اس تعبیر کا حسن آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ یہاں ،دوزخ مؤمن پر حرام کردی جائے گی، کے بجائے دوزخ پر مؤمن کے حرام ہونے کی تعبیر کیوں اختیار کی گئی ہے۔ (ترجمان السنہ ج۱،ص۳۲۶)

عرشِ اعظم پر کیا لکھا ہوا ہے

(۲۰) وَلِإِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ الْغَافِرِ الْفَارِسِيِّ فِي "الْأَرْبَعِينَ" عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه:

"مَكْتُوبٌ عَلَى الْعَرْشِ: (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ) لَا أُعَذِّبُ مَنْ قَالَهَا." [ضعيف] (كما فى الاتحافات ٧٣٥)

(۲۰) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: عرش پر لکھا ہوا ہے، **لا الٰـــه الا اللّٰـــه محـمّـد رسول اللّٰـــه**، نہیں ہے کوئی معبود سوائے میرے، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ میں عذاب نہیں دوں گا جس نے اس کا اقرار کرلیا۔ (الاتحافات/۷۳۵)

سعادت وکرامت کا کلمہ

لا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـه کلمۂ طیب ہے، کلمۂ شہادت ہے، کلمۂ اخلاص ہے، کلمۂ سعادتِ دارین ہے، شعارِ توحید ہے۔ دینِ اسلام میں اس کی عظیم فضیلت ہے اور اس کی جزاء رب کریم کے پاس کرامت وسعادت ہے۔

جو شخص اس کلمہ کا اخلاص کے ساتھ اقرار کرلیتا ہے اس کو کبھی بھی رحمتِ رب سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، نہ ہی وعید کے ساتھ استہانت کا معاملہ کرنا چاہیے، ہاں گناہ و معصیت کے ہونے پر توبہ واستغفار کرکے معافی وتلافی کا معاملہ کرلینا چاہیے، نہیں تو پھر گناہ کی نحوست و وبال سے ڈرنا چاہیے۔ مگر ہر حال میں رحمت کا امیدوار رہے اور نیکیوں کے ثواب کی بھرپور امید رکھے۔ گناہ سے بچے، نیکیوں کی طرف قدم تیز کردے۔ اللہ ہم کو موت تک کلمہ شہادت پر قائم رکھے اور اسی کلمے پر ہمارا خاتمہ ہو۔ آمین **يا سميعَ الدّعاء يا قريبُ يا مُجيبُ۔**

مَا وَرَدَ فِی التَّحْذِیْرِ مِنَ الرِّیَاءِ

ریاءاور دکھلاوے سے بچنے کی تاکید

باب :(أنا أغنى الأغنياء عن الشرک......)

(۲۱) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی : اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ؛ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْهِ مَعِیَ غَیْرِی تَرَکْتُهُ وَ شِرْکَهٗ."

[صحیح] (مسلم فی صحیحه ج٤ ص٢٢٨٩)

ریا سے بچواور شرک سے بیزاری اختیار کرو

(۲۱) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا: میں تمام شریک کرنے والوں کے شرک سے بے نیاز ہوں، جس کسی نے کوئی عمل کیا اور اس میں میری رضا وخوشنودی کے علاوہ کسی کو شریک کیا تو میں اس کو اور اس کے عمل کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (صحیح مسلم ج۴، ص۲۲۸۹)

میں شرکت سے بے نیاز ہوں

(۲۲) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ :

اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ فَمَنْ عَمِلَ لِیْ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْهِ غَیْرِیْ فَاَنَا مِنْهُ بَرِیْءٌ وَ هُوَ لِلَّذِیْ اَشْرَکَ."

[صحیح] (سنن ابن ماجه ج٢/٤٢٠٢)

(۲۲) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا:

میں تمام شریک کرنے والوں کے شرک سے غنی وبے نیاز ہوں، جس کسی نے میرے لیے عمل کیا اور اس میں کسی دوسرے کو شریک کرلیا تو میں اس سے بری ہوں اور وہ

عمل اسی کے لیے ہے جس کو اس نے شریک کیا ہے۔
(صحیح سنن ابن ماجہ ج۲/۴۲۰۲، کنز العمال ج۳/۵۲۴۷۔۷۴۷۴، الاتحافات/۳۲و۵۱۳ الترغیب ج۱ص۳۱)

میں تمام شرکاء میں اچھا ہوں

(۲۳) عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْنِي: قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ:
أَنَا خَيْرُ الشُّرَكَاءِ، فَمَنْ عَمِلَ لِيْ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيْهِ غَيْرِيْ فَأَنَا مِنْهُ بَرِيْءٌ وَ هُوَ لِلَّذِیْ أَشْرَكَ." [صحيح] (مسند احمد بن حنبل ج ۱۸/۹٦۱۷)

(۲۳) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:
میں تمام شرکاء میں اچھا ہوں، جو کوئی میرے لیے عمل کرتا ہے اور اس میں کسی کو شریک کرلیتا ہے تو میں اس سے علیحدہ ہو جاتا ہوں اور وہ عمل اسی شریک کے لیے چھوڑ دیتا ہوں۔ (مسند احمد ج۱۸/۹۶۱۷)

کم وبیش شرک سے اللہ تعالیٰ پاک ہے

(۲۴) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ تَبَارَكَ:
أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ، مَن أَشْرَكَ بِی كَانَ قَلِيْلُهُ وَ كَثِيْرُهُ لَهُ."
[صحيح] (مسند أبی داود الطيالسی/۲۵۵۹)

(۲۴) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:
میں تمام شریک سے بے نیاز ہوں، جو میرے ساتھ کسی کو خواہ تھوڑا یا زیادہ شریک کرتا ہو وہ اسی کے لیے۔ (مسند ابوداؤد الطیالسی/۲۵۵۹)

تم نے جس کے لیے عمل کیے ہیں اسی سے اس کا بدلہ لے لو

(۲۵) لِاَبِی يَعْلَى عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ: قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

”یُجَآءُ بِابْنِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ کَأَنَّهُ بَذَجٌ ــــ وَ رُبَمَا قَالَ کَأَنَّهُ حَمَلٌ ــــ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ : یَا ابْنَ آدَمَ : أَنَا خَیْرُ قَسِیمٍ؛ اُنْظُرْ إِلَی عَمَلِکَ الَّذِی عَمِلْتَهُ لِیْ، فَأَنَا أَجْزِیْکَ بِهٖ، وَ انْظُرْ إِلٰی عَمَلِکَ الَّذِی عَمِلْتَهُ لِغَیْرِیْ فَیُجَازِیْکَ عَلَی الَّذِی عَمِلْتَ لَهٗ.“ [ضعیف] (کما ذکره ابن حجر فی المطالب العالیة ج۳/۳۲۰۳)

(۲۵) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آدمؑ کی اولاد کو قیامت کے دن لایا جائے گا، گویا کہ وہ بکری کا بچہ ہوگا۔ پھر حق جل مجدہ ارشاد فرمائے گا: اے آدمؑ کے بیٹے! میں بہترین ساجھی ہوں، اپنے عمل کو دیکھ بھال لو، جو میرے لیے کیے ہیں اس کا بدلہ میں تم کو دوں گا اور ان عمل کو بھی دیکھ لو جو تم نے میرے علاوہ جس کسی کے لیے کیے ہوں وہ تم کو اس کی جزا دے گا۔

(المطالب العالیہ ۳/۳۲۰۳، کنز العمال ۳/ ۵۳۶۷، مجمع الزوائد ۱۰، صفحہ ۲۲۱)

لوگو اپنے اعمال خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کرو

(۲۶) عَنِ الضَّحَّاکِ بْنِ قَیْسٍ الْفِهْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ :

”أَنَا خَیْرُ شَرِیکٍ ، فَمَنْ أَشْرَکَ مَعِیَ شَرِیْکاً فَهُوَ لِشَرِیکِیْ ، یٰاَیُّهَا النَّاسُ أَخْلِصُوا اَعْمَالَکُمْ لِلّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا یَقْبَلُ اِلَّا مَا اُخْلِصَ لَهٗ ، وَ لَا تَقُوْلُوا هٰذا لِلّٰهِ و لِلرَّحِمِ، فَإِنَّهَا لِلرَّحِمِ وَ لَیْس لِلّٰهِ مِنْهَا شَیْءٌ، وَ لَا تَقُوْلُوْا : هٰذا لِلّٰهِ وَ لِوُجُوْهِکُمْ فَإِنَّهَا لِوُجُوْهِکُمْ وَ لَیْسَ لِلّٰهِ مِنْهَا شَیْءٌ.“

[ضعیف] (سنن الدار قطنی ج۱ ص۳/۵۱)

(۲۶) ترجمہ: ضحاک بن قیس الفہریؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے:

میں بہترین شریک ہوں، جو میرے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے تو وہ چیز میرے شریک ہی کے لیے ہے۔ اے لوگو! اپنے اعمال خالص ایک اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ خالص اعمال کو ہی قبول کرتا ہے جو محض اسی کے لیے کیا ہو۔ یہ نہ کہو کہ یہ اللہ کے لیے اور رشتہ داری کی وجہ سے ہے، ایسا عمل تو رشتہ داری ہی کے لیے ہوا، اس میں للّٰہیت کا ادنیٰ درجہ بھی نہیں اور یہ بھی نہ کہو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور تیرا خیال کیا، ایسا عمل بھی اللہ کے لیے ذرہ برابر نہ ہوا۔ (سنن دارقطنی ۱/ ۳۵۱، اتحافات/۴۰۳ و۴۰۲، مجمع الزوائد اصفحہ ۲۲۱)

شرح: کنز العمال میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن میزان کے پاس آدمؑ کی اولاد کو لایا جائے گا، وہ دیکھنے میں بکری کا بچہ معلوم ہوگا، حق جل مجدہ فرمائیں گے: اے آدمؑ کے بیٹے! میں بہت ہی اچھا ساجھی ہوں، جو عمل محض میری رضا و خوشنودی کے لیے تو نے کیا اس کا بہترین بدلہ میں تم کو دوں گا۔ اور جو عمل تو نے دوسروں کے دکھلاوے کے لیے کیا، اس کا ثواب اسی سے مانگو جس کو تو نے دکھلایا تھا۔ (کنز العمال ۳/ ۷۵۳۶)

یہ حدیث بہت ہی واضح طور پر ہم کو اپنی نیتوں کو درست کرنے کی ہدایت دے رہی ہے کہ عمل خواہ چھوٹا ہو یا بڑا سبھی صرف رب العلمین کی رضا کے لیے کرنا چاہیے۔ چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی اخلاص کے ساتھ مقبول ہوگیا تو نجات ہوگی اور عمل خواہ کتنا ہی بڑا ہو اگر اخلاص اور ربّ العزت کی جناب کے لائق نہیں تو وبال ہی وبال ہے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اخلاص عطا فرمائے اِنَّـهٗ سَـمِيْـعُ الدُّعَـاءِ۔ توفیق عملِ صالح کے ساتھ ساتھ اخلاص بھی اللہ پاک سے مانگے اور مزید کچھ مانگے تو اللہ سے اخلاص ہی مانگے۔ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ مُخْلِصِيْنَ۔

بَابُ :(اِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ......)

باب: بروز محشر پہلا فیصلہ

(۲۷) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ ﷺ فَقَالَ لَهُ (نَاتِلُ اَهْلُ الشَّامِ): اَيُّهَا الشَّيْخُ حَدِّثْنَا حَدِيْثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: نَعَمْ. سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

”إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتُشْهِدْتُ. قَالَ: كَذَبْتَ ، وَ لٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُقَالَ جَرِيْءٌ فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ. وَ رَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَ عَلَّمَهُ، وَ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَ عَلَّمْتُهُ وَ قَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ. قَالَ: كَذَبْتَ. وَ لٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ: عَالِمٌ وَ قَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ : هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ. وَ رَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيْلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ. قَالَ: كَذَبْتَ ، وَ لٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ: هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ.“

[صحیح] (صحیح مسلم ج۳ ص۱۵۱۳. ۱۵۱۴)

قیامت کے دن سب سے پہلا فیصلہ کس کا ہوگا؟

(۲۷) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے ایک شہید کا فیصلہ ہوگا، اس کو بلا کر تمام نعمتیں گنوائی جائیں گی اور اس سے پوچھا جائے گا: تو نے ان نعمتوں کا استعمال کس طرح کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے تیرے راستے میں قتال و جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوگیا، ارشاد ہوگا: تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے تو جہاد اس لیے کیا کہ لوگ تجھے جری کہیں سو وہ تو کہا جاچکا ہے، پھر فرشتوں کو حکم ہوگا کہ چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو۔ (العیاذ باللہ)

دوسرا وہ شخص جس نے علم سیکھا اور سکھایا اور قرآن پڑھتا تھا، اس کو لایا جائے گا اور نعمتیں گنوائی جائیں گی، وہ تمام نعمتوں کا اقرار کرے گا، سوال ہوگا: تو نے اس علم پر کتنا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے علم سیکھا اور لوگوں کو سکھلایا اور محض تیری رضا کے لیے

قرآن پڑھتا تھا۔ ارشاد ہوگا: تو جھوٹا ہے، تونے تو علم اس لیے سیکھا تھا کہ لوگ تجھے عالم کہیں اور قرآن اس لیے پڑھتا تھا کہ لوگ تجھے قاری کہیں سو وہ دنیا میں کہا جاچکا، پھر فرشتوں کو حکم ہوگا کہ چہرہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو۔ (اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا وَ اَنَا اَعْلَمُ وَ اَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ).

تیسرا وہ شخص جس کو اللہ نے کشادگی عنایت کی اور اسے ہر طرح کے اموال نصیب کیے، اسے لایا جائے گا اور سب نعمتیں گنوائی جائیں گی، وہ تمام نعمتوں کا اقرار کرے گا، سوال ہوگا: تو نے اس سے کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیری پسند و خوشنودی کا کوئی راستہ نہیں چھوڑا، مگر یہ کہ اس میں خرچ کیا، ارشاد ہوگا: تو نے جھوٹ کہا، تو نے یہ سب اس وجہ سے کیا کہ تجھے سخی کہا جائے، تو یہ کہا جاچکا، پھر حکم ہوگا تو اسے چہرہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم ۳ صفحہ ۱۵۱۳، احمد ۲/۳۲۲، حاکم/ ۱۰۷ و ۲/ ۱۱۰، کنز العمال ۳/ ۴۷۰ ۷ الاتحاف ۴/۷۱)

سب سے پہلے تین جہنمی (العیاذ باللہ)

(۲۸) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، یَقُوْلُ:

”أَوَّلُ النَّاسِ یَدْخُلُ النَّارَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ یُؤْتَی بِالرَّجُلِ أَوْ قَالَ بِأَحَدِهِمْ، فَیَقُوْلُ: رَبِّ عَلَّمْتَنِی الْکِتَابَ فَقَرَأْتُهُ آنَاءَ اللَّیْلِ وَ النَّهَارِ رَجَاءَ ثَوَابِکَ فَیُقَالُ: کَذَبْتَ . اِنَّمَا کُنْتَ تُصَلِّی لِیُقَالَ: اِنَّکَ قَارِئٌ مُصَلٍّ وَ قَدْ قِیلَ. اِذْهَبُوْا بِهٖ اِلَی النَّارِ. ثُمَّ یُؤْتَی بِآخَرٍ فَیَقُوْلُ: رَبِّ رَزَقْتَنِی مَالًا فَوَصَلْتُ بِهٖ الرَّحِمَ وَ تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَلَی الْمَسَاکِینِ وَ حَمَلْتُ ابْنَ السَّبِیْلِ رَجَاءَ ثَوَابِکَ وَ جَنَّتِکَ فَیُقَالُ: کَذَبْتَ ، اِنَّمَا کُنْتَ تَتَصَدَّقُ وَ تَصِلُ لِیُقَالَ: اِنَّکَ سَمْحٌ جَوَادٌ، وَ قَدْ قِیلَ اِذْهَبُوْا بِهٖ اِلَی النَّارِ. ثُمَّ یُجَاءُ بِالثَّالِثِ فَیَقُوْلُ : رَبِّ خَرَجْتُ فِی سَبِیلِکَ فَقَاتَلْتُ فِیکَ حَتَّی قُتِلْتُ مُقْبِلًا غَیْرَ مُدْبِرٍ رَجَاءَ ثَوَابِکَ وَ جَنَّتِکَ ، فَیُقَالُ: کَذَبْتَ ، اِنَّما کُنْتَ تُقَاتِلُ لِیُقَالَ اِنَّکَ جَرِیْءٌ شُجَاعٌ وَ قَدْ

قِيلَ . اِذْهَبُو ا بِهٖ اِلَى النَّارِ."

قَالَ الْحَاكِمُ: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ وَ لَمْ يُخْرِجَاهُ بِهٰذِهِ السِّيَاقَةِ. وَ قَالَ الذَّهَبِيُّ: صَحِيْحٌ. [صحيح] (المستدرك ج ٢، ص ١١١)

(٢٨) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: قیامت کے دن سب سے پہلے تین آدمی جہنم میں داخل ہوں گے۔ ایک شخص کو بلایا جائے گا، وہ عرض کرے گا: رب العٰلمین آپ نے ہم کو قرآن پاک کا علم عطا کیا، تو ہم نے ثواب کی امید پر رات ودن تلاوت کی، اس سے کہا جائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے نماز اس لیے پڑھائی تھی کہ لوگ کہیں کہ قاری نے نماز پڑھائی، سووہ دنیا میں کہا جاچکا، حکم ہوگا، فرشتو! اس کو جہنم میں لے جاؤ، پھر ایک دوسرے شخص کو لایا جائے گا، وہ عرض کرے گا: رب العٰلمین آپ نے مجھ کو مال ودولت کی نعمت عطا فرمائی تھی، جس کے ذریعہ میں صلہ رحمی اور اقرباء ورشتہ دار کا خیال رکھتا تھا، فقراء ومساکین کو اس مال سے صدقہ وخیرات دیا کرتا تھا اور راستہ چلنے والے مسافروں کی اعانت کیا کرتا تھا، پروردگار عالم یہ سب کچھ ثواب اور جنت کی آپ سے امید رکھتے ہوئے کیا۔ ارشاد ہوگا: تو جھوٹ بولتا ہے، تو صدقہ اس لیے دیتا تھا کہ لوگ تجھے کشادہ دل اور سخی وجواد کہیں، سووہ دنیا میں کہا جاچکا، حکم ہوگا: فرشتو! اس کو جہنم میں لے جاؤ، پھر ایک تیسرے شخص کو لایا جائے گا، وہ عرض کرے گا: ربّ العٰلمین میں آپ کے راستے میں نکلا، تیری رضا کے لیے قتال کیا، یہاں تک کہ قتل ہوگیا، آگے بڑھتے ہوئے نہ کہ پیٹھ پھیر کر، محض آپ سے ثواب وجنت کی امید پر۔ ارشاد ہوگا: تو جھوٹ بولتا ہے، تو اس لیے لڑائی وقتال کرتا تھا کہ تجھ کو لوگ بہادر اور طاقتور کہیں سووہ دنیا میں کہا جاچکا، حکم ہوگا: فرشتو! اس کو جہنم میں لے جاؤ۔

(مستدرک حاکم ۲/۱۱۱، الاتحاف ص ۵۶۱)

سب سے پہلے تین لوگوں سے آتش دوزخ سلگائی جائے گی

(۲۹) قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَة ﷺ حَدَّثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی إِذَا کَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَنْزِلُ اِلَی الْعِبَادِ لِيَقْضِیَ بَيْنَهُمْ وَ کُلُّ اُمَّةٍ جَاثِيَةٌ، فَأَوَّلُ مَنْ يَدْعُوْ بِهِ رَجُلٌ جَمَعَ الْقُرْآنَ، وَ رَجُلٌ يَقْتَتِلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ رَجُلٌ کَثِيْرُ الْمَالِ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لِلْقَارِئِ: أَلَمْ أُعَلِّمْکَ مَا أَنْزَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِیْ؟ قَالَ: بَلٰی يَا رَبِّ قَالَ: فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيْمَا عُلِّمْتَ؟ قَالَ: کُنْتُ اَقُوْمُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَ آنَاءَ النَّهَارِ. فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ: کَذَبْتَ وَ تَقُوْلُ لَهُ الْمَلَائِکَةُ: کَذَبْتَ، وَ يَقُوْلُ اللّٰهُ: بَلْ اَرَدْتَ اَنْ يُقَالَ اِنَّ فُلَانًا قَارِيءٌ فَقَدْ قِيْلَ ذَاکَ. وَ يُؤْتٰی بِصَاحِبِ الْمَالِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ: اَلَمْ أُوَسِّعْ عَلَيْکَ حَتّٰی لَمْ اَدَعْکَ تَحْتَاجُ اِلٰی اَحَدٍ؟ قَالَ: بَلٰی يَا رَبِّ. قَالَ: فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيْمَا آتَيْتُکَ قَالَ: کُنْتُ أَصِلُ الرَّحِمَ وَاَتَصَدَّقُ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ: کَذَبْتَ وَ تَقُوْلُ لَهُ الْمَلَائِکَةُ: کَذَبْتَ، وَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی: بَلْ اَرَدْتَ اَنْ يُقَالَ فُلَانٌ جَوَادٌ فَقَدْ قِيْلَ ذَاکَ. وَ يُؤْتٰی بِالَّذِی قُتِلَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ: فِيْمَاذَا قُتِلْتَ؟ فَيَقُوْلُ: أُمِرْتُ بِالْجِهَادِ فِیْ سَبِيْلِکَ فَقَاتَلْتُ حَتّٰی قُتِلْتُ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی لَهُ: کَذَبْتَ، وَ تَقُوْلُ لَهُ الْمَلَائِکَةُ: کَذَبْتَ، وَ يَقُوْلُ اللّٰهُ: بَلْ اَرَدْتَ اَنْ يُقَالَ فُلَانٌ جَرِیْءٌ فَقَدْ قِيْلَ ذَاکَ. ثُمَّ ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی رُکْبَتَیَّ فَقَالَ: يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اُوْلٰئِکَ الثَّلَاثَةُ اَوَّلُ خَلْقِ اللّٰهِ تُسَعَّرُ بِهِمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ." [صحيح]

(سنن الترمذی ج ٤ / ٢٣٨٢)

(۲۹) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا، تو حق جل مجدہ اپنے بندوں کے درمیان جلوہ افروز ہوگا تاکہ ان کا فیصلہ کردے اور ہر امت کا حال یہ ہوگا کہ گھٹنے کے بل کھڑی ہوگی، تو سب

سے پہلے صاحبِ قرآن، مقتول فی سبیل اللہ اور صاحبِ مالِ کثیر کو طلب کیا جائے گا۔ پھر قاری قرآن سے ارشاد حق ہوگا: کیا میں نے تجھے اس کتاب کا علم نہیں دیا جس کو میں نے اپنے رسول (محمد ﷺ) پر نازل کیا تھا۔ وہ ربّ العالمین کے سامنے اقرار کرے گا۔ ارشادِ حق ہوگا: پھر تو نے علم کے مطابق عمل کیا؟ اس پر وہ عرض کرے گا: رات ودن قرآن مجید ہی میرا اوڑھنا اور بچھونا تھا (یعنی قرآن مجید ہی میرا رات ودن کا مشغلہ تھا) حق جل مجدہ فرمائیں گے: تو جھوٹ بولتا ہے، فرشتے بھی کہیں گے: تو جھوٹ بولتا ہے، پھر اللہ پاک فرمائیں گے: تو نے قرآن پاک سے محض یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگ مجھے قاری کہیں سو یہ کہا جاچکا۔ پھر صاحبِ مال کو لایا جائے گا اور ارشاد ہوگا: کیا میں نے تجھے اتنا زیادہ مال نہیں دیا کہ، تو دنیا میں کسی کا محتاج نہیں تھا؟ وہ عرض کرے گا: ہاں یارب۔ ارشاد باری ہوگا: پھر تو نے میرے دیے ہوئے مال سے کیا عمل (صدقہ وخیرات) کیا؟ وہ عرض کرے گا: یا اللہ اس مال سے صلہ رحمی کرتا تھا، صدقہ وخیرات کیا کرتا تھا۔ ارشاد حق ہوگا: تو جھوٹ بولتا ہے، فرشتے بھی کہیں گے: تو جھوٹ بولتا ہے، ارشاد ہوگا: نہیں، تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ تجھے سخی وجواد کہیں، سو یہ دنیا میں کہا جاچکا۔ پھر مقتول فی سبیل اللہ یعنی شہید کو لایا جائے گا اور ارشاد ہوگا: تو نے اپنی جان کیوں ختم کی یعنی تو کیوں قتل ہوا تھا؟ وہ عرض کرے گا: باری تعالیٰ آپ نے حکم دیا تھا کہ میرے راستے میں جہاد کرو، اس لیے میں لڑا، یہاں تک کہ قتل وشہید ہوا، ارشاد ہوگا: تو جھوٹ بولتا ہے، فرشتے بھی کہیں گے: تو جھوٹ بولتا ہے، ارشاد ہوگا: تو نے اس لیے قتال کیا کہ لوگ تجھے بہادر قوی کہیں، سو وہ دنیا میں کہا جاچکا۔

آنحضور ﷺ نے پھر میرے دونوں رانوں پر ہاتھ مارا (افسوس کہ وقت معمول تھا کہ دونوں ران پر ہاتھ مارتے) پھر فرمایا: اے ابوہریرہؓ مخلوق میں یہ تین سب سے پہلے لوگ ہوں گے جن سے قیامت کے دن نارِ جہنم کو سلگایا جائے گا۔

(سنن ترمذی ۴/۲۳۸۲، حاکم ۱/صفحہ ۴۱۸، شرح السنۃ ۱۴/۳۳ ۴۱۴۳، کنز العمال ۳/ ۷۴۶۹، الاتحاف/۳۴۴)

راوی حدیث پر خوف وخشیتِ باری

اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب وہ اس حدیث کو بیان کرنا چاہتے تو بار بار ان پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہو جاتی اور جب بھی سنبھلتے اور حدیث روایت کرنا چاہتے خوفِ الٰہی اور خشیت باری اور اس بات سے کہ حضورِ حق میں کیا بنے گا، بے ہوش ہو جاتے، حتیٰ کہ آخری بار تو زمین پر گرتے گرتے بچے۔ پھر بہت دیر بعد جب ان کی کیفیت بحال ہوئی، پھر جا کر پوری حدیث روایت کی۔ اس حدیث میں اُن تین لوگوں کا ذکر ہے جن سے نارِ جہنم کو سلگایا جائے گا یا یوں کہیے بھڑکایا جائے گا۔ العیاذ باللہ!

یہ تین؛ قاری، مجاہد اور صاحبِ مال ہوں گے، ان لوگوں کا مقصد رضاء الٰہی اور خلوص وللّٰہیت کے بجائے فانی، وقتی، حب جاہ اور شہرت و نام ہو گا۔ یہ ایک بہت ہی خسیس وکم تر جذبہ ہے کہ انسان، رب تبارک وتعالیٰ کے کلام کو صاحب کلام کی رضا کے لیے نہ پڑھے اور غیروں کا دھیان رکھے۔ العیاذ باللہ۔

اسی طرح جان بھی جانِ جاناں کی غیر معمولی قیمتی نعمت ہے، اسی کے بل بوتے تمام تماشائے عالم ہے اور اس کی قربانی اسی حقیقی معبود کے نام ہونی چاہیے، جس نے اس خاکی جسم میں ملکوتی روح ڈال دی، یہ کتنی بڑی جرأت بے جا ہے کہ جان جس کی ہے اس کو نہ دے کر غیر کو دی جائے، یہ تو بڑا بھاری ظلم ہے۔ رب کی دی ہوئی نعمت کی ناقدری کی سزا بھی خطرناک ہے۔ یہ صفتِ عبدیت کا کمال ہے۔

جاں دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تیسرا شخص صاحبِ مال ہے۔ دیا تھا خوب خوب؛ مگر تھا بے وقوف کہ رب تبارک وتعالیٰ کی طرف مائل نہ تھا، اس کی تمام تر داد ودہش کا مقصد بس لوگ میرا نام لیں اور میں دینے والے کے نام سے جانا جاؤں۔ العیاذ باللہ۔

یہ تینوں بالآخر جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔

اعمال میں اخلاص کی کیفیت پیدا کیجیے اور حق جل مجدہ کی رضاء کی جستجو میں رہیے۔ ورنہ حدیث میں واضح کر دیا گیا کہ کلام الٰہی سے زیادہ حق جل مجدہ کی ذات سے قریب کچھ بھی نہیں اور کلام اللہ کے ذریعہ عباد اللہ اقرب ترین قرب ورضا کی منزل پا سکتا ہے۔مگر فسادِ نیت کے سبب، کلام اللہ بھی نجات نہ دلا سکے گا۔ اللہ اکبر کبیراً۔

ایک مرتبہ یہ روایت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کی گئی، تو حضرت امیر اس قدر روئے کہ لوگوں کو خطرہ ہونے لگا کہ کہیں جان ہی نہ نکل جائے۔ جب امیر کی طبیعت بحال ہوئی تو چہرے سے پسینہ صاف کیا اور فرمایا کہ اللہ ورسول نے سچ فرمایا:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (هود:١٥، ١٦)

ترجمہ: جو شخص اپنے اعمال خیر سے محض حیات دنیوی کی منفعت اور اس کی رونق حاصل کرنا چاہتا ہے تو ہم ان لوگوں کے اعمال کی جزا ان کو دنیا ہی میں پورے طور سے بھگتا دیتے ہیں اور ان کے لیے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لیے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ (ثواب وغیرہ) نہیں اور انھوں نے جو کچھ کیا تھا وہ آخرت میں سب کا سب ناکارہ ثابت ہوگا اور جو کچھ کر رہے ہیں وہ بے اثر ہے۔

کفار کی بھلائی کا بدلہ دنیا میں ہی مل جاتا ہے

کفار کی نیکیوں کی جزاء دنیا ہی میں مل جاتی ہے اور خلودِ نار ابدی ہوگا۔ جو شخص دنیا کی چند روزہ زندگی اور فانی ٹیپ ٹاپ ہی کو قبلۂ مقصود ٹھہرا کر عملی جدوجہد کرتا ہے، اگر بظاہر کوئی نیک کام مثلاً خیرات وغیرہ کرتا ہے تو اس سے بھی آخرت کی بہتری اور حق جل مجدہ کی خوشنودی مقصود نہیں ہوتی، محض دنیوی فوائد کا حاصل کر لینا پیشِ نظر ہوتا ہے۔ ایسے

لوگوں کی بابت خواہ وہ یہود ونصاریٰ ہوں یا مشرکین ومنافقین یا دنیا پرست ریاکار مسلمان، بتلادیا کہ دنیا ہی میں ان کا بھگتان کردیا جائے گا، جو اعمال اور کوششیں وہ حصول دنیا کے لیے کریں گے ان کے کم وکیفیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حق تعالیٰ اپنے علم وحکمت سے جس قدر مناسب جانے گا اور دینا چاہے گا یہیں عطا فرمادے گا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر جو خیرات وغیرہ کے کام کرے اس کی یہ فانی اور صوری حسنات جو روح ایمان سے یکسر خالی ہیں، دنیا میں رائیگاں نہیں جاتیں ان کے عوض میں حق تعالیٰ تندرستی، مال واولاد، عزت اور حکومت وغیرہ دے کر سب کھاتہ بے باق کردیتا ہے۔ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں کوئی چیز اس کے کام آنے والی نہیں۔ جس کافر کے لیے جس درجہ کی سزا تجویز ہوچکی ہے، وہ کبھی اس سے ٹلنے والی نہیں۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ج يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا O (بنی اسرآء یل:۱۸)

ترجمہ: جو شخص دنیا کی نیت رکھے گا ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے جس کے واسطے چاہیں گے فی الحال ہی دے دیں گے پھر ہم اس کے لیے جہنم تجویز کریں گے وہ اس میں بدحال راندہ ہوکر داخل ہوگا۔

ریاکار مسلمان محدود مدت تک جہنم میں رہے گا۔ ریاکار اور دنیا پرست عالم، متصدّق اور مجاہد کے حق میں جو وعید آئی ہے، اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ اُن سے محشر میں کہا جائے گا کہ جس غرض کے لیے تو نے علم سکھلایا، یا صدقہ وجہاد کیا، وہ دنیا میں حاصل ہوچکی، اب ہمارے پاس تمھارے لیے کچھ نہیں، فرشتوں کو حکم ہوگا: انھیں جہنم میں لے جاؤ۔ **اعاذنا اللّٰہ منها** ۔ ان اعمال پر دوزخ کے سوا اور کسی چیز کے مستحق نہیں۔ کفار ابدی طور پر اور ریاکار مسلمان محدود مدت کے لیے۔ ہاں! حق جل مجدہ بعض مومنین کو محض اپنے فضل وکرم سے معاف فرمادے وہ الگ بات ہے۔

الغرض، دنیا میں جو کام دنیوی اغراض کے لیے کیے تھے، آخرت میں پہنچ کر ظاہر ہوگا کہ وہ سب برباد ہوئے اور ریا کاری یا دنیا پرستی کے سلسلہ میں بظاہر جو نیکیاں کمائی تھیں، سب یوں ہی خراب گئیں، یہاں کوئی کام نہ آئی۔ (تفسیر عثمانی ۲ صفحہ ۶۳۲)

بَابُ : (اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ......)

باب: شرکِ اصغر

(۳۰) عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"اِنَّ اَخْوفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُم الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَ مَا الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ؟ قَالَ: اَلرِّيَاءُ ؛ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ تُجَازَى العِبادُ بِاَعْمَالِهِمْ: اِذْهَبُوْا اِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُم تُرَاءُوْنَ بِاَعْمالِكُمْ فِي الدُّنْيَا فَانْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً." [صحيح](مسند حنبل ج٥ ص٤٢٩)

تم لوگوں پر سب سے زیادہ خطرہ شرکِ اصغر یعنی ریا کا ہے

(۳۰) ترجمہ : محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں سب سے زیادہ جس چیز کا خطرہ تم لوگوں پر محسوس کر رہا ہوں، وہ ہے چھوٹے شرک کا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! چھوٹا شرک کیا ہے؟ ارشاد ہوا: دکھاوا، بے شک حق جل مجدہ جس دن اپنے بندوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا، فرمائے گا: تم لوگ جاؤ ان کے پاس جن کو اپنے اعمال دِکھلاتے تھے، جاؤ، دیکھو کیا اُن کے پاس تمہارے اعمال کی جزا و بدلہ ہے۔ (مسند احمد ج ۵، ص ۴۲۹، شرح السنۃ ۱۴/ ۴۱۳۵)

بَابُ : (مِنْهُ فِي التَّحْذِيْرِ مِنَ الشِّرْكِ الْخَفِيِّ......)

باب: شرکِ خفی

(۳۱) فَقَالَ شَدَّادٌ رضی اللہ عنہ: اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ لَمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

(مِنَ الشَّهْوَةِ الْخَفِيَّةِ وَ الشِّرْكِ)

فَقَالَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ وَ اَبُوْ الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ: اَللّٰهُمَّ غَفْرًا اَ وَ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ حَدَّثَنَا اَنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَئِسَ اَنْ يُعْبَدَ فِيْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ؟ فَاَمَّا الشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ فَقَدْ عَرَفْنَاها هِيَ شَهَوَاتُ الدُّنْيَا مِنْ نِسَائِهَا وَ شَهَوَاتِهَا. فَمَا هٰذَا الشِّرْكُ الَّذِىْ تُخَوِّفُنَا بِهِ يَا شَدَّادُ؟

فَقَالَ شَدَّادٌ رضی اللہ عنہ: اَرَاَيْتُكُمْ لَوْ رَاَيْتُمْ رَجُلًا يُصَلِّى لِرَجُلٍ اَوْ يَصُوْمُ لَهٗ اَوْ يَتَصَدَّقُ لَهٗ اَتَرَوْنَ اَنَّهٗ قَدْ اَشْرَكَ؟ قَالُوْا: نَعَمْ وَ اللّٰهِ اِنَّهٗ مَنْ صَلَّى لِرَجُلٍ اَوْ صَامَ لَهٗ اَوْ تَصَدَّقَ لَهٗ لَقَدْ اَشْرَكَ. فَقَالَ شَدَّادٌ رضی اللہ عنہ: فَاِنِّىْ قَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

" مَنْ صَلَّى يُرَائِىْ فَقَدْ اَشْرَكَ، وَ مَنْ صَامَ يُرَائِىْ فَقَدْ اَشْرَكَ، وَ مَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِىْ فَقَدْ اَشْرَكَ."

فَقَالَ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عِنْدَ ذٰلِكَ: اَفَلَا يَعْمَدُ اِلٰى مَا ابْتُغِيَ فِيْهِ وَجْهُهٗ مِنْ ذٰلِكَ الْعَمَلِ كُلِّهٖ فيقبل مَا خَلَصَ لَهٗ وَ يَدَعُ مَا يُشْرِكُ بِهٖ فَقَالَ شَدَّادٌ رضی اللہ عنہ عِنْدَ ذٰلِكَ: فَاِنِّىْ قَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :

"اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُوْلُ : اَنَا خَيْرُ قَسِيْمٍ لِمَنْ اَشْرَكَ بِىْ، مَنْ اَشْرَكَ بِىْ شَيْئًا فَاِنَّ حَشْدَهٗ عَمَلَه قَلِيْلَهٗ وَ كَثِيْرَهٗ لِشَرِيْكِهِ الَّذِى اَشْرَكَ بِهٖ، وَ اَنَا عَنْهُ غَنِىٌّ۔" [ضعيف] (مسنداحمد جلد٤ ص١٢٥)

شہوت خفیہ اور شرک خفی دونوں سے بچنا ضروری ہے

(۳۱) ترجمہ: حضرت شدادؓ فرماتے ہیں: مجھے جس چیز کا تم لوگوں پر خطرہ ہے، لوگو جس کو میں رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، فرماتے تھے: شہوتِ خفیہ اور شرک۔ یہ سن کر عبادہ بن صامتؓ اور ابودرداؓ نے فرمایا: یا اللہ مغفرت فرمایئے۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں کو آگاہ نہ کیا تھا کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اس کی عبادت جزیرۃ العرب میں ہوگی؟ ہاں! شہوت خفیہ جس کو ہم جانتے ہیں کہ وہ ہے عورتوں کے ذریعہ دنیاوی شہوت میں غرق ہوجانا کہ بس لے دے کر ایک ہی مشغلہ کہ جسمانی لذت و شہوت کس طرح پوری کی جائے اور کیسے باقی رکھی جائے۔ (یعنی بقاءِ شہوت کی تدابیر، ادویہ و مقویات کا دُھن)۔ اعاذ نا اللہ منھا۔

حضرت شدادؓ سے سوال کیا گیا: کہ آپ ہم کو جس شرک سے ڈراتے ہیں وہ کیا ہے؟ حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ ایک شخص محض کسی کو دکھاوے کے لیے نماز پڑھتا ہے یا روزہ رکھتا ہے یا صدقہ وخیرات کرتا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ یقیناً اس شخص نے شرک کیا؟

لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں! اللہ کی قسم جس شخص نے دکھاوے کے لیے نماز پڑھی یا کسی کو دکھانے کے لیے روزہ رکھا، یا کسی کو دکھانے کے لیے صدقہ دیا اس نے یقیناً شرک کیا۔ اس پر حضرت شداد نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

جو شخص دکھاوے کے لیے نماز پڑھے اس نے شرک کیا۔ جو دکھاوے کے لیے روزہ رکھے اس نے شرک کیا۔ جو دکھاوے کے لیے صدقہ کرے اس نے شرک کیا۔ یہ سن کر عوف بن مالکؓ نے فرمایا: صرف اسی عمل پر اعتماد و بھروسہ کیا جاسکتا ہے جو محض اللہ پاک کی رضاء اور خوشنودی کے لیے کیا گیا ہو کہ حق جل مجدہ خلوص وللّٰہیت والے عمل کو قبول فرمائیں گے اور ملاوٹ اور شرک کو رد فرمادیں گے۔ یہ سن کر حضرت شدادؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ حق جل مجدہ فرمائے گا:

میں بہترین بے نیاز ہوں شریک وساجھی کے درمیان، اس کے حق میں جو میرے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے اور جو میرے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے تو اس کا تمام عمل خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ سب کا سب اسی شریک کے لیے چھوڑ دیتا ہوں اور میں اس سے بے نیاز ہوں، غنی ہوں۔ (مسند احمد بن حنبل ۴ صفحہ ۱۲۵، ابوداؤد الطیالسی، صفحہ ۱۵۲۔ ۱۱۲۰، ابونعیم جلد ۱ صفحہ ۲۶۲، کنز العمال ۳/ ۸۸۳۹ ابن عساکر ۳/ ۳۷۴۷، مجمع الزوائد ۱۰ صفحہ ۲۲۱/ الترغیب جلد ۱ صفحہ ۵۹ الاتحاف صفحہ ۸/۱۲ ؛ ضعیف الجامع الصغیر ۲/ ۱۷۴۹)

شہوت خفیہ یا غیر مستحکم ارادۂ خیر

اتخوف علی امتی الشرک والشھوۃ الخفیۃ قال: قلت یا رسول اللّٰہ! أتشرک امتک من بعدک؟ قال: نعم أما انھم لا یعبدون شمسا ولا

قمرا ولا حجرا ولا وثنا ولكن يراء ون بأعمالهم، والشهوة الخفية أن يصبح أحدهم صائما فتعرض له شهوة من شهواته فيترك صومه.

(رواه احمد عن شداد بن أوسؓ، ۱۲۰ /۱۷)

ترجمہ: شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اپنی امت پر شرک اور شہوت خفیہ یعنی پوشیدہ وچھپی ہوئی خواہشات کا خطرہ وڈر محسوس کررہا ہوں۔شدادؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کی امت آپ کے بعد شرک کرے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں سنو! وہ چاند وسورج یا پتھر اور بت کی پوجا تو نہ کرے گی،مگر اپنے اعمال (صالحہ) سے لوگوں کو دکھلانے کی نیت کرے گی۔اور شہوت خفیہ یعنی مخفی و پوشیدہ شہوت تو یہ ہے کہ ایک شخص روزہ کی حالت میں ہوگا، پس اسکے سامنے دنیا کی فانی و جسمانی لذت وخواہش پیش کی جائے گی (کھانا پینا وغیرہ)،پس و روزہ کوتوڑ دیگا(یعنی روزہ کو چھوڑ کر جسمانی لذت میں مشغول ہو جائیگا۔دراصل اس شخص کے ارادہ ونیتِ خیر میں استحکام وصلابت نہیں ہوگی،نفس وخواہشات کا غلبہ ہوگا،لذت وشہووت پرست ہوگا، فانی کو باقی پر ترجیح دیگا،عاجلہ کوآخرۃ پرفوقیت دیگا۔الغرض نیکی و بھلائی کو چھوڑ کر نہیں بلکہ توڑ کر ضائع کریگا۔یہ سب بیماری اسوقت لگتی ہے،جب بندہ میں ارادہ کی پختگی نہ ہو۔اور آخرت کا استحضار و دھیان نہ ہو۔حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روزہ نفلی ہوگا، ورنہ فرض میں اسکی گنجائش واجازت ہی نہیں۔اس لیے اسلام نے تعلیم وترغیب دی ہے کہ نوافل کوخوب اخفاء و پوشیدہ اور راز میں رکھا جائے تاکہ اخلاص وللّٰہیت کا پہلو غالب ہو)۔واللہ اعلم

یہ حدیث اور اس قسم کی بے شمار احادیث کے اندر شرک وریا کی مذمت آئی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ جملہ عبادات اور قربات کے اندر خوب خلوص وللّٰہیت کی کوشش کرے کہ وہی مقبول ہوگا جو ذات حق جل مجدہ کے شایان شان ہوگا۔کسی نے خوب کہا: دنیادار جس کام کو عادت کے طور پر کرتے ہیں،آپ اہلِ ایمان اسی کام کوعبادت و اطاعت جان کر

کریں اور ہر عمل کے شروع میں اللہ کی رضا ہو اور بعد میں استغفار ہو، امید ہے کہ اللہ جل مجدہ اس طرح منزل پر کامیاب و کامران کردے گا۔

بَابٌ : (يُجَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصُحُفٍ مُخَتَّمَةٍ فَتُنْصَبُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ)

باب: اعمال نامہ حق تعالیٰ کے سامنے

(۳۲) عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"يُجَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصُحُفٍ مُخَتَّمَةٍ فَتُنْصَبُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ لِمَلَائِكَتِهِ: اَلْقُوا هٰذَا وَ اقْبَلُوْا هٰذَا. فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ: وَ عِزَّتِكَ مَا رَأَيْنَا اِلَّا خَيْرًا فَيَقُوْلُ وَ هُوَ أَعْلَمُ: اِنَّ هٰذَا كَانَ لِغَيْرِيْ وَ لَا أَقْبَلُ الْيَوْمَ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ ابْتُغِيَ بِهٖ وَجْهِيْ."

[ضعيف] (اخرجه الدار قطنی فی سنة ج ۱ ص ۵۱)

حق جل مجدہ کی بارگاہ میں سِیل پیک اعمال نامے

(۳۲) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سِیل پیک اعمال نامے لائے جائیں گے اور ان کو حضور حق میں پیش کردیا جائے گا۔ حق جل مجدہ کا ارشاد ہوگا: فرشتو، اس کو رد کردو اور اس کو قبول کرلو، فرشتے عرض کریں گے: رب العزت تیری قسم ہم تو صرف بھلائی ہی پاتے ہیں۔ ارشاد ہوگا: جبکہ باری تعالیٰ خوب بہتر جانتا ہے۔ یہ عمل تو کسی اور کے لیے کیا گیا تھا، اور آج صرف انہی اعمال کو قبول کیا جائے گا جو محض میری رضا و خوشنودی کے لیے کیا گیا ہو۔

(سنن الدار قطنی ج ۱ صفحہ ۵۱، کنز العمال ۳/ ۷۵۰۷، ابن عساکر ۳/ ۷۵۰۶، الاتحاف ۳۰۴، ترغیب ۳/ ۶۵/ ۳۱؛ مجمع الزوائد ج ۱۰ صفحہ ۳۵۰)

شرح: حق جل مجدہ کی ذات علیم بذات الصدور ہے، غنی و بے نیاز ہے۔ حضور حق میں وہی عمل قبول ہوگا جو حق جل مجدہ کی ذات حق کے لیے کیے گئے ہوں۔ اخلاص وخلوص ایک ایسا عمل باطن ہے جس پر فرشتوں کو بھی اطلاع نہیں ہوتی، اس لیے فرشتے

بارگاہ رب العزت میں عرض کرتے ہیں: کہ میں نے تو عمل خیر کو شکل خیر میں دیکھا اس لیے خیر کی شہادت دیتے ہیں۔ رب السمٰوات والارض پر کائنات عالم کی کوئی چیز اپنے وجود سے پہلے مخفی نہیں تو بندہ کا عمل کیسے مخفی رہے گا۔ اس لیے رب العزت اپنا حتمی فیصلہ فرشتوں کو قبول اور عدم قبول کا بتلاتے ہیں کہ ان کی جناب میں کیا قبول اور کیا قبول نہیں ہے۔

اللہ ہمارے دلوں کو اپنی طرف متوجہ کرے اور اخلاص عطا فرمائے۔ آمین!

حق جل مجدہ کی جناب میں وہی قبول ہوگا جو رضاءِ حق کے لیے کیا گیا ہوگا

(۳۳) أَخْرَجَهُ رُسْتَهُ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ:

"إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَكْتُبُوْنَ أَعْمَالَ بَنِي آدَمَ فَيَأْتُوْنَ رَبَّهُم ـــ عَزَّ وَ جَلَّ ـــ فَيَقُوْمُوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ يَنْشُرُوْنَ صُحُفَهُم، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: أَلْقِ تِلْكَ الصَّحِيْفَةَ، أَثْبِتْ تِلْكَ الصَّحِيْفَةَ، فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ الَّذِيْنَ أُمِرُوْا أَنْ يُلْقُوْا الصَّحِيْفَةَ شَهِدْنَا مَعَهُمْ خَيْراً وَ رَأَيْنَاهُ. قَالَ: إِنَّهُمْ أَرَادُوْا بِهٖ غَيْرَ وَجْهِي".

(کما فی کنزالعمال جلد۳/۸۸۳۶)

(۳۳) ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حق جل مجدہ کی جانب سے فرشتے متعین ہیں، جو بنی آدمؑ کے اعمال لکھتے ہیں، جب وہ فرشتے حضور حق میں حاضر ہوتے ہیں تو اولاد آدمؑ کا صحیفۂ اعمال کھول کر پھیلا دیتے ہیں، جن کو دیکھ کر حق جل مجدہ فرماتے ہیں: ان اعمال نامہ کو ہٹاؤ اور ان کا وزن کراؤ۔ یہ حکم باری سن کر وہ فرشتے عرض کرتے ہیں جن کو ہٹانے پر مامور کیا گیا ہے: رب العزت ہم نے تو خیر ہی کا مشاہدہ کیا اور دیکھا۔ ارشاد حق ہوتا ہے: ہاں! مگر اس کی نیت رضاء حق نہ تھی، غیروں کا خیال رکھا گیا۔

(کنز العمال ۳/۸۸۳۶، الاتحاف ۸۶۳)

بَاب: (يُؤْمَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِنَاسٍ مِنَ النَّاسِ إِلَى الْجَنَّةِ حَتّٰى......)

باب: جنت کا حکم ملنے کے بعد ندامت وحسرت سے واپسی

(۳۴) عَنْ عَدِی بْنِ حَاتِمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

”يُؤْمَرُ يَوْمَ الْقِيَامَة بِنَاسٍ مِنَ النَّاسِ إِلَى الْجَنَّةِ حَتّٰى إِذَا دَنَوْا مِنْهَا وَ نَظَرُوْا إِلَيْهَا وَ اسْتَنْشَقُوْا رَائِحَتَهَا وَ إِلَى مَا أَعَدَّ اللّٰهُ لِأَهْلِها نُوْدُوْا أَنِ اصْرِفُوْهُمْ لا نَصِيْبَ لَهُمْ فِيهَا. قَالَ: فَيَرْجِعُونَ بِحَسْرَةٍ مَا رَجَعَ الْأَوَّلُوْنَ بِمِثْلِهَا. قَالَ : فَيَقُوْلُونَ: يَا رَبَّنَا، لَوْ أَدْخَلْتَنَا النَّارَ قَبْلَ أَنْ تُرِيَنَا مَا أَرَيْتَنَا مِن ثَوَابِكَ ، وَ مَا أَعْدَدْتَ فِيْهَا لِأَوْلِيَائِكَ كَانَ أَهْوَنَ عَلَيْنَا. قَالَ : ذَاكَ أَرَدْتُ بِكُمْ؛ كُنْتُمْ إِذَا خَلَوتُمْ بَارَزْتُمُوْنِى بِالْعَظَائِمِ ، وَ إِذَا لَقِيتُمُ النَّاسَ لَقِيتُمُوْهُمْ مُخْبِتِيْن، تُرَاءُوْنَ النَّاسَ بِخِلَافِ مَا تُعْطُونِى مِنْ قُلُوبِكُمْ، هَبْتُمُ النَّاسَ وَ لَمْ تَهَابُوْنِى، أَجْلَلْتُمُ النَّاسَ وَ لَمْ تُجِلُّونِى، وَ تَرَكْتُمْ لِلنَّاسِ وَ لَمْ تَتْرُكُوْا لِىْ ، فَالْيَومَ أُذِيْقُكُمْ أَلِيمَ الْعَذَابِ مَعَ مَا حَرَّمْتُكُمْ مِنَ الثَّوَابِ“.

[ضعيف جداً] (حلية الأولياء ج ٤ ص ١٢٤)

دیدۂ باطن میں مخلوق کی عظمت خالق جل مجدہ سے زیادہ ہونا شقاوت وبدبختی کی دلیل ہے

(۳۴) ترجمہ: حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن کچھ لوگوں کو جنت کی جانب لے جانے کا حکم ہوگا۔ جب وہ لوگ جنت کے قریب ہوجائیں گے، اس کی خوشبو کو سونگھیں گے اور حق جل مجدہ نے اہل جنت کے لیے جو کچھ اس میں تیار کر رکھا ہے اس کو دیکھیں گے۔ اچانک آواز پکارنے والا کہے گا: ان لوگوں کو واپس کردو، ان کا نصیب جنت میں نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ لوگ حسرت وافسوس کے ساتھ ایسے واپس ہوں گے کہ ان سے پہلے کبھی کوئی

واپس نہ ہوا ہوگا۔ یہ واپس ہونے والے حق جل مجدہ سے عرض کریں گے: رب العالمین اگر تو ہم کو جنت اور اس کا ثواب اور جو کچھ اس میں تو نے اپنے اولیاء کے لیے پیدا کیا ہے دکھلانے سے پہلے جہنم میں داخل کردیتا تو یہ ہمارے لیے بہت ہی آسان تھا (یعنی اس سے کہ ہم کو سب راحت و عافیت، نعمت و رحمت دکھلا کر اب جہنم رسید کررہا ہے) ارشاد حق ہوگا: ہاں! میں نے اسی کا ارادہ کیا کہ دکھلا کر جہنم رسید کروں (تاکہ حسرت وندامت میں اضافہ ہو) جب تم تنہائی وخلوت میں ہوتے تو معصیت وذنوب کے ذریعہ بڑائی وعظمت سے میرا مقابلہ کرتے تھے اور جب تم لوگوں سے ملتے ملاتے تو (دکھلاوا کے واسطے) متواضع بن جاتے (یعنی تنہائی وخلوت میں متکبر وجبار اور لوگوں کے مجمع میں تواضع اختیار کرتے تھے) لوگوں کو دکھلانے کے لیے یہ ظاہر کرتے کہ تمہارے دل میں میری عظمت پیوست ہے۔ حالانکہ تمہارا دل میری عظمت سے خالی تھا۔ لوگوں کے دلوں میں میری ہیبت بیٹھاتے تھے اور تم خود میری ہیبت سے خالی تھے۔ لوگوں کو مجھ سے ڈراتے تھے اور خود تمھارا دل میرے خوف سے خالی تھا۔ لوگوں کے خوف سے تم نے (بے شمار نامناسب چیزوں کو) چھوڑا اور میری رضا کی خاطر نہ چھوڑا، آج تم کو عذاب کا دردناک مزہ چکھاؤں گا، ساتھ ہی ثواب سے محروم کردوں گا۔ (حلیۃ الاولیاء ۱۲۴/۴، کنز العمال ۸۸۳۸/۳، الاتحاف ۷۹۸؛ ترغیب ۶۲/۱)

ظاہر وباطن کے عدم موافقت پر وعید

اس حدیثِ قدسی میں شدید تنبیہ کی گئی ہے دورُخے پن اور ظاہر وباطن کے عدم موافقت پر، مومن کا ظاہر باطن کا ترجمان ہوتا ہے اور باطن حق جل مجدہ کی عظمت وہیبت سے تجلیات رحمٰن کا مسکن ومستقر، یہ نعمت جس خوش نصیب کو نصیب ہوجاتی ہے اس کو لوگوں کا کیا خیال ہوگا، وہ تو اپنے رب ذوالجلال کے اجلال کا متلاشی اور خیال رکھتا ہے، اس بات کا کیا غم کہ کون مرعوب ہوا یا کس کے نظر میں میری قدر ومنزلت ہوئی، ان کی نگاہ بارگاہِ ربّ العزت پر مرکوز ہوتی ہے کہ وہاں میرا کیا شمار، اس لیے ہمہ وقت دل حق جل مجدہ کی

جانب انابت تام کے ساتھ عبد منیب کی صفت میں رہتا ہے۔

اس کے برخلاف جن لوگوں کے قلوب خوف وخشیت، عظمت وہیبت سے خالی اور معصیت وذنوب سے ظلمات وتاریکی میں غرق ہوتے ہیں، وہ ہر وقت اس بات کی کوشش میں ہوتے ہیں کہ ان کا ظاہری تقدس ووضع داری لوگوں کی نگاہ کا مرکز ہو۔ ان کو فانی دنیا کی عزت ومنصب بھی اس ظاہری وضعداری سے حاصل ہوجائے اور کبھی وہ اس کو حاصل کر بھی لیتے ہیں، جوان کا مقصد تھا۔ ایسے لوگوں کو وعید سنائی جارہی ہے کہ کل قیامت میں ان کو جنت کی باغ وبہار، نعمت اور رحمت وفرحت دکھلا کر جہنم کی طرف پھیر دیا جائے گا۔ یعنی جس طرح وہ دنیا میں صلاح وفلاح ظاہر کر کے دنیاوی مناصب وجاہ کے طالب تھے۔ حق جل مجدہ قیامت کے دن اس کو جنت دکھلا کر جہنم رسید کردیں گے تاکہ **الجزاء من جنس العمل** ہوجائے۔ جس طرح وہ دین کے لبادہ میں دنیا کے طالب تھے اب آخرت میں ان کو یہ سزا ملے گی کہ جنت کے رُخ پر لے جا کر جہنم رسید کردیا جائے گا۔ وہ لوگ اس محیر العقول فیصلے کی تبدیلی سے حیرت واستعجاب میں بارگاہ رب العزت میں عرض کریں گے: کہ رب العالمین جنت اور اس کی نعمت ورحمت دکھلا کر جہنم میں جانے کا حکم ہم لوگوں پر بہت ہی گراں گزر رہا ہے، پہلے ہی بھیج دیتے یہ آسان تھا۔ ان کو جواب ملے گا: تم تنہائی وخلوت گاہوں میں معاصی وجرائم کا ارتکاب کرتے تھے۔ گویا کہ معاصی کے ذریعہ اپنے کو میری گرفت وپکڑ سے بالاتر تصور کرتے تھے جبکہ لوگوں کے سامنے اپنے کو نیک نام ظاہر کرتے تھے۔ خلوتوں میں تمہارے دل میری عظمت وکبریائی سے خالی تھے کہ جرائم ومعاصی کا ارتکاب اور جلوتوں میں صالحین ومحبّین کا رنگ وروپ اختیار کرتے تھے۔ تمہارے دل خوف وخشیت سے خالی تھے اور لوگوں پر ظاہر کرتے کہ خاشع وخاضع ہو، وغیرہ ذلک۔ اس کی سزا یہ ہے کہ آج تم دردناک عذاب میں مبتلا ہوگے اور ثواب سے محرومی تمہارا مقدر ونصیب ہے۔ **اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا**۔

بَابُ : (يَخْرُجُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَخْتَلُّوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ......)

باب: دنیا کو دین کے ذریعے حاصل کرنا غلط ہے

(۳۵) عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه يَقُوْلُ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :

”يَخْرُجُ فِی آخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَخْتَلُّوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّينِ ، يَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُودَ الضَّأْنِ مِنَ اللِّينِ، أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلَى مِنَ السُّكَّرِ، وَ قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الذِّئابِ، يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جلَّ : أَ بِیْ يَغْتَرُّوْنَ؟ أَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِءُوْنَ؟ فَبِی حَلَفْتُ لَأَبْعَثَنَّ عَلَى أُولٰئِکَ مِنْهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمَ مِنْهُمْ حَيْرَانَ.“

آخری زمانہ میں شیریں زبان و چاپلوسی کرنے والا دین فروش

(۳۵) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آخری زمانہ میں ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو دنیا کو دین کے ذریعہ کمائیں گے، لوگوں کے دکھاوے کے لیے اون کا نرم لباس پہنیں گے، ان کی زبانیں شیریں ہوں گی، دل ان کے پھاڑ کھانے والے بھیڑیے جیسے ہوں گے۔

حق جل مجدہ فرماتا ہے: کیا وہ اس کے ذریعہ مجھ کو دھوکہ دے رہے ہیں یا مجھ پر جری ہو رہے ہیں، میں نے قسم کھا رکھی ہے میں ضرور بالضرور ان تمام لوگوں پر ایسا فتنہ مسلط کردوں گا کہ حلیم و بردبار بھی حیران ہوں گے۔ (یعنی حلیم و بردبار لوگ بھی ان کو دیکھ کر دانتوں انگلی کاٹیں گے)۔ (ترمذی)

قائدین کے درمیان ننگا اندھا فتنہ جس کو دیکھ کر دانا و بینا حیران ہوگا

(۳۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :

”إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ : لَقَدْ خَلَقْتُ خَلْقاً أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ وَ قُلُوْبُهُمْ أَمَرُّ مِنَ الصَّبْرِ، فَبِی حَلَفْتُ لَأُتِيْحَنَّهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمُ مِنْهُمْ حَيْرَانَ، فَبِی يَغْتَرُّوْنَ أَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِءُوْنَ.“ [ضعيف] أخرجه الترمذی فی سننه ج: ۴/۲۴۰۴، ۲۴۰۵)

(۳۵۔ب) ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا: میں نے ایسی مخلوق پیدا کی ہے جس کی زبان شہد سے زیادہ شیریں اور دل ایلوے سے زیادہ کڑوا اور سخت ہے۔ میں نے اپنی ذات کی قسم کھا رکھی ہے، میں ان لوگوں پر ایسا سنگین، ہوش اڑا دینے والا فتنہ مسلّط کردوں گا کہ دانا و باشعور، حلیم و بردبار لوگ بھی ہوش کھودیں گے، حیران ہوجائیں گے (کہ کیا ہوگیا؟) کیا یہ لوگ مجھ کو دھوکہ دے رہے ہیں یا مجھ پر اپنی اس حرکت ناشائستہ سے جرأت کرتے ہیں اور جری بنتے ہیں؟

(ترمذی ج۴/۲۴۰۴/۲۴۰۵،شرح السنۃ ج۱۴/ ۴۱۹۹،ترغیب ج۱/۵۳ الاتحاف ۳۶۱،الجامع الصغیر البانی ۶/ ۶۴۳۶)

دنیا سجانے بسانے کے لیے دینی لبادہ

مذکورہ حدیث قدسی میں اُن قائدین ملت کو تنبیہ کی گئی ہے، جو اپنی شیریں زبان و بیان سے امت کو دغا و دھوکہ دے کر غلط رُخ اختیار کرکے لوگوں سے اپنی دنیا بساتے اور آباد کرتے ہیں۔ ان کی یہ شیریں زبانی حق جل مجدہ کی عظمت وہیبت کی بناء پر نہیں، نہ ہی مخلوق الٰہی پر شفقت و محبت کے سبب تھی، بس ان کا مقصد اپنی دنیا سجانا بسانا تھا۔ اپنی ذات سے محبت تھی، لوگوں کو دھوکہ اور فریب میں پھنسانا تھا، ان کی زبان ولباس کا مقصد بس دنیا کو یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ عوام کے محبّ و مخلص ہیں حالانکہ سب کا سب متاع فانی کا حصول تھا نہ کہ قوم یا وطن کی خدمت۔ جس کے لیے انھوں نے زبان میٹھی اور لباس موٹا جھوٹا پہنا۔ حق جل مجدہ فرماتا ہے: کیا ایسے لوگ میری عدم گرفت یا میری ڈھیل سے دھوکہ کھارہے ہیں یا مجھ پر جری بن رہے ہیں۔ جبکہ میں حلیم ہونے کے ساتھ جبار و منتقم بھی ہوں، میری پکڑ بھی شدید ہے۔ ایسے لوگوں پر میرا جلد عذاب نہ آنا دھوکہ میں نہ رکھے، میں ان کی تنہائیوں کی حرکتوں کو خوب جانتا ہوں۔ میرے محارم کا پامال ہونا اور میرے امر کی مخالفت کرنا ان کو جری بنارہا ہے۔ تو سنو میں نے یہ قسم کھالی ہے کہ ایسے لوگوں پر ایسا ننگا اندھا فتنہ مسلط کردوں گا کہ دانا و بینا باشعور بھی حیران ہوگا اور اس سے نکلنے کی ہر تدابیر کو مزید فتنے کا سبب بناؤں گا جو کسی بھی طرح ان سے جدا نہ ہوگا۔ وقت کے مدبر و حلیم بھی ان سے اس فتنہ

کو دور نہ کرسکیں گے۔ ان کی بھی شُد بُد کھو جائے گی اور دانتوں سے انگلی کاٹیں گے یہ کیا ہوا؟ طریقِ ہدایت ان پر گم ہو جائے گی۔ یہ ان کے گناہ وسیئات کی سزا ہوگی اور اس طرح وہ اپنے کیے ہوئے اعمالِ بد کا کڑوا پھل کھائیں گے۔ اِلّا یہ کہ وہ اپنی اس بدکرداری سے توبہ کرلیں اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جائیں۔

یہ حدیث ہم سبھی قائدینِ ملت خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے سب کو رجوع الی اللہ اور اخلاص للہ کی دعوت عام دے رہی ہے۔ آج ہماری ملّت کے قائدین کا آپسی اختلاف وانتشار، جاہ ومنصب کے حصول کی خانہ جنگی، دینی اداروں وتنظیموں اور ملّی قیادتوں پر جاہلوں وناہلوں وناتجربہ کاروں کا تعین جن کے ہاتھوں اجداد واکابر کا تقدس پامال ہو رہا ہے نفس پرستی وجاہ طلبی کا خمار ایسا غالب ہے کہ وہ بھول گئے کہ ہم کون ہیں اور ہمارے آباواسلاف کون تھے جس کو دیکھ کر حلیم حیران، انگشت بدنداں ہیں۔ موجودہ دور میں مسلمانوں کے قائدین کا فتنہ ہمیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کے ذریعہ ختم نبوت کا حتمی عقیدہ بھی فراہم کر رہا ہے جو خود دلیل نبوت ہے۔

ایسے پریشان وتباہ کن حالات کا مسلّط ہوجانا کہ عالم بھی صحیح سمت کا فیصلہ نہ کرسکے

(۳۶) عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ:

”أَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَى نَبِيٍّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلام“: مَا بَالُ قَوْمِكَ يَلْبَسُوْنَ مُسُوْكَ الضَّأْنِ وَ يَتَشَبَّهُوْنَ بِالرُّهْبَانِ، كَلامُهُمْ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ، وَ قُلُوْبُهُمْ أَمَرُّ مِنَ الصَّبْرِ؟ أَ بِي يَغْتَرُّوْنَ؟ أَمْ إِيَّايَ يُخَادِعُوْنَ؟ وَعِزَّتِي لَأَتْرُكَنَّ الْعَالِمَ مِنْهُم حَيْرَانَ: لَيْسَ مِنِّي مَنْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ، أَوْ سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ. مَنْ آمَنَ بِي فَلْيَتَوَكَّلْ عَلَيَّ، وَ مَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِي فَلْيَتَّبِعْ غَيْرِي.

[ضعيف] (كتاب الزهد لأحمد ص ٥٢)

(۳۶) ترجمہ: ربیع بن انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حق جل مجدہ نے اپنے کسی نبی

پر انبیاء علیہم السلام کے درمیان وحی بھیجی، آپ کی قوم کو کیا ہوگیا ہے کہ بھیڑ کے بال کا اونی کپڑا پہنتی ہے، رُھبان یعنی راہبوں جیسے مشابہت اختیار کرتی ہے؟ ان کی باتیں شہد جیسی شیریں، اور دل ان کا ایلوا سے زیادہ کڑوا۔ کیا میری عدم پکڑ سے وہ کسی فریب ودھوکہ میں آکر ڈھیٹ تو نہیں بن رہے ہیں یا مجھ کو اپنی حرکتوں سے دھوکہ میں ڈال رہے ہیں۔ مجھ کو میری عزت کی قسم، میں ان کو ایسے پریشان وتباہ کن حالات میں ڈال کر چھوڑ دوں گا کہ عالم بھی حیران وششدر رہ جائے گا۔ اس شخص کا مجھ سے کوئی واسطہ و تعلق نہیں جو کہانت کرتا ہے یا دوسرے سے کہانت کراتا ہے، یا سحر وجادو کرتا ہے یا کراتا ہے۔ جو شخص مجھ پر ایمان لایا اس کو مجھ پر ہی توکل وبھروسہ کرنا چاہیے اور جو مجھ پر ایمان نہیں لایا تو وہ جس کی چاہے پیروی کرے۔ (کتاب الزہد احمد صفحہ ۵۲)

پانی سے تنکا نکال دیتے ہو اور گناہ کا پہاڑ ہضم کر جاتے ہو

اس حدیث کی شرح میں وہب بن منبہ سے امام احمد نے ایک اور روایت نقل کی ہے: حق جل مجدہ نے علماء بنی اسرائیل سے فرمایا: تم لوگ تفقہہ دین کے لیے نہیں، علم کو عمل کے لیے نہیں سیکھتے بلکہ دنیا کو آخرت کے عمل کے ذریعہ کماتے ہو اور اون کا موٹا جھوٹا کپڑا پہنتے ہو، دل میں پھاڑ کھانے والا بھیڑیا چھپائے ہو، اپنے پینے کے پانی سے تنکا بھی نکال دیتے جبکہ گناہوں کے پہاڑ کو آسانی سے کھا جاتے اور ہضم کر جاتے ہو۔ دین پر چلنا لوگوں کے لیے بھاری مشکل بنا دیتے ہو اور ان کی انگلی کے پور بھر مدد نہیں کرتے ،سفید کپڑا زیب تن کرتے ہو، نماز لمبی لمبی پڑھتے ہو اور اس کے ذریعہ (ریلیف کے نام پر) یتیم و بیواؤں کے مال کو ہڑپ جاتے ہو (کلی طور پر یا جزوی طور پر جو آج کل خوب مشاہدہ ہو رہا ہے، جب بھی کوئی بلاء ملت یا اُمت پر آئی، ملینوں ریلیف جمع ہوا، کبھی یہ قائدِ ملت اس رقم سے الیکشن لڑتے ہیں ،کبھی MLA,M.P کا فارم بھرتے ہیں، بیواؤں یتیموں کا مال نام نہاد ملت کا جھوٹا غم کھانے والے ہضم کر جاتے ہیں۔) اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنھَا. اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ

الْمُسْتَقِيْمَ.

حق جل مجدہ فرماتے ہیں: مجھ کو عزت وشان کی قسم ان لوگوں پر ایسا اندھا فتنہ مسلّط کردوں گا کہ اہل دانش، اہل الرائے باشعور اور دانا بینا بھی ہوش کھودیں گے، ششدر رہ جائیں گے۔ صحیح رُخ اور راہِ نجات کا سراغ نہ لگاسکیں گے۔ حکیم وفہیم، بصیر وبصارت والے بھی مبہوت الحواس ہوجائیں گے اور کسی کو اس فتنۂ سوداء سے نکلنے کا راستہ نہیں ملے گا۔

(الزہد، امام احمد صفحہ ۵۳)

اللہ اکبر کبیراً۔ یا اللہ یاہادی تو ہی ہمارے قائدین اور اولاد قائدین کو صحیح رخ پر لگا دے، میرے اللہ کیا قیامت آگئی ہے؟ ہم جن کے اجداد کو رشد وہدایت کے امام، فہم و فراست کے بلند وبالا مقام پر پاتے ہیں آج ان کی اولاد یہود کی غلام بن کر ملت کو فروخت کررہی ہیں، جس خاندان نے غیروں کو سینے سے لگایا اب اس خاندان کا بچہ اپنے حقیقی افرادِ خاندان کی عزت کو پامال کررہا ہے اور جس کے خاندان سے ولایت تقسیم ہوئی تھی آج وہی گھرانہ ولایت کی جگہ جہالت اور جاہلیت سوداء کا شکار ہورہا ہے، میرے اللہ! ہم انہی کے اجداد کی تکبیر وتہلیل، تسبیح وتحمید، تقدس وطہارت کا واسطہ دے کر اپنے لیے اور ان کے لیے ہدایت وسعادت طلب کرتے ہیں۔ انک سمیع الدعاء۔ آمین۔

حق جل مجدہ کا کھدر پوش دینی ڈاکوؤں کو انابت وتوبہ کا موقع

(۳۷) لِابْنِ عَسَاكِرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: مِنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا:

"قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى : عِبَادٌ لِيْ، يَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ مُسُوْكَ الضَّأْنِ وَ قُلُوْبُهُمْ أَمَرُّ مِنَ الصَّبْرِ ، أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ يَخْتِلُوْنَ النَّاسَ بِدِيْنِهِمْ. أَ بِيْ يَغْتَرُّوْنَ أَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِءُوْنَ؟ فَبِيْ أَقْسَمْتُ لَأُلْبِسَنَّهُمْ فِتْنَةً تَذَرُ الْحَلِيْمَ فِيْهَا حَيْرَانَ۔ [ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ۱۰ / ۲۹۰۵۵، وفی الاتحافات ۵۷)

(۳۷) ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے فرمایا: میرے کچھ بندے ایسے ہیں جو لوگوں کو دکھلانے کے لیے موٹا جھوٹا اونی لباس پہنتے ہیں (آج کل

کھادی کا یا کھدر کا لباس پہنا جاتا ہے کہ ہم قوم اور ملک وملت کے خادم ہیں جبکہ یہ دینی غنڈے اور ملک وملت کے رہزن اور قوم فروش اور ننگ ملت ہیں ،اللہ ان سے ملت کی حفاظت فرمائے ،آمین۔ ان کا مقصد بزرگوں کی مشابہت اور خادم قوم کا لقب حاصل کرنا ہے)اوران کے دل گندے بدبودار اور ایلوے سے بھی زیادہ کڑوے ہیں، ان کی شہد سے زیادہ شیریں زبانیں لوگوں کو دین کے اعتبار سے دھوکے میں ڈالتی ہیں۔ کیا وہ میری طرف سے دھوکے میں ہیں یا مجھ پر جری بن رہے ہیں؟ تو میں نے اپنی ذات کی قسم کھالی ہے کہ ان لوگوں پر ایسا سنگین فتنہ اور بَلا مسلّط کروں گا کہ حلیم وعقل مند بھی حیران رہ جائیں گے۔
(کنزالعمال ۱۰/ ۲۹۰۵۵، الاتحاف ۵۷)

آستانوں کے مجاور، دین کے ڈاکو ہیں

حدیث شریف میں ایسے لوگوں کی اطلاع دی گئی ہے، جو دیندار لوگوں کے وضع قطع میں صالحین وصلحاء کی شکل وصورت میں اوراولیاء اللہ کے رنگ وڈھنگ میں ظاہر ہوں گے۔ وہ مذہبی لٹیرے اور دینی غنڈے ہوں گے۔ دل ان کے بھیڑیے جیسے پھاڑ کھانے والے ہوں گے۔ کلام میں بے حد شیرینی اور مٹھاس ہوگی، لوگوں کو دین میں دھوکہ اور فریب دیں گے۔ جب ان کے پاس خود ہی دین نہیں ہوگا (دجل وفریب کے علاوہ) وہ غیروں کو کہاں سے صراطِ مستقیم کی ہدایت دیں گے! آج ایسے مذہبی ڈاکوؤں کی کیا کمی ہے! ہند و پاک کے بے شمار خاندانِ اولیاء کے فرزندوں کو یہ حدیث قدسی فکرِ آخرت کی دعوت دیتی ہے جن کے پاس محض نام رہ گیا ہے اور خاندانی تقدس۔

ہند و پاک کے مقدس اولیاء کرام کے آستانوں پر بدقسمتی سے انھی مذہبی ڈاکوؤں کا قبضہ ہے۔ جہاں عورت ومرد کے درمیان اختلاط ہی نہیں؛ بلکہ وہ سب کچھ ہوتا ہے جو نا قابلِ بیان ونا قابل شنید ہے۔ جن ولیوں اور بزرگوں نے پوری زندگی مزامیر اور ڈھول باجوں سے اجتناب ہی نہیں کیا؛ بلکہ تردید میں کتابیں لکھیں، مرتے وقت خرافات سے اپنی قبروں کو دور رکھنے کی وصیتیں کیں؛ لیکن آج انھی کی قبروں پر یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ اصل

میں یہ دین کے نام پر تجارت ہے۔ لوگ بھی خوش کہ ان کی مرادیں رب العالمین کے عرش عظیم کے سواء زمین پر پوری ہورہی ہیں اور جناب کے معاش کا مسئلہ بھی حل ہے۔ پھر بدعت کیسے نظر آئے گی؟ جاہ وباہ طلبی اور نفس وعیش پرستی کے لیے قوم وملّت کے خزانہ پر غاصبانہ قبضہ کب سوچنے کا موقع دے گی جبکہ شمال ویمین میں بُرے مشیر بھی جمع ہوگئے ہوں پھر اُن سفہاء و احمقوں کی حرکتوں پر راسخینِ علم، حلیم وفہیم، باشعور، دانا وبینا حیران ہی ہوں گے اوراس کے علاوہ وہ کرہی کیا سکتے ہیں۔ اللہ ہی ہماری ملّت کا محافظ ہے۔

دین کو دنیاوی اغراض ومقاصد کے لیے استعمال کرنا باعثِ فتنہ ہے

(۳۸) لِأَبِی سَعِیْدٍ النَّقَّاشِ فِیْ مُعْجَمِهٖ وَ ابْنِ النَّجَّارِ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ:

"أَنْزَلَ اللّٰهُ فِي بَعْضِ كِتَابِهٖ وَ أَوْحَى إِلَى بَعْضِ أَنْبِيَائِهٖ : قُلْ لِلَّذِيْنَ يَتَفَقَّهُونَ بِغَيْرِ الدِّيْنِ ، وَ يَتَعَلَّمُونَ لِغَيْرِ الْعِلْمِ ، وَ يَطْلُبُوْنَ الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْآخِرَةِ ، وَ يَلْبَسُونَ لِبَاسَ مُسُوكِ الْكِبَاشِ ، وَ قُلُوْبُهُمْ قُلُوبُ الذِّئَابِ، أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ، وَقُلُوبُهُم أَمَرُّمِنَ الصَّبْرِ. إِيَّايَ يَخْدَعُوْنَ؟ أَوْ بِي يَسْتَهْزِئُوْنَ؟ فَبِي حَلَفْتُ لَأُتِيْحَنَّ لَهُمْ فِتْنَةً تَذَرُ الْحَلِيْمَ فِيْهِمْ حَيْرَانَ."

[ضعيف] (كما في كنزالعمال ج ۱۰/ ۲۹۰۵۴، وفي الإتحافات ۳۳۹)

(۳۸) ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ حق جل مجدہ نے بعض کتابوں میں نازل فرمایا ہے اور بعض انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمایا: کہ ان لوگوں کو کہہ دو، جو فقہ و بصیرت اور حصولِ علم سے عمل مقصود نہیں رکھتے اور دنیا کو دین کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں اور زہد و بزرگی ظاہر کرنے کے لیے بھیڑ کی کھال پہنتے ہیں (آج کل کھادی کا کرتا، شلوار اور پائجامہ استعمال ہوتا ہے) حالانکہ دل تو ان کے بھیڑیے جیسے ہیں اور زبان ان کی شہد جیسی میٹھی ہے (یعنی سخت دل اور نرم زبان ہیں) اور دل ان کا ایلوے سے زیادہ کڑوا ہے، کیا وہ مجھ کو دھوکہ دیتے ہیں؟ یا میرا مذاق اڑاتے ہیں؟ میں نے اپنی ذات کی قسم کھا رکھی ہے کہ ان پر ایسا فتنہ مسلّط کردیں گے کہ وہ کسی بھی طرح اس سے نجات پا کر نکل

نہیں سکتے اور ایک حلیم و بردبار بھی اس فتنہ کو دیکھ کر حیران رہ جائے گا۔
(کنز العمال ۱۰ ص ۲۹۰۵۴۔ الاتحاف ۳۳۹)

دینی علوم کا مقصد فضائل ہے نہ کہ وسائل

دینی علوم کو محض فضائل کے لیے سیکھنا اور رضاء الٰہی کے لیے صرف کرنا ایمان کا اعلیٰ ترین درجہ ہے، اور دونوں جہاں کی عزت و عصمت کا ذریعہ وسبب ہے، اور دین کا مقصد بھی صرف یہ ہے کہ اللہ جل مجدہ کی ذات کے ساتھ تعلق استوار کرلیا جائے اور قرب کی منزلیں طے کرلی جائیں، حسبِ استطاعت فریضۂ عبدیت کو نبھاتے ہوئے مغفرت و رحمت کو پالیا جائے، نہ کہ ربّانی علومِ دینیہ کو اپنے مسائل کے حصول کا ذریعہ و وسیلہ بنایا جائے یا اپنے ذاتی مفاد کے لیے دین اور دینی منصب کو استعمال کیا جائے، یا یہ کہ دین کے متعارف مقام سے دنیاوی اغراض کو حاصل کیا جائے، ایسا کرنا اتنا سنگین جرم ہے کہ اللہ پاک اپنی ذات کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ میں اس شخص پر ایسا فتنہ مسلّط کروں گا کہ دیکھنے والا بھی حیران رہ جائے گا اور کسی بھی طرح وہ شخص اس فتنہ سے نکل نہ سکے گا، جو اس کا مرتکب ہوگا۔ ظاہری علامت یہ بتلائی گئی، کہ زبان بہت ہی چاپلوسی کی میٹھی میٹھی ہوگی، اور دل بھیڑیے جیسا درندہ صفت سخت اور تنگ دل، کیا یہ لوگ اپنی اس حرکت سے یہ تو نہیں سوچتے کہ اللہ پاک کو دھوکہ دے رہے ہیں؟ یا اللہ پاک کی ڈھیل سے کہیں یہ تو نہیں تصور کیے ہوئے ہیں کہ حق جل مجدہ کے ساتھ مذاق کررہے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں اس فتنے سے محفوظ فرمائے، اور صراطِ مستقیم کی استقامت عطاء فرمائے، آمین ثم آمین۔

مذکورہ حدیث پاک میں ایک اور بھی خطرناک امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، کہ اللہ پاک ایسے لوگوں کو غیر متوقع حالات وفتن میں مبتلا کریں گے جن سے نجات کی کوئی شکل نہیں بن پڑے گی اور وہ انھیں میں پھنسے رہ جائیں گے۔

بَابُ : (إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لِمَلَائِکَتِهٖ: إِنَّ هٰذَا لَمْ یُرِدْنِیْ بِعَمَلِهٖ)
باب: اس بندہ نے عمل میں میری رضا کوملحوظ نہیں رکھا

(۳۹) لِابْنِ الْمُبَارَکِ وَ اَبِی الشَّیْخِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ حَبِیْبٍ رضی اللہ عنہ مُرْسَلاً:

”إِنَّ الْمَلَائِکَةَ یَرْفَعُوْنَ أَعْمَالَ الْعَبْدِ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ یَسْتَکْبِرُوْنَهٗ وَ یُزَکُّوْنَهٗ حَتّٰی یَبْلُغُوْا بِهٖ إِلَی حَیْثُ شَاءَ اللّٰهُ مِنْ سُلْطَانِهٖ فَیُوحِی اللّٰهُ إِلَیْهِمْ: إِنَّکُمْ حَفَظَةٌ عَلَی عَمَلِ عَبْدِی، وَ أَنَا رَقِیْبٌ عَلَی مَا فِی نَفْسِهٖ. إِنَّ عَبْدِی هَذَا لَمْ یُخْلِصْ لِیْ عَمَلَهٗ فَاجْعَلُوْهُ فِی سِجِّیْنٍ، وَ یَصْعَدُوْنَ بِعَمَلِ الْعَبْدِ یَسْتَقِلُّوْنَهٗ وَ یَحْقِرُوْنَهٗ حَتّٰی یَبْلُغُوْا بِهٖ إِلَی حَیْثُ شَاءَ مِنْ سُلْطَانِهٖ فَیُوحِی اللّٰهُ إِلَیْهِمْ : إِنَّکُمْ حَفَظَةٌ عَلَی عَمَلِ عَبْدِی، وَ أَنَا رَقِیْبٌ عَلَی نَفْسِهٖ ؛ إِنَّ عَبْدِی هٰذَا أَخْلَصَ لِی عَمَلَهٗ فَاجْعَلُوْهُ فِی عِلِّیِّیْنَ.“

[ضعیف جداً] (کما فی کنز العمال ج ۳/۷۵۰۸، وفی الإتحافات ٤٥٢)

بندوں کے اعمال نامے علّیّین یا سجّیین میں

(۳۹) ترجمہ: حمزہ بن حبیبؓ سے مرسلاً روایت ہے، فرشتے اللہ پاک کے بندوں میں سے ایک بندہ کا اعمال لے جاتے ہیں اور اس میں زیادتی و بڑھوتری کرتے رہتے ہیں اور اس کی تعریف و بزرگی بیان کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ بندہ نیکی کی وجہ سے جتنا اللہ پاک چاہتے ہیں مقام بھی حاصل کر لیتا ہے، پھر اللہ پاک فرشتوں کو وحی کے ذریعہ بتلاتے ہیں، تم لوگ میرے بندے کے بس اعمال کے محافظ تھے اور میں تو بندے کے دل کا محافظ و نگہبان ہوں، دیکھو! میرا یہ بندہ اعمال میں میری رضا و خوشنودی کے طلب میں مخلص نہ تھا تو اس کو جہنم میں ڈال دو، سجّین میں ڈال دو، اور فرشتے ایک بندہ کا عمل لے کر جاتے ہیں اور اس کو کم سمجھتے ہیں، اور اس کی تحقیر و کمی بیان کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ بندہ اس کی وجہ سے اللہ پاک کی نگاہ میں گر جاتا ہے جتنا اللہ پاک چاہتے ہیں، پھر اللہ پاک فرشتوں

کو وحی کرتے ہیں کہ تم تو فقط میرے بندوں کے اعمال کے محافظ تھے اور میں بندوں کے دل کی کیفیت کا نگہبان ہوں، دیکھو! میرا یہ بندہ سب کے سب اعمال محض میری رضا و خوشنودی کے لیے کرتا تھا، تو اس کا ٹھکانہ علّیّین و جنت میں رکھو۔ (کنز العمال ۳/ ۷۵۰۸)

علّیّین وسجّین کا مقام

سجّین کے معنی تنگ جگہ میں قید کرنے کے ہیں، یا دائمی قید و بند کے ہیں، سجّین ایک مقامِ خاص کا نام ہے، جو ساتویں زمین میں کفار و فجار کی ارواح کا ٹھکانہ ہے اور اسی مقام میں ان کے اعمال نامہ رہتے ہیں اور علّیّین ساتویں آسمان میں زیر عرش ہے۔ گویا کہ سجّین کفار و فجار کی ارواح کا مستقر ہے اور علّیّین مؤمنین متقین کی ارواح کی جگہ۔

بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت آسمان میں ہے اور جہنم ساتویں زمین میں اور سجّین جہنم کے ایک مقام کا نام ہے۔ کفار و فجار کے اعمال نامے مہر لگا کر محفوظ کرنے کی جگہ سجّین ہے اور یہیں کفار کی ارواح کو جمع کر دیا جائے گا۔ جبکہ علّیّین ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے واقع ہے، اور جنت کا مقام بھی زیر عرش ہے، اس لیے مقامِ ارواحِ مؤمنین جب علّیّین ہوا تو وہ جنت کے متصل ہے اور ان کی ارواح کو جنت کے باغات کی سیر نصیب ہے، اس لیے ان کے مقام کو جنت بھی کہا جاسکتا ہے یا سیدھی سادی تعبیریوں کی جائے کہ عالم برزخ کے دو حصے ہیں؛ ایک کا تعلق جہنم سے ہے جس کو سجّین کہتے ہیں، جو کفار کا ٹھکانہ ہے، اور ایک کا جنت سے جس کو علّیّین کہتے ہیں جو حشر و قیامت کے بعد مؤمنین کا ٹھکانہ ہے۔

نیت و ارادہ سے اعمال بدل جاتے ہیں

اس حدیث سے ایک اور بات بھی معلوم ہوئی کہ بسا اوقات بندہ اعمال صالحہ میں مخلص اور رضاء الٰہی کا طالب وخواہاں ہوتا ہے اور اس کی زندگی اسی اخلاص کے ساتھ بسر ہوتی رہتی ہے، پھر اچانک وہ اپنے ماضی کے اعمال صالحہ سے ذلیل دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے، خواہ دل ہی دل میں ارادہ بدلتا ہے یا سوچتا ہے کہ میں بڑا بن گیا یا اتنے دن اعمال

صالحہ کرتے ہوئے ہوگئے، پھر وہ عجب و کبر میں مبتلا ہوجاتا ہے، اللہ پاک چونکہ عَلِیُمٌ بِذَاتِ الصُّدُوُرِ ہیں، اس کی غلط نیتوں کو جانتے ہیں، فوراً پوری زندگی کے اعمال صالحہ اکارت ہوکر ضائع ہوجاتے ہیں اور فرشتوں کو آگاہ کردیا جاتا ہے کہ جس بندہ کے تم اعمال صالحہ اتنے دنوں سے لکھتے آرہے ہو اور اس کا اتنا اتنا مقام بھی بلند ہوگیا تھا، مگر اب اس بندہ نے اپنے ماضی کے تمام خلوص وللّٰہیت کو بدل دیا، اس لیے اب اس کا اعمال نامہ سجّین میں ڈال دو جو فجار وفسّاق کے اعمال نامے کا مقام خاص ہے۔

ایک دوسرا شخص جس نے پوری زندگی ریا وعجب، کبر وغرور میں گزاری، توبہ و استغفار کے ساتھ انابت وللّٰہیت پیدا کرتا ہے، اللہ پاک فرشتوں کو حکم دیتے ہیں: کہ فلاں بندہ جو پہلے مخلص نہ تھا اور اس کا مقام بھی میرے نزدیک گرگیا تھا، اب وہ توبہ واستغفار سے ماضی کے بےعملی پر نادم ہے اور اعمال میں جو ریا ہوگیا تھا اس پر استغفار ومعافی مانگتا ہے، اس کا اعمال نامہ سجّین سے ختم کرکے علیین میں لکھ دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی بھی وقت اپنے آپ کو فریب نفس میں مبتلا نہ کرے، جب خیال آجائے تو اللہ پاک کی طرف توبہ واستغفار کے ساتھ رجوع کرے، اور کسی برے شخص کو بھی برا نہ کہے کہ نہ معلوم وہ کب مقرب بن جائے اور خاصانِ بارگاہ رب العزت میں اس کا نام لکھ لیا جائے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ : (إِذَا كَانَ آخِرَ الزَّمَانِ صَارَتْ أُمَّتِيْ ثَلاثَ فِرَقٍ......)

باب: آخری زمانہ میں امت کا افتراق واختلاف

(۴۰) مِنْ رِوَايَةِ الطِّبْرَانِيِّ فِي الْأَوْسَطِ عن اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

" إِذَا كَانَ آخِرُ الزَّمَانِ صَارَتْ أُمَّتِي ثَلاثَ فِرَقٍ: فِرْقَةٌ يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ خَالِصًا، وَ فِرْقَةٌ يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ رِيَاءً، وَ فِرْقَةٌ يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ لِيَسْتَأْكِلُوا بِهِ النَّاسَ فَإِذَا جَمَعَهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ لِلَّذِي يَسْتَأْكِلُ النَّاسَ: بِعِزَّتِي وَ جَلَالِي مَا أَرَدْتَ بِعِبَادَتِي؟ فَيَقُوْلُ : وَ عِزَّتِكَ وَ جَلَالِكَ اَسْتَأْكِلُ بِهِ النَّاسَ. قَالَ: لَمْ

يَـنْـفَـعُكَ مَـا جَـمَـعْتَ، اِنْطَلِقُوا بِهِ إِلَى النَّارِ. ثُمَّ يَقُوْلُ لِلَّذِى كَانَ يَعْبُدُهُ رِيَاءً: بِـعِـزَّتِـي وَ جَلَالِـي مَا أَرَدْتَ بِعِبَادَتِي؟ قَالَ: بِعِزَّتِكَ وَ جَلَالِكَ رِيَاءَ النَّاسِ. قَـالَ: لَمْ يَصْعَدْ إِلَيَّ مِنْهُ شَيْءٌ، اِنْطَلِقُوْا بِهِ إِلَى النَّارِ. ثُمَّ يَقُوْلُ لِلَّذِى كَانَ يَعْبُدُهُ خَـالِـصًـا: بِعِزَّتِي وَ جَلَالِي مَا أَرَدْتَ بِعِبَادَتِي؟ قَالَ: بِعِزَّتِكَ وَ جَلَالِكَ أَنْتَ أَعْلَمُ بِذَلِكَ مَنْ أَرَدْتُ بِهِ، أَرَدْتُ بِهِ ذِكْرَكَ وَ وَجْهَكَ قَالَ: صَدَقَ عَبْدِى اِنْطَلِقُوْا بِهٖ إِلَى الْجَنَّةِ.“ [ضعيف] (كما فى الترغيب والترهيب ج١ ص٦٤)

اعمال کے اعتبار سے میری امت تین فرقوں میں بٹے گی

(۴۰) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آخری زمانہ آئے گا، میری امت تین گروہ میں اعمال کے اعتبار سے بٹ جائے گی۔ ایک فرقہ حق جل مجدہ کی عبادت اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ کرے گا (جن کا مقصد محض رضاءِ رب ہوگا) اور ایک گروہ صرف دکھاوے کے لیے عبادت کی شکل اختیار کرے گا (أعاذنا اللّٰه) اور ایک گروہ و جماعت کا مقصد عبادت کے ذریعہ لوگوں کا مال ہڑپ کرنا اور متاعِ دنیا کمانا اور کھانا ہوگا۔ أعاذنا الله۔ جب حق جل مجدہ قیامت کے دن سب لوگوں کو جمع فرمائیں گے۔ تو جو لوگوں کا مال کھانے کمانے کے لیے عبادت کرتا تھا اس سے ارشاد ہوگا: تجھ کو میری عزّت وجلال کی قسم تو میری عبادت کیوں کرتا تھا؟ تیرا مقصد کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا: رب العزت تیری قسم اور تیری عظمتِ شان کی قسم، بس لوگوں کا مال کھانا کمانا۔ حق جل مجدہ کا ارشاد ہوگا: تو نے جو مال جمع کیا وہ آج تجھ کو نفع نہ دے گا۔ حکم ہوگا اس کو جہنم میں لے جاؤ۔

پھر ارشاد باری ہوگا اس ریاکار عبادت والے سے: مجھ کو میری عزت وجلال کی قسم، تیرا مقصد میری عبادت سے کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا: تیری عزت وجلال کی قسم، محض لوگوں کو دکھلانا تھا، حق جل مجدہ فرمائے گا: تیرا کوئی عمل مجھ تک نہیں آیا۔ اس کو بھی جہنم میں لے

جاؤ۔ پھر مخلص عبادت گزار کو خطاب ہوگا: مجھ کو میری عزت وجلال کی قسم، تمہارا مقصد میری عبادت سے کیا تھا؟ وہ بندۂ مخلص عرض کرے گا: رب العزت تیری عزت وجلال کی قسم تو بہتر جانتا ہے کہ میں نے کیا چاہا تھا اس عبادت کے ذریعہ۔ میں تو اس کے ذریعہ آپ کی یاد اور آپ کی خوشی کا طالب تھا۔ حق جل مجدہ فرمائیں گے میرے بندے نے سچ کہا، اس کو جنت میں لے جاؤ۔ (الترغیب والترہیب ج۱ص۶۴، مجمع الزوائد ج۱۶ص۳۵۰)

بَاب : (يُؤْتَى بِعِصَابَةٍ مِّنْ أُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ هُمُ الْقُرَّاءُ......)

باب: قیامت کے دن قراء کی جماعت

(۴۱) لِأَبِي الشَّيْخِ مِنْ حَدِيْثِ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ مِنْ طَرِيْقِ أَبَّانٍ:

”يُؤْتَى بِعِصَابَةٍ مِنْ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ هُمُ الْقُرَّاءُ فَيُقَالُ لَهُمْ: مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ؟ قَالُوْا : إِيَّاكَ رَبَّنَا . قَالَ: فَمَنْ كُنْتُمْ تَسْأَلُوْنَ؟ قَالُوْا: إِيَّاكَ رَبَّنَا. قَالَ : فَمَنْ كُنْتُمْ تَسْتَغْفِرُوْنَ؟ قَالُوْا: إِيَّاكَ رَبَّنَا. فَيَقُوْلُ : عَبَدْتُمُوْنِي بِالْكَلَامِ، وَاسْتَغْفَرْتُمُوْنِي بِالْأَلْسُنِ، وَ أَصْرَرْتُمْ بِالْقُلُوْبِ. فَيُنْظَمُوْنَ فِي سِلْسِلَةٍ ثُمَّ يُطَافُ بِهِمْ عَلَى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ فَيُقَالُ : هٰؤُلَاءِ كَانُوْا قُرَّاءَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ.“

[موضوع] (كما فى تنزيه الشريعة المرفوعة، ج:۱، ص:۲۷۳/۶۱)

قیامت کے دن میری امت کے قرّاء کی ایک جماعت کو لایا جائے گا

(۴۱) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے: قیامت کے دن میری امت کی ایک قراء کی جماعت کو لایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ عرض کرے گا: آپ کی ہی یا رب۔ پھر سوال ہوگا کس سے سوال کرتے تھے؟ وہ عرض کریں گے: تجھ سے ہی یارب۔ سوال ہوگا مغفرت کس سے مانگتے تھے؟ وہ عرض کریں گے: تجھ سے ہی یارب۔ ارشاد ہوگا: تم نے لوگوں میں میری عبادت بات وکلام کے ذریعہ کی (یعنی محض باتوں سے میری عبادت کرتے تھے کردار وعمل سے نہیں) اور استغفار محض

زبان سے کرتے تھے اور دل غفلت میں غرق تھا۔ ان لوگوں کو ایک زنجیر میں جکڑ کر تمام لوگوں کے درمیان پھرایا جائے گا۔ کہا جائے گا کہ یہ ہیں امت کے قراء۔

بَابُ : (اَلْاِخْلَاصُ سِرٌّ مِّنْ سِرِّیْ ......)

باب سورۃ اخلاص ایک بھید ہے

(۴۲) مِنْ حَدِیْثِ حُذَیْفَةَ ﷺ، ذَکَرَهُ الْغَزَالِیُّ فِی إِحْیَاءِ عُلُوْمِ الدِّیْنِ :

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

"اَلْاِخْلَاصُ سِرٌّ مِّنْ سِرِّیْ اِسْتَوْدَعْتُهُ قَلْبَ مَنْ أَحْبَبْتُ مِنْ عِبَادِی."

[ضعیف](کما فی السلسة الضعیفة للألبانی ج ۲/ ٦٣٠)

اخلاص میرا پوشیدہ راز ہے

(۴۲) ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے فرمایا:

اخلاص میرا پوشیدہ راز ہے جو میں نے اپنے ان بندوں کے دل میں ودیعت کر دی ہے، جن سے میں محبت کرتا ہوں۔ (سلسلة الضعیفة للالبانی ۲/ ٦٣٠)

فائدہ: اخلاص وللّٰہیت بھی حق جل مجدہ کی جانب سے بندۂ مومن کے قلب میں نازل کی جاتی ہے اور مومن حق تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ اخلاص کے ذریعہ اعمال میں روح اور جان پیدا ہوتی ہے، اعمال حضورِ حق میں پیش ہونے کے قابل ہوتے ہیں۔ بغیر اخلاص کے اعمال بے بال و پَر ہوتے ہیں جن کی قوتِ پرواز نہیں ہوتی۔ اخلاص کا نور حضورِ حق تک اعمال کو لے جاتا ہے، پھر شرفِ قبولیت سے نوازا جاتا ہے۔ اعمال کا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، غیر اللہ کی جانب کسی قسم کا میلان نہ ہو۔

بَابُ : (إِنَّ اللّٰهَ لَیَضْحَکُ إِلَی الرجلین إِلَی الْقَوْمِ إِذَا صُفُّوْا فِی الصَّلَاةِ...)

باب: نماز کی صف بندی پر حق تعالیٰ کا تعجب

(۴۳) لِابْنِ النَّجَّارِ مِنْ حَدِیْثِ أَبِی سَعِیْدٍ ﷺ:

”إِنَّ اللّٰهَ لَيَضْحَكُ إِلَى الرَّجُلَيْنِ إِلَى الْقَوْمِ إِذَا صُفُّوا فِي الصَّلَاةِ، وَ الرَّجُلُ قَائِمٌ فِي ظُلْمَةِ بَيْتِهِ، يَقُوْلُ : عَبْدِي قَامَ فِيَّ لَا يُرَائِي بِعَمَلِهِ أَحَداً غَيْرِي.“ [ضعيف][كما في كنز العمال ج ۳/ ۵۲۷۸)

حق جل مجدہ دو آدمی کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں

(۴۳) ترجمہ: بے شک حق جل مجدہ قوم کے دو آدمی کو دیکھ کر ہنستے ہیں۔ ایک جب بندہ نماز کی صفوں میں ہوتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جورات کی تاریکی میں نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔حق جل مجدہ فرماتا ہے: میرا بندہ میری رضا کے لیے کھڑا ہے اور میرے سوا کسی کو دکھلانا پسند نہیں کرتا۔ (کنز العمال ۳/ ۵۲۷۸)

عبادالرحمٰن کی حضورِ حق میں بندگی

نماز کی صف عبادالرحمٰن کی بندگی اور حضور حق کی حاضری کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ جب بندگان حق اپنے معبود و مسجود کی بارگاہ میں امیر و غریب، فقیر و بادشاہ، اپنے بیگانے، اعلیٰ ادنیٰ، مومن کامل اور گنہگار سبھی ایک ساتھ صف بندی کر کے کھڑے ہوتے ہیں تو واضح طور پر اعلان ہوتا ہے کہ ربّ العزت کی جناب میں سبھی عجز و نیاز کے ساتھ دست سوال اور وظیفۂ عبودیت نیازمندانہ پیش کررہے ہیں اور عملی طور پر اہل ایمان نے یہ ثابت کردیا کہ اہلِ ایمان میں ظاہری کوئی اونچ نیچ نہیں، کسی کو کسی پر کوئی تفوق و تقدس نہیں یہاں سب یکساں ہیں اور سبھی نیازمندانہ عجز و افتقار کا دامن پھیلائے ہوئے ہیں جبھی تو پیر و مرشد، مرید و مسترشد کے ساتھ کھڑا ہے، حق جل مجدہ کی شانِ کریمی و رحیمی دیکھئے کہ عطا بھی عام و تام ہے۔ اعلیٰ و ادنیٰ، امیر و غریب، رحمتیں سب پر برابر اُترتی ہیں، مغفرت سب کی ہوتی ہے۔ قبولیت سب کی تقدیر بنتی ہے۔

دوسرا وہ بندہ جورات کی تنہائی اور تاریکی میں صرف اور صرف اپنے معبودِ حقیقی کی رضا و خوشنودی کی خاطر اپنی خلوت کو خالق و مولیٰ کی بارگاہ احدیت میں سراپا بندہ و بندگی کی

راہ کو طے کررہا ہے جو تاریک مکان کا انتخاب کر کے، نور السمٰوات والارض سے نور باطن کا امیدوار ہے، تنہائی وخلوت میں اپنے رب کے حکم وَ اذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا کا نمونہ پیش کررہا ہے۔ ربّ ذوالجلال کی ذات اپنے بندہ پر شکور وغفور ہے۔

ان لوگوں کو عنایت ورحمت کا مستحق قرار دیتی ہے اور مغفرت کا پیغامِ مسرت سناتی ہے۔ ظاہر ہے یہ خوش نصیب نہ ہوں گے تو کون ہوگا، جنھوں نے اپنی خلوت گاہ کو رب ذوالجلال کی یادوں سے منور کیا تھا۔

بَابُ : (یَا مَعَاذُ......اِنِّیْ مُحَدِّثُکَ حَدِیْثًا)

باب: حدیث معاذ رضی اللہ عنہ

(۴۴) لِابْنِ الْمُبَارَکِ فِی کِتَابِ الزُّهْدِ وَ ابْنِ حَبَّانٍ فِی غَیْرِ الصَّحِیْحِ وَ الْحَاکِمِ وَغَیْرِهِمَامِنْ حَدِیْثِ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ:

رُوِیَ عَنْ مَعَاذٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: حَدَّثَنِی حَدِیْثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: فَبَکَی مَعَاذٌ حَتّٰی ظَنَنْتُ أَنَّهُ لَایَسْکُتُ ثُمَّ سَکَتَ ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِی:

”یَا مَعَاذُ!“ قُلْتُ لَهُ: ”لَبَّیْکَ بِأَبِی أَنْتَ وَ أُمِّی“، قَالَ : إِنِّی مُحَدِّثُکَ حَدِیْثًا إِنْ أَنْتَ حَفِظْتَهُ نَفَعَکَ وَ إِنْ أَنْتَ ضَیَّعْتَهُ وَ لَمْ تَحْفَظْهُ اِنْقَطَعَتْ حُجَّتُکَ عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ، یَا مَعَاذُ: اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ سَبْعَةَ أَمْلَاکٍ قَبْلَ أَنْ یَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضَ ثُمَّ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ، فَجَعَلَ لِکُلِّ سَمَاءٍ مِنَ السَّبْعَةِ مَلَکاً بَوَّابًا عَلَیْهَا، قَدْ جَلَّلَهَا عِظَمًا فَتَصْعُدُ الْحَفَظَةُ بِعَمَلِ الْعَبْدِ مِنْ حِیْنِ اَصْبَحَ إِلَی أَنْ أَمْسَی، لَهُ نُوْرٌ کَنُوْرِ الشَّمْسِ، حَتّٰی إِذَا صَعِدَتْ بِهِ إِلَی السَّمَاءِ الدُّنیَا ذَکَرَتْهُ فَکَثَّرَتْهُ فَیَقُوْلُ الْمَلَکُ لِلْحَفَظَةِ : اِضْرِبُوْا بِهٰذَا الْعَمَلِ وَجْهَ صَاحِبِهِ، أَنَا صَاحِبُ الْغِیْبَةِ أَمَرَنِیْ رَبِّیْ أَنْ لَا أَدَعَ عَمَلَ مَنِ اغْتَابَ النَّاسَ یُجَاوِزُنِی إِلَی غَیْرِیْ. قَالَ: ثُمَّ تَأْتِی الْحَفَظَةُ بِعَمَلٍ صَالِحٍ مِنْ أَعْمَالِ الْعَبْدِ فَتَمُرُّ فَتُزَکِّیْهُ وَ تُکَثِّرُهُ حَتّٰی تَبْلُغَ بِهِ إِلَی السَّمَاءِ الثَّانِیَةِ، فَیَقُوْلُ لَهُمُ الْمَلَکُ

الْـمُـوَكَّلُ بِالسَّمَاءِ الثَّانِيَةِ : قِفُوْا وَ اضْرِبُوْا بِهٰذَا الْعَمَلِ وَجْهَ صَاحِبِهِ. إِنَّهُ أَرَادَ بِـعَـمَـلِهِ هٰذَا عَرَضَ الدُّنْيَا. أَمَرَنِیْ رَبِّیْ أَنْ لاَ أَدَعَ عَمَلَهُ يُجَاوِزُنِی إِلَی غَيْرِیْ. إِنَّهُ كَانَ يَفْتَخِرُ عَلَی النَّاسِ فِی مَجَالِسِهِمْ . قَالَ: وَ تَصْعُدُ الْحَفَظَةُ بِعَمَلِ الْعَبْدِ يَبْتَهِـجُ نُـوْرًا مِـنْ صَدَقَةٍ وَ صِيَامٍ وَ صَلَاةٍ وَ قَدْ أَعْجَبَ الْحَفَظَةَ فَتَجَاوَزُ به إِلَی السَّـمَـاءِ الثالثةِ فيقولُ لهم المَلَکُ الموَكَّلُ بِهَا: قِفُوْا وَ اضْرِبُوْا بِهَذَا الْعَمَلِ وَجْـهَ صَـاحِبِـهِ. أَنَـا مَـلَکُ الْـكِبْـرِ أَمَـرَنِیْ رَبِّیْ أَنْ لاَأَدَعَ عَمَلَهُ يُجَاوِزُنِی إِلَی غَيْـرِی ، إِنَّهُ كَانَ يَتَكَبَّرُ عَـلَی النَّاسِ فِـی مَجَـالِسِهِمْ . قَالَ: وَ تَصْعُدُ الحَفَظَةُ بِـعَمَلِ العَبْدِ يَزْهَرُ كَمَا يَزْهَرُ الْكَوْكَبُ الدُّرِّیُّ ، لَهُ دَوِیٌّ مِنْ تَـسْـبِيْحٍ وَ صَلَاةٍ وَ حَجٍّ وَ عُمْرَةٍ، حَـتَّی يُجَاوِزُوْا بِـهِ إِلَی السَّـمَـاءِ الرَّابِعَةِ، فَيَقُوْلُ لَهُمُ الْمَلَکُ الْـمُـوَكَّـلُ بِهَـا: قِـفُـوْا، وَ اضْرِبُوْا بِهَذَا الْعَمَلِ وَجْهَ صَاحِبِهِ . اِضْرِبُوْا ظَهْرَهُ وَ بَـطْـنَـهُ أَنَـا صَـاحِبُ الْعُجْبِ أَمَرَنِیْ رَبِّیْ أَنْ لاَأَدَعَ عَمَلَهُ يُجَاوِزُنِی إِلَی غَيْرِ إِنَّهُ كَانَ إِذَا عَمِلَ عَمَلًا أَدْخَلَ الْعُجْبَ فِی عَمَلِهِ . قَالَ:

وَ تَـصْـعَـدُ الْحَفَظَةُ بِعَمَلِ الْعَبْدِ حَتَّی يُجَاوِزُوْا بِهِ إِلَی السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ كَـأَنَّـهُ الْـعُرُوْسُ الْمَزْفُوْفَةُ إِلَی بَعْلِهَا فَيَقُوْلُ لَهُمُ الْمَلَکُ الْمُوَكَّلُ بِهَا: قِفُوْا وَ اضْرِبُوْا بِهَذَا الْعَمَلِ وَجْهَ صَاحِبِهِ وَ احْمِلُوْهُ عَلَی عَاتِقِهِ. أَنَا مَلَکُ الْحَسَدِ إِنَّهُ كَـانَ يَحْسُدُ النَّاسَ مِمَّنْ يَتَعَلَّمُ وَ يَعْمَلُ بِمِثْلِ عَمَلِهِ وَ كُلٌّ مَنْ كَانَ يَأْخُذُ فَضْلاً مِـنَ الْعِبَادَةِ يَـحْسُـدُهُمْ وَ يَـقَـعُ فِـيْـهِمْ . أَمَرَنِیْ رَبِّیْ أَنْ لاَأَدَعَ عَمَلَهُ يُجَاوِزُنِی إِلَی غَيْرِیْ. قَالَ:

وَ تَـصْعَدُ الْحَفَظَةُ بِعَمَلِ الْعَبْدِ مِنْ صَلَاةٍ وَ زَكَاةٍ وَ حَجٍّ وَ عُمْرَةٍ وَ صِيَامٍ فَيُـجَاوِزُوْنَ بِهِ إِلَی السَّمَاءِ السَّادِسَةِ . فَيَقُوْلُ لَهُمُ الْمَلَکُ الْمُوَكَّلُ بِهَا: قِفُوْا وَ اضْـرِبُـوْا بِهَذَا الْعَمَلِ وَجْهَ صَاحِبِهِ إِنَّهُ كَانَ لَا يَرْحَمُ إِنْسَانًا قَطُّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ أَصَـابَـهُ بَلَاءٌ أَوْ ضُـرٌّ بَـلْ كَـانَ يَشْمِتُ بِهِ أَنَا مَلَکُ الرَّحْمَةِ أَمَرَنِی رَبِّیْ أَنْ لَا

أَدَعَ عَمَلَهُ يُجَاوِزُنِى إِلَى غَيْرِىْ. قَالَ:

وَ تَـصْعَدُ الْحَفَظَةُ بِعَمَلِ الْعَبْدِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ مِنْ صَوْمٍ وَ صَلَاةٍ وَ نَـفَـقَةٍ وَ اجْتِهَـادٍ وَ وَرَعٍ، لَهُ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ الرَّعْدِ وَ ضَوْءٍ كَضَوْءِ الشَّمْسِ مَعَهُ ثَلَاثَةُ آلَافُ مَلَكٍ فَيُجَاوِزُوْنَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَيَقُوْلُ لَهُمُ الْمُوَكَّلُ بِهَا : قِفُوْا وَ اضْـرِبُـوْا بِهٰذَا الْعَمَلِ وَجْهَ صَاحِبِهِ، وَ اضْرِبُوْا جَوَارِحَهُ اِقْفَلُوْا عَلَى قَلْبِـهِ إِنِّـىْ اَحْجَبُ عَنْ رَبِّىْ كُلَّ عَمَلٍ لَمْ يُرَدْ بِهِ وَجْهُ رَبِّىْ، إِنَّهُ أَرَادَ بِعَمَلِهِ غَيْرَ الـلّٰهِ. إِنَّهُ أَرَادَ بِهِ رَفْعَةً عِنْدَ الْفُقَهَا ءِ وَ ذِكْرًا عِنْدَ الْعُلَمَاءِ وَ صَوْتًا فِى الْمَدَائِنِ، أَمَـرَنِـى رَبِّـى أَنْ لَا أَدَعَ عَـمَـلَـهُ يُجَاوِزُنِىْ إِلَى غَيْرِىْ، وَ كُلُّ عَمَلٍ لَمْ يَكُنْ لِلّٰهِ خَـالِـصًـا فَهُوَ رِيَاءٌ، وَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ عَمَلَ الْمُرَائِى قَالَ: وَ تَصْعَدُ الْحَفَظَةُ بِعَمَلِ الْعَبْدِ مِنْ صَلَا ةٍ وَ صِيَـامٍ وَ حَـجٍّ وَ عُـمْـرَةٍ وَ خُلُقٍ حَسَنٍ وَ صَمْتٍ وَ ذِكْرٍ لِلّٰهِ تَـعَالَى وَ تُشَيِّعُهُ مَلَائِكَةُ السَّمَاوَاتِ حَتَّى يَقْطَعُوْا بِهِ الْحُجُبَ كُلَّهَا إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَيَقِفُوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ يَشْهَدُوْنَ لَهُ بِالْعَمَلِ الصَّالِحِ الْمُخْلَصِ لِلّٰهِ. قَالَ:

فَيَـقُـوْلُ الـلّٰـهُ لَهُـمْ: أَنْتُـمُ الْحَفَظَةُ عَلَى عَمَلِ عَبْدِىْ وَ أَنَا الرَّقِيْبُ عَلَى نَفْسِهِ إِنَّهُ لَمْ يُرِدْنِى بِهٰذَا الْعَمَلِ وَ أَرَادَ بِهِ غَيْرِىْ فَعَلَيْهِ لَعْنَتِىْ. فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ كُـلُّهَـا : عَـلَيْـهِ لَـعْـنَتُکَ وَ لَعْنَتُنَا، وَ تَقُوْلُ السَّمَاوَاتُ كُلُّهَا: عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ لَعْنَتُنَا. وَ تَلعَنُهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ.

قَالَ مَعَاذُ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ أَنَا مَعَاذٌ. قَالَ: اِقْتَدِ بِىْ وَ إِنْ كَـانَ فِـىْ عَـمَلِکَ تَقْصِيْرٌ يَا مَعَاذُ، حَافِظْ عَلَى لِسَانِکَ مِنَ الْوَقِيْعَةِ فِى إِخْـوَانِکَ مِـنْ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ، وَ احْمِلْ ذُنُوْبَکَ عَلَيْکَ وَ لَا تَـحْمِلْهَا عَلَيْهِمْ وَ لَا تُـزَکِّ نَـفْسَکَ بِـذَمِّهِـمْ، وَ لَا تَرْفَعْ نَفْسَکَ عَلَيْهِمْ ، وَ لَا تُدْخِلْ عَمَلَ الدُّنْيَا فِى عَمَلِ الْآخِرَةِ. وَ لَا تَتَكَبَّرْ فِى مَجْلِسِکَ لِكَىْ يَحْذَرَ النَّاسُ مِنْ سُوْءِ خُـلُـقِکَ وَ لَا تُـنَـا جِ رَجُلًا وَ عِـنْـدَکَ آخِـرٌ وَ لَا تَتَعَظَّمْ عَلَى النَّاسِ فَيَنْقَطِعَ

عَـنکَ خَیْرُ الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ، وَ لَا تُـمَـزِّقِ النَّاسَ فَتُمَزِّقَکَ کِلَابُ النَّارِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِی النَّارِ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿وَ النَّاشِطَاتِ نَشْطاً ﴾ (النازعات:۲)

أَ تَدْرِی مَا هُنَّ یَا مَعَاذُ؟

قُـلْـتُ: مَـا هُنَّ بِأَبِیْ أَنْتَ وَ أُمِّیْ؟ قَالَ: کِلَابٌ فِی النَّارِ تَنْشِطُ اللَّحْمَ وَ الْـعَـظْـمَ. قُلْتُ بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ: فَمَنْ یُطِیْقُ هٰذِهِ الْخِصَالَ؟ وَ مَنْ یَنْجُوْ مِنْهَا؟ قَالَ: یَا مَعَاذُ! إِنَّهُ لَیَسِیْرٌ عَلٰی مَنْ یَسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ.

قَـالَ فَـمَـا رَأَیْتُ أَکْثَرَ تِلَاوَةً لِـلْـقُـرْآنِ مِـنْ مَـعَـاذٍ لِلْحَذْرِ مِمَّا فِی هٰذَا الْحَدِیْثِ"۔ [موضوع](کما فی الترغیب والترهیب، ج۱ ص ۳۲/۶۶)

رُلا دینے والی ایک حدیث: بکاءِ معاذ

(۴۴) ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان کو کہا: رسول اللہ ﷺ سے جو تم نے سنا ہے مجھ کو بھی سناؤ۔ حضرت معاذؓ پہلے خوب روئے کہ گمان ہونے لگا کہ چپ ہی نہ ہوں گے۔ پھر کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، خاص مجھ کو کہا: یا معاذؓ! میں نے کہا: لبیک، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو ایسی مضبوط و مستحکم بات بیان کرتا ہوں کہ اگر تم نے گرہ میں باندھ لیا، محفوظ رکھا، تو تم کو بہت نفع ہوگا، اور اگر تم نے سنی اَن سنی کر دی اور محفوظ نہ رکھا تو حق جل مجدہ کی حجت قیامت کے دن تم پر تام ہو کر ختم ہو جائے گی (کوئی عذر قابلِ قبول نہ ہوگا) اے معاذ! حق تعالیٰ نے سات فرشتے زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے پیدا کئے، پھر آسمانوں کو وجود بخشا اور ہر سات آسمانوں کے دروازوں پر فرشتے مقرر کئے۔ (یعنی ہر آسمان کے دروازوں پر دربان و نگہبان فرشتوں کو متعین کیا گیا ہے) جو اِن آسمانوں کی شان و عظمت کے مناسب ہیں۔ جب بندہ کے محافظِ اعمال فرشتے جو صبح سے شام تک متعین ہیں، اعمال لے کر جس کا نور سورج کی روشنی کی طرح چمکتا دمکتا ہے آسمانِ دنیا تک

اوپر جاتے ہیں تو اُن اعمال کا ذکر خوب کثرت سے ہوتا ہے تو وہ فرشتہ جو دروازہ پر متعین ہے محافظِ اعمال فرشتہ سے کہتا ہے کہ اس عمل کو صاحبِ عمل کے چہرہ پر ماردو کہ میں صاحبِ غیبت ہوں، مجھ کو میرے رب نے حکم دیا ہے کہ جو لوگوں کی غیبت کرے اس کے عمل نہ چھوڑوں۔ ہاں تم کسی اور راستے سے جاسکتے ہو تو جاؤ۔

پھر محافظ فرشتہ اعمالِ صالحہ ایک بندہ کا عملِ صالح لاتا ہے اور اس کی خوبی وستھرائی خوب خوب بیان کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ دوسرے آسمان پر پہنچ جاتا ہے۔ اس کو دوسرے آسمان کا متعین فرشتہ کہتا ہے: ٹھہرو اور اس عمل کو صاحبِ عمل کے چہرہ پر ماردو کہ وہ شخص اس عمل کے ذریعہ متاعِ دنیا کا خواہش مند تھا۔ مجھ کو ربّ العالمین کا حکم ہے کہ ایسے شخص کے عمل کو نہ چھوڑوں۔ تم کہیں اور جاؤ، یہ شخص اپنے ہم نشین وہم جلیس کے درمیان فخر کیا کرتا تھا اور ارشاد فرمایا: کہ محافظ فرشتہ ایک شخص کا عمل صدقہ، روزہ، نماز، جس سے نور پھوٹ رہا تھا لے کر آسمان پر جاتا ہے، جس کا چمکتا ہوا نور محافظ فرشتہ کو بھی تعجب وتحیر میں ڈالے رکھتا ہے۔ جب تیسرے آسمان سے گزرتا ہے تو اس کو متعین فرشتۂ آسمان کہتا ہے کہ ٹھہرو، اور اس عمل کو صاحبِ عمل کے چہرے پر ماردو، کہ میں کبر وتکبر پر متعین فرشتہ ہوں مجھ کو ربّ العالمین کا حکم ہے کہ ایسا عمل نہ چھوڑوں جس میں کبر وتعلّی کی آمیزش ہو۔ تم کہیں اور جاؤ کہ یہ شخص اپنی مجلسوں میں کبر وپندار کا شکار تھا۔

اور فرمایا کہ محافظ فرشتہ ایک شخص کا عمل لے کر جاتا ہے جس کا نور کوکب الدرّی، آسمان کے ستاروں کی طرح چمکتا دمکتا ہے، جس میں سے تسبیح، نماز، حج اور عمرہ کی خاص جھنجھناہٹ کی آواز ہوتی ہے، جب یہ فرشتہ چوتھے آسمان پر پہنچتا ہے تو متعین فرشتہ کہتا ہے: ٹھہرو اور ان تمام اعمال کو صاحبِ عمل کے چہرہ پر ظاہر وباطن کے ساتھ ماردو کہ میں عُجب پر متعین فرشتہ ہوں۔ مجھ کو ربّ العالمین کا حکم ہے کہ میں ایسے عمل کو نہ چھوڑوں جس میں عُجب کی آمیزش وملاوٹ ہو۔ تم کہیں اور جاؤ کہ یہ شخص جب بھی کوئی عمل کیا کرتا تھا تو اس میں عُجب ہوتا تھا (یعنی میں سب سے زیادہ عمل والا ہوں)۔

اور ارشاد فرمایا: محافظ فرشتہ ایک شخص کا عمل لے کر پانچویں آسمان پر جاتا ہے، گویا کہ وہ عمل ایسا ہوتا ہے جیسا کہ شبِ زفاف کی دلہن اپنے شوہر کے لیے سجائی بسائی گئی ہو۔ وہاں کا متعین فرشتہ کہتا ہے: ٹھہر واور اس عمل کو صاحبِ عمل کے چہرہ پر ماردو اور صاحبِ عمل کے گردن پر ڈال دو۔ میں حسد پر متعین فرشتہ ہوں۔ یہ شخص لوگوں پر حسد کیا کرتا تھا۔ جو وہ علم سیکھتے تھے اور اس کے برابر عمل کرتے تھے۔ اور اس پر بھی حسد کرتا تھا جو اس سے بڑھ چڑھ کر عمل کرتا تھا اور ان پر دل میں کدورت رکھتا تھا۔ مجھ کو رب کا حکم ہے کہ ایسے شخص کا عمل نہ چھوڑوں۔ تم کہیں اور جاؤ۔

اور ارشاد فرمایا: ایک شخص کا عمل نماز، حج، عمرہ، روزہ محافظ فرشتہ چھٹے آسمان پر لے کر جاتا ہے، تو متعین فرشتہ کہتا ہے ٹھہر و اور صاحبِ عمل کے چہرہ پر اس کا عمل ماردو کہ وہ لوگوں پر کبھی ترس ورحم نہ کھاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو بلائیں یا پریشانیاں ہوتیں تو یہ ان کو بُرا بھلا کہتا، طعنہ دیتا تھا کہ ہاں! اب پکڑ میں آ گیا۔ اب عقل ٹھکانے لگی؟ فلاں فلاں جرم کی سزا ہے وغیرہ ذالک۔ میں رحمت پر متعین فرشتہ ہوں مجھ کو رب تبارک وتعالیٰ کا حکم ہے کہ ایسے شخص کا عمل نہ چھوڑوں۔ تم کہیں اور لے جاؤ۔

اور ارشاد فرمایا: ایک شخص کا عمل، روزہ، نماز، راہِ حق میں خرچ کرنا، دینی کوششیں اور ورع (گناہوں سے بچنا، راہِ احتیاط اختیار کرنا) لے کر ساتویں آسمان پر جاتا ہے، جن اعمال میں آواز تو گرجنے والے بادل جیسی ہوتی ہے اور روشنی سورج جیسی۔ ساتھ ساتھ اس کے تین ہزار فرشتوں کی جماعت ہوتی ہے، تو اس کو متعین فرشتہ کہتا ہے: ٹھہر و اور اس کا عمل اس کے چہرہ پر ماردو اور اس کی پرواز کو روک دو، ختم کر دو، اور اس کے دل پر تالہ لگا دو۔ میں ہر اس عمل کو جو حق جل مجدہ کی رضا کے علاوہ کئے گئے ہوں ان کو روکنے اور منع کرنے پر متعین ہوں۔ یہ شخص عمل کے ذریعہ غیر اللہ کا طالب تھا۔ اس کا مقصد فقہاء کے درمیان اپنی رفعت ومنزلت، علماء کے درمیان اپنا نام وتذکرہ، شہر شہر، گاؤں گاؤں اپنی شہرت کا خواہاں کہ لوگ جانیں پہچانیں۔ مجھ کو رب تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں ایسے شخص کا عمل نہ

چھوڑوں، تم کہیں اور جاؤ۔ اور ہر وہ عمل جو اللہ تعالیٰ کی خالص رضا کے لیے نہ ہو وہی ریا ہے اور حق جل مجدہ دکھاوا کرنے والے کا عمل قبول نہیں کرتے۔

اور فرمایا: محافظ فرشتہ ایک شخص کا عمل؛ نماز، روزہ، حج، عمرہ، اچھے اخلاق، خاموشی اور ذکر اللہ سب لے کر جاتے ہیں اور تمام آسمانوں کے فرشتے بھی اس کا ساتھ دیتے ہیں، یہاں تک کہ تمام حجابات طے کرتے ہوئے حضورِ حق میں فرشتے اس اعمال کو پیش کرتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنی گواہی عملِ صالح اور مخلص للہ ہونے کی اس شخص کے حق میں دیتے ہیں۔

حق جل مجدہ فرماتے ہیں: اے محافظِ اعمال فرشتے! تم تو محض میرے بندے کے اعمال کے نگہبان ہو اور میں ان کے دل کا نگراں و نگہبان ہوں۔ اس نے ان اعمال سے میری رضا نہ چاہی تھی؛ بلکہ دوسروں کی خوشی کا طالب تھا تو اس پر میری لعنت و پھٹکار۔ اس وقت تمام فرشتے کہتے ہیں: تم پر ہم سب کی لعنت و پھٹکار، پھر ہر آسمان والے کہتے ہیں: تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت و پھٹکار اور ہم سب کی بھی لعنت و پھٹکار، اور اس پر ساتوں آسمان اور ان کی تمام مخلوقات لعنت بھیجتی ہیں۔

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ تو رسول اللہ ﷺ ہیں اور میں معاذؓ ہوں (مقصد یہ تھا کہ میرا کیا بنے گا اور میں کس طرح نجات پاؤں گا، اخلاص وللّٰہیت کیسے حاصل کروں؟)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری جملہ امور میں اقتداء و اتباع کرو اگرچہ عمل کے اندر تقصیر ہو (یعنی عمل کی تقصیر اتباع واقتداءِ رسول ﷺ کے ساتھ سببِ نجات بن جائے گی۔ حق تعالیٰ کی جناب میں اتباعِ رسول ﷺ کی قدر و منزلت ہے، یعنی کیفیت مطلوب ہے گرچہ کمیّت کم ہی ہو)۔

اے معاذؓ! اپنی زبان کو حاملینِ قرآن بھائیوں کے کھود کرید سے بچاؤ (اپنی زبان کی حفاظت کرنا) اپنے گناہوں کا بوجھ ہی اُٹھالو (یعنی اسی سے نجات پالو تو بہت ہے)

اپنے گناہ کا سبب دوسروں کو نہ بناؤ۔ اپنے کو گناہوں سے پاکدامن نہ شمار کرنا، دوسروں کی برائیاں کر کے (آج کے دور میں یہ بیماری عام ہوگئی ہے کہ لوگ اپنی عزت و منزلت، دوسروں کی خامیاں بیان کرنے میں محسوس کرتے ہیں۔ دوسروں کی غیبت وچغل خوری، دوسروں کی عیب جوئی اور عیب بینی کے ذریعہ اپنی عزت و وقار کو بڑھاوا دیتے ہیں۔ اللہ ہماری نجی مجلسوں کو اور باطنی روگ کو دور فرمائے۔آمین!) اور دوسرے لوگوں پر اپنے کو فوقیت نہ دو۔ اپنے کو بلند و برتر دوسروں کے مقابلے میں نہ جانو اور دنیاوی مشاغل کو دینی مشاغل میں داخل نہ کرو اور اپنی مجلسوں میں تکبر وغرور اختیار نہ کرو، تاکہ لوگ تیرے برے اخلاق سے بچ سکیں اور مجلس میں جب دوسرے لوگ بھی ہوں تو کسی کے ساتھ سرگوشی نہ کرنا اور لوگوں کے درمیان اپنے کو باعظمت، باوقار نہ سمجھنا کہ اس سے دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں تجھ سے منقطع و دور ہوجائیں گی اور لوگوں کی جمعیت وجمیعت اور وحدت و یگانگت میں دراڑ اور پھوٹ نہ ڈالنا (اپنی نام نہاد قیادت وسیادت کے فریب میں) کہ اگر ایسا کیا تو قیامت کے دن جہنمی کتے تجھے جہنم میں اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے کردیں گے جس طرح تم نے ملتِ وحدت کے ٹکڑے کیے تھے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَ النّٰشِطٰتِ نَشْطاً﴾

اے معاذؓ! یہ ناشطات نشطاً کیا ہیں؟ تم کو معلوم ہے؟ معاذؓ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان جائیں وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہنم کے کتے ہیں، جو گوشت اور ہڈیوں کو نوچیں گے۔ معاذؓ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اس کے برداشت کی طاقت و صلاحیت کس میں ہوگی اور اس سے نجات کون پاسکتا ہے؟ ارشاد ہوا: اس سے نجات وہی پاسکتا ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ آسان کردے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت معاذؓ سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا نہیں دیکھا تاکہ اس حدیث میں جو وعیدیں آئی ہیں، اس سے بچ سکیں۔

فَصۡلٌ فِی تَصۡحِیۡحِ بَعۡضِ أُمُوۡرِ الۡعَقِیۡدَةِ

عقیدہ کی درستگی

بَابُ : (إِنَّ أُمَّتِکَ لَا یَزَالُوۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ: مَا کَذَا؟......)

(۴۵) عَنۡ أَنَسِ بۡنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ عَنۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

"قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ : إِنَّ أُمَّتَکَ لَا یَزَالُوۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ : مَا کَذَا؟ مَا کَذَا؟ حَتّٰی یَقُوۡلُوۡا: هَذَا اللّٰهُ خَلَقَ الۡخَلۡقَ فَمَنۡ خَلَقَ اللّٰهَ."

[صحیح] (أخرجه مسلم ج ۱ ص ۱۲۱)

حق جل مجدہ کی ذات کے متعلق سوال کرنا بنیادی غلطی ہے

(۴۵) ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: حق تعالیٰ نے فرمایا: آپ ﷺ کی امت برابر یہ کہتی رہے گی کہ یہ کس طرح ہوا؟ یہ کس طرح ہوا؟ یہاں تک کہ کہنے لگے گی کہ: اس تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، تو اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ (صحیح مسلم ۱/۱۲۱)

انسان کے وضع کئے ہوئے اصول خالق کے سلسلہ میں غلط ہیں

دراصل شیطان لعین، انسانی دماغ میں غلط و بے ہودہ قسم کے مقدمات ترتیب دے کر، عمیق و عریض ہلاکت کی وادی میں پہنچانا چاہتا ہے، جس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ ایک اصول بتلاتا ہے کہ: ہر چیز کسی نہ کسی کے وجود میں لانے سے موجود ہوئی ہے، حالاں کہ یہ خود ایک بے بنیاد سا مقدمہ ہے؛ کیونکہ یہ سب ترتیب، مخلوق میں تو ہوسکتی ہے، خالق میں اس قسم کے سوالات بذات خود، بے بنیاد ہیں۔ وَلِلّٰهِ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰی، اَللّٰهُ الصَّمَدُ، واللّٰهُ سُبۡحَانَهٗ تَعَالٰی عُلُوًّا کَبِیۡراً. آمَنۡتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ۔

اس قسم کے سوالات جب بھی آئیں، فوراً استعاذہ کے ذریعہ ایمان کی حفاظت کرنی

چاہیے۔ واللہ اعلم۔

ایمان کو بچاؤ، سوال نہ کرو، استغفار پڑھو

(۴٦) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ:

"لَایَزَالُ عَبْدِیْ یَسْأَلُ عَنِّی : هٰذَا اللّٰهُ خَلَقَنِیْ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ؟"

[صحیح] (أخرجه فی کتاب السنة ج ۱/ ٦٤٦)

(۴٦) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے: مسلسل میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں گے: کہ ہاں ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ آمَـنْـتُ بِـالـلّٰـهِ وَرُسُلِهٖ۔ (کتاب السنۃ ج۱/ ٦۴٦)

شرح: امام احمدؒ نے اپنی مسند میں جلد۲ صفحہ ۳۸۷ پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کرکے ایک واقعہ لکھا ہے کہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: واللہ! قسم باللہ میں ایک روز بیٹھا تھا کہ اہل عراق کے ایک شخص نے مجھ سے کہا: اچھا اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: میں نے اپنی انگلی کان میں ڈال لی اور میری چیخ نکل پڑی کہ سچ فرمایا اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے:

اللّٰهُ اَحَدٌ، اللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ، وَ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔

کیا وقت آ گیا ہے کہ لوگ اس طرح کا اب سوال کرنے میں حجاب و جھجک بھی محسوس نہیں کرتے؟ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین! بلکہ فخر و تعلّی کا جذبہ چھپا ہوتا ہے کہ میں نے کوئی بڑا کام کر دیا۔ العیاذ باللہ۔

بَابُ : (إِنِّي وَ الْجِنُّ وَ الْإِنْسُ فِي نَبَأٍ عَظِيْمٍ......)

باب: انسان و جنات کی قابل تعجب صفت

(۴۷) لِلْحَكِيْمِ وَ الْبَيْهَقِي مِنْ حَدِيْثِ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضي الله عنه:

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى إِنِّي وَ الْجِنُّ وَ الْإِنْسُ فِي نَبَأٍ عَظِيْمٍ: أَخْلُقُ وَ يُعْبَدُ غَيْرِي، وَأَرْزُقُ وَ يُشْكَرُ غَيْرِي." [ضعيف] (كما فى كنزالعمال ،ج ١٦/ ٤٣٦٧٤)

جس کا کھائیں اسی کا گائیں

(۴۷) ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ حق جل مجدہ نے فرمایا کہ:

ہم اور جن وانس ایک واقعے میں (محوِ حیرت) ہیں کہ (لوگوں کو) پیدا میں نے کیا اور وہ عبادت غیروں کی کرتا ہے۔ ان لوگوں کو کھلاتا میں ہوں اور شکر غیروں کی کرتا ہے۔

(کنزالعمال ۱۶/۴۳۶۷۴)

وہ لوگ قابل تعجب ہیں جو حق جل مجدہ کی عظمت کو نہ مانیں

اس حدیث قدسی میں حق جل مجدہ نے ایک عظیم حادثے کی خبر دی ہے اور یہ بات بھی درحقیقت باعث صدافسوس ہے کہ جو ذات عبادت کی مستحق ہے، جس نے گندے ناپاک پانی سے صاحب فہم وبصیرت، ذی شعور اور ہوش مند انسان کو پیدا کیا، وہی انسان خالق حقیقی اور مالک حقیقی کو چھوڑ کر غیروں کے در کی دربانی کرے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ ایک غلام اپنے اس آقا کا نافرمان ہوجائے، جو اس کو کھانا، کپڑا، مکان اور ہر طرح کی سہولتیں مہیا کراتا ہو اور وہ غلام اپنے آقا کی فرماں برداری کے بجائے غیروں کی اطاعت میں مشغول رہ کر اپنے محسن وآقا کو فراموش کردے۔ ایسے غلام کا کیا حشر ہوگا؟ ظاہر وباہر ہے۔

الغرض عبادت کا اگر کوئی مستحق ہے، تو صرف اور صرف وہی ایک اللہ ہے، جو سارے عالم کا خالق ہے۔ یہاں ان لوگوں پر تعجب اور حیرت کا اظہار کیا گیا ہے، جو اپنے خالق حقیقی کے علاوہ دوسرے معبودانِ باطلہ کی عبادت کرتے ہیں اور اپنے حقیقی مالک و

خالق کو بھولے ہوئے ہیں۔

اسی طرح رزّاق وہ ذات ہے جو فطری اور قدرتی اسباب کے ذریعے چاند اور سورج سے مٹھاس اور ذائقے چیزوں میں منتقل فرماتا ہے؛ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ان نعمتوں پر مالکِ حقیقی کا شکر اس کی عبادت واطاعت کی صورت میں ادا کریں۔ منعمِ حقیقی کی عنایتوں اور نوازشوں پر شکر ادا کرتے ہوئے ابدی زندگی کی نعمتوں کے حصول کے لیے جدوجہد کریں۔ رزق الٰہی سے جو قوت وطاقت پیدا ہو، اس کو اللہ پاک کی عبادات میں صرف کر کے عملاً اس پاک پروردگار کا احسان مانا جائے، حق جل مجدہ ہمیں اپنے فضل سے شکر حقیقی کی توفیق بخشے۔ آمین!

کھاتے ہو میرا اور شکر کرتے ہو دوسروں کا

(۴۸) لِأَحْمَدَ بْنِ فَارِسٍ فِی أَمَالِیهِ وَ الْخَلِیْلِی مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا:

إنَّ فِی بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَی نَبِیٍّ : یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالَی:

"اِبْنَ آدَمَ! أَخْلُقُکَ وَ تَعْبُدُ غَیْرِیْ؟ وَ أَرْزُقُکَ وَ تَشْکُرُ غَیْرِیْ؟ اِبْنَ آدَمَ! أَدْعُوْکَ وَ تَفِرُّ مِنِّیْ؟ اِبْنَ آدَمَ! أَذْکُرُکَ وَ تَنْسَانِی؟ اِبْنَ آدَمَ! اِتَّقِ اللّٰهَ وَ نَمْ حَیْثُ شِئْتَ". (کما فی الاتحافات السنیة ٤٩٨)

(۴۸) ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ ایک نبی پر اللہ پاک نے وحی نازل فرمائی، ارشاد فرمایا: آدمؑ کی اولاد! میں نے تم کو پیدا کیا اور تو عبادت کرتا ہے دوسروں کی، کھلاتا ہوں میں اور شکر ادا کرتا ہے دوسروں کا۔ آدمؑ کی اولاد! میں تم کو اپنے پاس بلاتا ہوں اور تو مجھ سے بھاگتا ہے۔ آدمؑ کی اولاد! میں تم کو یاد رکھتا ہوں اور تو مجھ کو بھلا دیتا ہے۔ آدمؑ کی اولاد! اللہ پاک سے ڈر اور جس طرح چاہے آرام سے سو جا۔

(الاتحافات السنیۃ/ ۴۹۸)

جو چیز مخلوق ہوگی وہ کبھی بھی معبود و مسجود نہیں ہوسکتی

اس حدیث میں رب العالمین نے اپنے بندوں پر عظیم احسان فرمایا کہ قطعی دلیل کی نشاندہی فرمادی کہ معبود و مسجود کون بن سکتا ہے۔حق جل مجدہ نے فرمایا کہ دیکھو اس کائنات عالم میں خالق ہونے کی صفت رب العزت کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتی ہے۔تمام اشیاء ربّ العزت کی صفت خلق کے تحت ہیں اور جو چیز مخلوق ہوگی وہ کبھی بھی معبود و مسجود نہیں ہوسکتی۔تم جن چیزوں کو پوجو گے وہ بالآخر خالق کی پیدا کی ہوئی ہیں۔خواہ شمس وقمر ہوں، بحر و بر ہوں یا شجر و حجر ہوں، ان تمام پر خالق جل مجدہ کی قوت قاہرہ اور جبّار السموات و الارض کی دست قدرت کا نمایاں اثر ہوگا۔پھر وہ کسی مخلوق کا مسجود کیوں کر ہوسکتا ہے جو خود اپنی تخلیق میں اور پھر اپنے وجود کے بقاء میں لمحہ بہ لمحہ ہر آن و ہر مکان محتاج محض ہے۔وہ پھر کسی کی حاجت روائی کیا کرسکتا ہے؟ آگ کو پوجو گے وہ جل کر راکھ ہوگی، پانی کو پوجو گے وہ آگ سے جل کر بھاپ بن کر غائب ہوگی اور یہ پانی خود آگ پر گر جائے تو آگ کے وجود کو ختم کردے گی۔احمقو، سوچو ایک نے دوسرے کے وجود کو فنا کردیا۔تم فانی ہوتو فانی کی عبادت نہ کرو باقی کی عبادت کرو اور یہ صفت بقا صرف رب العزت کی صفت خاص ہے اور اسی کو زیب دیتی ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَان، وَّ يَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ (سورۂ رحمٰن، آیت: ۲۶، ۲۷) تم کسی مخلوق کے سامنے دست سوال نہ پھیلاؤ کہ فقیر فقیر کو کیا دے گا؟ غنی فقیر کے دامن کو بھر سکتا ہے اور جو آج تک ہر مخلوق کی تمام حاجتیں پوری کررہا ہے۔

دوسری بات حدیث میں بتلائی گئی کہ شکر بھی ربّ العزت کی جناب میں بندہ کرے جس نے وجود اور وجود کی بقا کے لیے تمام نعمتوں کا انبار زندگی میں لگادیا؛ بلکہ یوں کہا جائے تو بجا طور پر حق وصواب ہوگا کہ انسان جب کسی مقام کی طرف سفر کرتا ہے تو اس کی ذات کے پہنچنے سے پہلے اس کے وجود کے بقا کے لیے کیا کیا نعمتیں درکار ہوں گی وہ کن

کن چیزوں کا محتاج ہوگا، ارحم الراحمین ان تمام اشیاء کو پہلے سے تقدیری اسباب کے تحت وہاں بہم پہنچائے ہوئے ہوتے ہیں۔فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ۔(سورۂ مومنون) صاحبِ ایمان اپنے باطن میں تمام نعمتوں کا شعوری طور پر ادراک کرتا ہے اور منعم حقیقی کا شکر ادا کرتا ہے اور شاکرین کی فہرست میں حق تعالیٰ اس کا نام لکھ دیتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان لوگوں کی شکایت کرتے ہیں جو رزق اور حیات زیست کے تمام اسباب کو کھلے طور پر استعمال تو کرتے ہیں؛ مگر شکر غیروں کا بجالاتے ہیں۔ایک گلاس پانی جس نے پلا دیا اس کا شکریہ ادا کیا اور پانی جس رب نے نازل کیا اس کو بھول گئے۔جس نے کھلا دیا اس کا شکریہ ادا کیا اور خالق کو بھول گئے رزّاق کو فراموش کر دیا۔

تیسری چیز حدیث میں بتلائی گئی کہ رب العزت اپنے بندوں کو رحمت واسعہ کی طرف بلا رہے ہیں اور نادان بندے ہیں کہ رحمت حق سے فرار اختیار کیے ہوئے ہیں۔وَ اللّٰہُ یَدۡعُوۡ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ حق جل مجدہ اپنے بندوں کو دارالسلام یعنی جنت کی طرف بلا رہے ہیں اور بندہ ہے کہ معصیت کا ارتکاب کر کے رحمت و دارالسلام سے منہ پھیر کر بھاگا جا رہا ہے۔وَ یَقُوۡلُ مَا لِیۡ اَدۡعُوۡکُمۡ اِلَی النَّجَاۃِ وَ تَدۡعُوۡنَنِیۡ اِلَی النَّارِ انبیاء کی زبان مقدس پر حق تعالیٰ نے اپنا اعلان کرا دیا کہ میں تم لوگوں کو نجات و جنت کی طرف بلا رہا ہوں اور تم ہو کہ دوزخ وعذاب نار کی طرف مجھ کو گھسیٹ رہے ہو۔اللہ تعالیٰ نے فرما دیا فَفِرُّوۡا اِلَی اللّٰہِ تم سب کے سب رب العزت کی طرف بھاگو۔امن وامان، حفظ وامان اللہ کے بندو اللہ ربّ العزت کے دامن میں ملے گا تم کہاں جا رہے ہو؟ کیا کھو رہے ہو اور کیا پا رہے ہو۔

چوتھی بات جو ربّ العزت نے فرمائی؛ میں تم کو یاد رکھتا ہوں اور تم مجھ کو بھلا رہے ہو۔فراموش کر دیتے ہو ہر بندہ رب العالمین کی نظر عنایت ورحمت سے لطف اندوز ہوتا ہے۔خواہ وہ نعمتیں ظاہری ہوں یا نعمت باطنی یا دونوں کے تلازم سے جو وہ زندگی کے اَنگنت لمحات گزار رہا ہے وہ ربّ العزت کی ہی عطا ہے، اگر ایک سیکنڈ کے لیے بھی حق جل

مجدہ کی عنایت وبخشش اس سے ہٹالی جائے تو یہ زندگی کی باغ وبہار کوکھو بیٹھے گا۔مگر حال یہ ہے کہ حق تعالیٰ اس کوقوت وصحت کے ذریعہ یاد رکھتے ہیں۔طاقت وتوانائی کو بحال رکھتے ہیں اور بندہ ہے کہ جس نے طاقت وقوت دی تھی اس کو فراموش کر کے،ارتکاب معاصی میں غرق رہتا ہے اور حق تعالیٰ کو بھول جاتا ہے۔زانی زنا کے ذریعہ طاقت کا غلط استعمال کرتا ہے؛مگر موہب حقیقی اس کی طاقت کوسلب نہ کر کے بندہ پر اپنی نعمتوں کو بحال رکھتا ہے علی ہٰذاالقیاس ہر چھوٹی بڑی معصیت کا حال ہے۔ غالبًا اہل معاصی کوتو یہ بھی خیال نہ آتا ہوگا کہ یہ قوت وطاقت کسی خلّاق اعظم کی قوت قاہرہ کی عطاو بخشش ہے۔سچ یہ ہے کہ رب العزت کی شناخت ومعرفت کا حق ہم سے ادا نہ ہوا۔ **اَللّٰهُمَّ مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ، وَ مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ فَاغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَ مَا اَخَّرْتُ وَ مَا اَسْرَرْتُ وَ مَا اَعْلَنْتُ اَشْهَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔**

آخری الفاظ حدیثِ مبارکہ کا خوب ہی اہل ایمان وایقان کے وجد وسرور کا ہے کہ رب العزت فرمارہے ہیں۔گناہ ومعاصی سے دور رہو،رب العزت کا لحاظ وخیال رکھو وہ تم کو دیکھ رہا ہے اس یقین کو دل کی دھڑکنوں میں سجالو،بسالو،تقوی وطہارت کی زندگی پر قدم جمالو،پھر کیا ہوگا،**وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مخرجا وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ o وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ فُرْقَانًاo وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُکَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَ یُعْظِّمْ لَهٗ اَجْرًاo** تقویٰ وطہارت ہر مشکل سے نجات کا ذریعہ ہے۔روزی کا گمان سے بالاتر سبب ہے۔تقویٰ وطہارت خود منزلِ مقصود،رضاءِ معبود ومسجود کی طرف قدم کو بڑھاتی ہے۔تقویٰ اور طہارتِ قلب مؤمن کے تقرب الی اللہ کی راہ میں،تمام معصیتوں کی رکاوٹوں کو دور کر دیتی ہے اور حق جل مجدہ کی تجلیات ربانی کے قریب کر دیتی ہے۔

سچ پوچھئے تو اصل مایہ وسرمایہ اہل ایمان کا تقویٰ وطہارت قلب ہی تو ہے جس کی بنیاد پر بندہ عالم ملکوت سے نازل ہونے والی رحمات وبرکات کا متحمل ہوتا ہے۔یایوں کہہ لیجیے کہ تقویٰ وطہارتِ قلب سے دل نرم اور قابل قبول انوارات بن جاتا ہے۔گناہ ومعصیت

کی گندگی دھل جاتی ہے، آئینہ دل پر جو ظلمت تھی صاف وشفاف ہو جاتی ہے جو انوارات کی موسلا دھار بارش کے احساس سے محروم تھا اب ہلکی سی پھوار سے متاثر ہو جاتا ہے۔ جو خود سے غافل تھا اب ہر آن عالم ملکوت کی سیر سے باخبر ہو جاتا ہے۔

میرے بھائیو! اللہ پاک ہیں، پاک دلوں کو اپنے سے قریب کر لیتے ہیں۔ کوشش کرو کہ دل اخلاقِ ذمیمہ وخبیثہ سے پاک وصاف ہو جائے۔ جو حسد، کینہ، تکبر وغرور اور پندار اور جاہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِی اَبَداً مَا اَبْقَیْتَنِیْ وَ ارْحَمْنِیْ اِنْ اَتَکَلَّفُ مَا لَا یَعْنِیْنِی وَ طَهِّرْ قَلْبِیْ عَنْ غَیْرِکَ وَ نَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ، آمِیْن.

اولادِ آدم! افسوس کہ میں تو تم پر مسلسل نعمتوں کی بارش کررہا ہوں اور تیری جانب سے مسلسل معصیت کا ارتکاب ہو رہا ہے

(۴۹) لِلدَّیْلَمِی وَ الرَّافِعِیِّ عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ:

یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی:

"یَا اِبْنَ آدَمَ! مَا تُنْصِفُنِی، أَتَحَبَّبُ إِلَیْکَ بِالنِّعَمِ وَ تَتَمَقَّتُ إِلَیَّ بِالْمَعَاصِی. خَیْرِیْ إِلَیْکَ مُنَزَّلٌ، وَ شَرُّکَ إِلَیَّ صَاعِدٌ، وَ لَا یَزَالُ مَلَکٌ کَرِیْمٌ یَأْتِیْنِیْ عَنْکَ کُلَّ یَوْمٍ وَ لَیْلَةٍ بِعَمَلٍ قَبِیْحٍ. یَا اِبْنَ آدَمَ! لَوْ سَمِعْتَ وَصْفَکَ مِنْ غَیْرِکَ وَ أَنْتَ لَا تَعْلَمُ مَنِ الْمَوْصُوْفُ لَسَارَعْتَ إِلَی مَقْتِهِ."

[ضعیف] (کمافی کنز العمال جلد۱۵/۴۳۱۷۴وفی الاتحافات ۲۱۵)

(۴۹) ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حق جل مجدہ فرماتے ہیں: اے ابن آدمؑ! تو میرے ساتھ انصاف نہیں کرتا ہے، میں تجھ کو اپنی نعمتوں کے ذریعہ دوست رکھتا ہوں تجھ سے محبت کرتا ہوں اور تو مجھ کو گناہ ومعاصی کے ذریعہ ناراض کرتا ہے، میرے

غضب کو بھڑکاتا ہے (یعنی معصیت و جرائم کے ذریعہ سبب عقاب کو جو موجب عذاب ہے دعوت دیتا ہے) میری جانب سے مسلسل تجھ پر بھلائی کا نزول ہوتا ہے اور تیری جانب سے مسلسل برائیاں آرہی ہیں، میرے برگزیدہ فرشتے مسلسل رات ودن کے قبیح اعمال کو لے کر تیرے پاس سے آرہے ہیں۔ اے آدمؑ کی اولاد! اگر تو اپنی خصلت و عادت کو سن لے اپنے علاوہ سے اور تو جانتا بھی نہیں کہ موصوف کون ہے تو پھر جلد ہی تو اس سے ناراض ہوجاتا (یعنی تمہاری اپنی جو خصلت و عادت ہے جس کو تو سننا گوارہ نہیں کرتا چہ جائے کہ میری جانب سے تجھ پر نعمت کی بارش اور پھر اس کے جواب میں تو عبادت واطاعت کا کیا سلسلہ لگاتا کہ مسلسل معصیت و گناہ اور قبیح افعال کے ذریعہ تو میری رحمت کا مقابلہ کرتا ہے، کیا تو بھی اس طرح کی حرکت گوارہ کر لیتا کہ نعمت کا جواب معصیت سے دیا جائے)۔

(کنزالعمال ۱۵/۴/۴۳۱۷، الاتحافات/ ۲۱۵)

ربّ کریم کا کرم اور بندہ کا جرم

حق تعالیٰ نے اپنے بندے کی کمزوری کو واضح فرمایا کہ: بندہ میری ذات وصفات کے ساتھ ناانصافی کرتا ہے کہ میں تو محبت کرتا ہوں اور وہ مجھ کو ناراض کرتا ہے، میں سکون وراحت پہنچاتا ہوں اور بندہ میرے غضب وانتقام کو جگاتا ہے، میں نعمت دیتا ہوں تو وہ شکر کیا کرتا بلکہ وہ تو میری ہی نعمت کو معصیت میں صرف کرتا ہے، میں رحمت نازل کرتا ہوں اور وہ حدود الٰہیہ کو پھاند کر میری جانب جرائم کی گندگی کو بھیجتا ہے اور مسلسل میرے فرشتے اس کی جانب سے اعمال بد کے اثرات لے کر آتے ہیں۔ کیا ابن آدم کا یہی انصاف ہے کہ میری رحمتوں کو ارتکاب معاصی اور کسب سیئات میں صرف کرے جس کا نتیجہ وسبب میرے غضب کا نازل ہونا ہے؟ مگر میں پھر بھی رحمت ہی کے ساتھ بندوں پر احسان کرتا ہوں۔ پھر یہ کہ کوئی بھی فرد و بشر اپنی کمی و کوتاہی کو سننا گوارہ نہیں کرتا چہ جائے کہ میں خالق و مالک اور عظیم احسان کرتا ہوں؟ مگر بندہ میری نعمت کو غلط استعمال کر کے میری برائی کرتا ہے کیا یہی انصاف ہے؟

بَابُ : (أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِی وَ كَافِرٌ بِی......)

باب:ایمان وکفر کی حلات میں صبح یا شام

(۵۰) عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِی رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ: صَلَّی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَیْبِیَّةِ عَلَی إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ:

”أَ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ . قَالَ: قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِی مُؤْمِنٌ وَ كَافِرٌ بِی؛ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ رَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِی كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ . وَ أَمَا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَ كَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِیْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوكَبِ.“

[صحیح] (أخرجه مالك فی الموطا، ص ١٣٦/٤)

صبح کا مسلمان شام کو کافر اور شام کا صبح کو کافر کیوں اور کیسے؟

(۵۰) ترجمہ: حضرت زید بن خالد جہنیؓ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے مقام حدیبیہ میں بارش کے بعد صبح کی نماز پڑھائی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: کیا تم جانتے ہو رب العالمین نے رات کیا فرمایا؟ لوگوں نے کہا: اللہ اوراس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ پاک نے فرمایا: میرے کچھ بندے نے صبح اس حالت میں کی کہ میری ذات پران کا ایمان ویقین ہے اور کچھ نے اس حال میں صبح کی کہ میری ذات کے ساتھ کفر کیا (یعنی کچھ نے حالت ایمانی میں اور کچھ نے حالت کفر میں صبح کیا) جس نے یہ کہا: بارش اللہ پاک کے فضل ورحمت سے ہوئی وہ تو میرے ساتھ ایمان رکھتا ہے اور میری ذات پر ایمان لاتا ہے اوراس نے ستاروں کے ساتھ کفر کیا، اور جو یہ کہتا ہے کہ ہم پر بارش فلاں نچھتّر کی وجہ سے ہوئی، یا فلاں موسم کی وجہ سے ہوئی وہ میری ذات پر ایمان نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کو مجھ پر ایمان وایقان حاصل ہے؛ بلکہ وہ ایمان ستاروں پر رکھتا ہے (موسم یا نچھتّر کچھ نہیں، قدرت

وحکمت جب ہوتی ہے بارش ہوتی ہے دراصل صاحب ایمان امور دنیا کے تمام احوال کو خالق جل مجدہ کی قدرتِ کاملہ کی جانب منسوب کرتا ہے اور بے ایمان انسان خالق کو فراموش کر کے دنیاوی اسباب کی جانب احوال کو منسوب کر دیتا ہے)۔ (مؤطا مالک ص۱۳۶/۴)

بارش کا تعلق قدرت سے ہے، نچھتّر سے نہیں

(۵۱) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رضي الله عنه قَالَ: مُطِرَ النَّاسُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: أَلَمْ تَسْمَعُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمُ اللَّيْلَةَ؟ قَالَ:

مَا أَنْعَمْتُ عَلَى عِبَادِي مِنْ نِّعْمَةٍ إِلَّا أَصْبَحَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ بِهَا كَافِرِيْنَ؛ يَقُوْلُوْنَ: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَ كَذَا. فَأَمَّا مَنْ آمَنَ بِي وَ حَمِدَنِي عَلَى سُقْيَايَ فَذَاكَ الَّذِيْ آمَنَ بِي وَ كَفَرَ بِالْكَوْكَبِ، وَ مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَ كَذَا فَذَاكَ الَّذِي كَفَرَ بِي وَ آمَنَ بِالْكَوْكَبِ."

[صحيح] (أخرجه النسائي في سننه ج٣ ص١٦٤)

(۵۱) ترجمہ: زید بن خالد جہنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں بارش ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا رات ربّ العالمین نے کیا فرمایا؟ حق جل مجدہ نے فرمایا:

جب بھی میں نے اپنے بندوں پر نعمت کی بارش کی ان میں کی ایک جماعت اس نعمت کی وجہ سے کافر ہوگئی؛ کیونکہ کہنے لگے: ہاں ہاں، فلاں نچھتّر کی وجہ سے بارش ہوئی ہے۔ (یعنی بارش کا ہونا نچھتّر اور موسم یا ستارہ کی طرف منسوب کر دیا جو کھلا ہوا کفر ہے) سو جو لوگ مجھ پر ایمان لائے اور بارش وسیرابی پر حق تعالیٰ کی حمد وثنا کی، یہی لوگ سچے پکے میرے مؤمن بندے ہیں اور نچھتّر یا ستارہ کی تاثیر کے منکر جس نے یہ کہا کہ: بارش فلاں فلاں موسم ونچھتّر کی وجہ سے ہوئی ہے، وہ پکا کافر ہے، اور اس کا ایمان بھی کواکب وستارہ پر ہے۔ (اخرجہ النسائی فی سننہ، ج:۳،ص۱۶۴۔ ابوعوانہ فی مسندہ، ج:۱،ص: ۲۶، واحمد، ج:۴،ص۱۱۶۔ کنز العمال ۸۲۷۵/۳،۸۲۷۸، ۸۲۸۶، صحیح الجامع الصغیر للالبانی،۶۹۰۵/۶)

ستارہ کی طرف بارش کی نسبت کر کے ایک گروہ کافر ہو گیا

(۵۲) أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"أَلَمْ تَرَوْا إِلَى مَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالَ: مَا أَنْعَمْتُ عَلَى عِبَادِي مِنْ نِّعْمَةٍ إِلَّا أَصْبَحَ فَرِيْقٌ مِنْهُمْ بِهَا كَافِرِيْنَ، يَقُوْلُوْنَ: اَلْكَوَاكِبَ وَ بِالْكَوَاكِبِ"۔

[صحيح] (أخرجه مسلم فى صحيحه ج ١ ص ٨٤)

(۵۲) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں پتہ نہیں جو تمہارے رب نے فرمایا؟ حق جل مجدہ نے فرمایا:

جب بھی میں نے اپنے بندوں پر نعمتوں کی بارش کی تو ان میں ایک گروہ و جماعت اس نعمت کی وجہ سے کافر بن گئی۔ وہ کہنے لگی: ہاں ہاں، فلاں فلاں ستاروں یا فلاں فلاں کواکب کی وجہ سے۔ (صحیح مسلم ج۱/۸۴، سنن نسائی ج۳،ص۱۶۴، سنن بیہقی ج۳/۳۵۸۔ مسند احمد ج۱۶/۲۴/۲۷۸۷، کنز العمال ج۳/۸۲۷۸، صحیح الجامع الصغیر ج۱/۱۳۲۶)

بارش اللہ تعالیٰ کی ہی مکمل رحمت ہے

بارش ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور رحمت کا مکمل مالک رب ذوالجلال ہے۔اس کی رحمت میں کسی مخلوق کا کوئی ساجھا نہیں، مشرکین بارش کا انتساب رحمتِ حق کی جانب کرنے کے بجائے نجوم و ستارہ یا ہندی زبان میں نچھتّر یا موسم کے خاص خاص ستاروں کی جانب کرتے تھے اور آج بھی مشرکین کیا کرتے ہیں، جن کا دیکھا دیکھی سناسنی، بھولے بھالے مسلمان بھی کہہ دیتے ہیں، جو اسلام یا اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت یا جہالت کی بات ہے یا عدم شعور، حدیث میں عقیدہ کی تصحیح کی گئی ہے۔علماء کی ذمہ داری ہے کہ عوام کو اس سے باخبر کریں اور اس کا موقع وہی مناسب ہے کہ جب شدید گرمی کے بعد رحمت الٰہی سے برسات شروع ہو تو خطباء واعظین، علماء، دعاۃ سب اس سنت کو عملی جامہ پہنائیں کہ ایسے موقع پر عوام تو عوام اچھے خاصے دینی مزاج اور دیندار جن کو سمجھا جاتا ہے وہ بھی اس بات کو بولنے میں مشرکین کی پیروی کر لیتے ہیں کہ فلاں نچھتّر آ گیا، اب بارش ہوگی، العیاذ

باللہ، جبکہ بارش کا تعلق محض رحمت حق سے ہے نہ کہ نچھتّر یا ستارہ سے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت ہی غیر معمولی بندوں پر مہربان ہے۔ ہماری بے شعوری و جہالت پر گرفت نہیں کرتی، اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ ہم ہمیشہ اسی غفلت کی عمیق جہالت میں غرق رہ کر بدعقیدگی میں مبتلا رہیں اور بے خبری میں مشرکین کا ساتھ دیتے رہیں اور صفِ اول کے جنتی بھی بن کر رہیں۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم، آمین!

بَابُ : (كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ......)

باب: آدم کی اولاد حق تعالیٰ کو جھٹلاتی ہے

(۵۳) عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ :

”كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، وَ شَتَمَنِي وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، أَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّایَ أَنْ يَقُولَ: إِنِّي لَنْ أُعِيدَهُ كَمَا بَدَأْتُهُ، وَ أَمَّا شَتْمُهُ إِيَّایَ أَنْ يَقُولَ: اِتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَداً، وَ أَنَا الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ أَلِدْ وَ لَمْ أُولَدْ، وَ لَمْ يَكُنْ لِي كُفُوءًا أَحَدٌ.“ [صحیح] (أخرجه البخاری فی صحیحه ج٦ ص٢٢٢)

آدم کی اولاد حق جل مجدہ کو گالیاں دیتی ہیں

(۵۳) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

آدمؑ کی اولاد نے مجھ (حق جل مجدہ) کو جھٹلایا، حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہ تھا اور مجھ کو گالیاں دیں؛ حالانکہ اس کے لیے یہ روا نہ تھا، اس کا مجھ کو جھٹلانا یہ ہے کہ اس کا یہ کہنا کہ میں ان کو دوبارہ زندہ نہیں کروں گا جیسا کہ پہلی بار پیدا کیا تھا، اور ان کا گالیاں دینا، ان کا یہ کہنا ہے کہ: میرے لیے اولاد ہے، جبکہ میں بے نیاز ہوں کہ میں کسی کی اولاد ہوں یا کوئی میری اولاد ہو، نہ کوئی میرے برابر کا ہے۔

(صحیح البخاری ۶/۲۲۲، مسند احمد ج ۱۶/۸۲۰۴، شرح السنۃ بغوی ج ۱ ص ۸۱)

میں اکیلا بے نیاز ہوں

(۵۴) عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: قَالَ اللّٰهُ:

" كَذَّبَنِی ابْنُ آدَمَ وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، وَ شَتَمَنِی وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ؛ فَأَمَّا تَكْذِيْبُهُ إِيَّایَ فَقَوْلُهُ لَنْ يُعِيدَنِی كَمَا بَدَأَنِی وَ لَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَیَّ مِنْ إِعَادَتِهِ، وَ أَمَّا شَتْمُهُ إِيَّایَ فَقَوْلُهُ: اِتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَ أَنَا الْأَحَدُ الصَّمَدُ، لَمْ أَلِدْ وَ لَمْ أُوْلَدْ، وَ لَمْ يَكُنْ لِی كُفُوًا أَحَدٌ"۔

[صحيح] (أخرجه البخاری فی صحيحه ج٦ ص٢٢٢)

(۵۴) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

آدمؑ کا بیٹا مجھ کو جھٹلاتا ہے، جبکہ اس کو یہ مناسب نہ تھا، اور مجھ کو گالیاں دیتا ہے جبکہ یہ اس کو روا نہ تھا۔ اس کا مجھ کو جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ: دوبارہ مجھ کو پیدا نہ کرے گا جیسا کہ پہلی بار پیدا کیا تھا، جبکہ دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا پہلی بار کی تخلیق کی بہ نسبت بہت آسان ہے۔ ہاں! اس کا گالیاں دینا یہ ہے کہ کہتا ہے: حق تعالیٰ کی اولاد ہے جبکہ میں ایک اکیلا بے نیاز ہوں، نہ میرا کوئی بیٹا ہے نہ میں کسی کا باپ، نہ ہی میرا کوئی ہمسر ہے۔

(صحیح البخاری ٦/٢٢٢، سنن نسائی ج ٤ ص ١١٢، ابن ابی عاصم کتاب السنۃ ج ١/٦٩٣
مسند احمد ج ١٦/٨٥٩٥، کنز العمال ج ١٤/٣٨٩١٦، صحیح الجامع الصغیر ج ٤/١٩٩، الاتحاف ١٧)

کیا دوبارہ پیدا کرنا پہلی بار کے مقابلہ میں دشوار ہے؟

(۵۵) عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ أُرَاهُ:

يَقُوْلُ اللّٰهُ: "شَتَمَنِی ابْنُ آدَمَ، وَ مَا يَنْبَغِی لَهُ أَنْ يَشْتِمَنِی، وَ تُكَذِّبُنِی وَ مَا يَنْبَغِی لَهُ. أَمَّا شَتْمُهُ فَقَوْلُهُ: إِنَّ لِی وَلَدًا، وَ أَمَّا تَكْذِيْبُهُ فَقَوْلُهُ لَيْسَ يُعِيْدُنِی كَمَا بَدَأَنِی"۔ [صحيح] (أخرجه البخاری فی صحيحه ج٤ ص١٢٩)

(۵۵) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حق جل مجدہ فرماتا ہے:

آدمؑ کے بیٹے مجھے گالیاں دیتے ہیں، جبکہ ان کے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ مجھ کو گالیاں دیں اور مجھ کو جھٹلاتے ہیں، یہ ان کو درست وروا نہ تھا۔ ان کا گالیاں دینا تو یہ کہنا ہے کہ میری اولاد ہے اور جھٹلانا یہ ہے کہ میں دوبارہ پیدا نہیں کروں گا جیسا کہ پہلی بار پیدا کیا تھا۔ (صحیح البخاری ۱۲۹/۴)

میں بیوی بچہ سے بے نیاز ہوں

(۵٦) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :

قَالَ اللّٰهُ :"كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ ، وَ شَتَمَنِي وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَزَعَمَ أَنِّي لَا أَقْدِرُ أَنْ أُعِيدَهُ كَمَا كَانَ، وَ أَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ لِي وَلَدٌ. فَسُبْحَانِي أَنْ أَتَّخِذَ صَاحِبَةً أَوْ وَلَدًا".

[صحيح] (أخرجه البخاری فی صحيحه ج٦ ص٢٤)

(۵٦) ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق جل مجدہ نے فرمایا کہ: مجھ کو اولاد آدمؑ نے جھٹلایا حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہ تھا اور مجھ کو گالیاں دیں حالانکہ اس کے لیے یہ روا نہ تھا، اس کا جھٹلانا یہ ہے کہ وہ یہ گمان کرتا ہے کہ میں اس کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوں جیسا کہ وہ پہلے تھا اور اس کا گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرے لیے اولاد ہے، حالاں کہ میری ذات اس بات سے بے نیاز ہے کہ میں کسی کو بیوی یا اولاد بناؤں۔ (صحیح بخاری ۲۴/۶)

اللہ پاک خالق ہیں، کسی کے باپ نہیں اور نہ ان کا کوئی بیٹا یا بیٹی ہے

اس حدیثِ قدسی میں انسانی کمزوری کو واضح کیا گیا ہے کہ: حق سبحانہ وتعالیٰ خالق کائنات اور مالکِ کل ہیں اور جملہ عیوب ونقائص سے پاک ہیں، اگر کوئی اس بے نیاز ذات کے لیے ابوّت وابنیت کو ثابت کرتا ہے یا اس کی طرف منسوب کرتا ہے تو یقیناً یہ حق

تعالیٰ کو گالیاں دینے کے مترادف ہے؛ بلکہ اس جملے میں جو قباحت و نقص ہے وہ سبّ وشتم سے زیادہ نجس و مکروہ ہے۔ کسی نے عیسیٰ کو ابن اللہ کہا تو کسی نے عزیر کو ابن اللہ.. یہ حق تعالیٰ کی طرف انتہائی بدترین انتساب ہے اور اگر عالمِ مثال میں اس کی نجاست و گندگی کو شکل عطا کی جائے تو اس کی پلیدگی چاند و سورج کی روشنی کو مکدر و مضمحل کردے۔ العیاذ باللہ!

اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کا عظیم شاہکار انسان کا وجود ہے، جبکہ انسان معدوم محض تھا اور حق جل مجدہ نے اس کو وجود بخشا ،غرض کہ انسان کچھ بھی نہ تھا اور خالق نے سمیع وبصیر بنادیا اور سمیع وبصیر، عقل وفواد سے ایک قلیل مدت کے لیے شرعی دائرہ میں رہ کر محظوظ ہونے کی اجازت دیدی تاکہ شاکر نعمت ہونا یا کافر وحدانیت ہونا اس کا واضح ہوجائے، اب اس شکر وکفر کی جزا کے لیے حیات اس سے مسلوب کرلی جاتی ہے گویا کہ اس کی حیات، حیات باری کے تحت محجوب ہوجاتی ہے اور وقت موعود پر پھر حجاب حیات کو اٹھا کر ابدی زندگی دی جاتی ہے تاکہ اپنے شکر کا صلہ جنت کی صورت میں اور کفر کی سزا جہنم کی صورت میں پالے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب انسان کچھ نہ تھا تو جس خالق نے اس کو پیدا کیا تھا، وہ اس پیدا شدہ انسان کو دوبارہ زندگی سے ہمکنار نہیں کرسکتا؟

یقیناً یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ پہلی بار کی خلقت سے اعادۂ خلق آسان تر ہے۔ اسی لیے اس اعادہ کا انکار علم الٰہی میں تکذیب باری عزوجل کے مترادف ہے۔ اعادۂ حیات کا انکار کوئی بلید الطبع احمق ہی کرسکتا ہے، کیونکہ جس نے پہلی بار زندگی دی ہے، اس کے لیے دوبارہ زندہ کرنا دشوار نہیں۔ واللہ اعلم

بَابُ : (يُؤْذِيْنِى ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ......)

باب: زمانہ کو گالیاں نہ دو

(۵۷) عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

قَـالَ اللّٰه عَزَّ وَجَلَّ :" يُؤْذِيْنِى ابْنُ آدَمَ يَسُـبُّ الدَّهْرَ وَ أَنَا الدَّهْرُ بِيَدِى

الْأَمْرُ؛ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ"۔ [صحيح] (أخرجه الحميدی فی مسنده ج۲/۱۰۹۶)

میں ہی رات ودن کوادلتا بدلتا ہوں

(۵۷) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا: ''مجھ کو ابن آدمؑ تکلیف واذیت پہنچاتا ہے، وہ زمانے کو گالی دیتاہے اور زمانہ میں ہوں، حکم میرے ہاتھ میں ہے دن ورات کو میں پلٹتا ہوں۔

(مسند حمیدی۲/۱۰۹۶)

شرح: اس حدیث میں حق جل مجدہ نے انسانی کمزوریوں کو اور واضح کیا ہے کہ انسان بسااوقات تمام نامناسب حالات کا انتساب خالق ومدبر، حق جل مجدہ کی ذات کی طرف بایں طور کردیتا ہے کہ وہ حالات کی ناموزونیت، اس کی خرابی اوراچھائی کا انتساب زمانے کی طرف کرتاہے، حالانکہ زمانہ اپنی تاثیر میں بالکل ہی بے دخل ہے؛ بلکہ رب ذوالجلال ہی وہ ذات ہے جوزمانے کو بدلتا ہے، تمام اموراسی کی جانب سے مقدر ہوتے ہیں؛ کیوں کہ وہ ذات خَالِقُ الدَّهْر اور مُدَبِّرُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ اور مُقَلِّبُ اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ ہے۔ اورتمام امور کا متصرف بھی وہی ایک اکیلا ہے۔ لہٰذا زمانے کو برا کہنا در حقیقت خالق زمانہ اور مدبر کو برا کہنا ہے؛ لہٰذا انسان کو ایک یہ بھی ادب حق جل مجدہ نے سکھلادیا کہ دیکھوزمانے کو برامت کہو! یہ بات مجھ تک پہنچتی ہے؛ اس لیے اس سے بچو!

جب میں چاہوں گا رات ودن کو اُٹھالوں گا

(۵۸) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ عن رسول الله ﷺ قال:

يقول الله عزَّ وَ جَلَّ: "يُؤْذِيْنِي ابْنُ آدَمَ؛ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَ أَنَا الدَّهْرُ أُقَلِّبُ لَيْلَهُ وَ نَهَارَهُ، فَإِذَا شِئْتُ قَبَضْتُهُمَا".

وَ تَلَا سُفْيَانُ هَذِهِ الْآيَةَ:

﴿مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحيَا وَ مَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾

(الجاثيه:۲۴)

[صحیح]أخرجه الحاكم فی المستدرك ج ۲ ص ٤٥٣)

(۵۸) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

آدمؑ کا بیٹا مجھ کو اذیت دیتا ہے، وہ زمانہ کو گالیاں دیتا ہے جبکہ زمانہ میں ہوں، رات و دن کو میں ادلتا بدلتا ہوں۔ جب چاہوں گا دونوں کو اٹھالوں گا (یعنی رات و دن کا نظام ختم کردوں گا) حضرت سفیانؒ نے ذیل کی آیت پڑھی:

مَا هِیَ إِلَّا حَيَاتُنَا الْدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَايُهْلِكُنَا إِلَّا الْدَّهْرُ (الجاثیہ:۲۴)

ترجمہ: اور (بعث کے منکر) یوں کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دنیوی حیات کے اور کوئی حیات نہیں ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو صرف زمانہ کی گردش سے موت آتی ہے۔

(اوران لوگوں کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں محض اٹکل سے ہانک رہے ہیں۔)

(مستدرک حاکم ج ۲ص ۴۵۳،سنن بیہقی ج ۳ص ۳۶۵)

دہر کا معنی اور مشرکین کا استدلال

لفظ دھر دراصل ان تمام مدت کے مجموعہ کا نام ہے جو اس عالم کی ابتداء سے انتہاء تک ہے۔ اور کبھی بہت بڑی مدت کو بھی دھر کہد یا جاتا ہے۔ کفار نے یہ قول بطور دلیل کے پیش کیا ہے کہ ہماری موت و حیات اللہ کے حکم ومشیت سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ اسباب طبعیہ کے تابع ہے جسکا مشاہدہ موت کے وقت تو سب کرتے ہیں، کہ اعضاء انسانی اور اسکی قوتیں استعمال کے سبب گھٹتی رہتی ہیں، اور ایک زمانہ دراز گزرجانے کے بعد وہ بالکل معطل ہوجاتی ہیں۔ اسی کا نام موت ہے، اسی پر حیات کو بھی قیاس کرلو کہ وہ بھی کسی الٰہی حکم سے نہیں بلکہ مادّہ کی طبعی حرکتوں سے حاصل ہوتی ہے۔ (معارف القرآن مفتی اعظمؒ)

مشرکین اور فلاسفہ کی نادانی

فلاسفہ کے نزدیک زمانہ حرکتِ فلکیہ کا نام ہے۔تو اس نوع کے لوگ فلک کو برا بھلا کہہ کر اپنا دل ٹھنڈا کرتے ہیں۔حضور اکرم ﷺ اسکی مخالفت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: **لا تسبو الدھر فان اللہ ھو الدھر** ۔کہ زمانہ کو گالیاں نہ دیا کرو۔اللہ ہی کی قدرت وارادہ زمانہ اور زمانہ کے تغیرات ہیں۔حدیث میں آپ ﷺ نے اسکی ممانعت فرمائی کہ کوئی شخص یہ کہے کہ افسوس زمانہ کی بدنصیبی و ناکامی یا نحوست۔اسی کو حدیث قدسی میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ابن آدمؑ مجھے تکلیف پہنچاتا ہے، زمانہ کو برا کہتا ہے، حالانکہ زمانہ تو میں ہی ہوں، میرے ہی قبضہ میں رات و دن ہیں، جس طرح چاہوں زمانہ کو لوٹاتا، پلٹاتا رہتا ہوں۔واللہ اعلم۔ (روح المعانی، ج۲۵،تفسیر ابن کثیر، ج۴،معارف القرآن کاندھلویؒ،گلدستہ، ج۶،ص۹۰۸)

'زمانہ کا ناس ہو' ہرگز زبان پر نہ لاؤ

(۵۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ :"يُؤْذِيْنِي ابْنُ آدَمَ يَقُوْلُ: يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ فَلَا يَقُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ؛ فَإِنِّيْ أَنَا الدَّهْرُ أُقَلِّبُ لَيْلَهُ وَ نَهَارَهُ، فَإِذَا شِئْتُ قَبَضْتُهُمَا"۔ [صحيح] (اخرجه مسلم فى صحيحه، جلد : ٤ ، ص:١٧٦٢)

(۵۹) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا:

مجھ کو اولاد آدمؑ اذیت وتکلیف پہنچاتی ہے، ابن آدمؑ کہتا ہے: زمانہ کا برا ہو، تو تم میں سے ہرگز کوئی یہ نہ کہے کہ زمانہ کا ناس ہو؛ اس لیے کہ زمانہ میں ہوں، رات ودن کو میں ہی ادلتا بدلتا رہتا ہوں، جب میں چاہوں گا رات ودن کے سلسلہ کو بھی ختم کردوں گا۔(زمانہ کو برا کہنا دراصل حق جل مجدہ کو برا کہنا ہے جیسا کہ ماقبل میں تفصیل گزر چکی ہے۔)

(صحیح مسلم۴/۱۷۶۲)

زمانہ کو برا کہنے کا نتیجہ

زمانہ نام ہے دہر کا۔ وہ کچھ کام کرنے والا نہیں کیونکہ نہ اس میں حس ہے نہ شعور نہ ارادہ، لامحالہ وہ کسی اور چیز کو کہتے ہوں گے جو معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن دنیا میں اس کا تصرف چلتا ہے۔ پھر اللہ ہی کو کیوں نہ کہیں جس کا وجود اور متصرف علی الاطلاق ہونا دلائل فطریہ اور براہین عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور زمانہ کا الٹ پھیر اور رات دن کا ادل بدل کرنا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ زمانے کو برا نہ کہو: اس معنی سے حدیث میں بتلایا گیا کہ دہر اللہ ہے اس کو برا نہ کہنا چاہئے۔ کیونکہ جب آدمی دہر کو برا کہتا ہے، اسی نیت سے کہتا ہے کہ حوادثِ دہر اسکی طرف منسوب ہیں حالانکہ تمام حوادث دہر اللہ کے ارادے اور مشیت سے ہیں تو دہر کی برائی کرنے سے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہوتی ہے۔ **اعاذنا اللّٰہ منہ۔** (تفسیر عثمانی، سورۃ الجاثیہ، ۲۴)

حصول علم کے دو طریقے

ا۔ بغیر غور وفکر اور بلا سوچ بچار کے (اس علم کو بدیہی کہتے ہیں)۔ ۲۔ اور غور وفکر کے بعد (اس علم کو برھانی واستدلالی کہتے ہیں) اور زمانہ کا موثر حقیقی ہونا نہ بداہۃ معلوم ہے، نہ کوئی دلیل ایسی ہے جس سے اسکا ثبوت ہوسکتا ہو، اس لیے کافروں کو اسکا علم ہی نہیں ہے، بلکہ ایک صانع حکیم کی ہستی کا ثبوت مختلف دلائل سے ملتا ہے۔ (گلدستہ، ج۶ ص۹۰۹)

میں نے بندہ سے قرض مانگا تو اس نے انکار کر دیا

(۶۰) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ ﷛، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ :"اَسْتَقْرَضْتُ مِنْ عَبْدِی فَأَبَی أَنْ یُقْرِضَنِی، وَ سَبَّنِیْ عَبْدِیْ وَ لَا یَدْرِیْ یَقُوْلُ: وَا دَهْرَاهُ، وَا دَهْرَاهُ، وَ أَنَا الدَّهْرُ".

[صحیح] (أخرجه الحاکم فی المستدرک ج۲ ص۴۵۳)

(٦٠) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے: میں نے اپنے بندہ سے قرض مانگا تو انکار کردیا کہ مجھ کو قرض حسنہ دے، اور میرا بندہ مجھ کو گالی دیتا ہے اور اس کو اس کا شعور بھی نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ: زمانہ کا ناس ہو، ہائے زمانہ کا ناس ہو، اور زمانہ تو میں ہوں۔

(مستدرک حاکم ج ۲ ص ۴۵۳، کنز العمال ج ۳/۸۱۴۳)

دونوں کو ختم کردوں گا

(٦١) وَ قَالَ اَحْمَدُ بِاِسْنَادِ الصَّحِيْفَةِ الصَّادِقَةِ صَحِيْفَةُ هَمَّامٍ بْنِ مُنَبِّهٍ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :

"لَا يَقُوْلُ ابْنُ آدَمَ : يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ. اِنِّي أَنَا الدَّهْرُ، أُرْسِلُ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ فَإِذَا شِئْتُ قَبَضْتُهُمَا"۔ [صحيح](أخرجه أحمد فى مسنده ج١٦/٨٢١٥)

(٦١) ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمؑ کے بیٹے کو زمانہ کا ناس ہو نہیں کہنا چاہیے، میں ہی زمانہ ہوں۔ رات و دن کو میں بھیجتا ہوں جب چاہوں گا دونوں کو ختم کردوں گا۔ (مسند احمد ج ۱۶/۸۲۱۵)

زمانہ میں ہوں

(٦٢) قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

قَالَ اللّٰهُ : يَسُبُّ بَنُو آدَمَ الدَّهْرَ وَ أَنَا الدَّهْرُ بِيَدِيْ اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ"۔

[صحيح] (أخرجه البخارى فى صحيحه ج٨ص ٥١)

(٦٢) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

آدمؑ کی اولاد زمانہ کو برا بھلا کہتا ہے جبکہ زمانہ میں ہوں رات و دن کو ادلتا بدلتا ہوں۔ (صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۶۵، صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۷۶۲)

ابنِ آدم! تُو گالی کیوں دیتا ہے؟

(۶۳) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ : "یَشْتِمُنِی ابْنُ آدَمَ، یَقُوْلُ: وَا دَهْرَاهُ وَ أَنَا الدَّهْرُ، وَ أَنَا الدَّهْرُ". [صحيح] (أخرجه بن أبی عاصم فی کتاب السنة ج۱/۵۹۸)

(۶۳) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

آدمؑ کا بیٹا مجھ کو گالی دیتا ہے، کہتا ہے: زمانہ تیرا ناس ہو اور زمانہ میں ہوں، زمانہ میں ہی ہوں۔

(کتاب السنۃ ابن ابی عاصم، ج۱/ ۵۹۸، مستدرک حاکم، ج:۱،ص:۴۱۸، الترغیب والترہیب ج:۳،ص:۴۳۹)

ایک حاکم کے بعد دوسرے حاکم میں لاتا ہوں

(۶۴) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ قَالَ: "أَنَا الدَّهْرُ. اَلْأَیَّامُ وَ اللَّیَالِی لِی أُجَدِّدُهَا وَ أُبْلِیْهَا، وَ آتِی بِمُلُوْكٍ بَعْدَ مُلُوْكٍ".

[صحيح] (أخرجه أحمد فی مسند ج ۲ ص۴۹۶)

(۶۴) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمانہ کو برا بھلا مت کہو؛ اس لیے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: زمانہ میں ہوں، رات ودن کو میں لاتا ہوں (یعنی ہر رات کے بعد نیادن اور ہر دن کے بعد نئی رات میں لاتا ہوں) اور ایک حاکم کے بعد دوسرے حاکم کو لانے والا بھی میں ہی ہوں۔

'کَرْم' تو مومن کا قلب ہے جو تجلّی گاہِ رب ہے

(۶۵) عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال:

"لا یَقُلْ أَحَدُ کُم : یاخَیْبَةَ الدَّهْرِ. قال اللّٰهُ عزَّوجلَّ: أَنَا الدَّهْرُ، أُرْسِلُ

الـلَّيْـلَ وَ الـنَّهَارَ، فَإِذَا شِئْتُ قَبَضْتُهُمَا ، وَ لَا يَقُوْلَنَّ لِلْعِنَبِ الكَرْمِ ؛ فَإِنَّ الكَرْمَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ". [حسن لغيره] (أخرجه البخارى فى الأدب المفرد ص ٢٦٩ / ٧٧٠)

(٦٥) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ زمانہ کا ناس ہو۔ حق جل مجدہ فرماتا ہے: میں ہی زمانہ ہوں، رات ودن کو بھیجتا ہوں، جب میں چاہوں گا ان دونوں کو قبض کرلوں گا (یعنی ختم کردوں گا) اور خبردار انگور کو کَرْم نہ کہو اس لیے کہ کرم مسلمان آدمی ہوتا ہے۔

(الادب المفرد، رقم بخاری، ص: ۷۷۰۔ باب لاتسبوالدھر)

اسلام شعور ووجدان کی تطہیر وتعلیم کا درس دیتا ہے

ان تمام احادیث میں ادبِ اسلامی سکھلایا گیا ہے کہ بعض باتیں انسان بول دیتا ہے اوراس کی زد میں حق جل مجدہ کی ذات یا صفات وقدرت آجاتی ہے۔ احوال وحالات اور کائناتِ عالم کا ذرہ ذرہ حکم الٰہی سے ہی متحرک ہے اور بغیر مشیت باری کے کچھ بھی نہیں۔ رات ودن کا ادلنا بدلنا، ہر رات کے بعد صبح کی روشنی، اور ہر روشنی کے بعد تاریکی وظلمت کا آنا یہ دلیل ہے کہ انسانی احوال وزندگی میں بھی یہ انقلاب آئے گا اور آتا ہے، اگر آگئے تو اِن احوال کو زمانے کی طرف منسوب کرکے زمانے کو برا بھلا کہنا درحقیقت خالق کائنات ربّ ذوالجلال کو برا کہنا ہے۔ خواہ یہ شعوری طور پر کہنے والا کہے یا غیر شعوری طور پر۔ اسلام شعور ووجدان کی تطہیر وتعلیم کا ہی تو درس دیتا ہے۔ نیز آج کل کے حالات میں شادی وبیاہ کے موقع پر لوگ اکثر تاریخ کی تعین سے پہلے پوچھتے ہیں کہ یہ سعد ہے یا نحس یہ بھی اسلامی مزاج سے ٹکراتا ہے اوراس کی بھی اس حدیث کی روشنی میں تردید ہوگئی، دن سب کے سب ایّام اللہ ہیں نہ کوئی اس میں نحوست ونامبارک ایام ہیں نہ ہی برے ومذموم۔ مشرکین عرب بھی اس قسم کا بے ہودہ عقیدہ رکھتے تھے جس کی تردید آقائے مدنی ﷺ نے کردی کہ مصائب وآلام، مرض وموت، تلف مال یا جان، نقصان وحرمان، رنج والم اور تکلیف و

مسرت سب کی سب آتی نہیں لائی جاتی ہیں اور ان کا لانے والا ایک خالق السموات والارض ہے۔ رات ودن، صبح وشام، روشنی وظلمت سب مخلوق ہیں اور مخلوق بغیر اذن الٰہی کے مخلوق کے نفع ونقصان کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ لہٰذا تمام امور کو خالق کے سپرد کرنا سعادت وفلاح ہوگا اور اس کے برعکس اگر احوال کو زمانہ یا دہر کی جانب منسوب کیا گیا اور پھر زمانہ کو برا بھلا کہا گیا تو اس کی زد میں بات رب العالمین کی شان میں تنقیص شمار ہوگی۔

حدیث میں عنب یعنی انگور کو کَرم کہنے سے منع کیا گیا کہ شراب وخمر کی کشید اسی سے ہوتی ہے۔ کرم تو مؤمن کا قلب ہے جو تجلّی گاہ رب ہے۔ قربان جائیے محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت مطہرہ پر کے لفظی اشتراک کو بھی منع کیا گیا کہ ایسا لفظ بھی نہ بولو جس سے خمر کی یا خمّار کی پذیرائی وحوصلہ افزائی ہو۔ کرم میں شان مؤمن بدرجہ اتم واکمل موجود ہے کہ مومن پر رب کریم کا کرم ہوگا۔ کرامت کا تاج دیا جائے گا۔ پھر اکرام وانعام ہوگا کہ مؤمن کا دل آج بھی کرم کا مخزن ومنبع ہے کہ اس میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کے نور کا کرم موجود ہے، جو کریم تک اس کو لے جا رہا ہے۔ واللہ اعلم۔ ثمین اشرف

مَا وَرَدَ فِي الْإِيْمَانِ بِالْقَدَرِ

قضاء وقدر پر ایمان

بَابُ : (إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ ثُمَّ أَخَذَ الْخَلْقَ مِنْ ظَهْرِهِ......)

(٦٦) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ قَتَادَةَ السُّلَمِي رضي الله عنه أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ خَلَقَ آدَمَ ثُمَّ أَخَذَ الْخَلْقَ مِنْ ظَهْرِهِ وَ قَالَ : "هٰؤُلَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَ لَا أُبَالِي ، وَ هٰؤُلَاءِ فِي النَّارِ وَ لَا أُبَالِي قَالَ: فَقَالَ قَائِلٌ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَى مَاذَا نَعْمَلُ؟ قَالَ: عَلَى مَوَاقِعِ الْقَدَرِ"۔

[صحيح] (أخرجه أحمد فى مسنده ج٤ ص١٨٦)

آدم اور اولادِ آدم کی تخلیق

(٦٦) ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن قتادہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ جل مجدہ نے آدمؑ کو پیدا فرمایا، پھر تمام ذریت آدمؑ کو ان کی پشت سے نکال کر ارشاد فرمایا کہ: یہ سب کی سب جنت کے لیے ہیں اور مجھ کو اس کی پرواہ نہیں، اور یہ سب کی سب جہنم کے لیے ہیں اور مجھ کو اس کی پرواہ نہیں - ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! پھر ہم عمل کیوں کریں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تقدیر کی اتباع میں۔

(مسند احمد-۴/۱۸۶)

اعمال کا وجود حسبِ تقدیر اور تقدیر حسبِ علمِ علّام الغیوب

(٦٧) عن مسلم بن يسار الجهنیؓ أن عمر بن الخطابؓ سئل عن هذه الآية:

﴿وَ إِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيٓ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ أَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَآ أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ﴾ (الأعراف: ١٧٢)

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُسْئَلُ عَنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ بِيَمِيْنِهِ فَأَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ: "خَلَقْتُ هٰؤُلَآءِ لِلْجَنَّةِ، وَ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَعْمَلُوْنَ، ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ: خَلَقْتُ هٰؤُلَاءِ لِلنَّارِ، وَ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ يَعْمَلُوْنَ فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَفِيْمَ الْعَمَلُ؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ إِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلْجَنَّةِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَمُوْتَ عَلَى عَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَ إِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰى يَمُوْتَ عَلَى عَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ أَهْلِ النَّارِ فَيُدْخِلَهُ اللّٰهُ النَّارَ".

[صحيح لغيره] (أخرجه الترمذی فی سننه ج ٥/٣٠٧٥)

(٦٧) ترجمہ: حضرت مسلم بن یسار جہنیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا: "وَ إِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ ...... الخ" تو حضرت عمر بن خطابؓ نے کہا کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جب اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، پھر ان کی پشت سے تمام ذریت کو باہر نکالا اور ارشاد فرمایا: میں نے ان تمام لوگوں کو جنت کے لیے اور جنت میں جانے کے عمل کے لیے پیدا کیا ہے۔ پھر حق تعالیٰ نے آدمؑ کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو ذریت آدمؑ کو نکالا اور ارشاد فرمایا: ان تمام لوگوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا، ساتھ ساتھ یہ لوگ جہنمی اعمال کرتے رہیں گے۔ ایک شخص نے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ! پھر ہم عمل کیوں کریں؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جنت کے لیے پیدا فرماتے ہیں تو اس کو جنت کے اعمال کی توفیق بھی دیتے ہیں اور اس کی زندگی کا استعمال اعمال صالحہ میں ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ اعمال جنت کرتے کرتے مرجاتا ہے اور موت نیک و صالح اعمال پر آتی ہے تو وہ جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔

اور جب کسی شخص کو جہنم کے لیے پیدا کیا جاتا ہے تو اس کا استعمال جہنم کے اعمال پر ہوتا ہے یہاں تک کہ جہنمی اعمال میں انہاک کے ساتھ اس کی موت آتی ہے پس جہنم میں داخل ہوجاتا ہے۔ (سنن ترمذی ۵/۳۰۷۵)

دین کا سنگ بنیاد اور میثاقِ عام

"میثاق عام" تمام عقائد حقہ اور ادیان سماویہ کا بنیادی پتھر یہ ہے کہ انسان اللہ کی ہستی اور ربوبیت عامہ پر اعتقاد رکھے۔ مذہب کی ساری عمارت اسی سنگ بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے۔ جب تک یہ اعتقاد نہ ہو مذہبی میدان میں عقل وفکر کی رہنمائی اور انبیاء و مرسلین کی ہدایات کچھ نفع نہیں پہنچاسکتیں۔ اگر پورے غور و تامل سے دیکھا جائے تو آسمانی مذہب کے تمام اصول و فروع بالآخر اللہ کی "ربوبیت عامہ" کے اسی عقیدہ پر منتہی ہوتے بلکہ اسی

کی تہ میں لپٹے ہوئے ہیں۔ عقل سلیم اور وحی و الہام اسی اجمال کی شرح کرتے ہیں۔ پس ضروری تھا کہ یہ تخم ہدایت جسے کل آسمانی تعلیمات کا مبداء و منتہٰی اور تمام ہدایات ربانیہ کا وجود مجمل کہنا چاہیے عام فیاضی کے ساتھ نوع انسانی کے تمام افراد میں بکھیر دیا جائے تا کہ ہر آدمی عقل و فہم اور وحی و الہام کی آبیاری سے اس تخم کو شجر ایمان و توحید کے درجہ تک پہنچا سکے۔ اگر قدرت کی طرف سے قلوب بنی آدم میں ابتداًء یہ تخم ریزی نہ ہوتی اور اس سب سے زیادہ اساسی و جوہری عقدہ کا حل ناخن عقل و فکر کے سپرد کر دیا جاتا تو یقیناً یہ مسئلہ بھی منطقی استدلال کی بھول بھلیاں میں پھنس کر ایک نظری مسئلہ بن کر رہ جاتا جس پر سب تو کیا اکثر آدمی بھی متفق نہ ہو سکتے جیسا کہ تجربہ بتلاتا ہے کہ فکر و استدلال کی ہنگامہ آرائیاں اکثر اتفاق سے زیادہ اختلاف آراء پر منتج ہوتی ہیں۔ اس لیے قدرت نے جہاں غور و فکر کی قوت اور نور وحی و الہام کے قبول کرنے کی استعداد بنی آدمؑ میں ودیعت فرمائی وہیں اس اساسی عقیدہ کی تعلیم سے ان کو فطرتاً بہرہ ور کیا جس کے اجمال میں کل آسمانی ہدایات کی تفصیل منطوی و مندرج تھی۔ اور جس کے بدون مذہب کی عمارت کا کوئی ستون کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ یہ اسی ازلی الٰہی و ربّانی تعلیم کا اثر ہے کہ آدمؑ کی اولاد ہر قرن اور ہر گوشہ میں حق تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کے عقیدہ پر کسی نہ کسی حد تک متفق رہی ہے۔ اور جن معدود افراد نے کسی عقلی و روحی بیماری کی وجہ سے اس عام فطری احساس کے خلاف آواز بلند کی ہے وہ انجام کار دنیا کے سامنے بلکہ خود اپنی نظر میں بھی اسی طرح جھوٹے ثابت ہوئے جیسے ایک بخار وغیرہ کا مریض لذیذ اور خوشگوار غذاؤں کو تلخ و بدمزہ بتلانے میں جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ بہرحال ابتدائے آفرینش سے آج تک ہر درجہ اور طبقہ کے انسانوں کا اللہ کی ربوبیت کبریٰ پر عام اتفاق و اجماع اس کی زبردست دلیل ہے کہ یہ عقیدہ عقول و افکار کی دوا دوش سے پہلے ہی فاطر حقیقی کی طرف سے اولاد آدمؑ کو بلاواسطہ تلقین فرما دیا گیا ورنہ فکر و استدلال کے راستہ سے ایسا اتفاق پیدا ہو جانا تقریباً ناممکن تھا۔

قرآن کریم کی امتیازی خصوصیت

قرآن کریم کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اس نے آیات حاضرہ میں عقیدہ کی اس فطری یکسانیت کے اصلی راز پر روشنی ڈالی۔ بلاشبہ ہم کو یاد نہیں کہ اس بنیادی عقیدہ کی تعلیم کب اور کہاں اور کس ماحول میں دی گئی۔ تاہم جس طرح ایک لیکچرار اور انشاء پرداز کو یقین ہے کہ ضرور اس کو ابتدائے عمر میں کسی نے الفاظ بولنے سکھلائے جس سے ترقی کر کے آج اس رتبہ کو پہنچا۔ گو پہلا لفظ سکھلانے والا اور سکھلانے کا وقت مکان اور دیگر خصوصیات مقامی بلکہ نفس سکھلانا بھی یاد نہیں۔ تاہم اس کے موجودہ آثار سے یقین ہے کہ ایسا واقع ضرور ہوا ہے۔ اسی طرح بنی نوع انسان کا علیٰ اختلاف الاقوام والا جیال "عقیدہ ربوبیت الٰہی" پر متفق ہونا اس کی کھلی شہادت ہے کہ یہ چیز بدء فطرت میں کسی معلم کے ذریعہ سے ان تک پہنچی ہے۔ باقی تعلیمی خصوصیات واحوال کا محفوظ نہ رہ سکنا اس کی تسلیم میں خلل انداز نہیں ہوسکتا۔ اسی ازلی وفطری تعلیم نے جس کا نمایاں اثر آج تک انسانی سرشت میں موجود چلا آتا ہے ہر انسان کو اللہ کی حجت کے سامنے ملزم کر دیا ہے۔ جو شخص اپنے الحاد و شرک کو حق بجانب قرار دینے کے لیے غفلت بےخبری یا آباء واجداد کی کورانہ تقلید کا عذر کرتا ہے اس کے مقابلہ پر حق تعالیٰ کی یہی حجتِ قاطعہ جس میں اصل فطرت انسانی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے بطور فیصلہ کن جواب کے پیش کی جاسکتی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی پشت سے ان کی اولاد اور ان سے ان کی اولاد نکالی۔ سب سے اقرار کروایا اپنی ربوبیت کا۔ پھر پشت میں داخل کیا۔ اس سے مدعا یہ ہے کہ اللہ کے رب مطلق ماننے میں ہر کوئی آپ کفایت کرتا ہے۔ باپ کی تقلید نہ چاہئے۔ اگر باپ شرک کرے بیٹے کو چاہئے ایمان لاوے۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ وہ عہد تو یاد نہیں رہا پھر کیا حاصل؟ تو یوں سمجھے کہ اس کا نشان ہر کسی کے دل میں ہے اور ہر زبان پر مشہور ہو رہا ہے کہ سب کا خالق اللہ ہے سارا جہان قائل ہے اور جو کوئی منکر ہے یا شرک کرتا ہے سو اپنی عقل

ناقص کے دخل سے پھر آپ ہی جھوٹا ہوتا ہے"۔ (تفسیر عثمانی، سورۃ اعراف، ۱۷۳)

علام الغیوب کا علمِ محیط ازلی

(٦٨) وَ لِأَبِی دَاوٗدَ فِی کِتَابِ الْقَدْرِیَّةِ وَ ابْنِ جَرِیْرٍ وَ ابْنِ أَبِی حَاتِمٍ رضی اللہ عنہ وَ آخَرِیْنَ عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ:

إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا خَلَقَ آدَمَ نَثَرَ ذُرِّیَّتَهُ فَكَتَبَ أَهْلَ الْجَنَّةِ وَ مَا هُمْ عَامِلُوْنَ، وَ أَهْلَ النَّارِ وَ مَا هُمْ عَامِلُوْنَ". ثُمَّ قَالَ:

﴿هٰؤُلَاءِ لِهٰذِهٖ وَ هٰؤُلَاءِ لِهٰذِهٖ﴾

[صحيح] (كما فی كنزالعمال ج ١/ ١٥٤٧)

(٦٨) ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی ذرّیت کو پھیلا دیا اور جنتی ہونا لکھ دیا جبکہ انھوں نے ابھی جنتی والے کام نہ کیے اور جہنمی ہونا لکھ دیا جبکہ انھوں نے جہنمی والے کام نہ کیے۔ پھر ارشاد فرمایا: یہ سب کے سب جنتی ہیں اور یہ سب کے سب جہنمی ہیں۔ (کنز العمال ج۱/۱۵۴۷، سلسلۃ الصحیحۃ البانی ۱/۴۶)

مجھ کو نہیں معلوم میرا نام کس میں ہے

(٦٩) عَنْ أَبِی نَضْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی قَبَضَ قَبْضَةً بِيَمِيْنِهٖ فَقَالَ:

هَذِهٖ لِهَذِهٖ وَ لَا أُبَالِی. وَ قَبَضَ قَبْضَةً أُخْرٰی يَعْنِی بِيَدِهِ الْأُخْرٰی. فَقَالَ: هَذِهٖ لِهَذِهٖ وَ لَا أُبَالِی. فَلَا أَدْرِیْ فِیْ أَیِّ الْقَبْضَتَيْنِ أَنَا؟"

[صحيح] (أخرجه أحمد فی مسنده ج٥ ص٦٨)

(٦٩) ترجمہ: حضرت ابونضرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا) میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: حق جل مجدہ نے اپنے داہنے ہاتھ میں ایک مٹھی لی اور فرمایا: یہ جنتی ہیں اور مجھ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں، اور دوسرے ہاتھ میں ایک مٹھی لی

اورفرمایا: یہ جہنمی ہیں اور مجھ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ راوی کہتے ہیں: مجھ کو نہیں معلوم میرا نام کس میں ہے۔ (مسند احمد ج۵/ ۶۸۔ سلسلۃ الصحیحۃ البانی ج۱/ ۵۰)

دخولِ جنت کا سبب رحمت

(۷۰) لِأَبِی یَعْلٰی وَغَیْرِہٖ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ قَبَضَ قَبْضَةً فَقَالَ: فِي الْجَنَّةِ بِرَحْمَتِي، وَ قَبَضَ قَبْضَةً فَقَالَ: فِي النَّارِ وَ لَا أُبَالِي".

[صحيح لغيره] (كما في السلسلة الصحيحة للألباني ج ۱/ ۴۷)

(۷۰) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے اپنے داہنے ہاتھ میں ایک مٹھی ارواح کو لیا اور دوسرے دست قدرت میں دوسری ارواح کو اور ارشاد فرمایا: یہ جنت کے لیے ہے میری رحمت کی وجہ سے اور یہ جہنم کے لیے اور مجھ کو اس کی پرواہ نہیں۔ (سلسلۂ صحیحہ ۱/ ۴۷)

شرح: ہم مملوک ہیں مالک کے تابع اور فرماں بردار ہیں، ہمیں کوئی حق ہی نہیں کہ مالک کو کہیں کہ تو نے اس کو یہ چیز کیوں دی اور فلاں کو کیوں نہیں؟ مرضی ان کی جس کو دیں نہ دیں، ہم آقا و مولا سے پوچھنے والے ہوتے کون ہیں؟ آقا و مولا سے بھی اگر سوال کیا جائے تو پھر وہ آقا تو نہیں ہوا یہ تو دنیاوی آقا کا حال ہے اور ربّ العالمین تو مالک الملک ہے، قادر کل، حاکم کل ہیں ہمارے لیے تو یہی بات ناقابلِ معافی ہے کہ دل میں کسی قسم کا سوال پیدا ہو، ہمارا کام ہے سرِ تسلیم خم کرنا، نہ کہ معترض ہونا یا حکیم و علیم کے فیصلہ کو غلط کہنا۔ واللہ اعلم

جنتی سفید اور جہنمی سیاہ

(۷۱) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

"خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ حِيْنَ خَلَقَهُ فَضَرَبَ كَتِفَهُ الْيُمْنٰى فَأَخْرَجَ ذُرِّيَّةً بَيْضَاءَ كَأَنَّهُمُ الذَّرُّ، وَ ضَرَبَ كَتِفَهُ الْيُسْرٰى فَأَخْرَجَ ذُرِّيَّةً سَوْدَاءَ كَأَنَّهُمُ الْحُمَمُ،

فَقَالَ لِلَّذِی فِی یَمِینِهِ : إِلَی الْجَنَّةِ وَ لَا أُبَالِی. وَ قَالَ لِلَّذِی فِی کَفِّهِ الْیُسْرَی: إِلَی النَّارِ وَ لَا أُبَالِی"۔ [صحیح] (أخرجه أحمد فی المسند ج٦ ص٤٤١)

(۷۱) ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، تو پیدائش ہی کے وقت ان کی داہنی پشت پر ہاتھ پھیر کر پشت سے سفید ذریت کو نکالا جو سفید موتیوں کی طرح تھی، پھر بائیں ہاتھ پھیر کر سیاہ کوئلے کے مانند ان کی ذریت کو نکالا، اور ارشاد فرمایا کہ: جو داہنی پشت والے ہیں وہ جنت میں جائیں گے اور مجھ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں، اور جو بائیں پشت والے ہیں وہ جہنم میں جائیں گے اور اس کی مجھ کو کوئی پرواہ نہیں۔ (مسند احمد ۶/۴۴۱)

یمین وشمال نے عہد دیا

(۷۲) لِلطِّبْرَانِیِّ عَنْ أَبِی أُمَامَةَ الْبَاهِلِیِّ رضی اللہ عنہ:

" لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ وَ قَضَی الْقَضِیَّةَ أَخَذَ أَهْلَ الْیَمِینِ بِیَمِینِهِ وَ أَهْلَ الشِّمَالِ بِشِمَالِهِ فَقَالَ : یَا أَصْحَابَ الْیَمِینِ. قَالُوْا: لَبَّیْکَ وَ سَعْدَیْکَ. قَالَ أَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ؟ قَالُوْا: بَلَی. قَالَ: یَا أَصْحَابَ الشِّمَالِ . قَالُوْا: لَبَّیْکَ وَ سَعْدَیْکَ. قَالَ: أَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ؟ قَالُوْا: بَلَی. ثُمَّ خَلَطَ بَیْنَهُمْ فَقَالَ قَائِلٌ: یَا رَبِّ لِمَ خَلَطْتَ بَیْنَهُمْ. قَالَ: لَهُمْ أَعْمَالٌ مِنْ دُوْنِ ذٰلِکَ هُمْ لَهَا عَامِلُوْنَ، أَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیَامَةِ إِنَّا کُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِیْنَ. ثُمَّ رَدَّهُمْ فِی صُلْبِ آدَمَ"۔

[ضعیف] (کما فی کنز العمال ج٢/٢٩٨٩)

(۷۲) ترجمہ: حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے روایت ہے: جب حق جل مجدہ نے مخلوق کو پیدا کیا اور تقدیری فیصلہ کردیا۔ سعادت منداہل یمین کو داہنے ہاتھ میں لیا اور اہل شمال کو شمال میں اور ارشاد فرمایا: اے اصحاب الیمین! داہنے والے، انھوں نے عرض کیا: لبیک وسعدیک، حاضر ہوں سعادت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ ارشاد حق ہوا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ جواب میں کہا: یقیناً آپ ہی ہمارے رب ہیں ارشاد باری ہوا: اے بائیں

طرف والے اصحاب الشمال! انھوں نے بھی جواب میں فرمایا: لبیک وسعدیک، حاضر ہوں۔ ارشادِ حق ہوا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ پھر حق جل مجدہ نے دونوں یمین وشمال کو ملا دیا۔ حق تعالیٰ سے ایک سائل نے سوال کیا دونوں کو کیوں ملا دیا یارب؟ حق جل مجدہ نے فرمایا: ان لوگوں کے اس کے علاوہ بھی اعمال ہیں جو یہ لوگ کریں گے۔ قیامت کے دن کہیں گے کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔ پھر ان تمام روحوں کو آدم کی صلب وپشت میں ڈال دیا۔

(کنز العمال، ج:۲،ص:۲۹۸۹ وج:۲،ص:۲۹۸۸، ج:۱،ص: ۵۲۸، ج:۶،ص:۱۵۱۴۷، مجمع الزوائد، ج:۷،ص:۱۸۹، مستدرک حاکم، ج:۱،ص:۲۷، الاتحاف رقم ۶۹۲/ و۳۶۴، و۳۴۳ و۶۹۵)

علم شئ علّتِ وجودِ شئ نہیں

حق جل مجدہ کی ذات علام الغیوب، خبیر بذات الصدور ہے۔ یاد آتا ہے دارالعلوم دیوبند میں حضرت علامہ حسین احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ نے قدر وتقدیر کا باب پڑھانے سے پہلے ایک علمی بات فرمائی کہ علم شئ علّتِ وجودِ شئ نہیں ہوتا۔ جس سے تقدیری امور پر شرحِ صدر ہوگیا۔ قرآن مجید نے غیب پر ایمان کا مطالبہ کیا ہے تقدیر بھی غیب کی ایک قسم ہے۔ آپ اپنے عملی قدم کو تیز تر کرتے رہیں اور بس، لوگوں کا عجیب حال ہے دنیا کے سلسلہ میں عملی جدوجہد میں مصروف ہیں اور آخرت کے سلسلہ میں غیب پر اعتراض کرکے بدعمل وبدبخت بن رہے ہیں۔ آپ کا کام ہے کہ سعادت مند بن کر اہل سعادت کے اعمال بجالایئے اور جستجو سعادت میں منہمک ومصروف رہیے، یہی دلیلِ سعادت ہے نہ کہ اعتراض وامہال کی راہ۔ یقیناً امہال کی راہ بدبختی کی دلیل ہوسکتی ہے نہ کہ سعادت کی، اکابر نے اس موضوع پر مستقل لکھا ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی کتاب مسئلہ تقدیر میں خوب وضاحت کی ہے جسکا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

بَابُ : (خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ فِي يَدِهِ كِتَابَانِ)

باب: عالَمِ غیب کی پراسرار کتاب

(۷۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ فِي يَدِهِ كِتَابَانِ فَقَالَ:

" أَ تَدْرُوْنَ مَا هٰذَانِ الْكِتَابَانِ؟ قَالَ: قُلْنَا لَا، إِلَّا أَنْ تُخْبِرَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ لِلَّذِىْ فِي يَدِهِ الْيُمْنٰى : هَذَا كِتَابٌ مِّنْ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى بِأَسْمَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَ أَسْمَاءِ آبَائِهِمْ وَ قَبَائِلِهِمْ ثُمَّ أُجْمِلَ عَلَى آخِرِهِمْ، لَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَ لَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَدًا. ثُمَّ قَالَ لِلَّذِى فِي يَسَارِهِ: هَذَا كِتَابُ أَهْلِ النَّارِ بِأَسْمَائِهِم، وَ أَسْمَاءِ آبَائِهِمْ وَ قَبَائِلِهِمْ ثُمَّ أُجْمِلَ عَلَى آخِرِهِمْ لَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَ لَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَدًا".

فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: فَلِأَيِّ شَيْءٍ إِذَنْ نَعْمَلُ إِنْ كَانَ هَذَا أَمْرًا قَدْ فُرِغَ مِنْهُ؟. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

" سَدِّدُوْا وَ قَارِبُوْا؛ فَإِنَّ صَاحِبَ الْجَنَّةِ يُخْتَمُ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَ إِنْ عَمِلَ أَيَّ عَمَلٍ. وَ إِنَّ صَاحِبَ النَّارِ لَيُخْتَمُ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ وَ إِنْ عَمِلَ أَيَّ عَمَلٍ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ فَقَبَضَهُمَا" . ثُمَّ قَالَ ﷺ:

"فَرَغَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَ جَلَّ مِنَ الْعِبَادِ ثُمَ قَالَ بِالْيُمْنَى فَنَبَذَ بِهَا فَقَالَ: فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ نَبَذَ بِالْيُسْرَى فَقَالَ: فَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ".

[صحيح] (أخرجه أحمد فى مسنده ج ١٠/ ٦٥٦٣)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دو کتاب بِتقدیر، سعادت وشقاوت

(۷۳) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ کے دستِ مبارک میں دو کتاب تھی۔ آپ ﷺ نے سوال کیا۔ تم لوگوں کو معلوم ہے یا تم لوگ جانتے ہو؟ یہ دو کون سی کتابیں ہیں؟ صحابہؓ

نے عرض کیا: نہیں معلوم؟ مگر ہم کو آپ ہی بتلا دیجیے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جو داہنے ہاتھ میں ہے۔ یہ ربّ العالمین تبارک وتعالیٰ کی جانب سے ہے، اس میں اہل جنت کا نام اور ان کے والد کا نام ان کے قبائل کے نام کے ساتھ درج ہے۔ پھر اس کتاب کو مکمل کر دیا گیا اب اس میں کمی وبیشی نہیں ہوگی۔

پھر بائیں ہاتھ کی کتاب کے متعلق فرمایا: یہ اہل جہنم کی کتاب ہے، جس میں ان کے اسماء ان کے آباء اور ان کے قبائل کے نام کے ساتھ درج ہے، پھر اس کتاب کو مکمل کر دیا گیا اس میں اب کمی بیشی نہیں ہوگی۔

اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا: پھر ہم عمل کیوں کریں جب جنتی و جہنمی کا نام درج ہو چکا اور معاملہ ختم ہو گیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اپنے اعمال صالحہ اور استقامت کے ساتھ اطاعت کے ذریعہ غضب وقہر رب سے بچو اور تمام امور میں حق تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کو طلب کرو۔ اس لیے کہ جنتی آدمی کا جنت کے اعمال پر خاتمہ ہوگا۔ (یعنی جنتی آدمی جنّت کے کام کرتے کرتے دنیا سے جائے گا) خواہ پہلے جو بھی عمل کرتا ہو اور جہنمی آدمی جہنم کے کام پر زندگی کا دم توڑے گا۔ خواہ پہلے کتنے اچھے عمل کیے ہوں۔ پھر ہاتھ والی کتاب کو مٹھی میں لے کر فرمایا: حق جل مجدہ بندوں کے تقدیر سے فارغ ہو گیا۔ پھر داہنی طرف والی کتاب کو رکھ دیا اور فرمایا: یہ گروہ جنت میں اور بائیں طرف والی کتاب کو رکھ دیا اور فرمایا: یہ گروہ دوزخ میں۔

(مسند احمد ۱۰/۶۵۶۳، ترمذی رقم الحدیث ۲۲۹۱)

تجلیات نبوت کی دید ظاہر و باطن میں یکساں ہوتی ہے

یہ کتاب حسی تھی یا عالم مثال کی تمثیلی اس میں بعض کی رائے ہے کہ تمثیلی تھی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دقیق مخفی وحقیقی مشاہدہ کیا تھا اس کا استحضار سامعین کو کرانا چاہتے تھے؛ کیونکہ رب العالمین نے جب اس امر مخفی کی حقیقت منکشف کر دی اور آپ کو جملہ اسرار پوشیدہ پر اس امر کے آگاہی واطلاع تام عطا فرما دیا اور رؤیت نبی خواہ قلبی ہو یا بصری

دونوں ہی یقین کامل کے درجہ میں یکساں ہم رنگ ہوتے ہیں تو حسی و تمثیلی میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ جس کا مفہوم یہ ہوا کہ ہاتھ کی آنکھ سے دیکھی ہوئی شئی اور دیدۂ باطن سے دیکھی ہوئی شئے دونوں مرتبۂ یقین میں برابر ہوتی ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ مرتبہ نبوت کی تجلیات کی دید میں باطن وظاہر میں اختلاف ہو، پھر جب دکھلانے والا خود ہی رب ذوالجلال ہو، تو نبی اکرم ﷺ نے حتمی طور پر بتلایا کہ جنتی و جہنمی کے اسماء تفصیلاً ان دونوں کتاب میں موجود ہیں۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ نہیں یہ کتاب حسّی تھی کہ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو آپ کے ہاتھ میں کتاب تھی جو صحابہؓ نے دیکھی، بعد میں آپ ﷺ نے سوال کیا کہ: تم کو معلوم ہے کہ یہ دونوں کیا کتاب ہیں؟ جس پر صحابہؓ نے عرض کیا: آپ ﷺ ہی بتلادیں کہ یہ کیا کتاب ہے تو اس کی تفصیل آپ ﷺ نے بتلائی؛ کیونکہ اس کتاب کو سمجھنا اور پڑھنا کسی کے بس میں نہ تھا کہ یہ عالم غیب کی کتاب تھی، نہ ہی کسی میں قدرت و استطاعت تھی کہ اس کتاب سے کچھ معلوم کرسکے، جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اس عالم غیب کی کتاب کو اپنے نبی پاک کے دست اقدس پر ظاہر کیا اور صحابہ کو بھی دکھلانے کی اذن و اجازت ملی تو آپ ﷺ نے دکھلا دیا۔ پھر جب آپ ﷺ نے اذن ختم ہوتے ہی کتاب رکھ دی تو کسی نے نہیں دیکھا کہ کتاب کیا ہوئی۔ الغرض یہ کتاب مادّی دنیا کی کتاب نہیں تھی کہ مختلف سوالات اُٹھائے جائیں اور سوالات کی بنیاد پر شکوک و شبہات پیدا کیے جائیں۔ یہ خزانۂ غیب سے آئی تھی غیبی حقائق کو بذریعہ نبی امی منکشف کرکے چلی گئی۔ ورنہ کاغذ وقرطاس میں کب یہ تحمل ہے کہ ربّ ذوالجلال کے کلمات کا تحمل کرسکیں۔

قرآن مجید نے بھی اس حقیقت کو واضح کردیا:

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾ (الكهف: ١٠٩)

ترجمہ: آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لیے سمندر کا

پانی روشنائی کی جگہ ہوتو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہوجائیں اور باتیں احاطہ میں نہ آئیں اگر چہ اس سمندر کے مثل دوسرا سمندر اس کی مدد کے لیے ہم لے آویں۔وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ وَ عِلْمُهُ اَتَمُّ

بَابُ : (يُجْمَعُ خَلْقُ أَحَدِكُمْ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِيْنَ......)

باب: ماں کے پیٹ میں ہر چالیس روز کے بعد تغیر و تبدّل اور تخلیق

(۴۷) قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ هُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ إِنَّهُ:

"يُجْمَعُ خَلْقُ أَحَدِكُمْ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِيْنَ ، ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ إِلَيْهِ الْمَلَكَ، فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَـيَقُوْلُ : اُكْتُبْ عَمَلَهُ وَ أَجَلَهُ وَ رِزْقَهُ وَ شَقِيٌّ أَمْ سَعِيْدٌ. فَوَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ: إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا. وَ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا"۔

[صحيح] (أخرجه ابن ماجه فى سننه ج ۱/ ۷۶)

صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

(۴۷) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ صادق ومصدوق ﷺ نے فرمایا:

ماں کے پیٹ میں نطفہ چالیس روز تک رہتا ہے، پھر وہ علقہ (منجمد خون) بن جاتا ہے، پھر اتنے ہی دنوں بعد وہ مضغہ، گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے (یہ مدت اعضاء کی تشکیل و بناوٹ عِظام کی ہوتی ہے) پھر حق جل مجدہ اس کی جانب ایک فرشتہ کو چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے۔

(۱)اس کا عمل (۲)اوراس کی زندگی کتنی ہوگی (۳) اس کا رزق کس قدر ہے (۴)اور یہ کہ بدبخت ہے یا نیک بخت۔اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری (محمد ﷺ کی) جان ہے، تم میں سے ایک شخص جنتیوں کا سا عمل کرتا ہے، یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر نوشتۂ تقدیر غالب آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کے عمل کرنے لگتا ہے اور آخر کار دوزخ میں چلا جاتا ہے۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تم میں سے ایک شخص دوزخیوں کا سا عمل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ باقی رہ جاتا ہے، پھر نوشتۂ تقدیر غالب آجاتا ہے اور وہ جنتیوں کے عمل کرنے لگتا ہے اور جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج۱/۶۷۔ مسند احمد ج۶ ص۳۹۴)

(نوٹ) تقدیر اور نوشتۂ تقدیر کی تفصیلی بحث کے لیے حقیر کی کتاب ''حق جل مجدہ کی باتیں'' جلد اول، حدیث نمبر ۱۰۸ دیکھ لیں۔ (ثمین اشرف)

بَابُ : (إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ......)

باب: تقدیر کا قلم

(۷۵) حدثنا عبد الواحد بن سليم ﷺ قال: قدمت مكة فلقيت عطاء بن أبى رباح فقلت له: يا أبا محمد ان اهل البصرة يقولون فى القدر، قال: يابنىّ أتقرأ القرآن؟ قلت: نعم. قال: فأقرأ الزخرف. قال: فقرأت:

﴿حمo والكتاب المبين o أنا جعلناه قرآن عربيا لعلكم تعقلون o وأنه فى أم الكتاب لدينا لعلى حكيم o﴾ [الزخرف الأيه: ۱-٤]

فقال: أتدرون ما أم الكتاب؟ قلت: اللّٰه و رسوله أعلم. قال فانه كتاب كتبه اللّٰه قبل أن يخلق السماوات و قبل أن يخلق الأرض، فيه: ان فرعون من أهل النار و فيه (تبت يدا أبى لهب وتب) قال عطاء: فلقيت الوليد بن عبادة بن الصامت ـ صاحب رسول اللّٰه ﷺ فسألته: ما كان وصية أبيك عند الموت؟ قال: دعانى أبى فقال لى: يا بنىّ اتق اللّٰه واعلم أنك لن تتقى اللّٰه حتى تؤمن باللّٰه و تؤمن بالقدر كله خيره و شره، فان مت على غير هذا دخلت النار، انى سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول:

إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ، فَقَالَ: اُكْتُبْ، فَقَالَ: مَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اُكْتُبِ الْقَدَرَ، مَا كَانَ وَ مَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى الْأَبَدِ"۔

[صحيح] (أخرجه الترمذي في سننه ج٤/٢١٥٥)

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا

(۷۵) ترجمہ: عبدالواحد بن سلیمؒ کہتے ہیں، میں مکہ مکرمہ پہنچا، وہاں میری ملاقات حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے سے ہوئی۔ میں نے ان سے عرض کیا: اے ابو محمد، بصرہ والے تقدیر میں گفتگو کرتے ہیں، یعنی وہ تقدیر کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت عطاءؒ نے فرمایا: میرے بچے! تو نے قرآن پڑھا ہے؟ میں نے کہا: ہاں، آپ نے فرمایا: سورۃ الزخرف پڑھ۔ عبدالواحد کہتے ہیں: پس میں نے پڑھا: "حم، قسم ہے اس واضح کتاب کی، بیشک ہم نے اسکو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے، تا کہ (اے عربوں) تم (آسانی سے) سمجھ لو، اور وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑے رتبہ کی اور حکمت بھری کتاب ہے"۔ حضرت عطاءؒ نے پوچھا: جانتا ہے: ام الکتاب یعنی لوح محفوظ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اسکے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ حضرت عطاءؒ نے فرمایا: ام الکتاب ایک نوشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا کرنے سے پہلے اور زمین کو پیدا کرنے سے پہلے لکھ لیا ہے۔ اس میں یہ ہے کہ فرعون دوزخی ہے، اور اس میں: "ابولھب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو" ہے یعنی ابولھب کا انجام بھی لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے (پس بصرہ والوں کا تقدیر کا انکار کرنا اس آیت کے خلاف ہے اس لیے وہ گمراہ ہیں)۔ پھر حضرت عطاءؒ نے بیان کیا: پس میری ملاقات حضرت عبادہ بن صامتؓ کے صاحبزادے ولیدؓ سے ہوئی، یہ بھی صحابیؓ ہیں، نبی ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں، پس میں نے ان سے پوچھا: آپ کے ابّا نے موت کے وقت کیا وصیت کی تھی؟ ولیدؓ نے کہا: مجھے بلایا اور کہا: اے میرے پیارے بچے! اللہ سے ڈر، اور جان لے کے تو ہرگز اللہ سے نہیں ڈر سکتا جب تک کہ تو اللہ

پر ایمان نہ لائے، اور ساری تقدیر پر ایمان نہ لائے، اسکے بھلے پر بھی اور اسکے برے پر بھی، پس اگر تو مر گیا اسکے علاوہ عقیدہ پر تو دوزخ میں جائے گا، پس بیشک میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، پس فرمایا: لکھ! اس نے پوچھا: کیا لکھوں؟ اللہ نے فرمایا: تقدیر لکھ، جو ہو چکا وہ بھی لکھ اور جو تا ابد ہونے والا ہے وہ بھی لکھ۔ (سنن ترمذی ۴/ ۲۱۵۵)

فائدہ: اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ جو تقدیر کا منکر ہے وہ جہنم میں جائے گا، رہی یہ بات کہ یہ گمراہ لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے یا کسی وقت نکالے جائیں گے؟ تو اسکا مدار اس پر ہے کہ اگر وہ چھوٹے دائرے سے نکل گئے ہیں تو کبھی نہ کبھی جنت میں آئیں گے، اور اگر وہ بڑے سرکل سے نکل چکے ہیں جیسے قادیانی تو انکے جنت میں آنے کا کوئی امکان نہیں۔ (تحفۃ الالمعی، ج۵، ص۵۱۶)

ہر چیز کی تقدیر لکھ دو

(۷۶) قال عُبَادَةِ بْنِ الصَّامِتِ لابنه ﷺ: یا بنی انک لن تجد طعم حقیقة الایمان حتی تعلم أن ما أصابک لم یکن لیخطئک وما أخطأک لم یکن لیصیبک : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ، فَقَالَ لَهُ: "اُكْتُبْ، قَالَ: رَبِّ وَ مَاذَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اُكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ". يَا بُنَيَّ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "مَنْ مَاتَ عَلَى غَيْرِ هَذَا فَلَيْسَ مِنِّي".

[صحيح] (أخرجه أبوداود في سننه ج ٤/ ٤٧٠٠)

(۷۶) ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت ؓ نے اپنے فرزند ولید سے فرمایا تم ہرگز حقیقی ایمان کا ذائقہ محسوس نہیں کر سکتے جب تک کہ تم یقین کے ساتھ اس بات کو نہ جان لو کہ جو (حالت و کیفیت) تم کو پہنچ چکی ہے وہ تم سے جدا ہونے والی نہ تھی، اور جو (حالت و کیفیت) نہیں پہنچی وہ کبھی بھی تم پر نہیں آسکتی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: سب سے پہلے حق تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے حکم ہوا: لکھ، اس نے عرض کیا: کیا

لکھوں؟ ارشاد ہوا: قیامت تک ہر چیز کی تقدیر۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ نے کہا: اے میرے لڑکے! میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: حضور ﷺ نے فرمایا: جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے اور مر جائے وہ میرا امتی نہیں۔ (سنن ابی داؤد ۴/۴۷۰۰)

قیامت تک ہونے والے احوال لکھ دو

(۷۷) عن یزید بن ابی حبیب أن لولید ابن عبادة بن الصامت ؓ قال: او صانی ابی رحمه اللّٰه تعالیٰ فقال: یا بنی أوصیک أن تؤمن بالقدر خیره و شره فأنک ان لم تؤمن أدخلک اللّٰه تبارک و تعالیٰ النار، و سمعت النبی ﷺ یقول:

" أَوّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ تبَارَکَ وَ تَعَالَی الْقَلَمَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: "اُکْتُبْ . قَالَ: وَ مَا أَکْتُبُ؟ قَالَ فَاکْتُبْ مَا یَکُوْنُ وَ مَا هُوَ کَائِنٌ إِلَی أَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ"۔ [صحیح لغیره] (أخرجه أحمد فی مسنده ج ۵/ص۳۱۷)

(۷۷) ترجمہ: حضرت ولیدؒ، حضرت عبادہ بن صامتؓ کے فرزند فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے وصیت کی تو فرمایا: اے فرزند، میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اچھی و بھلی تقدیر پر ایمان راسخ رکھو اس لیے کہ اگر تو اس پر ایمان راسخ نہیں رکھے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ تجھے جہنم میں داخل کر دے گا کہ میں نے نبی ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: سب سے پہلے اللہ جل مجدہ نے قلم کو پیدا فرمایا، پھر ارشاد فرمایا: لکھ، عرض کیا: کیا لکھوں؟ ارشاد ہوا: تقدیر لکھ، جو ہو چکا وہ بھی لکھ اور جو تا ابد ہونے والا ہے وہ بھی لکھ۔ (مسند احمد ۵/ ۳۱۷)

قلم نے مقادیر وتقدیر امرِ الٰہی سے لکھ دیا

(۷۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ:

إنّ أَوَّلَ شَیْءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ الْقَلَمَ، فَقَالَ لَهُ: "اُکْتُبْ . فَقَالَ : وَ مَا أَکْتُبُ؟ فَقَالَ: الْقَدَرَ. فَجَرَی مِنْ ذٰلِکَ الْیَوْمَ بِمَا هُوَ کَائِنٌ إِلَی أَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ، قَالَ: وَ کَانَ عَرْشُهُ عَلَی الْمَاءِ فَارْتَفَعَ بُخَارُ الْمَاءِ؛ فَفُتِّقَتْ مِنْهُ السَّمَاوَاتُ ثُمَّ خَلَقَ النُّوْنَ فَبُسِطَتِ الْأَرْضُ عَلَیْهِ وَ الْأَرْضُ عَلَی ظَهْرِ النُّوْنِ فَاضْطَرَبَ النُّوْنُ

فَمَادَتِ الْأَرْضُ فَأُثْبِتَتْ بِالْجِبَالِ فَإِنَّ الْجِبَالَ تَفْخَرُ عَلَى الْأَرْضِ"۔

[ضعيف] (أخرجه الحاكم فى مستدركه ج۲ ص۴۹۸)

(۷۸) ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حق جل مجدہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور ارشاد فرمایا: لکھو، قلم نے کہا: کیا لکھوں؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: تقدیر وقدر۔ قلم نے اسی وقت سے لکھنا شروع کیا جو کچھ بھی ہوگا قیامت تک اور فرمایا کہ: حق جل مجدہ کا عرش پانی پر تھا، پانی سے بھاپ و بخار اٹھا جس سے تمام آسمان کا وجود ہوگیا، پھر نون یعنی مچھلی پیدا فرمائی اور اس کی پشت پر زمین کو پھیلا دیا، تو زمین مچھلی کے پیٹھ پر قائم ہوئی، تو مچھلی نے اضطراب وجنبش لی جس سے زمین ہلنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کا وزن ڈال کر قرار وثابت کیا، اس لیے پہاڑ زمین پر فخر کرتا ہے۔ (مستدرک حاکم ۲/۴۹۸)

نوشتۂ تقدیر اور کراماً کاتبین کے صحیفہ میں مکمل اتحاد ہوگا

(۷۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ:

"أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمُ ؛ خَلَقَهُ مِنْ هجا قَبْلَ الْأَلِفِ وَ اللَّامَ فَتَصَوَّرَ قَلَمًا مِنْ نُّورٍ فَقِيْلَ لَهُ: أَجْرِ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ. قَالَ: يَا رَبِّ بِمَاذَا؟ قَالَ: بِمَا يَكُوْنُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ . فَلَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الخَلْقَ وَكَّلَ بِالْخَلْقِ حَفَظَةً يَحْفَظُوْنَ عَلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ، فَلَمَّا قَامَتِ الْقِيَامَةُ عُرِضَتْ عَلَيْهِمْ أَعْمَالُهُمْ وَ قِيْلَ: ﴿هَذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾، عَرَضَ الْكِتَابَيْنِ فَكَانَا سَوَاءً . قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَلَسْتُمْ عَرَبًا؟ هَلْ تَكُوْنُ النُّسْخَةُ إِلَّا مِنْ كِتَابٍ؟" [ضعيف] (أخرجه الحاكم فى المستدرك ج۲ ص۴۵۳)

(۷۹) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حق جل مجدہ نے سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا، قلم کو الف اور لام کے ہجا سے پہلے پیدا کیا گیا۔ یوں سمجھو کہ نور محض کا قلم تھا۔ اب اس قلم کو حکم ہوا: لوح محفوظ میں جو کچھ ہے تو لکھ۔ قلم نے عرض کیا:

رب العزت کیا لکھوں؟ ارشاد ہوا: قیامت تک جو بھی ہوگا سب لکھ ڈال۔ جب حق تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرمایا اور مخلوق پر محافظ فرشتوں کو متعین کیا جو بندوں کے اعمال کی نگرانی کر کے اعمال کو لکھ لیتے ہیں۔لہٰذا جب قیامت کا دن ہوگا ان کے اعمال پیش کیے جائیں گے اوران سے کہا جائے گا: یہ نامۂ اعمال ہمارا دفتر ہے، جوتمہارے مقابلہ میں ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے۔(یعنی تمہارے اعمال کو ظاہر کررہا ہے) اور ہم دنیا میں تمہارے اعمال کو فرشتوں سے لکھواتے جاتے تھے یہ انہی کا مجموعہ ہے۔ دونوں کتاب یعنی نوشتۂ تقدیر اور مکتوب محافظ اعمال دونوں یکساں ہوں گے (دونوں میں کوئی فرق نہ ہوگا) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تم عرب نہیں ہو؟ کیا نسخہ (یعنی نقل شدہ) اصل کتاب کے موافق نہیں ہوتا؟ (مستدرک حاکم ۲/۴۵۳)

چار چیزیں دستِ خاص سے پیدا کی گئی ہیں

حق جل مجدہ نے تمام کائنات عالم میں چار چیزیں اپنے دست خاص سے پیدا فرمائیں۔(۱) قلم (۲) عرش (۳) جنت عدن (۴) آدم۔

اور بقیہ تمام اشیاء کلمہ ''کُنْ'' سے پیدا کیں اوراس طرح کائنات عالم کا نظام قائم ہوگیا۔ دوسری چیز قلم تین طرح کے ہیں۔سب سے پہلا قلم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور تقدیر کائنات عالم لکھنے کا حکم دیا اور کمال قدرت ربانی سے قلم چل پڑا اور تقدیر امم لکھ دیئے اور قیامت تک تمام انجام پانے والے امور لکھ دیئے گئے۔ دوسرا وہ قلم ہے جس سے فرشتے تمام ہونے والے واقعات وحادثات اور لوگوں کے اعمال لکھتے ہیں۔تیسرا انسانوں کا قلم جس سے وہ اپنے کلام اور ہونے والے اعمال کو لکھتے ہیں۔

مظاہر ومراحلِ تقدیر

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے فرمایا کہ تقدیر پانچ مراحل میں ظاہر ہوتی ہے۔ سب سے پہلا مرحلہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں تمام چیزوں کے اندازے ٹھہرائے گئے۔ پھر

دوسرا مرحلہ تخلیق ارض وسماء سے پچاس ہزار سال پہلے عرش کی قوت خیالیہ میں سب چیزیں موجود ہوئیں۔ پھر تیسرا مرحلہ تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد جب عہد الست لیا گیا اس وقت تقدیر کا تحقق ہوا۔ پھر چوتھا مرحلہ شکم مادر میں جب روح پڑنے کا وقت آتا ہے تو تقدیر کا ایک گونہ تحقق ہوتا ہے۔ پھر پانچواں مرحلہ دنیا میں واقعہ رونما ہونے سے ذرا پہلے تقدیر پائی جاتی ہے۔تقدیر کے یہ مراحل انسانوں کے احوال کے اعتبار سے ہیں، دیگر مخلوقات کا حال اس سے مختلف ہوسکتا ہے۔(تفصیل شرح حجۃ البالغہ رحمۃ اللہ الواسعہ ۱/۶۶۸/۶۷ تحفہ ۵/۵۱۸)

کمال وسعت علم ربانی اور ظہور نامۂ اعمال

اس حدیثِ قدسی میں ربّ العزت کے وسعت علم کا بیان ہے کہ روز اول قلم نے جولکھ دیا ہے اس کتاب میں اور بندہ کے دنیا میں آنے کے بعد کراماً کاتبین اور محافظ اعمال فرشتوں کے مکتوب اعمال نامہ میں ایک نقطہ کا بھی فرق نہ ہوگا۔ دونوں میں مکمل موافقت و یگانگت ہوگی اور ہو بہو روز اول کی نوشتۂ تحریر جو علم الٰہی سے لکھی گئی تھی بعینہٖ محافظ اعمال کے موافق ہوگی۔علّام الغیوب کا علم کتنا وسیع ہے کہ زمین وآسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے ہی ہماری روح کی نقل وحرکت سے جملہ امور کو لکھ دیا تو گویا کہ ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں کوئی نئی چیز نہیں ہوتی وہی ہوتی ہے جو لکھی ہوئی ہوتی ہے اور اس دنیا میں بس اس کتابت شدہ تحریر کا عملی جامہ سامنے آتا ہے۔ یا لکھی ہوئی تحریر کے عملی وجود کا ظہور ہوتا ہے، جو محافظ اعمال فرشتے لکھ لیتے ہیں۔ وَ هُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيْمُ۔

حاصل یہ کہ تمام اعمال کی تفصیلی کیفیت علم الٰہی ازلی میں تھی ،مگر بندہ کی تسلی وتشفی اور اتمام حجت کے لیے یہ سب کیا گیا تھا تا کہ بندہ رب العزت کے کمال علم وکمال قدرت کا بھرپور مشاہدہ کرلے۔وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ وَ عِلْمُهٗ اَتَمُّ.

سب سے پہلی تخلیق

(۸۰) ولأبي يعلى عن ابن عباس رضي الله عنه:

"إِنَّ أَوَّلَ شَيءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالَى القَلَمُ وأَمَرَهُ أَنْ يَكْتُبَ كُلَّ شَيْءٍ يَكُونُ." [صحيح] (كما فی السلسلة الصحيحة للألبانی ج ۱/۱۳۳)

(۸۰) ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے: بلاشبہ سب سے پہلے جس چیز کو اللہ نے پیدا فرمایا وہ قلم ہے اور اسے حکم دیا کہ وہ ہر ہونے والی چیز کو لکھے۔

(سلسلۂ صحیحہ، البانی ۱/۱۳۳)

حدیث میں قلم سے کیا مراد ہے؟

قلم سے مراد عام قلم بھی ہوسکتا ہے، جس میں قلم تقدیر، فرشتوں اور انسانوں کے قلم جن سے کچھ لکھا جاتا ہے سب داخل ہیں۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت ابھی اوپر گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: سب سے پہلے حق جل مجدہ نے قلم پیدا فرمایا اور اس کو حکم دیا کہ لکھ، قلم نے عرض کیا: کیا لکھوں؟ تو حکم ہوا کہ تقدیر الٰہی کو، قلم نے حکم کے مطابق ابد تک ہونے والے تمام واقعات وحالات کو لکھ دیا۔

حضرت قتادہؓ نے فرمایا: قلم اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے، جو اس نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک قلم "قلم تقدیر" پیدا فرمایا، جس نے تمام کائنات عالم ومخلوقات کی تقدیریں لکھ دیں۔ پھر دوسرا قلم پیدا فرمایا، جس سے زمین پر بسنے والے لکھتے ہیں اور لکھیں گے اس دوسرے قلم کا ذکر سورۂ اقرا میں آیا ہے:

﴿عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾

الغرض قلم سب سے پہلی مخلوق ہے؛ لہٰذا اس کی عظمت وبرتری سب پر ظاہر ہے۔

بَابُ : (فِي خَلْقِ الْقَلَمِ وَ النُّوْنِ......)

باب: پہلا قلم ودوات

(۸۱) عَنْ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا:

" أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ ثُمَّ خَلَقَ النُّوْنَ وَ هِيَ الدَّوَاةُ وَ ذٰلِكَ فِي قَوْلِ

اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ:

﴿نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَایَسْطُرُوْنَ﴾ (سورۃ القلم: ۱)

ثُمَّ قَالَ لَہُ :اُکْتُبْ. قَالَ: وَ مَا أَکْتُبُ؟ قَالَ: مَا کَانَ وَ مَا ھُوَ کَائِنٌ مِنْ عَمَلٍ أَوْأَثَرٍ أَوْأَجَلٍ. فَجرَی الْقَلَمُ بِمَا ھُوَ کَائِنٌ إِلَی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ. ثُمَّ خَتَمَ عَلَی الْقَلَمِ فَلَمْ یَنْطِقْ ، وَ لَا یَنْطِقُ إِلَی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ثُمَّ خَلَقَ الْعَقْلَ، فَقَالَ الْجَبَّارُ مَا خَلَقْتُ خَلْقًا أَعْجَبَ إِلَیَّ مِنْکَ . وَ عِزَّتِی لَأُکْمِلُنَّکَ فِیْمَنْ أَحْبَبْتُ وَ لَأَنْقُصُنَّکَ فِیْمَنْ اَبْغَضْتُ"۔

ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :

"أَکْمَلُ النَّاسِ عَقْلًا أَطْوَعُھُمْ لِلّٰہِ وَ أَعْلَمُھُمْ بِطَاعَتِہٖ . وَ أَنْقَصُ النَّاسِ عَقْلًا: أَطْوَعُھُمْ لِلشَّیْطَانِ وَ أَعْلَمُھُمْ بِطَاعَتِہٖ"۔

(کما فی الفوائد المجوعۃ للشوکانی ص ۴۷۸)

قلم ودوات کی تخلیق

(۸۱) ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالبؓ سے مرفوعاً روایت ہے:

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پھر نون یعنی دوات کو پیدا فرمایا، یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ﴾ میں ہے۔ پھر قلم کو حکم دیا: لکھو! قلم نے کہا: کیا لکھوں؟ حکم دیا جو ہوگیا اور جو ہوگا قیامت تک اعمال، آثار، آجال اس کو لکھو۔ قلم نے لکھنا شروع کیا ابد تک کے احوال وواقعات، پھر قلم پر مہر لگادی کہ اب قیامت تک نہ بول سکتا ہے نہ حرکت کرسکتا ہے۔ پھر عقل کو پیدا کیا گیا۔ تو جبّار السمٰوات والارض نے فرمایا: میں نے جو بھی مخلوقات پیدا کی ہیں اس میں تجھ سے زیادہ قابل رشک میری نگاہ میں کوئی نہیں، مجھ کو میری عزت کی قسم، میں جس کو پسند کروں گا، اس کو بھرپور کمال عقل والا بناؤں گا، عقل دوں گا اور میں جس سے نفرت وبغض رکھوں گا اس کو کم عقل بناؤں گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ عقلمند وہ لوگ ہیں جو اعلیٰ اطاعت گزار اور طریقۂ اطاعت کی معرفت

رکھتے ہیں۔اور کم عقل وہ لوگ ہیں جو شیطان کی اطاعت و پیروی کرنے والے ہیں۔

(الفوائد المجموعہ للشوکانی ص ۴۷۸)

کمالِ اطاعت ربانی دلیل ہے کمال عقل وشعور کی

قرآن مجید نے بہت ہی غیر معمولی وضاحت کے ساتھ اس بات کو کھول دیا ہے کہ اس زمین پر عقلمند و باشعور کون لوگ ہیں اور عقل کا تقاضا کیا ہے اور عاقل کہلانے کا مستحق کون ہے۔اہل دنیا یا مادّہ پرست، یا اس مادّی دنیا میں وہ لوگ عقلمند اپنے آپ کو کہتے ہیں جو خوب تیزی کے ساتھ متاعِ دنیا کے سمیٹنے والے ہیں اور اپنی پوری طاقت وتوانائی کو فانی دنیا کے حصول کے لیے مشغول کیے ہوئے ہیں ۔مگر رب العزت نے اہل ایمان کو آگاہ کردیا کہ نہ تو یہ عقلمند ہیں نہ ہی اس کی محنت کامیاب ہے۔

﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِراً مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾

(روم:۲)

یہ لوگ صرف دنیوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور یہ لوگ آخرت سے بے خبر ہیں۔

معلوم ہوا اسباب نجات جو توحید و تصدیق رسالت وایمان ہے اس سے غفلت و انکار اور کفر اور حصول متاع فانی میں مہارت وانہاک اور آخرت سے غفلت نہ تو عقل و شعور کی دلیل ہے نہ ہی کوئی محمود و قابل التفات چیز ہے۔ایسے لوگوں کو عقل وشرع کی رو سے عقلمند کہنا عقل کی توہین ہے۔

قرآن حکیم کی زبان میں عقل والے صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو اور آخرت کو پہچانیں اور آخرت کے لیے عمل کریں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دوسری جگہ واضح برہان و دلیل کے ساتھ توحید کی دعوت دے کر، جو برہان و دلیل کو مان لے ان کو عقلمند و ہوشمند کہا اور اس سے انحراف کرنے والے کو اس زمرہ سے خارج کردیا۔

﴿اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾

ان امور میں بھی سمجھداوں کے سمجھنے کے واسطے توحید کے دلائل موجود ہیں۔

اہلِ عقل کون ہیں؟

معلوم ہوا غیر موحد نہ تو سمجھدار ہے نہ ہی عقلمند۔ بعض مفسرین نے لکھا کہ کافر چالاک تو ہوسکتا ہے مگر عقلمند نہیں۔ چالاکی اور چیز ہے اور عقلمندی اور چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں عقلمندوں کی نشاندہی کی ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُودًا وَّ عَلٰى جُنُوبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا. سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّار.﴾ (آل عمران ۱۹۱)

جن کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی بیٹھے بھی اور لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا۔ ہم آپ کو منزہ سمجھتے ہیں سو ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجیے۔

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ عقل و شعور کا تقاضا ہے غضب الٰہی اور عقاب باری سے لرزاں و ترساں رہنا۔ کفار یکسر اس سے غافل ہی نہیں بلکہ بعث کا انکار کر کے ثبوت فراہم کر رہے ہیں کہ ان کو عقل نہیں۔ کیونکہ عقل و شعور ہوتا تو خالق کا انکار نہ کرتے۔ مالک کل سے ملنے کا انکار نہ کرتے۔ ہر چھوٹے بڑے کے احسان کو مانا اور محسن حقیقی رب ذوالجلال کے احسان کو فراموش کر دیا۔ سب کا شکر ادا کیا اور منعم حقیقی کے ساتھ کفر کیا۔

اہلِ ایمان کے پاس کوئی سرمایہ و مایہ نہیں سوائے **لاالٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** کے۔ یہی وہ دولت ہے جس کی بنیاد پر آخرت کی تمام تر نعمتیں اہل ایمان کو ملیں گی۔

رَبِّ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ. آمین!

قرآن کریم نے بار بار اس بات کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے کہ اس عالم فانی کی تمام تر چیزیں جو تمہاری نظروں کے سامنے موجود ہیں یا جن کو تم محسوس کرتے ہو وہ

سب کی سب خالق کائنات، ایک رب ذوالجلال کی وحدانیت وقیومیت کی محکم وقطعی دلیل ہے۔اوران کوعبرت کی نگاہ سے دیکھنا،تفکر وتدبر کی راہ سے عقل کوحق جل مجدہ کی صمدیت وحاکمیت کاشعوری وجدان کے ساتھ مسخر کرلینا، بارگاہ رب العزت میں بندہ کو،کبھی اولی النھی کبھی اولی الالباب اور پھر نتیجہ کے طور پر اُولٰـئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اُولٰئِکَ ھُمُ الْـمُتَّقُوْنَ ۔کے زمرہ میں داخل کردیتا ہے۔حاصلِ گفتگو یہ ہوا کہ عقل وشعورتو صرف اہل ایمان کو حاصل ہے جن کو رب العزت کی یافت حاصل ہے۔ جوایک معبود کا اقرار کرتے ہیں اورلاکھ بداعمالیوں کے باوجودتوحید باری ان کوقیامت کے دن نجات دلادے گی تو یہ عقلمند ہوئے یاوہ بہائم وچوپایہ سے بدتر انسان جوانجام کوخود تباہ وبرباد کرچکا ہے۔

﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

(انفال:۲۲)

ترجمہ: بے شک بدترین خلائق اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے ہیں ذرانہیں سمجھتے۔

﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (انفال:۵۵)

ترجمہ: بلاشہ بدترین خلائق اللہ کے نزدیک یہ کافرلوگ ہیں۔

(حق جل مجدہ نے منکرتوحیدکو بدترین خلائق اور بے عقل کہا ہے)

جنھیں اللہ نے بولنے کوزبان، سننے کوکان اور سمجھنے کو دل ودماغ دیے تھے پھر انھوں نے یہ سب قوتیں معطل کردیں نہ زبان سے حق بولنے اورحق کو دریافت کرنے کی توفیق ہوئی نہ کانوں سے حق کی آوازسنی نہ دل ودماغ سے حق کوسمجھنے کی کوشش کی ۔غرض اللہ کی بخشی ہوئی قوت کواس اصلی کام میں صرف نہ کیا جس کے لیے فی الحقیقت عطا کی گئی تھیں بلاشبہ ایسے لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ (فوائد عثمانی)

اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی نِعْمَةِ الْاِسْلَامِ وَ الْقُرْآنِ وَ عَلٰی رِسَالَةِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ وَ أَنْتَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَکَ وَ اَلْحِقْنِی بِالصَّالِحِيْنَ.

بَابُ : (أَنَا خَلَقْتُ الْخَيْرَ وَ الشَّرَّ فَطُوْبٰى لِمَنْ......)

باب: بھلائی و برائی کی تخلیق

(۸۲) لِلطَّبْرَانِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى قَالَ: "أَنَا خَلَقْتُ الْخَيْرَ وَ الشَّرَّ فَطُوبٰى لِمَنْ قَدَّرْتُ عَلَى يَدِهِ الْخَيْرَ وَ وَيْلٌ لِّمَنْ قَدَّرْتُ عَلَى يَدِهِ الشَّرَّ."

[ضعیف] (کما فی کنز العمال ج۱۵/ ۴۳۰۱۵ ، وفی الاتحافات ۳۶۲)

حق جل مجدہ خالقِ خیر وشر ہیں اور بندہ کاسبِ خیر وشر ہے

(۸۲) ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے: حق جل مجدہ نے فرمایا: میں نے خیر وشر، بھلائی و برائی دونوں کو پیدا کیا ہے، پس خوش نصیبی ہے اس شخص کے لیے جس کے ہاتھ پر خیر و بھلائی مقدر کی گئ (میں نے مقدر کی)، یعنی وجود میں آئی اور بدبختی ہے اس شخص کے لیے جس نے برائی کا ارتکاب کیا، اور برائی اس کے ہاتھ پر مقدر ہوئی۔

(کنز العمال ۱۵/ ۴۳۰۱۵، اتحافات ۳۶۲)

بدبخت بدبختی کی راہ چلتے ہیں اور نیک بخت نیکی کی راہ

(۸۳) لِابْنِ النَّجَّارِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ:

" إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُوْلُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا ، خَلَقْتُ الْخَيْرَ وَ قَدَّرْتُهُ، فَطُوبٰى لِمَنْ خَلَقْتُهُ لِلْخَيْرِ، وَ خَلَقْتُ الْخَيْرَ لَهُ، وَ أَجْرَيْتُ الْخَيْرَ عَلَى يَدَيْهِ. أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا خَلَقْتُ الشَّرَّ وَ قَدَّرْتُهُ؛ فَوَيْلٌ لِّمَنْ خَلَقْتُهُ لِلشَّرِّ، وَ خَلَقْتُ الشَّرَّ لَهُ، وَأَجْرَيْتُ الشَّرَّ عَلَى يَدَيْهِ."

[ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ۱/ ۵۸۷، وفی الاتحافات ۳۸۵)

(۸۳) ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے، حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں: "لا إِلٰه إِلَّا أَنَا" نہیں ہے کوئی معبود سوائے میری ذات کے، میں نے ہی خیر کو پیدا کیا اور اس کو لوگوں کے لیے آسان کیا، سوخوش نصیبی ہے ان لوگوں کے لیے جن کو اعمال خیر

وبھلائی کے لیے پیدا کیا گیا۔ اور خیر وبھلائی کو جن لوگوں کے لیے پیدا کیا گیا اور خیر وبھلائی کے کام میں ان کو لگایا گیا، میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں ہی شر کا خالق و پیدا کرنے والا ہوں، بدبختی ہے ان لوگوں کے لیے جن کو شر وبرائی کے لیے پیدا کیا گیا اور شر و برائی کو جن کے لیے پیدا کیا گیا، اور شر و برائی میں جن کو لگایا گیا۔

(کنز العمال ۱/ ۵۸۷، اتحافات ۳۸۵)

حق جل مجدہ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو اچھے اخلاق و عادات عطا فرماتے ہیں

(۸۴) لِأَبِي الشَّيْخِ عَنِ ابْنِ عُمَر رضی اللہ عنہ:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى : أَنَا اللّٰهُ خَلَقْتُ الْعِبَادَ بِعِلْمِي ، فَمَنْ أَرَدْتُ بِهِ خَيْرًا مَنَحْتُهُ خُلُقًا حَسَنًا وَ مَنْ أَرَدْتُ بِهِ سُوْءً ا مَنَحْتُهُ خُلُقًا سَيِّئًا۔

(كما في الاتحافات السنية ۸۷)

(۸۴) ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے، حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں اللہ ہوں اور میں نے اپنے علم سے بندوں کو پیدا کیا، تو جس کے ساتھ میں نے بھلائی کا ارادہ کیا، اس کے لیے اچھے اخلاق پر چلنا آسان کر دیا یعنی اچھے اخلاق عطا کیے اور جس کے ساتھ میں نے برائی کا ارادہ کیا، اس کے لیے برے اخلاق پر چلنا آسان کر دیا یعنی برے اخلاق دیئے۔ (الاتحافات السنیۃ ۸۷)

اچھے یا برے اخلاق انسان کے باطن کے ترجمان ہیں

اچھے یا برے اخلاق انسان کے باطن کے ترجمان ہوتے ہیں اور ظاہر کی تربیت باطن کی کیفیت کا مظہر ہوتی ہے۔ اچھے اخلاق والا انسان معاملات میں، مخلوقات الٰہی کو نہ تکلیف دے گا اور نہ ہی ان کا حق دبائے گا اور برے اخلاق کا انسان بذات خود برا ہے جس سے کسی بھی خیر کی امید نہیں کی جا سکتی۔

'اخلاق' کا لفظ شریعت اسلامی میں جامع اور ہمہ گیر ہے۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضور ﷺ کی صفت کے بارے میں فرمایا تھا:"کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآن" پورا قرآن ہی رسول اللہ ﷺ کا اخلاق تھا۔ جس میں عبادات ومعاملات ، اخلاقیات و سیاسیات ،غرض مکمل اسلامی نظام زندگی کو لفظ اخلاق بول کر مراد لیا گیا ہے۔یعنی زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی اخلاق کا نمونہ ہونا، سعادت اور اسلامی اخلاق سے خالی ہونا شقاوت و بدبختی کی دلیل ہے۔اس لیے رسول اللہ ﷺ دعا مانگتے تھے۔

"اَللّٰھُمَّ اھْدِنِی لِأَحْسَنِ الْأَعْمَالِ وَ أَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا یَھْدِی لِأَحْسَنِھَا إِلَّا أَنْتَ وَ قِنِی سَیِّءَ الْأَعْمَالِ وَ سَیِّءَ الْاَخْلَاقِ لَا یَقِی سَیِّئَھَا إِلَّا أَنْتَ"

(نسائی)

مقامِ ابراہیم کے ایک پتھر پر لکھی ہوئی غیبی تحریر

(۸۵) لِلدَّیْلَمِیِّ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ:

" وُجِدَ فِی الْمَقَامِ حَجَرٌ مَکْتُوبٌ فِیہِ: أَنَا اللّٰہُ ذُوْ بَکَّةَ ؛ خَلَقْتُ الْخَیْرَ وَ الشَّرَّ فَطُوْبٰی لِمَنْ خَلَقْتُ الْخَیْرَ عَلَی یَدَیْہِ وَ وَیْلٌ لِّمَنْ خَلَقْتُ الشَّرَّ عَلَی یَدَیْہِ."

[ضعیف] (کما فی الاتحافات السنیة ۷٦۷)

(۸۵) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے؛ مقام ابرہیم میں ایک پتھر پایا گیا اس پر لکھا ہوا تھا، میں اللہ ہوں صاحب مکہ ہوں، یعنی صاحب حرم، میں نے خیر وشر کو پیدا کیا ہے،خوش خبری ہے اس شخص کے لیے جس کے ہاتھ پر میں نے خیر کو جاری کیا، اور بدبختی ہے اس شخص کے لیے جس کے ہاتھ پر بدی و برائی کو جاری کیا۔

(الاتحافات السنیة ۷٦۷)

خیر و شر کی تخلیق کمالِ قدرتِ ہے

بار بار آپکو گوش گذار کیا گیا ہے کہ اس کائنات عالم کے خالق نے رنگا رنگ مختلف اشیاء اور پھر انکی اضداد کو پیدا کیا۔ایمان پیدا کیا اور اسکو رضا و رضوان دیا، کفر کو پیدا کر کے

اپنے قہر وغضبان کی مہر لگادی، دن کو پیدا کر کے روشنی اور بندوں کی معاشی و مدنی زندگی کو جوڑ دیا، رات کو پیدا کر کے آرام وراحت کے لیے کائنات عالم پر تاریکی وخاموشی کی چادر ڈال دی۔ کچھ طبیعتوں میں نرمی وتلطف اور مہربانی کی لہریں دوڑادیں، اور کچھ طبیعتوں میں سختی و بدخلقی کی شان پیدا کر دی۔ پہلے کو مظہرِ جمال بنایا، دوسرے کو مظہر جلال۔ ایک پر رحمٰن ورحیم نے اپنے نام رحمٰن کا سایہ ڈالا، تو دوسرے پر قہار و جبار کا پرتو پڑ گیا۔ الغرض اسکی مختلف شانیں ہیں۔ یہ اسکا کمال ہے نہ کہ نقص۔ مخلوق کے دواخانہ میں تریاق بھی ہوتا ہے اور سمِّ ہلاہل بھی، یہ اس مطب کا کمال جانا جاتا ہے، تو پھر کائناتِ عالم کے مالک کے لیے اضداد کا پیدا کرنا آپ نے نقص کیوں تصور کرلیا؟ مالی کے باغ کی خوبی اور حسن کمال یہ ہے کے کہ ہر انواع اقسام کے پھول ہوں۔ اس عالم کے نظام کو ربّ العزّت نے رواں دواں رکھنا ہے۔ اور نظامِ عالم کو باقی رکھنے کے لیے اوامر ونواہی، دونوں کو ساتھ ساتھ رکھا، تاکہ اوامر پر عمل کر کے نواہی سے بچ کر بندہ کمالِ بندگی کا ثبوت دے، اور انعام و اکرام کا پروانہ حاصل کر لے۔ اور کچھ طبیعتوں کو منکرات سے طبعی انس ولگاؤ پیدا ہوا، اور اوامر سے طبیعتوں میں گرانی محسوس ہونے لگی جس سے مطیع و عاصی کی شناخت ہوگئی، اور پھر نظامِ عالم چل پڑا۔ تو پھر اس کے لیے حدودِ شرعی کا نزول ہوا اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ حدود کا اجراء ہوا۔ لہٰذا بھلائی و برائی کا نظام چل پڑا۔ حدیث میں بتلایا گیا کہ جنکی طبیعتیں برائی سے ہٹ کر نیکی کی طرف چل پڑیں وہ حضرات قابل تعریف ہیں، اور جنکی طبیعتیں نیکی کی طرف نہیں چلتیں اور انکے عمل سے یا انکے اقوال واحوال سے بدی و برائی ہی وجود میں آتی ہے، وہ خود ہی بد و برے لوگ ہیں۔ پہلے گروہ والے خوش بخت وخوش انجام لوگ ہیں، دوسرے گروہ والے بد بخت و بدانجام لوگ ہیں۔ اب ہمیں دیکھنا ہے کہ ہم سے وجود میں آنے والے اعمال کیسے ہیں؟ اگر ہم خیر و بھلائی کی راہ پر ہیں تو الحمداللہ، ورنہ پھر لمحہ فکریہ ہے کہ اپنے کو بدی و بدانجامی سے بچائیں، غفلت میں نہ رہیں۔ اپنی اصلاح کریں، نہ کہ خالق پر اعتراض کریں۔ **اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم فانک تھدی من تشاء**

الیٰ صراط المستقیم. آمین

بَاب : (أَتَانِی جِبْرِیْلُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ ﷺ......)

باب: جبرائیل علیہ السلام نے رب العزّت کا سلام پہنچایا

(٨٦) لِلْخَطِیبِ عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ:

”أَتَانِی جِبْرِیْلُ فَقَالَ : ”یَا مُحَمَّدُ! رَبُّکَ یَقْرَأُ عَلَیْکَ السَّلَامُ وَ یَقُوْلُ لَکَ: إِنَّ مِنْ عِبَادِیْ مَنْ لَا یَصْلُحُ إِیْمَانُهُ إِلَّا بِالْغِنَی وَ لَوْ أَفْقَرْتُهُ لَکَفَرَ، وَ إِنَّ مِنْ عِبَادِیْ مَنْ لَا یَصْلُحُ إِیْمَانُهُ إِلَّا بِالْفَقْرِ وَ لَوْ أَغْنَیْتُهُ لَکَفَرَ، وَ إِنَّ مِنْ عِبَادِیْ مَنْ لَا یَصْلُحُ إِیْمَانُهُ إِلَّا بِالسَّقَمِ وَ لَوْ أَصْحَحْتُه لَکَفَرَ، وَ إِنَّ مِنْ عِبَادِیْ مَنْ لَا یَصْلُحُ إِیْمَانُهُ إِلَّا بِالصِّحَةِ وَ لَوْ أَسْقَمْتُهُ لَکَفَرَ“۔

[ضعیف] (کما فی ضعیف الجامع ج ١/٧٥، الاتحافات السنیه، ٢٧١)

فراخی وتنگدستی، صحت وتندرستی کا راز

(٨٦) ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے؛ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے، اورعرض کیا: یا محمد ﷺ! آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کوسلام کہا ہے، اور پیغام بھیجا ہے کہ میرے بعض بندے کا ایمان بغیر مال و دولت کے قوی نہیں ہوسکتا، اگر میں ان کو تنگدست وفقیر بنادوں تو وہ کفر کرنے لگیں گے، (لہٰذا مالدار ودولت مند بنا کر ان کے ایمان کو مستحکم بنا دیتا ہوں) اور بعضے بندے ایسے ہیں جن کا ایمان فقر وفاقہ کی حالت میں محفوظ رہ سکتا ہے، اگر میں ان کو غنی و مالدار کردوں تو کفر اختیار کرلیں (اس لیے ان کی سلامتی ایمان کے لیے فقر وتنگدستی کو مسلط کر دیتا ہوں) اور بعضے بندے ایسے ہیں کہ ان کا ایمان بیماری ہی کی حالت میں بچ سکتا ہے کہ اگر ان کو صحت دے دوں تو کفر کرنے لگیں (اس لیے بیماری کی حالت میں ایمان کی حفاظت کرتا ہوں) اور بعضے بندے ایسے ہیں کہ ان کے ایمان کی سلامتی صحت وتندرستی ہی کی حالت میں ہوسکتی ہے، لہٰذا صحت کے ساتھ ان کے ایمان کی حفاظت کرتا ہوں کہ اگر بیمار کردوں تو

کفر میں مبتلا ہو جائیں۔ (ضعیف۔الجامع ۱/ ۵۷، الاتحافات ۱۷۲)

حفاظتِ ایمان کے لیے ربّ العزّت کی حکیمانہ تدبیریں

اس حدیث میں رموز وبھید کو کھولا گیا ہے کہ اللہ ربّ العزت کی ذات اپنے بندوں پر خود بندہ سے زیادہ مہربان ہے۔حق تعالیٰ کی جناب میں جس چیز کی قدر ومنزلت ہے وہ ہے مایۂ ایمان، جس کی بنیاد پر پراگندہ بندہ حضورحق کی باریابی اورقرب ورضا کی ابدی و سرمدی کامیابی حاصل کرتا ہے۔رب العزت کی ذات جب بندہ پر رحم کرنا چاہتی ہے تو اس کے ایمان کو بچانے کے لیے مختلف تدابیر اپنی حکمت بالغہ سے یوں کرتی ہے کہ کبھی ایمان کو فقر و فاقہ وتنگدستی کے ذریعہ بچاتی ہے کہ اگر مال ومتاع کی فراوانی دیدی جاتی تو یہ بندہ معصیت وطغیانی، سرکشی وبغاوت کی راہ اختیار کر کے جوہر ایمان کو ہی کھو دیتا۔ارحم الراحمین اس طرح بندہ کے ایمان کو بچالیتا ہے اور بندہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حق تعالیٰ کی جانب سے انعام پالیتا ہے۔ الغرض فقر و فاقہ ہو یا صحت و بیماری، کبھی صحت کے ذریعہ ایمان بچایا جاتا ہے تو کبھی بیمار کر کے۔ ہر حال میں وہ ذات جس نے خود اپنے لیے فرمایا: كَتَبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ بندوں پر ان کے ایمان کو بچا کر احسان کرتی ہے۔اس لیے صاحب مال کو اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی حفاظت کے لیے مال دیا ہے نہ کہ غرور وتکبر کے لیے۔ لہٰذا اصل ایمان ہے اسی طرح کبھی بیمار کر کے ایمان کی سلامتی بخشتا ہے کہ صحت دیدیتا تو قتل وغارت گری، ظلم وستم کرتا اور حکیم وخبیر جب دیکھتا ہے کہ بیماری وآزاری میں یہ کفریات بکے گا، ایمان کو ضائع کر دے گا۔تو پھر صحت وتندرستی کی نعمت دے کر ایمان کی حفاظت کرتا ہے اس طرح رب کریم بندہ کی روحانی اور نجات اخروی کو غیبی اسباب کے تحت سلامت رکھتا ہے اور بندہ ہے کہ قضا وقدر کے رموز واسرار کو نہ جان کر گلے وشکوے کی زبان دراز کر دیتا ہے۔مگر رب کریم اس پر بھی بندہ کی گرفت نہیں کرتا۔ سبحان اَللّٰهُ : اِنَّهُ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اور وہ عَفُوٌّ غَفُوْرٌ ہے۔

عیش وآرام میں اللہ کو یاد رکھو

حدیث میں یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کو اپنے عیش وآرام میں یاد رکھ۔ اللہ تعالیٰ تجھ کو تیری سختی اور مصیبت میں یاد رکھے گا، مؤمن کی شان یہ ہے کہ کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کو نہ بھولے، سختی پر صبر اور فراخی پر شکر ادا کرتا رہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی توفیق مومن کے سوا کسی کو نہیں ملتی۔ **سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡم۔**

زلزلہ صالحین کے لیے باعثِ رحمت اور کفار کے لیے عذاب وعتاب

(۸۷) وَ عَنْ نَعِيمِ بْنِ حَمَّادٍ فِي الْفِتَنِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ رُوَيْمٍ رضی اللہ عنہ مُرْسَلاً:

" إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُوْلُ: أَنَا أَرْجُفُ الْأَرْضَ بِعِبَادِي فِي خَيْرٍ فَيَافِي ، فَمَنْ قَبَضْتُهُ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ كَانَتْ لَهُ رَحْمَةً وَ كَانَتْ آجَالُهُمُ الَّتِي كَتَبْتُ عَلَيْهِمْ وَ مَنْ قَبَضْتُ مِنَ الْكُفَّارِ كَانَتْ عذَابًا لَهُمْ وَ كَانَتْ آجَالُهُمُ الَّتِي كَتَبْتُ عَلَيْهِم." [ضعيف] (كما في كنزالعمال ج ۱/ ۵۸۸، الاتحافات ۴۲۰)

(۸۷) ترجمہ: حضرت عروہ بن رویمؒ سے مرسلاً روایت ہے؛ حق جل مجدہ فرماتے ہیں:

میں زمین کو زلزلہ کے ساتھ جھنجھوڑ دوں گا جبکہ میرے بندے خوشحالی وفراوانی کی زندگی بسر کررہے ہوں گے (یعنی جب عام لوگ خوشحالی وفراوانی کی زندگی میں، اور نعمت الٰہی کی فراوانی میں بدمست اور غفلت ونسیان میں غرق ہوکر ذکر وفکر عبادت واطاعت، رجوع وانابت سے بے خبر ہوں گے زلزلہ لاؤں گا) سو زلزلہ کے ذریعہ جس مؤمن کی روح قبض کروں گا ان کے حق میں زلزلہ باعث رحمت ہوگا اور اتنی ہی ان کی عمر تھی جو میں نے لکھی تھی۔ (یعنی زلزلہ کے ذریعہ عمر وحیات کم نہیں ہوئی جو عمر مقدر تھی وہ پوری ہوگئی) اور جس کافر کی جان زلزلہ کے ذریعہ قبض کرتا ہوں تو یہ زلزلہ اس کے حق میں عذاب وعتاب ہوتا ہے جو تباہی وبربادی کی شکل میں آئی۔ اور اس کی عمر بھی پوری ہوگئی جو تقدیر میں لکھی

ہوئی تھی (اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی)۔ (کنز العمال ۱/۵۸۸، الاتحافات ۴۲۰)

زلزلہ سے غفلت کو ختم کیا جاتا ہے

زلزلہ کے ذریعہ غفلتِ بے جا کو دور کیا جاتا ہے۔ قیامت کے زلزلہ کی تذکیر ہوتی ہے۔ انسانی تمرد و سرکشی کا خاتمہ ہوتا ہے، آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے، مؤمن انابت و عبادت، توبہ و استغفار کے ذریعہ حضورحق میں معاصی وگناہ کے انجام بد سے پناہ چاہتا ہے۔ حق جل مجدہ اپنی قدرت کاملہ وقاہرہ کا بندوں کو یقین دلاتے ہیں، دیکھو جس زمین پر تم چل پھر کر ظلم وتعدی سرکشی وبدمستی کرتے ہو، اگر میں ایک لمحہ کے لیے زمین کو جنبش دوں تو تم ہوش کھودیتے ہو لہٰذا سنبھل جاؤ۔ مکمل جنبش وبھونچال آنے والا ہے۔ اگر تم مؤمن و منیب ہو تو زلزلہ رحمت ہے اور اگر کافر وعنید ہو تو زلزلہ عذاب وعتاب اور کیفرِ کردار کا پیش خیمہ ہے۔ دیکھو سنبھل جاؤ!

ربّ العزت کی جانب سے تذکیر وانتباہ کا زلزلہ

زلزلہ کا آنا یا ہماری اس سرزمین پر کسی خاص علاقہ یا شہر یا قصبہ یا ملک میں زلزلہ کا رونما ہونا۔ یہ کوئی امر طبعی نہیں اس کے پیچھے رب العزت کی عظیم قوت وقدرت کارفرما ہوتی ہے۔ اہلسنّت و الجماعت کا عقیدہ ہے کہ اس کائنات عالم میں ایک درخت کا پتہ بھی درخت سے جدا نہیں ہوتا؛ مگر وہ ربّ العزت کے علم وقدرت سے ہوتا ہے۔ بغیر امرِ الٰہی کے درخت کا پتہ بھی نہیں گرتا۔

﴿وَ مَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعۡلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡاَرۡضِ وَ لَا رَطۡبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ﴾ (الانعام ۵۹)

اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور خشک چیز گرتی ہے؛ مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو قیامت تک ہونے والی ہے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی

ہے اور ہر چیز ربّ العزت کے احاطۂ علم میں موجود ہے۔ پھر زمین پر زلزلہ بغیر امرِالٰہی اور حکم ربانی کے کیوں ہوگا۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ اِذَآ اَرَدْنَـآ اَنْ نُّهْـلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا﴾ (بنی اسرائیل:١٦)

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر جب وہ لوگ وہاں شرارت مچاتے ہیں تو ان پر حجت تمام ہوجاتی ہے پھر ہم اس بستی کو تباہ وغارت کرڈالتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ربّ العزت کی جانب سے ہلاکت اس وقت تک نہیں آتی، نہ بھیجی جاتی ہے، جب تک انکار وضد اور بداعمالیوں کی مسلسل رفتار تیز نہ ہوجائے اور پھر داعی کا پیغام ان سرکشوں تک پہنچ نہ جائے۔ جب دونوں کے ذریعہ اتمام حجت ہوجاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا غیبی نظام گرفتاری وتباہی آجاتا ہے خواہ وہ عذاب زلزلہ ہو یا بارش ہو یا قحط سالی ہو وغیرہ ذالک، حاصل یہ ہوا کہ جب گناہ اپنی حد سے تجاوز کرجاتا ہے اور ادھر داعی کا پیغام بھی قوم رد کردیتی ہے تو پھر غضب الٰہی وانتقام ربانی کا قوم مستحق بن جاتی ہے۔

دنیا میں انسانی اعمال کا اثر ضرور ظاہر ہوتا ہے

حق تعالیٰ نے جابجا اس حقیقت کو قرآن حکیم میں واضح طور پر آیات بینات کے ذریعہ واضح کیا ہے۔

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِى النَّاسِ﴾ (الروم:٤١)

ترجمہ: پھیل پڑی ہے خرابی جنگل میں اور دریا میں لوگوں کے ہاتھ کی کمائی سے

یعنی لوگ دین فطرت پر قائم نہ رہے کفر وظلم دنیا میں پھیل پڑا اور اس کی شامت سے ملکوں اور جزیروں میں خرابی پھیل گئی نہ خشکی میں امن وسکون رہا نہ تری میں، روئے زمین کو فتنہ وفساد نے گھیر لیا۔ بحری لڑائیوں اور جہازوں کی لوٹ مار سے سمندروں میں بھی طوفان بپا ہوگیا۔ یہ سب اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ بندوں کی بداعمالیوں کا تھوڑا سا

مزہ دنیا میں بھی چکھا دیا جائے پوری سزا تو آخرت میں ملے گی۔مگر کچھ نمونہ یہاں بھی دکھلا دیں، ممکن ہے بعض لوگ ڈر کر راہ راست پر آ جائیں۔(تنبیہ) بندوں کی بدکاریوں کی وجہ سے خشکی وتری میں خرابی پھیلنا گو ہمیشہ ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا۔لیکن جس خوفناک عموم و شمول کے ساتھ بعثت محمدی ﷺ سے پہلے یہ تاریک گھٹا مشرق ومغرب اور بر وبحر پر چھا گئی تھی، دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یورپ کے محققین نے اس زمانہ کی تاریک حالت کا جونقشہ کھینچا ہے اس کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ غیر مسلم مورخ بھی اس مشہور ومعروف صداقت پر کوئی حرف گیری نہیں کر سکے۔(تفسیر عثمانی)

خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں جن کی شامت سے نہ خشکی میں امن وسکون رہا نہ تری میں روئے زمین کو فتنہ وفساد نے گھیر لیا تو تنبیہ کے لیے اللہ تعالیٰ دنیا میں ہلکا عذاب نازل کر دیتا ہے تا کہ لوگ سنبھل جائیں۔

﴿ وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ﴾ (کهف :٥٨)

اگر ان سے ان کے اعمال پر دارو گیر کرنے لگتا تو ان پر فوراً ہی عذاب واقع کر دیتا۔

پھر ربّ العزت نے خوب شفقت کے ساتھ فرمایا:

﴿وَ تِلْكَ الْقُرٰىٓ اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَ جَعَلْنَا لِمُهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا﴾

(الكهف:٥٩)

اور یہ بستیاں جن کے قصے مشہور ومذکور ہیں جب انھوں نے یعنی ان کے باشندوں نے شرارت کی تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔اور ہم نے ان کے ہلاک ہونے کے لیے وقت معیّن کیا تھا۔

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ جب انسانی معاشرہ میں جرائم کی لسٹ عفو وتسامح کی حدود کو جرأت اور فخر کے ساتھ تجاوز کرتی ہے تو پھر ربّ العزت کا انتقام متوجہ ہوتا ہے۔

قرآن حکیم میں مختلف اقوام کی تباہی وبربادی کا بار بار اعادہ کیا گیا ہے تا کہ غفلت

کی عمیق چادر سے انسان باہر آئے اور خواب خرگوش سے بیدار ہو جائے۔

زلزلہ میں نیک و بد سب ہلاک ہوں گے اور بروزِ قیامت اپنی نیتوں کے اعتبار سے اُٹھائے جائیں گے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی روایت بہت مشہور ہے کہ جب خباثت و بدکرداری و برائی عام ہو جائے تو ہلاکت ہوگی۔سائل نے سوال کر دیا کہ ہم میں نیک لوگ ہوں گے پھر بھی عذاب آئے گا۔فرمایا: ہاں، جب برائی وخباثت بھلائی وخیر پر غالب آ جائے۔البتہ بروز قیامت لوگ اپنی نیک نیتی اور دینداری کے ساتھ اور خیر کے اعتبار سے اٹھائے جائیں گے۔معلوم ہوا عذاب جب آئے گا تو نیک و بد سبھی ہلاک ہوں گے؛ مگر قیامت کے دن جدا جدا ہو جائیں گے۔

مسلمانوں اور غیر مسلموں کا فرق

بعض لوگوں سے سنا گیا، یہ اعتراض کرتے ہیں کہ پھر تو یہ عذاب غیروں کے ملکوں میں زیادہ آنا چاہئے اور مسلمانوں پر بالکل ہی نہیں کیوں کہ غیروں کے ملکوں میں خباثت و زنا زیادہ ہے بہ نسبت مسلمانوں کے ملکوں کے۔اس کا جواب بہت ہی سہل اور واضح ہے کہ اس روئے زمین پر کفر وشرک سے بڑھ کر کوئی معصیت نہیں اور یہ ایسا سیاہ و تاریک گناہ ہے کہ وہ تمام خباثت اور معصیت کو ہضم کر لیتا ہے۔جس کا حاصل یہ ہوا کہ کافر ومشرک کے لیے کوئی سنگین سے سنگین جرم و گناہ ربّ العزت کی جناب میں کفر سے بڑھ کر نہیں۔کیونکہ وہ ربّ العزت کی بارگاہ میں مردہ ہیں، جن کو کوئی خطاب نہیں۔اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ وہ چوپایہ ہیں بلکہ اس سے بھی بدتر۔

﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَايَعْقِلُوْنَ﴾ (الانفال:۲۲)

بے شک بدترین خلائق اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے ہیں جو کہ ذرا نہیں سمجھتے۔

﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ﴾ (الانفال: ۵۵)

بلاشبہ بدترین خلائق اللہ کے نزدیک یہ کافرلوگ ہیں کہ وہ ایمان نہ لاویں گے۔

ان کفار سے قانونی طور پر حکمتِ الٰہیہ مصلحتِ بالغہ کے تحت تمام تر عذاب اور گرفت اور قانونی باز پرس کے لیے آخرت کو رکھا گیا ہے۔ ہاں کبھی یہاں بھی گرفت ہوجائے تو ممکن ہے ضروری نہیں۔ اس لیے یہ سوچنا قرآن وحدیث سے لاعلمی وناواقفیت کی دلیل ہے کہ بے ایمانوں کی بستیوں میں یا غیروں کے ملکوں میں ان خباثت کی کثرت ہے وہاں عذاب ہونا چاہیے۔ یا زلزلہ آنا چاہیے نہ کہ مسلمانوں کی بستیوں میں یا شہر میں۔

اس حدیث میں اسی کو بتلایا گیا ہے کہ زلزلہ مسلمانوں کے لیے رحمت ہے کہ گناہ کی تطہیر ہوگئی۔ آخرت کے عذاب سے نجات مل گئی۔ دنیا میں غفلت سے بیدار کر دیا گیا۔ انابت واطاعت کی طرف متوجہ کر دیا گیا۔ استغفار وتوبہ کی شان پیدا ہوگئی ہر شخص اپنے اپنے مقام پر رجوع الی اللہ اور انابت کے ساتھ حق جل مجدہ کی بارگاہ میں حاضری دینے لگا۔ سیدھی سادی بات ہے۔ ہمیشہ تربیت وتہذیب اپنوں کی کی جاتی ہے نہ کہ غیروں کی اہل ایمان حق تعالیٰ کے اپنے لوگ ہیں ان کی تربیت وتہذیب منجاب اللہ ہوتی رہتی ہے۔ کبھی غم وہم میں ڈال کر اور کبھی زلزلہ وسیلاب کے ذریعہ۔ الغرض مختلف احوال کے ساتھ اللہ رب العزت چاہنے والوں کو اپنا بناتا ہے غیروں کے ساتھ یہ عنایت نہ ہی انتباہ نہ ہی تطہیر، اس طرح زلزلہ کے ذریعہ اپنے پر رحمت اور غیروں پر زحمت مسلط کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر استقامت اور قضاء وقدر پر تسلیم ورضا کا مقام عطا فرمائے آمین ثم آمین!

بَابُ : (يَا جِبۡرِيۡلُ إِنِّى خَلَقۡتُ أَلۡفَ أَلۡفِ أُمَّةٍ ......)

باب: اللہ تعالیٰ کی لاتعداد مخلوق ہے، جسکا علم کسی کو نہیں

(۸۸) لِلدَّيۡلَمِيِّ عَنِ ابۡنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ:

"قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: يَا جِبۡرِيلُ إِنِّى خَلَقۡتُ أَلۡفَ أَلۡفِ أُمَّةٍ، لَا تَعۡلَمُ أُمَّةٌ أَنِّىۡ خَلَقۡتُ سِوَاهَا لَمۡ أُطۡلِعۡ عَلَيۡهَا اللَّوۡحَ الۡمَحۡفُوۡظَ وَ لَا صَرِيۡرَ الۡقَلَمِ. إِنَّمَا

أَمْرِي لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَقُوْلَ لَهُ كُنْ ، فَيَكُونَ، وَ لَا تَسْبِقُ الكَافُ النُّونَ."
[ضعيف] (كما فى كنزالعمال ج ١٠/ ٢٩٨٤٤)

علمِ الٰہی کی ایک کروڑ امت اور عجائب قدرت

(۸۸) ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے؛حق جل مجدہ نے فرمایا: اے جبرئیل! میں نے ایک کروڑ ایسی امت پیدا کی کہ دوسری امت کو پتہ ہی نہیں کہ میرے سوااور بھی کوئی دوسری امت بھی پیدا کی ہے۔نہ تو اس کا علم لوح محفوظ کو ہے نہ ہی قلم تقدیر کو۔ جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں کہ وجود میں آجائے، میں کہتا ہوں: ہوجا،بس وہ ہوجاتی ہے اور یہ ہونا اتنی سرعت سے ہوتا ہے کہ،ک ،ن، سے نہیں ملتا،اس سے پہلے وہ چیز ہوجاتی ہے۔اللّٰہ اکبر کبیرا،سبحان اللّٰہ وبحمدہ۔

(کنزالعمال ۱۰/۲۹۸۴۴۔مسند الفردوس للدیلمی ج۳/۴۵۲۱)

بَابُ : (يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ بِمَشِيْئَتِي كُنْتَ ......)

باب:حق تعالیٰ کے چاہنے سے بندہ کچھ چاہتا ہے

(۸۹) لِأَبِی نُعَيْمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ بِمَشِيْئَتِي كُنْتَ ، أَنْتَ الَّذِى تَشَاءُ لِنَفْسِکَ مَا تَشَاءُ ، وَ بِإِرَادَتِي كُنْتَ، أَنْتَ الَّذِى تُرِيدُ لِنَفْسِکَ مَا تُرِيْدُ، وَ بِفَضْلِ نِعْمَتِی عَلَيْکَ قَوِيْتَ عَلَى مَعْصِيَتِي ، وَ بِعِصْمَتِي وَ تَوْفِيْقِي وَ عَوْنِي وَ عَافِيَتِي اَدَّيْتَ اِلَيَّ فَرَائِضِى، فَأَنَا أَوْلَى بِإِحْسَانِکَ مِنْکَ وَ أَنْتَ أَوْلٰى بِذَنْبِکَ مِنِّی ، فَالْخَيْرُ مِنِّی إِلَيْکَ بَدَا، وَ الشَّرُّ مِنِّی إِلَيْکَ بِمَا جَنَيْتَ جَرَى، وَ رَضِيْتُ مِنْکَ لِنَفْسِي مَا رَضِيْتَ لِنَفْسِکَ مِنِّي."

(كما فى كنزالعمال ج١٥/ ٤٣٦١٥)

حق جل مجدہ کے فضل سے بندوں کو نعمتیں ملتی ہیں تو وہ معصیتیں کرتا ہے

(۸۹) ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے؛حق تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ابن آدمؑ میرے چاہنے کی وجہ سے تو اپنے لیے کچھ چاہتا اور خواہش رکھتا ہے (یعنی جب میں تیرے لیے کچھ چاہتا ہوں پھر اس چیز کا ارادہ وخواہش تیرے دل میں پیدا ہوتا ہے) اور میرے ارادے کے بعد تیرے دل میں اپنی ذات کے لیے کسی چیز کے حصول کا ارادہ پیدا ہوتا ہے اور میرے فضل وکرم سے جب نعمتیں ملتی ہیں تو پھر میری معصیت پر قوی وجری بنتا ہے۔ (میں تجھ کو فقر وفاقہ میں رکھوں یا دائمی کسی مرض میں مبتلا کردوں تو پھر کیا تو گناہ کرسکے گا۔لہٰذا جب اپنے فضل سے صحت دیتا ہوں، مال واسباب دیتا ہوں، نعمت ومنصب دیتا ہوں، تو پھر تو معصیت پر جرأت کرتا ہے) اور میری توفیق ومدد اور عافیت کے ملنے سے تو فرائض کو ادا کرتا ہے۔ لہٰذا میرا احسان تجھ پر زیادہ ہے بہ نسبت تیری ذات کے احسان کے اور میں ان احسانات کے ساتھ تجھ سے زیادہ قریب ہوں (کہ ارادۂ عبادت، توفیق اطاعت، اخلاص نیت، حسن ادائیگی غرض سب کچھ میں عطا کرتا ہوں) تو گناہ ومعصیت کے ساتھ اپنے اختیار کو استعمال کرنے میں مختار ہے بہ نسبت میرے کہ میں نے ہی بندوں کو اختیار دیا ہے، پس خیر وبھلائی کی توفیق میری جانب سے تجھ کو ملتی ہے اور تیرے اختیار سے وجود میں آکر ظہور پذیر ہوتی ہے اور بدی وبرائی میری جانب سے تیرے اختیار سے ظہور پذیر ہوکر جزاء وبدلہ کا تجھ کو مستحق بناتی ہے۔ میں اپنی ذات کے لیے تیری طرف سے اسی پر راضی ہوں جس پر تو میری طرف سے راضی ہے۔ (کنز العمال ۱۵/ ۴۳۶۱۵)

تو دیکھ لے کہ تیری راہ میری خوشی کی ہے یا ناراضگی کی

یعنی اے بندہ میں تیری طرف سے اسی چیز سے راضی وخوش ہوسکتا ہوں جس چیز سے تو میری طرف سے راضی اور خوش ہے۔ تو اپنے لیے بھلائی وفلاح، عافیت وراحت کے سوا کسی اور چیز پر میری طرف سے راضی نہیں ہوسکتا تو میں کیوں کر تیری طرف سے

معصیت وگناہ سرکشی وبغاوت پر راضی ہوجاؤں؟ کیا تو اس پر خوش ہوگا کہ تجھے نارِ جہنم کا ایندھن بنادوں؟ پھر میں کیوں کر معصیت وارتکاب جرائم سے راضی رہوں؟ دیکھ: جب تو جنت الفردوس سے ہی راضی ہوسکتا ہے تو میں صرف اور صرف اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت سے خوش ہوں گا، پس تو دیکھ لے کہ تیری راہ کونسی ہے، میری خوشی کی یا ناراضگی کی، اگر تو خوشی ومسرت کی راہ سے آرہا ہے، تو میں تم کو خوش رکھوں گا اور اگر تو غیظ وغضب کی راہ سے آرہا ہے تو عقاب وعذاب دوں گا، الغرض تو جیسا میرے ساتھ معاملہ کرے گا میں ویسا ہی بدلہ دوں گا ،تو اگر میری نافرمانی کو دوست رکھتا ہے تو میں تیرے لیے عذاب عظیم کو دوست رکھتا ہوں، تو اگر عبادت واطاعت کو دوست رکھتا ہے تو میں تیرے لیے جنت کو دوست رکھتا ہوں ،تو اگر راتوں کو میرے خوف سے بستر سے الگ ہوکر روتا ہے تو میں تم کو جنت میں ہنستا ہوا داخل کروں گا، تو اگر میرے دین کی نصرت ومدد کرتا ہے تو کائنات عالم کو تیرا خادم بنادوں گا، تو اگر دین کی مخالفت کرتا ہے تو تیرے دوست کو دشمن بنادوں گا، تو اپنا معاملہ دیکھ جیسا ہوگا میں ویسا ہی معاملہ کروں گا۔ واللہ اعلم۔

بندہ کی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے

اس حدیث میں خاص کر جس عقیدہ کو کھولا گیا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کسی بھی اشیاء کو چاہنے کے باوجود بھی اس کو موجود یا عملی خاکہ پہنا نہیں سکتا جب تک کہ رب العالمین کی مشیت اس کے ساتھ نہ ہو؛ بلکہ یوں کہا گیا کہ بندہ کے چاہنے سے پہلے رب العزت ان اشیاء کو اپنی زیر مشیت لاتے ہیں، پھر بندہ بھی ان اشیاء کو چاہنے لگتا ہے۔ اِسی کو قرآن حکیم میں کہا گیا ہے:

﴿وَ مَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ﴾ (الدھر: ۳۰)

ترجمہ: اور بغیر اللہ تعالیٰ کے چاہے تم لوگ کوئی بات چاہ نہیں سکتے۔

یعنی تمہارا چاہنا بھی اللہ کے چاہے بدون نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ بندہ کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے وہ جانتا ہے کہ کس کی استعداد وقابلیت کس قسم کی ہے اسی کے موافق

اس کی مشیت کام کرتی ہے۔ پھر وہ جس کو اپنی مشیت سے راہ راست پر لائے، اور جس کو گمراہی میں پڑا چھوڑ دے عین صواب وحکمت ہے۔ (تفسیر عثمانی)

یعنی وہ اپنی مشیت وحکمت پر خود ہی خوب غالب ہے کہ وہ علیم وحکیم بھی ہے۔

معلوم ہوا کہ بندہ جو ارادۂ خیر کرتا ہے وہ مکمل ربّ العزت کی مشیت ورہنمائی سے کرتا ہے۔ لہٰذا اہل ایمان اور اہل صلاح وتقویٰ کو رب العزت کی بارگاہ بے نیاز میں ازحد حمد وشکر کرنا چاہیے کہ ہماری عبادتیں ذکر وفکر، مناجات ودعا، تضرع وگریہ، نوافل ومشاغل سب کی سب یہ ہمارا کمال نہیں کمال تو رب ذوالجلال والاکرام کا ہے کہ اس نے محض فضل خاص سے ان قربات وطاعات کو ہم سے کرالیا۔ **فللّٰہ الحمد اوّلا و آخراً۔**

بندہ حق تعالیٰ کے فضل ونعم کو معصیت میں لگا دیتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ حق تعالیٰ جب بندہ کو محض فضلِ خاص سے نعمتوں سے نوازتے ہیں تو یہ ناقدری کرکے نعمتوں کی بنیاد پر مالک حقیقی ومنعم حقیقی کی نافرمانیاں کرنے لگتا ہے۔ مال کے ذریعہ ظلم وستم ڈھاتا ہے، قتل وغارت گری کرتا ہے، زنا وشراب میں مدہوش ہوکر ربّ العزت کی شریعت سے بے ہوش و بدحواس ہونے لگتا ہے۔ اگر صحت ملی ہے تو اپنی فانی جوانی پر ناز کرکے کمزوروں، غریبوں، ناداروں کو طاقت کا غلط نشانہ بناتا ہے۔ حق جل مجدہ فرمارہے ہیں کہ: میرے ہی فضل سے نعمت مال، نعمت صحت، نعمت عزت، نعمت جاہ ملی؛ مگر اس کے ذریعہ وہ میری ہی معصیت ونافرمانی کرتا ہے۔ اس لیے دوستو! قدم بہت سنبھل کر اٹھاؤ۔ راہ بغاوت اچھی نہیں۔ قرآن حکیم میں اسی کو کہا ہے:

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی﴾ (العلق:٦،٧)

ترجمہ: سچ مچ بے شک آدمی حد سے نکل جاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ اپنے آپ کو مستغنی دیکھتا ہے۔

عام طور پر مشاہدہ ہوتا ہے کہ ماں باپ اعلیٰ دیندار لوگ تھے اور اللہ تعالیٰ نے خوب خوب وسعتِ رزق عطا کیا، پھر کیا ہوا کہ بچے دھیرے دھیرے راہ اعتدال سے ہٹے، پھر

اعمال میں سستی آئی، پھر عقیدہ میں خلل آیا، پھر دین کے بنیادی عقیدہ پر تبصرے شروع ہوئے اور پھر انکار واعتراض کا دروازہ کھلا اور بعد میں اللہ تعالیٰ کا فرمان مشاہدہ ہونے لگا۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغیٰٓ اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی۔ پھر آج کے بد دینی کے سیلاب میں تو مال بہت ہی خطرناک مہلک چیز ہے۔ بس اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جملہ مہالک ومفاسد سے بچا کر مقاصد اسلام کے محاسن پر استقامت عطا فرمائے جس میں سعادت دارین مضمر ہے۔

حق جل مجدہ کی جانب سے گناہوں سے عصمت اور توفیق واعانت سے ہی بندہ فرائض کی ادائیگی کر پاتا ہے

حق جل مجدہ کی ذات ہم پر ہمارے تصور سے بالا تر ترحم وتلطف کا معاملہ کرتی ہے۔ سب سے پہلے وہ ہمیں عبادت کے لیے فارغ کرنے کے لیے معصیت وگناہ سے بچاتی ہے۔ کیونکہ جن اوقات میں ہم رب العزت کی بارگاہِ بے نیاز میں نیازمندانہ تعبد و تقرب حاصل کرنا چاہتے ہیں، اگر وہ ہم کو انہی اوقات میں مشغول معصیت کردے یا دنیاوی جھمیلوں میں الجھادے تو بھی ہم فراغت کے ساتھ حق تعالیٰ کے حضورِ حق میں حاضری نہیں دے سکتے۔ نہ ہی ہم سے عبادت وعبودیت کا فریضہ ادا ہوسکتا ہے اس لیے باری تعالیٰ ہم کو اپنی جانب سے پہلے عصمت وحفاظت میں لیتے ہیں، خواہ وہ عصمت عن العصیان و الطغیان ہو یا عن النسیان و المشاغل ہو۔

ہمارے آقا ومولا فداہ ابی وامی رسول اللہ ﷺ کا کمالِ عبدیت بھی کیا خوب تھا، آپ خود ہی بارگاہ رب العزت میں اپنے کمال عبدیت کو ظاہر کررہے ہیں اور دست قدسی کو بارگاہ قدوس میں پھیلا کر عرض کررہے ہیں:

''اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِی اَبَداً مَا اَبْقَیْتَنِی وَ ارْحَمْنِی اِنْ اَتَکَلَّفُ مَا لَا یَعْنِیْنِی وَ ارْزُقْنِی حُسْنَ النَّظَرِ فِیْمَا یُرْضِیْکَ عَنِّیْ۔

یا اللہ! جب تک تو مجھ کو زندہ رکھے گا نامناسب باتوں کو چھوڑنے کا رحم کردے اور یہ

رحم بھی کر، کہ میں لایعنی باتوں کے قریب جاؤں اور ایسی فکر ونظر عطا فرما جو تجھ کو مجھ سے راضی وخوش کردے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی عبدیت کا کمال تھا کہ امت کو ایسی نرالی وانوکھی شاہراہ عبدیت سکھلائی جو تصور سے بہت ہی بلند تر تھی۔ اسباب رحمت بتلایا کہ معصیت وگناہ جب چھوٹ جائے گا تو رحمت خود ہی متوجہ ہو جائے گی۔ معلوم ہوا کہ گناہ ومعصیت کی ظلمت، رحمت کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ لہٰذا رحمتِ حق کا صحیح لطف بندہ اسی وقت اٹھاتا ہے جب باطن گناہ کی ظلمت سے پاک وصاف ہو کر طہارتِ قلب کا نمونہ ہو، کیونکہ طہارت قلب کے لیے ضروری ہے ترک معاصی اور حسن اسلام کے لیے ضروری ہے ترکِ مالا یعنی، خاتم النّبیین ﷺ نے اس دعا میں دونوں کو جمع فرما دیا ہے تاکہ سالکین راہ اس بات کا پورا خیال رکھیں کہ راہ ولایت میں دامن گناہ ومعصیت کے دھبے سے آلودہ نہ ہو، نہ ہی داغدار ہو۔ کیونکہ کمال عروج وترقی جبھی ممکن ہے کہ ترک معاصی وترکِ مالا یعنی ہو۔ ایسی صورت میں رحمت حق کا عکس ہمہ وقت سالک کے باطن پر پڑتا ہے اور وہ پھر **وَارْزُقْنِی حُسْنَ النَّظَرِ فِیْمَا یُرْضِیْکَ عَنِّیْ** کے رموز سے واقف ہو کر بارگاہ رب العزت کی جانب رواں دواں ہوتا ہے۔ وہ نہ تو تھکتا ہے نہ ہی مخلوق کی طرف دیکھتا ہے، نہ ہی اپنے مقصود ومطلوب کی تعین میں دھوکہ کھاتا ہے، اس کی نگاہ بس بارگاہ بے نیاز پر ہوتی ہے اور وہ نیازمندانہ اسی راہ سے باریابی حاصل کر لیتا ہے۔

راہِ سلوک واحسان کے خلل کو استغفار سے مٹادو

ہاں! کبھی اس راہ میں حجاب وخلل، بے ذوقی وبے لطفی آجاتی ہے تو یہ بھی ایک مقام ہے جو عروج وترقی کے لیے ہوتی ہے؛ مگر شرط یہ ہے کہ بندہ گھبرائے نہیں۔ ذکر و اذکار چھوڑے نہیں، ملول خاطر نہ ہو، اس بے کیفی کے ازالہ کے لیے بارگاہ عالی میں دعا ومناجات سے اپنی بے کلی و بے بسی کا اظہار کرے۔ اور خوب گریہ وزاری کرے، کام تو زاری سے بنے گا نہ کہ زور سے۔ استغفار کی کثرت کرے۔ اس وقتی حالت کو فتوحاتِ

ربانیہ کا زینہ اور باب رحمت جانے، یہ کالی گھٹا موسلا دھار بارش کی علامت ہے۔ بس استقامت کے ساتھ اعمال صالحہ پر جما رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهُ لیغان علی قلبی لاستغفر اللّٰہ سبعین مرۃ۔

حجاب کو دور کرنے کا وظیفہ وعلاج استغفار ہے۔ حق جل مجدہ نے استغفار میں بڑی برکت رکھی ہے۔ گناہ معاف کر دیا جاتا ہے، آسمان سے برکتوں ورحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ مال واولاد میں اضافہ وبرکت ڈال دی جاتی ہے۔ دل کی ظلمت وکدورت کی جگہ نور وروشنی پیدا ہو جاتی ہے۔ ذوقِ عبادت وحلاوت آجاتی ہے۔ گناہ سے نفرت وبعد پیدا ہوتی ہے۔ سب سے بڑی نعمت یہ کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق وربط ہونے لگتا ہے۔ عبدیت کی تطہیر وتکمیل کا یہ غیبی نظام جب متحرک ہوتا ہے تو بندوں کو توفیق ملتی ہے۔ ورنہ ان کی جناب میں کون آتا ہے، وہ جن کو چاہتے ہیں وہی آستانۂ عالیہ کا گدائی بنتا ہے۔ کس کی مجال کہ ربّ العزت کی طرف نظر اٹھالے، ہاں! جس کو رحمت حق اپنی طرف کھینچ لے اور طلب کر لے۔ وہ بہت ہی عظیم قدرتوں کا مالک ہے، اسی کو اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر پہلے عصمت اترتی ہے پھر توفیق عبادت واطاعت ملتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ عبادت واطاعت پر اعانت واستقامت نازل کرتے ہیں اور جسمانی عافیت کے ساتھ فرائض کی ادائیگی میں مصروف ومنہمک کر دیتے ہیں۔ یہ از اول تا آخر سب کا سب فضل حق سے ہوگا۔ بندہ بس بندگی کرتا جائے اور بندہ ہونا تسلیم کر لے۔

حق جل مجدہ کا بندہ پر احسان

بندوں کا اپنی جان سے پہلے ان پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہوتا ہے۔ جسمانی وروحانی تمام نعمتوں کا انبار باری تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے اور بندہ جتنا خود اپنی ذات کے لیے بھلائی نہیں سوچ سکتا اس سے زیادہ اللہ رب العزت اس بندے پر احسانات کی بارش برساتا ہے۔ ایمان اس نے مانگا نہیں، قران اس نے مانگا نہیں، انسانی شکل وصورت اس نے مانگا نہیں، عقل وشعور اس نے مانگا نہیں، اعضاء جسم کی صحیح ترتیب وتناسب اس نے مانگا نہیں،

سب کی سب اللہ عزوجل نے اس کو بن مانگے عطا کیں۔تو اللہ تعالیٰ کا بندہ پر احسان زیادہ ہوا یا بندہ کا خود اپنے اوپر۔انسانی وجود میں جس طرح انسان کا اپنا کوئی دخل نہیں اسی طرح اعمال صالحہ کے عملی وجود میں رب العزت کا بندہ پر احسان ہوتا ہے کہ وہ کچھ کر لیتا ہے۔

بندہ جس طرح اپنے لیے بھلائی کا خواہشمند ہے اس کو چاہیے کہ رب العزت کو خوش رکھے۔آخری الفاظ حدیث میں بتلایا گیا کہ انسان یہ کب گوارہ کرتا ہے کہ وہ اپنے زیر سایہ لوگوں سے جس پر یہ احسان وانعام کیا کرتا ہے اپنی ذات کے خلاف کوئی بات سنے یا مخالفت کا سامنا کرے۔رب العزت تو منعم حقیقی اور رب کریم ہیں، وہ کب پسند کرتے ہیں کہ بندہ اپنے رب کی مخالفت و بغاوت کرے۔جس طرح یہ خوشی ومسرت کا طالب ہے کہ اللہ اس کو خوش رکھے مسرت سے مالا مال کردے۔رب العزت بھی چاہتا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کو خوش رکھے عبادت واطاعت سے رب کو راضی رکھے۔اگر جنت کا طالب ہے تو جنت کے اعمال کرے کام تو جہنم کے کرتا ہے اور طلب گار ہے جنت کا۔اعمال تو ہیں اللہ کے غضب کے اور اپنی ذات کے لیے خوشی ومسرت کا طالب ہے۔اسی کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ یاب رکھے۔آمین!

مَا وَرَدَ فِي بَيَانِ أَنَّ اللّٰهَ فَطَرَ النَّاسَ عَلَى التَّوْحِيْدِ وَ أَنَّهُ أَخَذَ عَلَيْهِمُ الْمِيْثَاقَ

اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو دین فطرت پر پیدا کیا، پھر پختہ عہد لیا

بَابُ : فِي مَعْنَى قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَ إِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾

(۹۰) عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَ جَلَّ:

﴿وَ إِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ م بَنِيْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ أَشْهَدَهُمْ عَلٰى

أَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلیٰ شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هَـٰذَا غَافِلِيْنَ o اَوْ تَقُوْلُوا اِنَّمَا اَشْرَکَ آبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْن﴾(الاعراف: ۱۷۲، ۱۷۳)

قَالَ: جَمَعَهُمْ لَهُ يَوْمَئِذٍ جَمِيْعًا مَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَجَعَلَهُمْ أَرْوَاحاً ثُمَّ صَوَّرَهُمْ وَ اسْتَنْطَقَهُمْ فَتَكَلَّمُوْا، وَ أَخَذَ عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ وَ الْمِيْثَاقَ﴿ وَ أَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِم أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟ قَالُوْا: بَلَى، شَهِدْنا أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِيْن o اَوْ تَقُوْلُوْا إِنَّمَا أَشْرَکَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ، أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ﴾، قَالَ فَإِنِّيْ أُشْهِدُ عَلَيْكُمُ السَّمَاوَاتِ السَبْعَ وَ الْأَرَضِيْنَ السَّبْعَ وَ أُشْهِدُ عَلَيْكُمْ أَبَاكُمْ آدَمَ أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَمْ نَعْلمْ أَوْ تَقُوْلُوْا: إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذا غَافِلِيْنَ. فَلَا تُشْرِكُوا بِى شَيْئاً فَإِنِّـى أُرْسِلُ إِلَيْكُم رُسُلِيْ يُذَكِّرُوْنَكُمْ عَهدِى وَ مِيْثَاقِي، وَ أُنْزِلُ عَلَيْكُمْ كُتبِى فَقَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّکَ رَبُّنَا وَ إِلٰهُنَا، لَا رَبَّ لَنَا غَيْرکَ وَ لَا إِلٰهَ لَنَا غَيْرکَ، وَ رُفِعَ لَهُمْ أَبُوْهُمْ آدمُ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ فَرَأَى فِيْهِمُ الْغَنِيَّ وَ الْفَقِيْرَ وَ حَسَنَ الصُّوْرَةِ وَ غَيْرَ ذَلِکَ، فَقَالَ : رَبِّ لَوْ سَوَّيْتَ بَيْنَ عِبَادِکَ، فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّ أَن أُشْكَرَ. وَ رَأَى فِيهِمُ الأَنْبِيَاءَ مِثْلَ السُّرُجِ، وَ خُصُّوْا بِمِيْثَاقٍ آخَرَ بِالرِّسَالَةِ وَ النَّبُوَّةِ، فَذَلِکَ قَوْلُهُ عَزَّ وَ جَلَّ:

﴿وَ إِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيْثَقَهُمْ وَ مِنْکَ وَ مِنْ نُّوْحٍ﴾ (الأحزاب:۷)

وَ هُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى:

﴿فَأَقِمْ وَجْهَکَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِى فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَاتَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ (الروم: ۳۰)

وَ ذَلِکَ قَوْلُهُ:

﴿هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُوْلَىٰٓ﴾ (النجم: ۵۶)

وَ قَوْلُهُ:

﴿وَ مَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ وَ إِنْ وَجَدْنَآ أَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ﴾

(الاعراف:١٠٢)

وَ هُوَ قَوْلُهُ :

﴿ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رُسُلًا إِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآؤُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهِ، مِنْ قَبْلُ﴾(یونس:٧٤)

كَانَ فِي عِلْمِهِ بِما أَقَرُّوْا بِهِ مَنْ يُكَذِّبُ بِهِ، وَ مَنْ يُصَدِّقُ بِهِ، فَكَانَ رُوْحُ عِيسٰى مِنْ تِلْكَ الْأَرْوَاحِ الَّتِي أَخَذَ عَلَيْهَا الْمِيْثَاقَ فِي زَمَنِ آدَمَ، فَأَرْسَلَ ذٰلِكَ الرُّوْحُ إِلَى مَرْيَمَ حِيْنَ.

﴿اِنْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا O فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا O﴾(مریم:١٦.١٧)

إِلَى قَوْلِهِ: ﴿مَقْضِيًّا. فَحَمَلَتْهُ﴾

قَالَ : حَمَلَتْ الَّذِیْ خَاطَبَهَا، وَ هُوَ رُوْحُ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلامُ.

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرَ حَدَّثَنِي الرَّبِيْعُ بْنُ اَنَسٍ رضی الله عنه عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضی الله عنه، قَالَ: دَخَلَ مِنْ فِيْهَا. [حسن] (أخرجه الحاكم فى المستدرك ج ٢ص٢٢٣)

ذریتِ آدم میں انبیاء علیہم السلام کا نور مثل سراج تھا اور آخری میثاق رسالت ونبوت کا تھا

(۹۰) ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿وَ إِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ م بَنِيْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ أَشْهَدَهُمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْO إِلَى قَوْلِهِ: أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ (الاعراف: ١٧٢، ١٧٣)

اور جب آپ کے رب نے اولادِ آدمؑ کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے

انھیں کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا: کیوں نہیں! ہم سب اس واقعہ کے گواہ بنتے ہیں تا کہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس توحید سے محض بے خبر تھے۔ یا یوں کہنے لگو کہ اصل شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے سو کیا ان غلط راہ نکالنے والوں کے فعل پر آپ ہم کو ہلاکت میں ڈالے دیتے ہیں۔ (الاعراف:۲:۱۷۲۔۱۷۳)

آدمؑ اور تمام ذریت کو جو قیامت تک ہونے والی ہے جمع کیا گیا، پہلے ان کو روح عطا کی گئی، پھر ان کو شکل وصورت عطا ہوئی اور بولنے کی گویائی دی گئی، تو سب ہم کلام ہوئے، ان سب سے عہد و میثاق لیا گیا کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا: کیوں نہیں! ہم سب اس واقعہ کے گواہ بنتے ہیں، تا کہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ: ہم تو اس توحید سے محض بے خبر تھے۔ یا یوں کہنے لگو کہ: اصل شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے، سو کیا ان غلط راہ نکالنے والوں کے فعل پر آپ ہم کو ہلاکت میں ڈالے دیتے ہیں۔

ارشاد ہوا: تمہاری اس بات پر ہم ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کو گواہ بناتے ہیں اور ساتھ ہی تمہارے باپ آدمؑ کو تم پر گواہ بناتے ہیں کہ کہیں قیامت میں یوں کہنے لگو کہ ہم کو معلوم نہیں تھا۔ یا یوں کہنے لگو کہ ہم تو اس توحید سے محض بے خبر تھے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اور سنو! کہ میں مسلسل اپنے رسول تمہارے پاس بھیجتا رہوں گا جو تم کو یہ عہد و میثاق یاد دلاتے رہیں گے اور کتابیں بھی نازل کروں گا۔ سب نے گواہی دی کہ یقیناً آپ ہمارے رب اور معبود حقیقی ہیں، نہ آپ کے سوا کوئی میرا رب ہے، نہ ہی معبود حقیقی، ان سب ذریت کو آدمؑ کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے معائنہ کیا اور اس میں غنی و مالدار، فقیر و تنگدست، خوبصورت و بدصورت سب کو دیکھا۔ آدمؑ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا: اگر سب کو یکساں بنا دیا ہوتا (یعنی سب ایک صفات میں ہوتے تو اچھا تھا) حق جل مجدہ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ (اعلیٰ شکل وصورت، غِنا و مالداری اور اعلیٰ

صفات کے لوگ) شکر کریں اوراسی میں انبیاء علیہم السلام کا نورمثل سراج تھا، پھر آخری میثاق رسالت ونبوت سے نوازا گیا، جس کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا:

﴿وَ إِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَٰقَهُمْ وَ مِنكَ وَ مِنْ نُوحٍ﴾ (الأحزاب:۷)

ترجمہ: اور جبکہ ہم نے تمام پیغمبروں سے ان کا اقرار لیا اور آپ سے بھی اور نوحؑ سے بھی۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ (الروم:۳۰)

ترجمہ: سوتم یکسو ہوکر اپنا رخ اس دین کی طرف رکھو اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی اس پیدا کی ہوئی چیز کو جس پر اس نے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہ چاہیے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿هٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُولَىٰٓ﴾ (النجم:۵٦)

ترجمہ: یہ پیغمبر بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں ان کو مان لو۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِم مِّنْ عَهْدٍ وَّ إِنْ وَجَدْنَآ أَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِينَ﴾

ترجمہ: اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا اور ہم نے اکثر لوگوں کو بے حکم ہی پایا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ م بَعْدِهِ رُسُلًا إِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآؤُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهِ، مِنْ قَبْلُ﴾ (یونس:۷٤)

ترجمہ: پھر نوح (علیہ السلام) کے بعد ہم نے اور رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف

بھیجا، سو وہ ان کے پاس معجزات لے کر آئے، مگر پھر بھی ان کی ضد اور ہٹ کی یہ کیفیت تھی کہ جس چیز کو انھوں نے اول وہلہ میں ایک بار جھوٹا کہہ دیا، یہ نہ ہوا کہ پھر اس کو مان لیتے۔

حق جل مجدہ کے علم میں تھا کہ دنیا میں جانے کے بعد جو لوگ آج اقرار کر رہے ہیں، ان میں سے کون اس کی تکذیب کرے گا اور کون تصدیق۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی اسی ارواح میں تھی، جن سے عہد و میثاق لیا گیا تھا، آدم کی موجودگی و عہد میں۔ اسی روح کو اللہ تعالیٰ نے مریمؑ کے پاس بھیجا، جبکہ

﴿اِنۡتَبَذَتۡ مِنۡ اَهۡلِهَا مَكَانًا شَرۡقِيًّا O فَاتَّخَذَتۡ مِنۡ دُوۡنِهِمۡ حِجَابًا فَأَرۡسَلۡنَا إِلَيۡهَا رُوۡحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّاO......مَقۡضِيًّا O﴾ (مریم: ۱۶-۱۷)

ترجمہ: جبکہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہوکر ایک ایسے مکان میں جو مشرق کی جانب میں تھا، غسل کے لیے گئیں، پھر ان گھر والے لوگوں کے سامنے سے انھوں نے پردہ ڈال لیا، پس اس حالت میں ہم نے ان کے پاس ایک فرشتہ جبرئیل کو بھیجا اور وہ ان کے سامنے ایک پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا، کہنے لگیں کہ: میں تجھ سے اپنے اللہ رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں، اگر تو کچھ اللہ سے ڈرتا ہے تو یہاں سے ہٹ جا، فرشتہ نے کہا: میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں تاکہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ وہ تعجباً کہنے لگیں کہ بھلا مجھے لڑکا کس طرح ہو جاوے گا، حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔ فرشتہ نے کہا: یوں ہی اولاد ہو جائے گی، تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ: یہ بات مجھ کو آسان ہے اور اس طور پر اس لیے پیدا کریں گے تاکہ ہم اس فرزند کو لوگوں کے لیے ایک قدرت کی نشانی بنادیں اور باعث رحمت بنادیں اور یہ طے شدہ بات ہے جو ضرور ہوگی۔

لہٰذا حضرت مریمؑ کو حمل ہو گیا۔ ارشاد فرمایا: وہی حمل ٹھہر گیا جو مریم سے خطاب کر رہا تھا اور وہ عیسیٰ علیہ السلام کی روح تھی۔

ابو جعفرؒ، ربیع بن انسؓ سے، وہ ابی العالیہ سے وہ ابی بن کعبؓ سے نقل کرتے ہیں کہ مریمؑ کے فم یعنی منہ کے راستے عیسیٰ علیہ السلام کی روح داخل ہو گئی۔

حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے،
(مستدرک حاکم ۲/۳۲۳)

وہ پہلا عہدِ ازل جو خالق ومخلوق کے درمیان ہوا

حضرت حق جل مجدہ تمام عالموں کا خالق و مالک ہے اور اس زمین و آسمان کے درمیان جو ہے یا اس کے سوا جو کچھ ہے وہ سب کی سب اسی رب ذوالجلال کی مخلوق اور مِلک ہے۔ وہ جملہ امور میں مختارِ کل ہے۔ اس پر کسی کا کوئی قانون نہیں چل سکتا، نہ ہی اس کے کسی امر وحکم پر کوئی سوال کرسکتا ہے، وہ رب کائنات ہے۔ اس نے از راہ رحمت وعنایت قانون جزا وسزا سے پہلے بندوں کو اپنا تعارف کرایا، اپنی شناخت و پہچان کرائی، تاکہ بندہ اپنے مالک حقیقی، معبود ومسجود اور خالق کو خوب پہچان لے اور دھوکہ نہ کھائے۔ تاکہ جزا وسزا کا نظام اتمام حجت کے بعد ہو۔ یہ عہدِ ازل رؤف ورحیم، رب العالمین نے عالمگیر طور پر لیا۔ گویا حدیث مذکور میں عالمگیر معاہدہ کا بیان ہے جو تمام اولاد آدمؑ سے اس دنیا میں آنے سے پہلے ازل میں لیا گیا تھا۔ جو عام طور پر عہدِ الست کے نام سے معروف ومشہور ہے، جس کی تفصیل احادیث میں آئی ہے۔ یہاں مذکورہ حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

عہد ومیثاق مختلف احوال واوقات میں لیا گیا

سنتِ باری تعالیٰ اسی طرح واقع ہوئی ہے کہ ہر عہد وزمانہ میں غافل انسان کو بیدار کرنے اور عمل صالح پر لگانے کے لیے مختلف اوقات وحالات میں اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ عہد وپیمان لے کر ان کو قانون کی پابندی کے لیے تیار کیا گیا۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں بہت سے معاہدات ومواثیق کا ذکر کیا گیا ہے۔ امام بغویؒ نے لکھا ہے کہ اہل سعادت نے تو بر رضائے قلبی ربوبیت کا اقرار کیا تھا، اور اہل شقاوت نے بہ کراہت خاطر منافقت کے ساتھ۔ آیت: **وله اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرھا** کا یہی مطلب ہے۔ (تفسیر مظہری، گلدستہ، ج ۲، ۵۷۸)

عہدِ انبیاء علیہم السلام

تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا گیا کہ جو کچھ ان کو حق تعالیٰ کی طرف سے پیغام رسالت ملے وہ اپنی اپنی امتوں کو ضرور پہنچا دیں گے اور اس میں کسی کا خوف اور لوگوں کی ملامت وتوہین کا ادنیٰ خیال نہ کریں اور رسولوں کی مقدس جماعت نے اپنے اس معاہدہ کا پورا پورا حق ادا کردیا؛ بلکہ تبلیغ رسالت کے لیے اپنا سب کچھ قربان کردیا۔ قرآن مجید نے اس کی شہادت دیدی ہے۔

﴿وَ إِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثٰقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِن نُوحٍ﴾ (الأحزاب:۷)

ترجمہ: اور جب کہ ہم نے تمام پیغمبروں سے اقرار لیا اور آپ (ﷺ) سے بھی اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بن مریم سے بھی اور ہم نے ان سے خوب پختہ عہد لیا۔

انبیاء علیہم السلام کا حق اور آنے والوں کو وصیت

انبیاء علیہم السلام کا حق یہ ہے کہ لوگ ان پر ایمان لائیں۔ ان کا کہنا مانیں اور ہر قسم کی مدد کریں۔ عام لوگوں کا تو کیا ذکر ہے حق تعالیٰ نے خود پیغمبروں سے بھی یہ پختہ عہد لے چھوڑا ہے کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا نبی آئے (جو یقیناً پہلے انبیاء اور ان کی کتابوں کی اجمالاً تفصیلاً تصدیق کرتا ہوا آئے گا) تو ضروری ہے کہ پہلا نبی پچھلے کی صداقت پر ایمان لائے اور اس کی مدد کرے، اگر اس کا زمانہ پائے تو بذات خود بھی اور نہ پائے تو اپنی امت کو پوری طرح ہدایت وتاکید کرجائے کہ بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لاکر اس کی اعانت ونصرت کرنا، یہ وصیت کرجانا بھی اس کی مدد کرنے میں داخل ہے۔ (گلدستۂ تفاسیر، جلد اول/۵۳۰)

خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا عہد

اس عام قاعدہ سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد بلا استثناء تمام انبیائے سابقین سے لیا گیا

ہوگا اور انھوں نے اپنی اپنی امتوں سے یہ ہی قول وقرار لیے ہوں گے؛ کیونکہ ایک آپ ﷺ ہی کی مخزن الکمالات ہستی تھی جو عالم غیب میں سب سے پہلے اور عالم شہادت میں سب انبیاء کے بعد جلوہ افروز ہونے والی تھی اور جس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا اور آپ ﷺ ہی کا وجود تمام انبیائے سابق اور کتب سماویہ کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والا تھا، چنانچہ حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ اس قسم کا عہد انبیاء سے لیا گیا اور خود آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اگر آج موسیٰؑ زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بدون چارہ نہ ہوتا اور فرمایا کہ: عیسیٰؑ جب نازل ہوں گے تو کتاب اللہ (قرآن) اور تمہارے نبی ﷺ کی سنت پر فیصلے کریں گے، محشر میں شفاعت کبریٰ کے لیے پیش قدمی کرنا اور تمام بنی آدم کا آپ کے جھنڈے تلے جمع ہونا اور شب معراج میں بیت المقدس کے اندر تمام انبیاء کی امامت کرنا، حضورؐ کی اسی قیادت عامہ اور امامت عظمیٰ کے آثار میں سے ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ (تفسیر عثمانی)

لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ: آدمؑ اور آدمؑ کے بعد ہر نبی سے اللہ نے وعدہ لے لیا تھا کہ تم اور تمہاری امت محمد ﷺ کی تصدیق کرنا اور اگر تمہاری زندگی میں محمد ﷺ کی بعثت ہو جائے تو تم سب ان کی مدد کرنا (گویا حضرت ابن عباسؓ کے قول پر رسول اللہ ﷺ سے عام پیغمبر مراد ہیں اور حضرت علیؓ کی تشریح پر صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک مراد ہیں)۔

یہ عہد واقرار کس جگہ اور کس وقت لیا گیا؟

اس عہد واقرار کے متعلق مفسر القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے جو روایت بسند قوی امام احمد، نسائی، اور حاکم نے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ یہ عہد واقرار اس وقت لیا گیا جب آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا گیا، اور مقام اس اقرار کا وادیٔ نعمان ہے، جو میدان عرفات کے نام سے معروف ومشہور ہے۔ (معارف القرآن)

حق جل مجدہ کی قوتِ کاملہ کا کرشمہ وظہور

حق جل مجدہ نے اس نئی مخلوق اولاد آدمؑ کو جس کو ابھی وجود عنصری بھی پوری طرح عطا نہیں ہوا، اس کو روح وجسم بخشا، چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس وقت جو ذریت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالی گئی تھی وہ اپنے اس ڈیل وڈول کے ساتھ نہیں تھی جس میں وہ دنیا میں بھیجی جانے والی تھی؛ بلکہ چھوٹی چیونٹی کے جثہ میں تھی، یعنی حق سبحانہ وقدوس نے عہد ومیثاق کے وقت تمام بنی آدمؑ کو بہت چھوٹے جثہ میں وجود عطا فرمایا۔

اور اپنی قوت وقدرت کاملہ سے اس کو عقل وشعور، فہم وادراک بخشا، اور چھوٹے جثہ میں تمام قویٰ کو جمع کر دیا جو رب العالمین کی معرفت وشناخت میں معین وممد بنیں اور بالآخر حق جل مجدہ کو ہر روح نے اپنے اپنے جسم وجثہ کے ساتھ رب تبارک وتعالیٰ کو پہچانا اور پھر قَالُوْا بَلٰی کا اقرار کرلیا۔

بچہ کے کان میں اذان واقامت کی حکمت بالغہ الحمد للہ پورے عالم اسلام، یا پورے عالم کے مسلمان گھروں میں آج بھی یہ سنت نبوی ﷺ جاری ہے کہ بچہ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کی سنت کو مسلمان زندہ کرتا ہے۔ حالانکہ بچہ نہ تو ان کلمات کے معنی سمجھتا ہے، نہ ہی بڑا ہو کر یاد رکھتا ہے، نہ ہی یاد رہتا ہے مگر اس کے ذریعہ اس اقرار ازلی کو قوت پہنچا کر کانوں کی راہ سے دل میں ایمان کی تخم ریزی کی جاتی ہے۔

مسلمان خواہ جیسا کیسا ہو؛ مگر وہ اسلام پر مرنا پسند کرتا ہے

مسلمان، عملی زندگی میں جیسا کیسا ہو، اسلام اور اسلامیات سے کتنا دور ہو، مگر اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور مسلمانوں کی فہرست سے الگ ہونے کو انتہائی برا سمجھتا ہے، آخر کیوں؟ وہی نا جو اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی کی دل میں روشنی باقی ہے اور اس عہد کی وفاداری پر جمائے ہوئی ہے۔

قرآن پاک کی تجلی

عجمی ملکوں کے مسلمانوں کی اکثریت قرآن مجید کے معانی سے ناواقف ہے، پھر بھی قرآن سے محبت اور تلاوت کی طرف کشش بھی اسی ازلی عہد کے ساتھ ربط کو مستحکم کرتی ہے اور انسان کا قلب نور ایمان سے تازہ ہوتا رہتا ہے اور ازلی عہد کی تذکیر و یاد دہانی ہوتی رہتی ہے۔

بروز قیامت یہ عذر نہیں چلے گا کہ ہم اس سے بے خبر تھے

حق جل مجدہ نے یہ اقرار اس لیے لیا ہے کہ قیامت کے دن انسان یہ نہ کہہ سکے کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے یا غافل تھے اسی لیے آخر آیت نے اس کو واضح کر دیا۔

﴿اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ﴾

تا کہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ: یہ عہد و میثاق مجھے ایسا یاد ہے گویا اس وقت سن رہا ہوں۔ اور بعض نے تو یہاں تک کہا ہے کہ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ جس وقت یہ اقرار لیا گیا، میرے آس پاس میں کون کون لوگ موجود تھے۔ اس لیے انسانی فطرت میں رب العالمین کی عظمت ومحبت پائی جاتی ہے جو ازلی عہد کا ہی کرشمہ ہے اور تھوڑی سی توجہ اور تخلیق کائنات اور لیل ونہار، شمس وقمر، صبح وشام کے تغیر پر دھیان دینے سے یہ عہد انسان کو خالق کائنات کی توحید کا قائل کر دیتی ہے اور انسانی ضمیر وفطرت وَ فِیْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کی حقیقت کے ساتھ ربوبیت خالق کو تسلیم کر لیتی ہے۔

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو حنفاء پیدا کیا۔ پھر شیاطین نے ان کو اغوا کر کے انھیں سیدھے راستے سے بھٹکا دیا۔

بہر حال دین حق اور دین قیم وہ ہے کہ اگر انسان کو اس کی فطرت پر مخلّٰی بالطبع چھوڑ دیا جائے تو اپنی طبیعت سے اسی کی طرف جھکے اور توحید کا غلام بن کر زندگی گزارے۔

كِتَابُ الصَّلَاةِ

نماز کا بیان

بَابُ : (رَجُلَانِ مِنْ أُمَّتِي يَقُوْمُ أَحَدُهُمَا مِنَ اللَّيْلِ فَيُعَالِجُ نَفْسَهُ إِلَى الطُّهُوْرِ وَ عَلَيْهِ عَقْدٌ ......)

(۹۱) أَبُوْ عُشَّانَةَ أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: لَا أَقُوْلُ الْيَوْمَ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا لَمْ يَقُلْ. سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

''مَنْ قَالَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ بَيْتًا مِنْ جَهَنَّمَ.''

وَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

''رَجُلَانِ مِنْ أُمَّتِي يَقُوْمُ أَحَدُهُمَا مِنَ اللَّيْلِ يُعَالِجُ نَفْسَهُ إِلَى الطُّهُوْرِ، وَ عَلَيْهِ عُقَدٌ فَيَتَوَضَّأُ فَإِذَا وَضَّأَ يَدَيْهِ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، وَ إِذَا وَضَّأَ وَجْهَهُ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، وَ إِذَا مَسَحَ رَأْسَهُ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، وَ إِذَا وَضَّأَ رِجْلَيْهِ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَيَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّ وَ جَلَّ لِلَّذِيْنَ وَرَاءَ الْحِجَابِ: انْظُرُوْا إِلَى عَبْدِي هَذَا يُعَالِجُ نَفْسَهُ يَسْأَلُنِي، مَاسَأَلَنِي عَبْدِي هَذَا فَهُوَ لَه.'' رقم الحديث ۱۸۲۶۶

[صحيح لغيره] (اخرجه أحمد فى مسنده ج ٤ ص ١٥٩)

وضو سے شیطانی گرہ کھل جاتا ہے، غفلت دور ہو جاتی ہے

(۹۱) ترجمہ: حضرت ابوعُشانہؒ نے عقبہ بن عامرؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آج میں تم کو وہی بات کہوں گا جو رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو بات میں نے نہیں کہی وہ میری طرف منسوب کرکے کہی گئی تو ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

سنو! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت کے دو آدمیوں میں سے رات کو ایک شخص اٹھتا ہے اور اپنا علاج وضو و طہارت کے ذریعہ کرتا ہے، جبکہ اس پر گرہ (شیطانی بندھن، غفلت و سستی کا حملہ) ہوتا ہے، تو اُٹھ کر وضو کرتا ہے، جب

ہاتھ دھو لیتا ہے تو ایک گرہ و بندھن کھل جاتا ہے، جب چہرہ دھو لیتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، جب سر کا مسح کر لیتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، جب پاؤں دھو لیتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔

حق جل مجدہ اُن فرشتوں سے فرماتے ہیں جو پردے کے پیچھے ہیں: دیکھو! میرے ان بندوں کو جو (اپنی غفلت و شیطانی بندھن سے) خود علاج کر رہے ہیں، میرے بندے جو بھی مجھ سے مانگیں گے میں ان کو دوں گا۔ (مسند احمد ۴/۱۵۹)

باطن پر نشاطِ عبادت کا ذوق اور نورِ طہارت کا غلبہ

اس حدیث میں مومن کو بیدار کیا گیا ہے کہ اس پر شیطانی کید و مکر کا حملہ یا غلبہ ہوتا ہے جب وہ نیند میں ہوتا ہے اور اس کو رفع کرنے کا اور ختم کرنے کا طریقہ یہ بتلایا گیا کہ رات کو اُٹھے اور بیدار ہو تو فوراً وضو کر لے جس کے ذریعہ کید و فریب، غفلت اور نحوست کی گرہیں یکے بعد دیگرے ختم ہو جائیں گی اور باطن پر نشاطِ عبادت کا ذوق غالب ہو جائے گا۔ دوسری حدیث میں وضو کو مومن کا ہتھیار کہا گیا ہے۔ یعنی مکاید و حیلِ شیطانی سے حفاظتی دستہ۔ مومن ہر وقت مجاہد کی زندگی میں ہوتا ہے، وضو بذاتِ خود ایک عبادت و اطاعت ہے، جس کے ذریعہ مؤمن شیطانی فریب سے بچتا ہے۔ رات کو وضو کے بعد بندہ جو بھی دعا مانگتا ہے اس کی ربّ العزت کی جناب میں قدر و منزلت ہوتی ہے اور قبولیت کے مقام تک پہنچا دیا جاتا ہے، دعا قبول ہو جاتی ہے۔

طلوعِ آفتاب تک سونے والے کے کان میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص سو گیا (یعنی طلوعِ آفتاب تک سوتا رہا) جس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ شخص ہے جس کے دونوں کانوں میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۰۳۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان جب طلوعِ آفتاب تک سوتا رہتا ہے تو شیطان اس کے دونوں کانوں میں پیشاب کر دیتا ہے۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایسے شخص کا عبادت واطاعت میں جی نہیں لگتا۔ گناہ ومعصیت کی طرف قدم اُٹھتا ہے، دین کی سمجھ نہیں آتی، طبیعت میں چڑ چڑا پن، سستی کاہلی اور اُداس حال ہوتا ہے۔ ذکر اللہ، استغفار، توبہ اور رجوع الی اللہ اس کا علاج ہے جس کے ذریعہ شیطانی رنگ کو دور کیا جا سکتا ہے۔

رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیْطَانِ، وَ اَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ.

شیطانی گرہیں اور اس سے نجات کا نبوی نسخۂ کیمیا

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں کا کوئی شخص سو جاتا ہے تو شیطان اس کے اوپر تین گرہیں لگاتا ہے۔ ہر گرہ پوری رات تک اس پر لگا رہتا ہے، جب وہ بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ (شیطانی) کھلتی ہے اور جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھلتی ہے اور جب نماز پڑھ لیتا ہے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر صبح اس حال میں کرتا ہے کہ خوش وخرم اور نشاط وانبساط کے عالم میں ہوتا ہے۔ ورنہ پھر وہ خبیث النفس یعنی شیطانی اثرات کے ساتھ کسلان وسست صبح کرتا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۱۰۷۴)

شیطانی کید وقوت کا مقابلہ استغفار وتوکل علی اللہ

اس حدیث سے اتنی بات خوب واضح اور روشن ہوگئی کہ شیطان کا حملہ قوی اور کید شدید انسان پر حالتِ نوم میں ہوتا ہے۔ اور وہ لعین اہلِ ایمان پر غفلت وگرفت کی مضبوط گرہ وگانٹھ لگا دیتا ہے تاکہ اپنی مرضی کے تصرف میں لے لے اور سوئے ہوئے کو اضغاث واحلام کی دنیا میں بھٹکاتا رہے اور صبح کو ان ہی پریشان کن خیالات میں انسان حیران وسرگرداں رہے۔

لہٰذا اہلِ ایمان کا کام ہے چوکنّا رہنا، اگر پریشان کن اضغاث واحلام ہیں تو اَعُوْذُ

بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ مِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الرُّؤیَا پڑھ لیں اور بائیں طرف تُھک تُھکا دیں، کروٹ بدل لیں، ربّ العباد اس کے اثرات کو زائل وختم کردے گا۔

یہ استعاذہ بہت ہی مجرب نسخہ نبوی ہے

رات میں جب بھی نیند سے بیدار ہوں یا نیند کھل جائے، فوراً حق تعالیٰ کا ذکر شروع کردیں اور شیطانی گرفت سے باہر آجائیں۔

حق تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اپنے خاص بندوں کی صفت بتلائی کہ

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَاھُمْ مُبْصِرُوْنَ﴾ (سورۃ الاعراف، ۲۰۱)

یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو وہ (اللہ تعالیٰ کی) یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

متقی لوگوں کا حال

عام متقین کے حق میں یہ محال نہیں کہ شیطان کا گزر ان کی طرف ہو۔ اور کوئی چرکہ لگا جائے۔ البتہ مُتقین کی شان یہ ہوتی ہے کہ شیطان کے اغوا سے غفلت میں نہیں پڑتے؛ بلکہ ذرا غفلت ہوئی اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرکے چونک پڑے۔ ٹھوکر لگی اور معاً سنبھل گئے۔ سنبھلتے ہی آنکھیں کھل گئیں، غفلت کا پردہ اٹھ گیا، نیکی بدی کا انجام سامنے نظر آنے لگا اور بہت جلد نازیبا کام سے رک گئے۔ باقی غیر متقین (جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر نہ ہو اور جنھیں شیطان کی برادری کہنا چاہیے) ان کا حال یہ ہے کہ شیاطین ہمیشہ انھیں گمراہی میں کھینچتے چلے جاتے ہیں اور رگیدنے میں ذرا کمی نہیں کرتے اور اس طرح ان شیاطین کے غرور وسرکشی کو اور زیادہ بڑھاتے رہتے ہیں۔ بہرحال متقی کی شان یہ ہے کہ جب شیطان دق کرے، فوراً اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے، دیر نہ کرے، ورنہ غفلت میں تمادی ہوکر رجوع الی اللہ کی توفیق بھی نہ رہے گی۔ (تفسیر عثمانی)

رات میں جب بھی نیند کھلے ان کلمات کو پڑھ لیں اور دعا مانگ لیں قبول ہوگی

رات میں جب بھی نیند کھلے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھ لیں۔

اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھ لیں بے شک بستر پر لیٹے لیٹے دعا مانگ لیں قبول ہوگی۔ شیطانی کید و گانٹھ کمزور ہو جائے گی۔

وضو مومن کا ہتھیار و حجاب ہے اور ربّ العزت کا خطاب

اس حدیثِ قدسی میں اطلاع دی گئی ہے کہ میری امت کے دو شخص ہوں گے یعنی امت کے دو طبقے اور گروہ ہوں گے، ایک جو رات بھر غفلت کے ساتھ سوئے گا اور پوری رات اس پر شیطانی گانٹھ لگا ہوا ہوگا۔ دوسرا شخص جو رات کو بیدار ہوگا اور اپنے ایمان و ایقان کا علاج خود ہی کرے گا، طہارت و پاکی کے ذریعہ مخبرِ صادق محمد ﷺ نے اطلاع دی کہ انسان پر چار گرہیں یا گانٹھ ہوتی ہیں، بندہ جب اُٹھ کر وضو کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، جب سر کا مسح کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے، اور جب چہرہ دھوتا ہے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے، اور جب پاؤں دھوتا ہے تو ایک دم تمام شیطانی گرفت و گانٹھ سے نجات مل جاتی ہے۔ بندۂ مومن کی اس صفت کو دیکھ کر ربّ العزت پردہ کے پیچھے سے خطاب فرماتے ہیں: میرے اس بندہ کو دیکھو جو اپنا روحانی علاج شیطانی گرفت و گانٹھ سے خود کر رہا ہے اور اب وہ جو بھی مانگے گا میں اس کی مراد کو پوری کروں گا۔ ظاہر سی بات ہے کہ بندہ جب اللہ کے لیے نیند کو قربان کر کے پانی سے طہارتِ ظاہری حاصل کر چکا تو اب ربّ العزت اس کو طہارتِ باطنی کی نعمت سے نوازتے ہیں اور قبولیتِ دعا اسی طہارتِ قلب کا ثمرہ ہے۔

شیطانی گرفت سے حفاظت کے اعمال

(۱) باوضو رہئے (۲) ذکر اللہ میں مشغولیت (۳) ہر وقت و ہر مقام کی نبوی دعائے ماثورہ کا اہتمام و التزام (۴) نیک و صالحین کی صحبت و معیت (۵) گندی جگہ و گناہ کے مقام سے اجتناب (٦) نفسانی وشہوانی اشعار و کتب سے دوری (۷) تذکرۂ اولیاء کرام و حالاتِ صالحین سننا یا پڑھنا (۸) ہر وقت ہر عمل میں سنتِ نبوی کا اہتمام و التزام (۹) غفلت ونسیان پر استغفار و توبہ کے ساتھ انابت ورجوع الی اللہ۔ (۱۰) جملہ امور میں اعتماد وتوکل علی اللہ (۱۱) صبح وشام تحصناتِ نبوی کی پابندی (۱۲) ہر عمل و کام کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا پڑھنا (۱۳) جسم ولباس کا گندگی و ناپاکی سے پاک و صاف رکھنا (۱۴) جگہ و مکان کا تصاویر و مجسّموں سے پاک ہونا۔ آج کل ہر گھر میں مجسّمے ملیں گے، بچوں کے کھلونے کی شکل میں، مکان کی زینت وزیبائش کی شکل میں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گھروں کو شیطانی حملوں سے محفوظ رکھے۔ آمین! (۱۵) ٹی وی وخرافاتی اسباب سے گھر کا پاک ہونا وغیرہ ذالک۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ مِنْ ھَمْزِہٖ وَ نَفْخِہٖ وَ نَفْثِہٖ.

الغرض ہم جب خود ہی اپنا علاج نہ کریں تو کون ہمارا مخلص ہے، جو ہماری فکر کرے اس لیے ہمیں شیطانی حملوں سے بچنے کی پوری جد وجہد اور استقامت کے ساتھ مجاہدۂ نفس کرنا ہوگا اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت کا نفس کو غلام بنانا ہوگا۔ میرے دوستو! افکار و خیالات کو تفکر و تدبر کی راہ سے ذکرِ الٰہی کے لیے مسخر کرلو تاکہ راستہ ہی شیطان کا بند ہوجائے۔ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ. اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ھِمَّتِی وَ ھَوایَ فِیْمَا تُحِبُّ وَ تَرْضیٰ۔

بَابُ : (لَمَّا أَرَادَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالَی أَنْ یُعَلِّمَ رَسُوْلَهُ الْأَذَانَ......)

باب: اللہ تعالیٰ نے اذان جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ سکھلایا

(۹۲) عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ:

" لَمَّا أَرَادَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالَی أَنْ یُعَلِّمَ رَسُوْلَهُ الْأَذَانَ، أَتَاهُ جِبْرِیْلُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِمَا بِدَابَّةٍ یُقَالُ لَهَا الْبُرَّاقُ، فَذَهَبَ یَرْکَبُهَا فَاسْتَصْعَبَتْ، فَقَالَ لَهَا جِبْرِیْلُ: اسْکُنِی؛ فَوَ اللّٰهِ مَا رَکِبَکِ عَبْدٌ أَکْرَمُ عَلَی اللّٰهِ مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ، قَالَ: فَرَکِبَهَا حَتَّی انْتَهَی إِلَی الْحِجَابِ الَّذِیْ یَلِی الرَّحْمٰنَ تَبَارَکَ وَ تَعَالَی. قَالَ: فَبَیْنَمَا هُوَ کَذَلِکَ إِذْ خَرَجَ مَلَکٌ مِنَ الْحِجَابِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : یَا جِبْرِیْلُ مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: وَالَّذِی بَعَثَکَ بِالْحَقِّ إِنِّی لَأَقْرَبُ الْخَلْقِ مَکَانًا، وَ إِنَّ هَذَا الْمَلَکَ مَا رَأَیْتُهُ مُنْذُ خُلِقْتُ قَبْلَ سَاعَتِیْ هَذِهِ. فَقَالَ الْمَلَکُ : اَللّٰهُ أَکْبَرُ اَللّٰهُ أَکْبَرُ. قَالَ : فَقِیْلَ لَهُ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ : صَدَقَ عَبْدِی أَنَا أَکْبَرُ أَنَا أَکْبَرُ. ثُمَّ قَالَ الْمَلَکُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. قَالَ: فَقِیْلَ لَهُ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ: صَدَقَ عَبْدِیْ [لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا قَالَ : فَقَالَ الْمَلَکَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ : فَقِیْلَ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ صَدَقَ عَبْدِی] أَنَا أَرْسَلْتُ مُحَمَّداً . قَالَ الْمَلَکُ: حَيَّ عَلَی الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَی الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُ أَکْبَرُ، اَللّٰهُ أَکْبَرُ. قَالَ: فَقِیْلَ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ : صَدَقَ عَبْدِی أَنَا أَکْبَرُ أَنَا أَکْبَرُ. ثُمَّ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. قَالَ: فَقِیْلَ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ : صَدَقَ عَبْدِی: لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا، قَالَ: ثُمَّ أَخَذَ الْمَلَکُ بِیَدِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَقَدَّمَهُ فَأَمَّ أَهْلَ السَّمَاءِ فِیْهِمْ آدَمُ وَ نُوْحٌ.

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ: فَیَوْمَئِذٍ اَکْمَلَ اللّٰهُ لِمُحَمَّدٍ ﷺ الشَّرَفَ عَلَی اَهْلِ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ.

[ضعیف] (کما فی کشف الأستار ج۱/۳۵۲)

حق جل مجدہ کی جانب سے اذان کا عطیہ

(۹۲) ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جب حق جل مجدہ نے چاہا کہ اپنے رسول کو اذان سکھلا دیں تو جبرئیلؑ کو بُراق لے کر بھیجا، رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے کہ براق پر سوار ہوں، براق شوخیاں کرنے لگا، تو جبرئیلؑ نے براق سے کہا: قرار پکڑ کہ اللہ کی قسم آج تک تیری پیٹھ پر اللہ کے بندوں میں سے محمد ﷺ سے زیادہ کرامت وشرافت، بزرگی و تقدس والا سوار نہ ہوا۔ پھر رسول اللہ ﷺ براق پر سوار ہوکر اس مقامِ حجاب تک تشریف لے گئے جس کے وراء وحجاب رحمٰن تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ حق تھی۔ ابھی آپ ﷺ اسی حال میں تھے کہ حجاب و پردہ سے ایک فرشتہ نمودار ہوا، رسول اللہ ﷺ نے جبرئیلؑ سے سوال کیا: یہ کون ہے؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا: اس ربّ العزت کی قسم جس نے آپ ﷺ کو رسولِ برحق بنایا، میں اللہ تعالیٰ کے مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا سب سے اقرب ترین ہوں؛ مگر اس گھڑی سے پہلے میں نے آج تک اس فرشتہ کو نہیں دیکھا جب سے مجھ کو پیدا کیا گیا ہے، (یعنی ابھی ابھی دیکھ رہا ہوں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا) اس نمودار ہونے والے فرشتے نے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہا۔ پردے کے پیچھے سے آواز آئی، میرے بندے نے سچ کہا۔ میں ہی بڑا ہوں، میں ہی بڑا ہوں۔ پھر اس فرشتہ نے کہا: **اشھد ان لاالہ الا اللّٰہ**۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، پردے کے پیچھے سے آواز آئی میرے بندے نے سچ کہا، میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ نمودار ہونے والے فرشتہ نے کہا: **اشھد ان محمد رسول اللّٰہ**۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پردے کے پیچھے سے آواز آئی، میرے بندے نے سچ کہا، میں نے ہی محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ فرشتے نے کہا: **حي علی الصلوٰة، حي علی الفلاح، قد قامت الصلوٰة**۔ پھر کہا: **اللہ اکبر، اللہ اکبر** ۔ پردہ کے پیچھے سے آواز آئی میرے بندے نے سچ کہا۔ میں ہی بڑا ہوں، میں ہی بڑا ہوں۔ پھر فرشتہ نے کہا: **لا إلٰـہ إلا اللّٰـہ**۔ پردے کے پیچھے سے آواز آئی: میرے بندے نے سچ کہا **لا إلٰـہ إلا انا**۔ پھر اس فرشتہ نے محمد ﷺ کا ہاتھ پکڑا

اور آسمان والوں کی امامت کے لیے آگے بڑھا دیا جس میں آدمؑ اور نوحؑ موجود تھے۔

ابوجعفر محمد بن علیؒ کہتے ہیں اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے لیے زمین و آسمان کی شرف و عزت کو اکمل و مکمل کر دیا۔

(کشف الاستار ۱/۳۵۲، مجمع الزوائد ج۱ ص۲۳۸)

فرشتہ نے آسمان میں اذان دی

خاتم النّبیین ﷺ کی ہر شانِ عبادت نرالی وانوکھی ہے۔ نماز جیسی اہم عبادت کا تحفہ ربّ السّموات نے آسمان پر بلا کر عطا فرمایا، اسی طرح نماز کے لیے جمع ہونے کا اعلان و اعلام کا طریقہ بھی آسمان سے نازل فرمایا:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ﴾ (سورۃ جمعہ: ۹)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف چل پڑو۔

حدیث کی کتابوں میں ہے کہ اذان کی تفصیل خواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زید بن عبدربہ کو حق تعالیٰ نے بتلائی اور خاتم النّبیین ﷺ کو ان حضرات نے آنکھ کھلتے ہی تہجد کے وقت جا کر بتلایا۔ آپ ﷺ نے سن کر فرمایا: انشاء اللہ یہ خواب سچا اور من جانب اللہ ہے۔ لہٰذا اذان کی مشروعیت حکمِ نبوی ﷺ اور قرآن کریم سے ہے۔ نہ کہ صرف خواب سے؛ کیونکہ غیر نبی کا خواب حجت نہیں۔ اس لیے اذان و اقامت کی مشروعیت ابتداءً تائید نبوی سے ہوئی ہے۔ پھر قرآن مجید نے نبی کریم ﷺ کی توثیق کر دی۔ علامہ محمد یوسف بنوری نوّر اللہ مرقدہ فرماتے ہیں اذان کا عمل نبی کریم ﷺ کے حکم سے تھا صرف صحابیؓ کے خواب سے نہیں تھا، پھر قرآن کریم نے آپ ﷺ کے حکم کی توثیق و تصدیق فرما دی پس انتہا کے اعتبار سے اذان کی مشروعیت وحی متلو یعنی قرآن کریم سے ہے۔ (معارف السنن ۲/۱۶۹)

عالم ملکوت میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے کلمات اذان کی رب ذوالجلال نے تصدیق وتوثیق کی

حدیثِ مذکور میں اسی راز کو کھولا گیا ہے کہ جس طرح نماز کا تحفہ رب السمٰوات نے عالمِ ملکوت میں عطا کیا۔ اذان کے کلمات بھی ذات حق جل مجدہ نے پاس بلاکر حجاب سے بذریعہ مَلک سکھلایا۔ وہ فرشتہ بھی جبرئیل علیہ السلام کے سامنے کبھی نہ آیا تھا نہ ہی انھوں نے دیکھا تھا۔ جس کی وضاحت جبریل امینؑ نے کردی کہ اقرب الخلق ہونے کے باوجود میں نے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا تھا۔

جس سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ بارگاہ ربّ العزت میں حاضری کا جو طریقہ بشکل نماز خاتم الرسل ﷺ کو عطا ہوا ہے، اسی طرح کلماتِ اذان کی تعلیم وسماعت کے لیے بھی حضورِ حق سے ایک نیا فرشتہ ظاہر ہوا جس نے نداءِ صلوٰۃ کے لیے، ابتداء اللہ کی کبریائی کے زمزمہ سے شروع کی۔ بارگاہِ بے نیاز سے جواب ملا، انا اکبر ، میں ہی سب سے بڑا ہوں میں ہی سب سے بڑا ہوں، میرے بندے نے سچ کہا۔ پھر فرشتہ نے شہادت کے کلمات کہے تو حجاب سے جواب ملا بندے نے سچ کہا، میرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

حجاب سے جواب کا آنا تصدیق وتوثیق تو تھی ہی اس طرف بھی اشارہ تھا کہ یہ کلمات مقبولِ حضورِ حق ہیں اور انھی کلمات کے ذریعہ عباد الرحمٰن کو دعوتِ تام دی جائے گی اور فلک بوس مسجدوں کے مناروں سے توحید و رسالت کا اعلان کیا جائے گا۔ اذان کے کلمات کے بعد فرشتہ نے دستِ نبی تھاما اور خاتم المرسلین ﷺ نے آسمان پر امامت کی جس میں آدم ونوح علیہما السلام بھی تھے۔ گویا یہ اعلان تھا کہ عنداللہ اکرم واکمل علی اللہ محمد ﷺ سے زیادہ کوئی نہیں اور آپ ﷺ تمام آسمانوں وزمین میں اشرف الانبیاء ہیں۔ اسی لیے آپ ﷺ کو اشرف العبادات نماز اور اشرف النداء اذان، اشرف الکتب قرآن اور جملہ امورِ داخلی وخارجی میں اشرف ہی اشرف، اکرم ہی اکرم، اطہر ہی اطہر عطا کیا گیا۔

الغرض آپ ﷺ کی شان کے مناسب تمام چیزیں عطا ہوئیں اور دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں میں اولیت و اکملیت خاتم المرسلین ﷺ کے حصے میں آئیں۔ واللہ اعلم!

بَابُ : (فُرِضَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ الصَّلٰوٰتُ)

باب: رسول اللہ ﷺ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں

(۹۳) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ:

"فُرِضَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ الصَّلَوٰتُ خَمْسِيْنَ ثُمَّ نُقِصَتْ حَتّٰى جُعِلَتْ خَمْساً ثُمَّ نُوْدِيَ: يَا مُحَمَّدُ إِنَّهُ لَايُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَ إِنَّ لَكَ بِهٰذَا الْخَمْسِ خَمْسِيْنَ." [صحيح] (أخرجه الترمذى فى سننه ج ١/ ٢١٣)

فرضیتِ نماز

(۹۳) ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ پر شبِ معراج میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں، یہاں تک کہ کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں، پھر آپ ﷺ کو کہا گیا: یا محمد ﷺ! میری بات ادلتی بدلتی نہیں، ان پانچ نمازوں کے ذریعہ آپ کو پچاس نمازوں کا اجر وثواب ملے گا۔ (سنن ترمذی ۱/۲۱۳)

ہماری بات ادلتی بدلتی نہیں

(۹۴) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"فَرَضَ اللّٰهُ عَلَى أُمَّتِي خَمْسِيْنَ صَلَاةً فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ حَتّٰى أَتٰى عَلَيَّ مُوْسٰى، فَقَالَ مُوْسٰى: مَاذَا افْتَرَضَ رَبُّكَ عَلَى أُمَّتِكَ ؟ قُلْتُ: فَرَضَ عَلَيَّ خَمْسِيْنَ صَلَاةً . قَالَ: فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ. فَرَاجَعْتُ رَبِّيْ فَوَضَعَ عَنِّيْ شَطْرَهَا. فَرَجَعْتُ إِلَى مُوْسٰى فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: اِرْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَاتُطِيْقُ ذٰلِكَ. فَرَاجَعْتُ رَبِّيْ، فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَ هِيَ خَمْسُوْنَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ. فَرَجَعْتُ إِلَى مُوْسٰى. فَقَالَ: اِرْجِعْ إِلَى رَبِّكَ.

فَقُلْتُ : قَدْ اِسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّیْ.'' [صحیح] (أخرجه ابن ماجه فی سننه ج۱/۱۳۹۹)

(۹۴) ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
حق جل مجدہ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں جن کو لے کر میں آ رہا تھا، یہاں تک کہ موسیٰؑ کے پاس سے گزرا، انھوں نے سوال کرلیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا؟ میں نے جواب میں کہا: پچاس نمازیں مجھ پر فرض کی گئی ہیں۔ موسیٰؑ نے عرض کیا: ربّ تعالیٰ کے پاس واپس جایئے کہ آپ ﷺ کی امت کی استطاعت سے زیادہ ہے۔ ان میں اس کی ادائیگی کی قدرت نہیں۔ میں واپس گیا ربّ العالمین کے پاس تو ایک حصہ معاف کردیا گیا، اب جب لوٹا موسیٰؑ کے پاس سے تو ان کو بتلایا۔ انھوں نے پھر کہا کہ واپس جاؤ کہ آپ ﷺ کی اُمت اس کی قدرت نہیں رکھتی، میں پھر گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: یہ ہیں تو پانچ ادا کے اعتبار سے اور ثواب ملے گا پچاس کا۔ ہماری بات ادلتی بدلتی نہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس گزرا، انھوں نے کہا کہ: پھر واپس جاؤ رب کے پاس، میں نے عرض کیا: اب مجھ کو حیاء وشرم آتی ہے رب تبارک وتعالیٰ سے۔ (ابن ماجہ ۱/۱۳۹۹)

بَاب : (فَرْضُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فِی لَیْلَةِ الْإِسْرَاءِ ......)

باب: پانچ نماز کس طرح ہوئیں

(۹۵) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ ﷺ حدَّثَهُمْ عَنْ لَیْلَةِ أُسْرِیَ بِهٖ:

''بَیْنَمَا أَنَا فِی الْحَطِیْمِ وَ رُبَمَا قَالَ فِی الْحُجْرِ مُضْطَجِعاً، إِذْ أَتَانِی آتٍ فَقَدْ قَالَ وَ سَمِعْتُهُ یَقُوْلُ: فَشَقَّ مَا بَیْنَ هٰذِهٖ إِلَی هٰذِهٖ، فَقُلْتُ لِلْجَارُوْدِ وَ هُوَ إِلَی جَنْبِی: مَا یَعْنِی بِهٖ؟ قَالَ: مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ إِلَی شِعْرَتِهٖ، وَ سَمِعْتُهُ یَقُوْلُ: مِنْ قَصِّهٖ إِلَی شِعْرَتِهٖ ، فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِی ، ثُمَّ أُتِیْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْءَ ةٍ إِیْمَاناً فَغُسِلَ قَلْبِیْ ثُمَّ حُشِیَ، ثُمَّ أُتِیْتُ بِدَابَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَ فَوْقَ الْحِمَارِ أَبْیَضَ، فَقَالَ لَهُ الْجَارُوْدُ : هُوَ الْبُرَاقُ یَا أَبَا حَمْزَةَ؟ قَالَ أَنَسٌ : نَعَمْ یَضَعُ خُطْوَتَهُ عِنْدَ

أَقْصَى طَرَفِهٖ ، فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ، فَانْطَلَقَ بِی جِبْرِيْلُ حَتّٰى أَتَی السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ ، فَقِيْلَ : مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ. قِيْلَ: وَ مَنْ مَعَکَ؟ قَالَ : مُحَمَّدٌ، قِيْلَ: وَ قَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ؟ قِيْلَ: مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَاءَ، فَفَتَحَ ، فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا فِيْهَا آدَمُ، فَقَالَ : هٰذَا أَبُوْکَ آدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ، ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْإِبْنِ الصَّالِحِ وَ النَّبِيِّ الصَّالِحِ، ثُمَّ صَعِدَ حَتّٰى أَتَی السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ ، قِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ وَ مَنْ مَعَکَ ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، قِيْلَ: وَ قَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ : نَعَمْ، قِيْلَ : مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَاءَ فَفَتَحَ، فَلَمَّا خَلَصْتُ إِذَا يَحْيٰى وَ عِيْسٰى وَ هُمَا ابْنَا الْخَالَةِ ، قَالَ: هٰذَا يَحْيٰى وَ عِيْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا، فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا، ثُمَّ قَالَا: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَ النَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صُعِدَ بِیْ إِلَی السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ ، قِيْلَ : مَنْ هٰذَا؟ قَالَ : جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: وَ مَنْ مَعَکَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، قِيْلَ: وَ قَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ : نَعَمْ، قِيْلَ: مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَاءَ فَفُتِحَ، فَلَمَّا خَلَصْتُ إِذَا يُوْسُفُ، قَالَ: هٰذَا يُوْسُفُ، فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ، ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَ النَّبِيِّ الصَّالِحِ، ثُمَّ صُعِدَ بِی حَتّٰى أَتَی السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ، قِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: وَ مَنْ مَعَکَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، قِيْلَ: وَ قَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قِيْلَ : مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَاءَ فَفُتِحَ، فَلَمَّا خَلَصْتُ إِلَى إِدْرِيْسَ قَالَ: هٰذَا إِدْرِيْسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ، ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَ النَّبِيِّ الصَّالِحِ، ثُمَّ صُعِدَ بِی حَتّٰى أَتَی السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ ، قِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: وَ مَنْ مَعَکَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، قِيْلَ: وَ قَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قِيْلَ : مَرْحَبًا بِهٖ. فَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَاءَ، فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا هَارُوْنُ، قَالَ: هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَرَدَّ، ثُمَّ قَالَ : مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَ النَّبِيِّ الصَّالِحِ، ثُمَّ صُعِدَ

بِـى حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ ، قِيْلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ ، قِيْلَ: مَـنْ مَـعَکَ، قَـالَ: مُـحَـمَّدٌ، قِيْلَ: وَ قَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَاءَ ، فَلَمَّا خَلَصْتُ ، فَإِذَا مُوْسٰى، قَالَ: هَذَا مُوْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَسَلَّـمْـتُ عَـلَيْـهِ ، فَـرَدَّ ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْأَ خِ الصَّالِحِ وَ النَّبِيِّ الصَّالِحِ ، فَلَمَّا تَجَاوَزْتُ بَكٰى، قِيْلَ لَهُ مَا يُبْكِيْکَ ؟ قَالَ: أَبْكِى لِأَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِىْ يُدْخِلُ الْـجَـنَّةَ مِـنْ أُمَّتِهِ أَكْثَرَ مَنْ يُدْخِلُهَا مِنْ أُمَّتِى ، ثُمَّ صُعِدَ بِى إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَـاسْتَـفْـتَـحَ جِبْـرِيْـلُ، قِيْـلَ: مَـنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: وَ مَنْ مَعَکَ؟ قَالَ: مُـحَـمَّـدٌ، قِيْلَ : وَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَاءَ، فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا إِبْرَاهِيْمُ، قَالَ: هَذَا أَبُوْکَ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، قَالَ: فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ، قَالَ: مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَ النَّبِيِّ الصَّالِحِ، ثُمَّ رُفِعَتْ لِىْ سِدْرَةُ الْـمُـنْتَهٰى، فَإِذَا نَبِقُـهَا مِثْـلُ قِـلَالِ هَجَرٍ وَ إِذَا وَرَقُـهَا مِـثْـلُ آذَانِ الْفِيْلَةِ، قَالَ: هَذِهِ سِدْرَةُ الْـمُـنْـتَـهٰى ، وَ إِذَا أَرْبَـعَـةُ أَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَ نَهْرَانِ ظَاهِرَانِ، فَـقُـلْـتُ :مَـا هَـذَانِ يَـا جِبْـرِيْـلُ؟ قَـالَ: أَمَّـا الْبَـاطِـنَانِ فَنَهْرَانِ فِى الْجَنَّةِ وَ أَمَّا الـظَّـاهِـرَانِ فَـالـنِّيْلُ وَ الْفُرَاتُ، ثُمَّ رُفِعَ لِى الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ، ثُمَّ أُتِيْتُ بِإِنَاءٍ مِنْ خَـمْـرٍ وَ إِنَـاءٍ مِنْ لَبَنٍ وَ إِنَاءٍ مِنْ عَسَلٍ، فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ، فَقَالَ: هِىَ الْفِطْرَةُ أَنْتَ عَلَيْهَا وَ أُمَّتُکَ، ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَىَّ الصَّلَوَاتُ خَمْسِيْنَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَـمَـرَرْتُ عَـلَـى مُـوْسٰى، فَقَالَ: بِمَا أُمِرْتَ؟ قَالَ: أُمِرْتُ بِخَمْسِيْنَ صَلَاةٍ كُلَّ يَـوْمٍ، قَـالَ: إِنَّ أُمَّتَکَ لَا تَسْتَـطِيْعُ خَمْسِيْنَ صَلَاةً كُـلَّ يَـوْمٍ وَ إِنِّـى وَ اللّٰهِ قَدْ جَـرَبْـتُ الـنَّـاسَ قَبْلَکَ،وَ عَالَجْتُ بَنِى إِسْرَائِيْلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ ، فَارْجِعْ إِلَى رَبِّکَ فَـاسْـأَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِأُمَّتِکَ، فَرَجَعْتُ فَوُضِعَ عَنِّىْ عَشَرًا، فَرَجَعْتُ إِلَى مُـوْسٰـى فَـقَـالَ مِثْـلَـهُ، فَرَجَعْتُ فَوُضِعَ عَنِّىْ عَشَرًا، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْـلَـهُ، فَـرَجَعْتُ فَوُضِعَ عَنِّى عَشَرًا، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهُ، فَرَجَعْتُ

فَأُمِرْتُ بِعَشَرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ، فَرَجَعْتُ فَقَالَ مِثْلَهُ، فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ ، فَرَجَعْتُ اِلَى مُوْسٰى، فَقَالَ: بِمَا أُمِرْتَ؟ قُلْتُ: اُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ، وَ إِنِّي قَدْ جَرَبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ، وَ عَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيْلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ، فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِأُمَّتِكَ ، قَالَ: سَأَلْتُ رَبِّيْ حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ ، وَ لٰكِنْ أَرْضَى مَاوَأُ سُلِّمَ . قَالَ : فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادَى مُنَادٍ : أَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِيْ وَ خَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِيْ." [صحیح] (أخرجه البخاری فی صحیحہ ج۵ ص۶۷)

شبِ معراج اور تحفۂ نماز

(۹۵) ترجمہ : حضرت انس بن مالکؓ، مالک بن صعصعہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج کی پوری سرگذشت بیان فرمائی: میں حطیم میں تھا کبھی فرمایا میں حجرہ میں چت لیٹا ہوا تھا، ایک شخص آیا اور اس نے میرے سینہ کو چاک کر دیا جس کی آواز میں نے سنی، یہاں سے یہاں تک اشارہ سے آپ ﷺ نے بتلایا۔ میں نے جارود سے کہا جو میرے پہلو میں تھے کہ اس کا کیا مقصد ہے یعنی یہ سینہ چاک کرنے والا کیا چاہتا ہے؟ اس چاک کرنے والے نے سینہ سے پیٹ تک چاک کر دیا اور میرے دل کو نکالا اور ایک سونے کا طشت لایا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا میرے دل کو دھل کر بند کر دیا۔ پھر ایک سفید جانور لایا گیا، جو خچر سے چھوٹا گدھے سے بڑا تھا۔ جارود نے کہا: وہ براق تھا اے ابوحمزہؓ۔ حضرت انسؓ نے کہا: ہاں! وہ اپنا قدم جہاں تک نگاہ جاتی ہے وہاں رکھتا تھا، اس پر رسول اللہ ﷺ کو سوار کیا گیا۔ اس پر سوار کر کے مجھ کو جبرئیلؑ لے گئے۔ یہاں تک آسمان دنیا آ گیا، دستک دی کہ دروازہ کھولو، جواب میں کہا گیا: کون ہے؟ کہا: میں جبرئیلؑ ہوں، پھر پوچھا آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا محمد ﷺ، پوچھا، کیا ان کے پاس بھیجا گیا تھا۔ جبرئیلؑ نے جواب دیا: ہاں۔ خازن نے جواب میں کہا: مرحبا وخوش آمدید! اچھا و مبارک آنے والا آیا ہے، دروازہ کھول دیا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

،جب میں داخل ہوگیا تو دیکھا کہ وہاں آدمؑ موجود ہیں، جبرئیلؑ نے کہا کہ :یہ آپ کے والد آدمؑ ہیں ان کو سلام کیجیے۔ میں نے ان کو سلام کیا، انھوں نے جواب دیا اور کہا: مرحبا، خوش آمدید، صالح بیٹا اور صالح نبی۔ پھر دوسرے آسمان پر لایا گیا اور دستک دی دروازہ کھلوایا۔ اندر سے جواب آیا کون؟ میں جبرئیلؑ ہوں، آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا: محمد ﷺ۔ کیا ان کے پاس تم کو بھیجا گیا تھا؟ جبرئیلؑ نے کہا: ہاں بھیجا گیا تھا۔ خازن نے کہا: مرحبا خوش آمدید۔ سعادت مند آنے والا آ گیا اور دروازہ کھول دیا۔ جب میں اوپر آ گیا تو دیکھا یحییٰؑ وعیسیٰؑ دونوں خالہ زاد بھائی موجود ہیں۔ جبرئیلؑ نے کہا: یہ یحییٰؑ و عیسیٰؑ ہیں ان دونوں کو سلام کیجئے۔ میں نے دونوں کو سلام کیا، دونوں نے جواب دیا۔ پھر دونوں نے کہا کہ: مرحبا، خوش آمدید، نیک وصالح بھائی وصالح نبی۔ پھر مجھ کو تیسرے آسمان پر لے گئے، دستک دی، دروازہ کھلوایا، جواب آیا کون ہے؟ میں جبرئیلؑ ہوں۔ آپ کے ساتھ کون ہے؟ محمد ﷺ۔ کیا وہاں بھیجا گیا تھا؟ ہاں! بھیجا گیا تھا۔ خازن نے کہا: مرحبا اچھے مہمان آئے۔ جب اوپر گیا یوسفؑ تھے، جبرئیلؑ نے کہا: یہ یوسفؑ ہیں ان کو سلام کیجیے۔ میں نے ان کو سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا: مرحبا خوش آمدید صالح بھائی، صالح نبی۔ پھر مجھ کو لے کر چوتھے آسمان پر گئے اور دستک دی دروازہ کھولو۔ آواز آئی کون؟ میں جبرئیلؑ، آپ کے ساتھ کون ہے؟ محمد ﷺ۔ کیا وہاں بھیجا گیا تھا؟ ہاں! دروازہ کھول دیا گیا، جب اوپر گیا دیکھا ادریس ہیں۔ جبرئیلؑ نے کہا: یہ ادریسؑ ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا، انھوں نے جواب دیا۔ مرحبا وخوش آمدید صالح بھائی، صالح نبی۔ پھر پانچویں آسمان پر لایا گیا، دستک دی دروازہ کھولو۔ آواز آئی کون؟ میں جبرئیلؑ ہوں۔ آپ کے ساتھ کون ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا: محمد ﷺ، کیا وہاں بھیجا گیا تھا؟ ہاں! بھیجا گیا تھا۔ خازن نے کہا: مرحبا خوش آمدید، بہت خوب اچھا آنے والے آئے۔ جب اوپر گیا ہارونؑ تھے، جبرئیلؑ نے کہا: یہ ہارونؑ ہیں، ان کو سلام کیجیے، میں نے سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا: مرحبا خوش آمدید صالح بھائی صالح نبی۔ پھر مجھ کو لے کر

چھٹے آسمان پر لائے، دستک دی، دروازہ کھولو۔ آواز آئی کون؟ میں جبرئیلؑ، آواز آئی آپ کے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا محمد ﷺ۔ کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ جواب: ہاں، کہا: مرحبا مبارک ہو آنا۔ جب اوپر گیا موسیٰؑ تھے۔ جبرئیلؑ نے کہا یہ موسیٰؑ ہیں ان کو سلام کیجیے، میں نے سلام کیا، انھوں نے جواب دیا اور مرحبا صالح بھائی صالح نبی کہا۔ جب میں ان کے سامنے سے گزرا وہ رو پڑے۔ ان سے پوچھا: آپ کیوں روئے؟ انھوں نے کہا: ایک نوجوان جو میرے بعد نبی بنا کر بھیجا گیا اس کی امت میری امت سے کئی گنا زیادہ جنت میں داخل ہوگی۔ پھر مجھ کو لے کر ساتویں آسمان پر گئے، دستک دی، دروازہ کھلوایا گیا۔ آواز آئی کون؟ میں جبرئیلؑ ہوں۔ آپ کے ساتھ کون ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا: محمد ﷺ۔ کیا آپ کو وہاں بھیجا گیا تھا؟ ہاں بھیجا گیا تھا۔ خازن نے کہا: مرحبا آنے والا برکت کے ساتھ آیا۔ جب داخل ہوا وہاں ابرہیمؑ تھے، جبرئیلؑ نے کہا: یہ ابراہیمؑ آپ کے والد ہیں سلام کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: میں نے سلام کیا، انھوں نے جواب دیا۔ انھوں نے کہا: مرحبا نیک بیٹا نیک نبی۔ پھر میرے سامنے سدرۃ المنتہیٰ دکھلایا گیا، جس پر پھل گھڑے کے برابر تھے اور اس کا پتہ ہاتھی کے کان کے برابر تھا اور کہا گیا کہ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے، وہاں پر چار نہریں تھیں؛ دو باطنی اور دو ظاہری۔ میں نے کہا: جبرئیلؑ یہ دونوں کیا ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا: یہ دونوں باطنی نہریں جنت میں ہیں اور یہ دونوں ظاہری نیل وفرات ہیں دنیا میں۔ پھر میرے سامنے بیت المعمور ظاہر کیا گیا۔ پھر مجھے ایک شراب، ایک دودھ اور ایک شہد کا پیالہ پیش کیا گیا۔ میں نے دودھ پسند کر کے لے لیا۔ مجھ کو کہا گیا کہ یہ دین فطرت ہے جس پر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت قائم رہے گی۔ پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں ہر دن۔ جب میں لے کر لوٹا تو موسیٰ علیہ السلام سے گذر ہوا، انھوں نے سوال کر لیا کہ کیا حکم ملا؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں ہر دن۔ انھوں نے کہا: آپ ﷺ کی امت پچاس نمازوں کی ادائیگی کی استطاعت نہیں رکھتی اللہ کی قسم میں لوگوں کو آزما چکا ہوں آپ ﷺ سے پہلے، اور بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا بہت ہی گہرائی کے ساتھ۔ آپ ﷺ لوٹ

جائیے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لیے تخفیف و تسہیل طلب کیجیے۔ میں لوٹ گیا، تو دس معاف ہوگئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا، پھر وہی بات کہی، پھر لوٹا پھر دس معاف ہوئیں، پھر لوٹا موسی علیہ السلام کے پاس، پھر وہی بات کہی، پھر دس معاف ہوئیں، پھر لوٹا پھر وہی بات کہی، پھر دس معاف ہوئیں۔ پھر لوٹا پھر وہی بات کہی، تو اب پانچ معاف ہوگئیں اور پانچ نمازیں رہ گئیں دن رات میں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹا تو انھوں نے پوچھا: کیا حکم ملا؟ میں نے کہا: پانچ نمازیں دن رات میں، انھوں نے کہا کہ: آپ ﷺ کی امت پانچ نمازوں کی بھی ہمت نہیں رکھتی رات دن میں اور میں لوگوں کا خوب تجربہ رکھتا ہوں پہلے سے اور بنی اسرائیل کا بہت ہی گہرائی سے تجربہ رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ ابھی بھی جائیے اور ربّ العالمین سے تخفیف و تسہیل طلب کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں بار بار سوال کر چکا ہوں۔ اب تو شرم آرہی ہے، اب میں راضی ہوں اور اپنے کو رب کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر چکا ہوں، جب میں وہاں سے گزر گیا۔ آواز آئی میں نے اپنے حکم کو پورا کر دیا اور اپنے بندوں پر تخفیف کر دی (یعنی نماز کا ثواب پچاس کا پچاس ہی رہا، اور پڑھنا پانچ ہی فرض رہا)۔ (صحیح البخاری ج۵ص۶۷)

خاتم الرسل ﷺ کے عروج کی انتہا سدرۃ المنتہیٰ تھی

(۹۶) قَالَ أَنس رضی اللہ عنہ: کَانَ أَبُو ذَرٍّ رضی اللہ عنہ یُحدّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ:

”فُرِجَ سَقْفُ بَيْتِي وَ أَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ فَفَرَجَ صَدْرِیْ ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَ إِيْمَانًا فَأَفْرَغَهَا فِي صَدْرِیْ ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِیْ فَعُرِجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ، فَلَمَّا جَاءَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ جِبْرِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ: اِفْتَحْ، قَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا جِبْرِيْلُ. قَالَ: مَعَكَ أَحَدٌ؟ قَالَ: مَعِيْ مُحَمَّدٌ، قَالَ: أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ فَافْتَحْ، فَلَمَّا عَلَوْنَا السَّمَاءَ إِذَا رَجُلٌ عَنْ يَمِيْنِهِ أَسْوِدَةٌ وَ عَنْ يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهِ ضَحِكَ وَ إِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ

الصَّالِحِ وَ الِابْنِ الصَّالِحِ ، قُلْتُ: مَنْ هٰذَا يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ: هٰذَا آدَمُ وَ هٰذِهِ الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِيْنِهِ وَ عَنْ شِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيْهِ، فَأَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَ الْأَسْوِدَةُ الَّتِى عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ ، فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهِ ضَحِکَ وَ إِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكٰى، ثُمَّ عَرَجَ بِى جِبْرِيْلُ حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ لِخَازِنِهَا افْتَحْ ، فَقَالَ لَهُ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُ فَفَتَحَ، قَالَ أَنَسٌ : فَذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ فِى السَّمَاوَاتِ إِدْرِيْسَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ إِبْرَاهِيْمَ، وَ لَمْ يُثْبِتْ لِى كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ؟ غَيْرَ أَنَّهُ قَدْ ذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ آدَمَ فِى السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَ إِبْرَاهِيْمَ فِى السَّادِسَةِ، وَ قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيْلُ بِإِدْرِيْسَ قَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَ الْأَخِ الصَّالِحِ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا إِدْرِيْسُ، ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوْسٰى فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَ الْأَخِ الصَّالِحِ ، قُلْتُ : مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا مُوْسٰى، ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيْسٰى فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَ الْأَخِ الصَّالِحِ، قُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: عِيْسٰى، ثُمَّ بِإِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَ الِابْنِ الصَّالِحِ، قُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا إِبْرَاهِيْمُ ، [قَالَ: وَ أَخْبَرَنِى ابْنُ حَزْمٍ] أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَ أَبَا حَبَّةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُوْلَانِ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ثُمَّ عُرِجَ بِى حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى أَسْمَعُ صَرِيْفَ الْأَقْلَامِ ، قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ خَمْسِيْنَ صَلَاةً، فَرَجَعْتُ بِذٰلِکَ حَتّٰى أَمُرَّ بِمُوْسٰى، فَقَالَ مُوْسٰى: مَا الَّذِى فُرِضَ عَلٰى أُمَّتِکَ؟ قُلْتُ: فُرِضَ عَلَيْهِمْ خَمْسِيْنَ صَلَاةً ، قَالَ: فَرَاجِعْ رَبَّکَ فَإِنَّ أُمَّتَکَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِکَ، فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُ رَبِّى فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ: رَاجِعْ رَبَّکَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: رَاجِعْ رَبَّکَ فَإِنَّ أُمَّتَکَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِکَ، فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُ رَبِّىْ فَقَالَ: هِىَ خَمْسٌ وَ هِىَ خَمْسُوْنَ ، لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ ، فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ: رَاجِعْ

رَبَّکَ، فَقُلْتُ :قَدِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي ، ثُمَّ انْطَلَقَ حَتَّى أَتَى السِّدْرَةَ الْمُنْتَهٰى فَغَشِيَهَا أَلْوَانٌ لَا أَدْرِىْ مَا هِىَ، ثُمَّ أُدْخِلْتُ فَإِذَا فِيْهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ، وَ إِذَا تُرَابُهَا الْمِسْکُ". (أخرجه البخارى فى صحيحه ج۴ ص ۱۶۴)

(٩٦) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ابوذر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ: (ایک شب) میرے گھر کی چھت پھٹ گئی اور میں مکہ میں تھا، پھر جبرئیل علیہ السلام اترے اور میرے سینہ کو چاک کیا، پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا، پھر ایمان وحکمت سے بھرا ہوا ایک سونے کا طشت لائے اوراس (ایمان وحکمت) کو میرے سینہ میں ڈال دیا، پھر سینہ بند کردیا، پھر اس کے بعد میرا ہاتھ پکڑا اور (شب معراج میں) آسمان پر لے گئے۔ جب میں آسمان دنیا پر پہنچا تو جبرئیل (علیہ السلام) نے داروغہ آسمان سے کہا کہ (دروازہ) کھولو! داروغہ آسمان نے کہا: کون (تو کون ہے) (میں) جبرئیلؑ (ہوں) (داروغہ نے کہا) کیا تمہارے ساتھ اور بھی کوئی ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا: ہاں! میرے ساتھ (امام الانبیاء ﷺ) محمد ﷺ ہیں۔ داروغہ آسمان نے کہا: (محمد ﷺ) بلائے گئے ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہاں (بلائے گئے ہیں)۔

جب دروازہ (آسمان) کھولا گیا تو ہم (دونوں) آسمان کے اوپر چڑھے، یکا یک اچانک ایک شخص پرنظر پڑی جو بیٹھا ہوا تھا۔ کچھ لوگ اس کے داہنے جانب تھے اور کچھ لوگ بائیں جانب بھی تھے۔ جب وہ (شخص) اپنی داہنی طرف نظر کرتے تو ہنس دیتے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو رو پڑتے۔ انھوں نے (مجھے دیکھ کر) کہا: مرحبا بالنبی الصالح و الابن الصالح ، میں (محمد ﷺ) نے جبرئیل سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں اور ان کے داہنے اور بائیں آدمؑ کی اولاد کی روحیں ہیں۔ داہنے جانب جنتی اولاد ہیں اور بائیں جانب والے دوزخی ہیں، اسی وجہ سے جب وہ اپنی داہنی طرف (اہل جنت کو) دیکھتے ہیں تو ہنس دیتے ہیں اور جب بائیں طرف (اہل

جہنم کو) دیکھتے ہیں تو رو پڑتے ہیں۔

یہاں تک کہ مجھے دوسرے آسمان تک لے گئے اور اس دوسرے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ (دروازہ) کھولو تو اس دوسرے آسمان کے داروغہ نے بھی وہی بات کہی جو پہلے آسمان کے داروغہ نے کہی تھی، پھر دروازہ کھولا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ابوذر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ آنحضرت ﷺ نے آسمانوں میں آدم علیہ السلام، ادریس علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو پایا؛ لیکن یہ نہیں بیان کیا کہ ان کے منازل و مدارج کس طرح ہیں۔ مگر انھوں نے یہ ذکر کیا کہ آدم علیہ السلام کو آسمان دنیا میں اور ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان میں پایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب جبرئیل امینؑ آنحضور ﷺ کو لے کر ادریس علیہ السلام کے پاس سے گذرے تو انھوں نے کہا: **مرحبا بالنبی الصالح ، والاخ الصالح**، تو آنحضور ﷺ نے پوچھا: کون ہیں؟ جبرئیل امینؑ نے جواب دیا: یہ ادریس علیہ السلام ہیں۔

پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے۔ تو انھوں نے کہا: **مرحبا بالنبی الصالح ، والاخ الصالح** تو میں نے سوال کیا: یہ کون ہیں؟ جبرئیل امینؑ نے جواب دیا: یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

پھر عیسیٰؑ کے پاس سے گزرے تو انھوں نے بھی کہا: **مرحبا بالنبی الصالح ، والاخ الصالح**، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے جواب دیا: یہ عیسیٰؑ ہیں۔

پھر میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا، تو انھوں نے کہا: **مرحبا بالنبی الصالح ، والاخ الصالح** ، میں نے سوال کیا: یہ کون ہیں؟ جبرئیل امینؑ نے کہا کہ: یہ ابراہیم ﷺ ہیں۔

ابن شہاب کا بیان ہے کہ مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس اور ابوحیہ انصاری رضی اللہ عنہما دونوں فرماتے تھے کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: پھر مجھے چڑھا لے

گئے، یہاں تک کہ میں ایک ایسے بلند مقام پر پہنچا جہاں میں نے قلم کے چلنے (اور کشش وکتابت) کی آوازسنی۔

ابن حزم اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: پھر حق جل مجدہ رب العالمین نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں، جب میں یہ فریضہ لے کر لوٹا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، تو موسیٰ علیہ السلام نے (محمد ﷺ سے) سوال کیا: آپ ﷺ کی امت پر حق تعالیٰ نے کیا فرض کیا ہے (یعنی آپ ﷺ کے واسطے سے حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت کو کیا تحفہ عنایت فرمایا ہے)؟ محمد ﷺ نے جواب دیا: پچاس نمازیں (میری امت پر فرض کی ہیں)، موسیٰ علیہ السلام نے (شفقتاً) یہ سن کر کہا کہ: آپ ﷺ (ربّ العالمین وارحم الراحمین کے پاس) لوٹ جائیں (اور تخفیف طلب کیجیے) اس لیے کہ آپ کی امت اس قدر عبادت کی طاقت وقدرت نہیں رکھتی، تو محمد ﷺ (فداہ ابی وامی) لوٹ گئے، تو رحمٰن ورحیم نے اس کا ایک حصہ معاف کردیا۔ پھر میں لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ: حق تعالیٰ نے اس کا ایک حصہ معاف کردیا ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ: اپنے رب سے رجوع کیجیے (یعنی مزید تخفیف طلب کیجیے) کیوں کہ آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے ربّ العالمین سے رجوع کیا، تو اللہ نے اس کا ایک حصہ اور معاف کردیا۔

پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا اور بیان کیا کہ حق تعالیٰ نے اس کا ایک حصہ معاف کردیا، تو موسیٰ علیہ السلام پھر بولے کہ آپ اپنے پروردگار کے پاس لوٹ جایئے؛ کیونکہ آپ ﷺ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی ہے۔ چنانچہ میں نے پھر اللہ رب العالمین سے مراجعت کی، تو حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا۔ اچھا، ہیں تو یہ پانچ! مگر ہیں پچاس ہی، ثواب پچاس کا آپ کی امت کو ملے گا۔ وَ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ (سورۂ ق: ۲۹) میرا قول بدلتا نہیں۔ (یعنی جو فیصلہ ہے وہ حتمی ہے) پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ آیا، پھر انھوں نے کہا کہ: اپنے پروردگار عالم سے رجوع کرو۔

میں (محمد ﷺ) نے کہا کہ مجھے حق تعالیٰ سے (بار بار کہتے ہوئے) شرم آتی ہے، پھر مجھے لے جایا گیا، یہاں تک کہ میرے عروج کی انتہا سدرۃ المنتہیٰ تھی اور سدرۃ المنتہیٰ کو مختلف رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا، میں اس کی حقیقت سے واقف نہیں، پھر مجھے (جنت میں) لے جایا گیا، تو اس میں موتی کے ہار اور مٹی اس کی مشک تھی۔ (صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۶۴)

حضور ﷺ کی جبار السمٰوات والارض کے حضور حاضری

(۹۷) عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ قِصَّةَ الْإِسْرَاءِ وَ الْمِعْرَاجِ وَ فِيْهَا قَوْلُهُ:

"ثُمَّ عَلَا بِهِ فَوْقَ ذٰلِكَ بِمَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللّٰهُ، حَتّٰى جَاءَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى، وَ دَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّةِ فَتَدَلّٰى، حَتّٰى كَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى، فَأَوْحَى اللّٰهُ فِيْمَا أَوْحٰى إِلَيْهِ خَمْسِيْنَ صَلَاةً عَلٰى أُمَّتِكَ كُلَّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ، ثُمَّ هَبَطَ حَتّٰى بَلَغَ مُوْسٰى فَاحْتَبَسَهُ مُوْسٰى، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مَاذَا عَهِدَ إِلَيْكَ رَبُّكَ؟ قَالَ: عَهِدَ إِلَيَّ خَمْسِيْنَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ. قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ، فَارْجِعْ فَلْيُخَفِّفْ عَنْكَ رَبُّكَ وَ عَنْهُمْ، فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِلٰى جِبْرِيْلَ كَأَنَّهُ يَسْتَشِيْرُهُ فِيْ ذٰلِكَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ جِبْرِيْلُ أَنْ نَعَمْ إِنْ شِئْتَ، فَعَلَا بِهِ إِلَى الْجَبَّارِ، فَقَالَ وَ هُوَ مَكَانَهُ: يَا رَبُّ خَفِّفْ عَنَّا، فَإِنَّ أُمَّتِيْ لَا تَسْتَطِيْعُ هٰذَا، فَوَضَعَ عَنْهُ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى مُوْسٰى فَاحْتَبَسَهُ، فَلَمْ يَزَلْ يُرَدِّدُهُ مُوْسٰى إِلٰى رَبِّهِ حَتّٰى صَارَتْ إِلٰى خَمْسِ صَلَوَاتٍ، ثُمَّ احْتَبَسَهُ مُوْسٰى عِنْدَ الْخَمْسِ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاوَدْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ قَوْمِيْ عَلٰى أَدْنٰى مِنْ هٰذَا فَضَعُفُوْا فَتَرَكُوْهُ، فَأُمَّتُكَ أَضْعَفُ أَجْسَادًا وَ قُلُوْبًا وَ أَبْدَانًا وَ أَبْصَارًا وَ أَسْمَاعًا، فَارْجِعْ فَلْيُخَفِّفْ عَنْكَ رَبُّكَ، كُلُّ ذٰلِكَ يَلْتَفِتُ النَّبِيُّ ﷺ إِلٰى جِبْرِيْلَ يُشِيْرُ عَلَيْهِ وَ لَا يَكْرَهُ ذٰلِكَ جِبْرِيْلُ، فَرَفَعَهُ عِنْدَ الْخَامِسَةِ، فَقَالَ: يَا رَبُّ! إِنَّ أُمَّتِيْ ضُعَفَاءُ أَجْسَادُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ وَ أَسْمَاعُهُمْ وَ أَبْدَانُهُمْ

فَخَفِّفْ عَنَّا، فَقَالَ الْجَبَّارُ: يَا مُحَمَّدُ! قَالَ: لَبَّيْکَ وَ سَعْدَيْکَ، قَالَ: إِنَّهُ لَا يُبَدِّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ كَمَا فَرَضْتُ عَلَيْکَ فِي أُمِّ الْكِتَابِ. قَالَ: فَكُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا فَهِيَ خَمْسُوْنَ فِي أُمِّ الْكِتَابِ وَ هِيَ خَمْسٌ عَلَيْکَ، فَرَجَعَ إِلَى مُوْسٰى فَقَالَ: كَيْفَ فَعَلْتَ؟ فَقَالَ: خَفَّفَ عَنَّا، أَعْطَانَا بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرِ أَمْثَالِهَا، قَالَ مُوْسٰى: قَدْ وَ اللّٰهِ رَاوَدْتُ بَنِي إِسْرَائِيْلَ عَلَى أَدْنَى مِنْ ذٰلِکَ فَتَرَكُوْهُ، ارْجِعْ إِلَى رَبِّکَ فَلْيُخَفِّفْ عَنْکَ أَيْضًا، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَا مُوْسٰى قَدْ وَ اللّٰهِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي مِمَّا اخْتَلَفْتُ إِلَيْهِ، قَالَ: فَاهْبَطْ بِاسْمِ اللّٰهِ، قَالَ: وَ اسْتَيْقَظَ وَ هُوَ فِي مَسْجِدِ الْحَرَامِ."

[صحيح] (أخرجه البخاری فی صحيحه ج۹ ص۱۸۲)

(۹۷) ترجمہ: شریک بن عبداللہ کہتے ہیں: میں نے ابن مالکؓ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کو اِسراء ہوئی جس کا قصہ یوں ہے کہ مجھ کو بہت بلند مقام پر لے گئے، جس کی بلندی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ آ گیا اور جبّار رب العزت کے قریب کر دیا گیا اور بہت ہی قریب ونزدیک گویا کہ دو کمانوں کی برابر فاصلہ رہ گیا؛ بلکہ اور بھی کم، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر جو چاہا وحی نازل کی، اس میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں رات ودن میں، آپ کی امت پر، پھر رسول اللہ ﷺ کو نیچے لایا گیا، جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے انھوں نے روک لیا اور کہا: اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ نے کس چیز کا تم سے عہد لیا ہے۔ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر رات ودن میں پچاس نمازوں کا عہد لیا گیا ہے۔ یعنی ادائیگی کا) موسیٰؑ نے عرض کیا: آپ ﷺ کی امت پچاس نمازوں کا تحمل نہیں رکھتی لوٹ جایئے، رب تبارک وتعالیٰ آپ پر اور آپ کی امت پر تخفیف کر دے گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ جبرئیلؑ کو دیکھنے لگے گویا کہ مشورہ کے طور پر کہ جبرئیلؑ کی کیا رائے ہوتی ہے، جبرئیلؑ نے بھی ہاں بھر لی کہ اگر آپ چاہتے ہیں تو چلیں، جبرئیلؑ حضور ﷺ کو لے کر جبار السمٰوات والارض کے حضور لے گئے۔ حضور ﷺ نے اپنے مقام سے عرض کیا

: یا ربّ! ہم پر آسانی وتخفیف کر دیجیے کہ میری امت اس کی متحمل نہیں ہے۔ حق جل مجدہ نے دس نمازیں معاف کر دیں، پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزر ہوا، انھوں نے پھر روک لیا۔ اس طرح مسلسل رسول اللہ ﷺ حضور حق میں حاضری دیتے رہے اور تخفیف ہوتی رہی، یہاں تک کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔ پھر جب پانچ رہ گئیں تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے محمد ﷺ! اللہ کی قسم میں نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو اس سے بھی کم عبادت پر راضی کرنے کی کوششیں کیں؛ مگر وہ کمزور وضعیف نکلے اور چھوڑ دیا اور آپ ﷺ کی امت جسم وجان، قوت وہمت، دل ودماغ، دیکھنے سننے ہر اعتبار سے بہت زیادہ ضعیف ہے، لہٰذا لوٹ جایئے، رب تبارک وتعالیٰ آپ پر تخفیف وتسہیل کرے گا۔ ہر بار حضور ﷺ جبرئیل کو مشورہ کے طور پر دیکھتے کہ ان کی کیا رائے بنتی ہے۔ جبرئیلؑ بھی اس بات کو ناپسند نہ سمجھتے تھے۔ جب پانچ رہ گئیں تو گئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: رب العالمین میری امت جسم جان، دل ودماغ اور سننے دیکھنے ہر اعتبار سے ضعیف و کمزور ہے، ہم پر آسانی وتخفیف کر دیجیے۔ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: یا محمد ﷺ! حضور ﷺ نے فرمایا: لبیک وسعدیک حاضر ہوں، حق جل مجدہ نے فرمایا: ہماری بات ادلتی بدلتی نہیں جیسا کہ میں نے فرض کیا ہے اصل کتاب میں۔ ہر نیکی دس گنا اضافہ کے ساتھ یہ اصل ام الکتاب میں پچاس ہی ہیں اور آپ پر پانچ رہیں۔ حضور علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے، انھوں نے پوچھا: کیا ہوا تخفیف کا معاملہ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم پر تخفیف کر دی گئی۔ اس طرح کہ ہر ایک نیکی پر دس درجہ بڑھا کر ملے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی قسم میں بنی اسرائیل کا بہت ہی پرانا تجربہ رکھتا ہوں، وہ اس سے کم بھی نہ کرسکی اور امر الٰہی کو چھوڑ بیٹھی، آپ ﷺ تو واپس جایئے رب العالمین کے پاس، وہ ابھی بھی آپ پر تخفیف کر دے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے موسیٰؑ! اللہ کی قسم میں اپنے رب سے شرماتا ہوں کہ بار بار جا چکا ہوں، بس اللہ کا نام لے کر اُتر گئے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو مسجد حرام میں تھے۔ (اخرجہ البخاری ۹/۱۸۲)

اسراء ومعراج کا معجزہ

نماز کی فرضیت اور اسراء یا معراج کے سلسلہ میں بے شمار اہل قلم نے اپنی تمام قوتوں کا اور علمی جولان گاہ کا ہر پہلو نمایاں کیا ہے۔ اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ آنحضور ﷺ کی سیرت میں معراج کے معجزہ کو ابدی طور پر بشکل نماز قائم ودائم ثابت کیا جائے اور فی نفسہٖ ایسا ہے بھی کیونکہ آنحضور ﷺ کی سیر معراج میں جسمانی تھی اور آپ ﷺ کی امت کو یہ سیر روحانی نصیب ہورہی ہے۔ جیسا کہ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ سے مستفید ہے۔ اور گفتگو اپنے مقام پر آئے گی۔ ہم قدرے، اِسراء پر علامہ سید سلیمان ندویؒ کی سیرۃ النبی ﷺ سے مختصراً اقتباس نقل کرتے ہیں تا کہ قارئین محظوظ ہوں۔

اِسراء کے معنی رات کو چلانے یا لے جانے کے ہیں۔ چونکہ آنحضور ﷺ کا یہ حیرت انگیز معجزہ سفر رات کو ہوا تھا اس لیے اس کو اسراء کہتے ہیں اور قرآن مجید نے اس لفظ سے اس کو تعبیر کیا ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً (پاک ہے وہ اللہ جو رات کے وقت اپنے بندہ کو لے گیا)۔

معراج

عروج سے نکلا ہے جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔ چونکہ احادیث میں آپ ﷺ سے ''عُرِجَ لِی'' 'مجھ کو اوپر چڑھا گیا' مروی ہے اس لیے اس کا نام معراج پڑا۔

انبیاء اور سیرِ ملکوت

انبیاء علیہم السلام کے روحانی حالات وواقعات کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اولوالعزم پیغمبروں کو آغازِ نبوت کے کسی خاص وقت اور مخصوص ساعت میں یہ منصب وقیع حاصل ہوتا ہے اور اس وقت، شرائط رویت کے تمام مادی پردے ان کی آنکھوں کے سانے سے ہٹا دیئے جاتے ہیں۔ اسباب ساعت کے دنیاوی قوانین ان کے لیے منسوخ کر دیئے جاتے ہیں، قیود زمانی ومکانی کے تمام فرضی بیڑیاں ان کے پاؤں سے کاٹ ڈالی جاتی ہیں،

آسمان وزمین کے مخفی مناظر بے حجابانہ ان کے سامنے آتے ہیں، اور وہ اس کے بعد نور کا حلّہ بہشتی پہن کر فرشتوں کے روحانی جلوس کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں اور اپنے اپنے رتبہ اور درجہ کے مناسب مقام پر کھڑے ہوکر فیض ربّانی سے معمور اور غرق دریائے نور ہوجاتے ہیں، یہاں تک کہ بعض مقربان خاص کو یہ درجہ عطا ہوتا ہے کہ وہ حریم خلوت گاہ قدس میں بار پاکر (قاب قوسین) (دوکمانوں کے فاصلے) سے بھی نزدیک تر ہوجاتے ہیں اور پھر وہاں سے اپنے منصب کا فرمان خاص لے کر اسی کاشانہ آب وخاک میں واپس آجاتے ہیں۔ (سیرۃ النبی، ج:۳،ص:۴۰۳)

آگے چل کر مولانا لکھتے ہیں: بہر حال اس تفصیل سے مقصود یہ ہے کہ ہمیشہ سے یہ سیر ملکوت انبیاء مقربان الٰہی اور مدعیان قرب الٰہی کے سوانح کا جز و رہی ہے اور ہر ایک نے اپنے اپنے منصب اور رتبہ کے مطابق اس عالم کے مشاہدہ کا فیض حاصل کیا ہے۔ اسلام نے اس خزانہ کو یہاں تک عام کیا ہے کہ اہل ایمان کے لیے دن میں پانچ دفعہ اس دربار کے کسی نہ کسی گوشہ تک رسائی ممکن کردی ہے۔ **الصلوٰۃ معراج المؤمنین۔**

معراجِ نبوی ﷺ

لیکن حضور ﷺ چونکہ سرورانبیاء اور سید اولادآدمؑ تھے، اس لیے اس حظیرۂ قدس اور بارگاہ لامکان میں آپ کو وہاں تک رسائی حاصل ہوئی۔ جہاں تک کسی فرزند آدم کا قدم اس سے پہلے نہیں پہنچا تھا۔ اور وہ کچھ مشاہدہ کیا جواب تک دوسرے مقربان بارگاہ کی حد نظر سے باہر تھا۔ (سیرۃ النبی، ج:۳،ص:۴۰۵)

پھر چند صفحات کے بعد مولانا ''معراج کا واقعہ'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

الغرض جب اسلام کی سخت اور پُر خطر زندگی کا باب ختم ہونے کو تھا اور ہجرت کے بعد سے اطمینان وسکون کے ایک نئے دور کا آغاز ہونے والا تھا تو وہ شب مبارک آئی اور اس شب مبارک میں وہ ساعت ہمایوں آئی جو دیوان قضاء میں سرورعالم ﷺ کی سیر ملکوتی کے لیے مقرر تھی اور جس میں پیش گاہ ربّانی سے احکام خاص کا اجراء اور نفاذ عمل میں

آنے والا تھا۔ رضوان جنت کو حکم ہوا کہ آج مہمان سرائے غیب کو نئے ساز و برگ سے آراستہ کیا جائے کہ شاہد عالم آج یہاں مہمان بن کر آئے گا۔ روح الامینؑ کو فرمان پہنچا کہ وہ سواری جو بجلی سے زیادہ تیز گام اور روشنی سے زیادہ سبک خرام ہے اور جو خطۂ لاہوت کے مسافروں کے لیے مخصوص ہے۔ حرم ابراہیمؑ (کعبہ) میں لے کر حاضر ہو۔ کارکنان عناصر کو حکم ہوا کہ مملکت آب و خاک کے تمام مادی احکام و قوانین تھوڑی دیر کے لیے معطل کر دیے جائیں۔ اور زمان و مکان سفر اقامت، رویت و سماعت تخاطب و کلام کی تمام طبعی پابندیاں اٹھا دی جائیں۔ (سیرۃ النبی ج۳ ص۴۱۵)

آنحضور ﷺ کی اسراء و معراج روحانی تھی یا جسمانی اول تو یہ موضوع اس کتاب کا نہیں بلکہ بے شمار علماء نے سیر و عقائد میں اس کی وضاحت کی ہے تاہم مختصراً حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سیرۃ النبی کے حوالہ سے سپرد قلم ہے۔ مزید تفصیل کے لیے اس موضوع کی کتاب دیکھی جاسکتی ہے۔

صوفیہ اور ارباب حال نے معراج کے واقعات کی تشریح اپنے مذاق اور رنگ میں کی ہے، علماء اسلام میں کم از کم ایک شخص تو ایسا ہے، جو صوفی اور صاحب حال بھی ہے اور محدث و متکلم بھی، یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ صاحب کے متعلق معلوم ہے کہ وہ دیگر اہل باطن کی طرح عالم برزخ اور عالم مثال، عالم جسد اور عالم روح کے درمیان ایک تیسرے عالم کے قائل ہیں جہاں جسم پر روح کے خواص طاری ہوتے ہیں اور روح اپنی خصوصیت اور مناسبت کے مطابق جسمانی شکل و صورت میں نمایاں ہوتی ہے۔ شاہ صاحبؒ اس بات کے قائل ہیں کہ معراج بیداری میں اور جسم کے ساتھ ہوئی۔ لیکن یہ عالم برزخ کی سیر تھی، جہاں آپ ﷺ کے جسم پر روحانی خواص طاری کیے گئے، اور معانی و واقعات مختلف اشکال و صورتیں مشاہدہ کرائے گئے چونکہ ایک بیگانہ کے لیے اس نادیدۂ شہرستان کی ہو بہو تشریح اپنی زبان میں مشکل ہے اس لیے ہم اس ملک کے ایک سیاح کا بیان نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔

شاہ صاحبؒ حجۃ اللہ البالغہ میں معراج کی حقیقت ان الفاظ میں لکھتے ہیں: آپؐ کو معراج میں مسجد اقصیٰ میں لے جایا گیا پھر سدرۃ المنتہیٰ اور جہاں اللہ نے چاہا اور یہ تمام جسم مبارک کیلئے بیداری کی حالت میں ہوا۔لیکن اس مقام میں جو عالم مثال اور عالم ظاہر کے بیچ میں ہے اور جو دونوں عالموں کے احکام کا جامع ہے اس لیے جسم پر روح کے احکام ظاہر ہوئے اور روح پر معاملات روحانی جسم کی صورت میں نمایاں ہوئے اور اسی لیے ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک تعبیر ظاہر ہوئی اور اسی طرح کے واقعات حضرت جبرئیل علیہ السلام اور موسیٰ وغیرہ علیہم السلام کیلئے ظاہر ہوئے تھے جیسے اولیاء امت کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کے درجہ کی بلندی اس حالت کے ہوتی ہے جو رویا میں ان کو معلوم ہوتی ہے۔

اس کے بعد شاہ صاحبؒ نے معراج کے مشاہدات میں سے ایک ایک کی تعبیر کی ہے اور احادیثِ صحیحہ اور معتبر روایات میں جہاں یہ واقعہ مذکور ہے کہ آپ کے سامنے دودھ اور شراب کے دو پیالے پیش کیے گئے تو آپ نے دودھ کا پیالہ اٹھالیا اس پر فرشتہ نے کہا کہ آپؐ نے فطرت کو اختیار کیا ہے، اگر شراب کا پیالہ اٹھالیتے تو آپ کی تمام امت گمراہ ہو جاتی۔

اس عالمِ تمثیل میں گویا 'فطرت' کو دودھ اور 'ضلالت' کو شراب کے رنگ میں مشاہدہ کرایا گیا ہے شاہ صاحبؒ معراج کو عالم برزخ کا واقعہ بنا کر اس طرح معراج کے تمام واقعات کی تشریح فرماتے ہیں۔لیکن سینہ کا چیرنا اور اس کا ایمان سے بھرنا تو اس کی حقیقت ملکیت کے انوار کا غلبہ اور طبیعت (بشری کے) شعلہ کا بجھنا اور طبیعت کی فرماں برداری اس فیضان کے قبول کرنے کے لیے جو حظیرۃ القدس سے اللہ اس پر فائض کرتا ہے لیکن آپ کا براق پر سوار ہونا تو اس کی حقیقت آپ کے نفس ناطقہ (بشری) کا اپنے روح حیوانی پر استیلاء حاصل کرنا ہے جو کمال حیوانی ہے تو آپ براق پر اسی طرح سوار ہو گئے جس طرح آپ کی روح بشری کے احکام آپ کی روح حیوانی پر غالب آ گئی۔ اور اس پر مسلّط ہو گئے۔لیکن آپ ﷺ کا رات کو مسجد اقصیٰ میں لے جانا تو وہ اس لیے ہے کہ یہ مقام شعائر الٰہی کے ظہور کا مکان ہے اور ملا اعلیٰ کی طرف ایک روشندان ہے جہاں سے روشنی

چھن چھن کر اسی روشندان کے ذریعہ اس کرۂ ارض انسانی پر فائض ہوتا ہے۔لیکن آپ کی انبیاء علیھم السلام سے ملاقات اور مفاخر (اور امامت) تو اس کی حقیقت تو ان کا اجتماع ہے بحیثیت اس کے کہ وہ سب ایک ہی رشتہ میں حظیرۃ القدس سے مربوط ہیں اور آپ کی ان حیثیات کمال کا ظہور ہے جو ان تمام پیغمبروں میں آپ کی ذات سے مخصوص تھیں۔لیکن آپ ﷺ کا آسمانوں پر ایک ایک آسمان کر کے چڑھنا (اور فرشتوں اور مختلف پیغمبروں سے ملاقات) تو اس کی حقیقت درجہ بدرجہ تحت کی منزلوں سے کھینچ کر عرش الٰہی تک پہنچتا ہے۔اور ہر آسمان پر جو فرشتے متعین ہیں اور کامل انسانوں میں سے جو جہاں جس جس درجہ تک پہنچ کر ان کے ساتھ مل گیا ہے ان کے حالات سے اور اس تدبیر سے جو ہر آسمان میں اللہ نے وحی کی اور اس مباحثہ سے جو اس آسمان کے فرشتوں کی جماعت میں ہوتا ہے آگاہی ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا تو از راہ حسد نہ تھا، بلکہ وہ اس بات کی تمثیل تھی کہ ان کو دعوت عامہ نہیں ملی تھی۔اور اس کمال کی بقاء ان کو عنایت نہیں ہوئی تھی جو عموم دعوت سے حاصل ہوتی ہے۔لیکن سدرۃ المنتہیٰ تو وہ وجود کا درخت ہے اس کا ایک دوسرے پر مرتب ہونا اور پھر ایک ہی تدبیر میں مجتمع ہونا ہے جس طرح درخت (اپنی شاخوں کے بے شمار افراد کے اختلاف کے باوجود) اپنی قوت غاذیہ اور اپنی قوت نامیہ کی تدبیر میں متحد و مجتمع ہوتا ہے۔سدرۃ المنتہیٰ حیوان کی شکل میں نمایاں نہیں ہوا اس لیے کہ اجمالی اور مجموعی تدبیر اس طرح ہے جس طرح کلی اپنے افراد کی سیاست (اجمالی) کرتی ہے اور اس تدبیر اجمالی کی بہترین شبیہ درخت ہے نہ کہ حیوان۔کیونکہ حیوان میں تفصیلی قوتیں ہوتی ہیں اور خصوصاً اس میں ارادی قوتیں طبعی سے زیادہ مصرح صورت میں ہوتا ہے۔لیکن نہروں (کی جڑوں اور سوتوں کو وہاں نظر آنا) تو رحمت وحیات ونشو ونما کا منبع ہے جو عالم ملکوت میں اسی طرح جاری ہے جس طرح عالم ظاہر میں اسی لیے وہاں بھی وہ پُر فیض امور نظر آئے جو یہاں اس عالم میں ہیں۔جیسے دریائے نیل اور نہر فرات لیکن وہ انوار جو اس درخت کو ڈھانکتے تھے تو وہ تنزلاتِ الٰہی اور تدبیراتِ رحمانیہ میں جو اس عالم ظاہر میں وہاں چمکتی ہیں جہاں جہاں

ان کے قبول کی استعداد ہوتی ہے۔ لیکن بیتِ معمور تو اس کی حقیقت وتجلّی الٰہی ہے جس کی طرف تمام انسانوں کے تمام سجدے اور بندگیاں متوجہ ہوتی ہیں وہ گھر کی صورت میں اس لیے نمایاں ہوا کہ وہ ان قبلوں کی طرح ہو جو انسانوں کے درمیان کعبہ اور بیت المقدس کی صورت میں ہیں۔ پھر آپ ﷺ کے سامنے ایک دودھ کا پیالہ اور ایک شراب کا پیالا لایا گیا، آپ ﷺ نے دودھ پسند فرمایا تو جبرئیلؑ نے کہا کہ فطرت کی طرف آپ ﷺ نے ہدایت پائی اگر شراب پسند فرماتے تو آپ ﷺ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ آپ ﷺ کے پسند وقبول کو امت کا پسند وقبول کہنا اس لیے تھا کہ آپ ﷺ اپنی جامع اور مرکز اور اس کے ظہور کے منشاء مولد تھے اور دودھ کا پیالہ پسند کرنا فطرت کا پسند کرنا تھا اور شراب کو لینا دنیاوی لذتوں کو پسند کرنا تھا۔ اور آپ ﷺ کو بزبان مجاز پانچ وقتوں کی نمازوں کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ وہ درحقیقت ثواب کے اعتبار سے پچاس وقت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقصد کو (کہ ۵۰ وقتوں سے پانچ وقت مقصود ہیں) بدفعات اور بتدریج اس لیے ظاہر کیا تا کہ یہ معلوم ہو کہ (۵۰ وقت کو پانچ کر دینے میں) تنگی دور کر دی گئی اور نعمت پوری ہوئی۔

اور یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مکالمہ کی طرف منسوب ہو کر اس لیے ظاہر ہوئی کہ تمام پیغمبروں میں امت کا تجربہ اور امت کی سیاست کی آگاہی انھیں کو سب سے زیادہ تھی۔ ہم نے اربابِ حال اور محدثین کے یہ انکشاف وحقائق اور جسم وروح کے گوناگوں احوال ومناظر خود انھیں کی زبانوں سے بتائے اور دکھائے ہیں ورنہ ہم خود اس باب میں سلف صالحین کا عقیدہ رکھتے ہیں جو ابن اسحاق کی عبارت میں حسب ذیل ہے:

آپ ﷺ کے اس سفر شبانہ اور جو کچھ اس کے متعلق بیان کیا گیا اس میں آزمائش اور کافر ومومن کی تمیز ہے اور اللہ کی قدرت اور سلطنت میں سے کوئی الٰہی شان ہے اور اس میں اہلِ عقل کے لیے عبرت ہے اور جو اللہ پر ایمان لایا اور تصدیق کی اور اللہ کے کاموں پر یقین رکھا اس کے لیے اس میں ہدایت ورحمت اور ثابت قدمی ہے پس اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو رات کے وقت لے گیا جس طرح چاہا اور جیسے چاہا تا کہ وہ اس کو اس کے پروردگار کی

نشانیوں میں سے جو چاہے دکھائے یہاں تک کہ آپ نے اللہ کی شان اور اس کی عظیم الشان قوت کے مناظر دیکھے اور اس قدرت کو دیکھا جس سے وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔
(سیرۃ النبی جلد ۴، ص ۴۵۰۔۴۵۷)

قارئین کرام اسراء و معراج پر تقریباً جو بھی قیمتی تحقیق ہو سکتی تھی بعینہٖ نقل کر دی ہے۔ اس سے احادیث معراج اور مشاہدات ملکوت کی گراں قدر تحقیق شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی بھی آپ نے پڑھ لی اب اس پر مزید کچھ لکھا محض بے سود ہے۔

نیز یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کبھی بھی شرعی احکامات کے اوپر شک وشبہ آئے گا ہی نہیں۔ وہ یہ ہے کہ قرآن کلام باری ہے اور احادیث نبوی ﷺ مبنی بر مشاہدات ہیں، ہر دو کو ہماری فہم نارسا نہیں سلجھا سکتی الا یہ کہ جس قدر بیان الٰہی خود نہ وضاحت کر دے۔ یا آنحضور ﷺ جس قدر چاہیں علم ربانی میں غوطہ لگا کر وضاحت نہ فرما دیں۔ اس بیان سے آگے قدم اٹھانا محض نادانی اور حرماں نصیبی ہے اور آگے سوائے خسران مبین کے میسر بھی نہیں کچھ آئے گا۔ لہٰذا اسی پر اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ حدیث پر قیمتی نوٹ مولانا بدر عالم میرٹھی نور اللہ مرقدہ کا اہل عمل کے لطف کے خاطر پیش خدمت ہے۔

حافظ ابنِ تیمیہ کی رائے

حافظ ابن تیمیہؒ نے یہاں چند باتیں تحریر فرمائی ہیں جو عام طور سے ہماری نظر سے نہیں گزری اس لیے ہم اس اہم موضوع کو صرف ان کی مختصر تنبیہات پر ختم کرتے ہیں۔ عام لوگ تو کیا خاص لوگ بھی خال خال یہ علم رکھتے ہوں گے کہ آنحضرت ﷺ کی معراج کا تذکرہ پہلے صحیفوں میں بھی آچکا ہے اور آنحضرت ﷺ کی دیگر علامات میں اس کو بھی بطور ایک علامت کے شمار کرایا گیا ہے۔ چنانچہ حافظ موصوف لکھتے ہیں۔ (ترجمہ پیش ہے)

حضرت دانیالؑ (نبی) نے کہا کہ ان کے حالات بیان فرمائیے۔ یہاں تک کہ فرمایا کہ میں بنی اسماعیل میں ایک نبی اٹھاؤں گا جس کی بشارت میں نے ہاجر کو دی پھر اس نبی کی صفات ذکر کیں یہاں تک کہ فرمایا میں شب میں اس کو بلاؤں گا اور اس کو اپنے قریب

کر کے اس پر صلوٰۃ وسلام بھیجوں گا۔ اور اس کو وحی کے ذریعہ اسرارِ پنہاں سے آگاہ کروں گا۔اس کے بعد شاداں وفرحاں اپنے بندوں کے پاس اس کو پھر واپس کردوں گا۔ اس کے بعد دانیال علیہ السلام نے آپ کا پورا قصہ ذکر فرمایا۔ یہ بشارت آج تک یہود کے یہاں چلی آتی ہے۔نصاریٰ بھی اس کو پڑھتے ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ اس کا مصداق ابھی نہیں آیا۔(الجواب الصحیح ج : ٤، ص:٣)

حافظ موصوف کی اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ قصۂ اسراء ومعراج صرف اسی امت میں متواتر نہیں بلکہ اس کا تذکرہ پہلے انبیاء علیہ السلام کے صحف میں بھی اسی طریقہ پر موجود ہے۔ اگر اس واقعہ کی حیثیت صرف ایک خواب کی سی ہوتی تو کیا اس کا تذکرہ اسی انداز سے کتبِ سماویہ میں ملنا چاہئے اور کیا اکتیس صحابہ کو تواتر کے ساتھ اس کو روایت کرنا چاہیے؟ اس کے بعد ایک دوسرے موقع پر حافظ موصوف لکھتے ہیں کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سفر کا تذکرہ سورۂ اسراء میں مسجد اقصیٰ تک صرف اس لیے کیا گیا ہے کہ جتنے حصہ کے متعلق کفار کے مقابلہ میں دلیل قائم ہوسکتی تھی، وہ اتنا ہی حصہ تھا۔اس کے بعد آپ کی آسمانوں کی سیر پر کوئی دلیل ایسی قائم نہیں کی جاسکتی جو ان کو ساکت کرسکے۔ پھر جب بیت المقدس تک آپ کا سفر بحالت بیداری قابل تسلیم ہوجائے تو چونکہ یہ ایک ہی سفر تھا، اس لیے اس کا دوسرا حصہ خود بخود تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ اگر آپ کی صداقت اس حصہ کے متعلق ثابت ہوجاتی ہے تو دوسرے حصہ کی تکذیب کی کوئی وجہ نہیں رہتی۔

یہاں کسی کا خیال یہ بھی ہے کہ اسراء صرف اتنے ہی حصہ کا نام ہے دوسرے حصہ سفر کا نام معراج ہے۔مگر اس بناء پر یہ سوال پھر اپنی جگہ باقی رہتا ہے کہ جب یہ دونوں سفر ایک ہی سلسلہ کے تھے تو جداگانہ دوصورتوں میں اس کے بیان فرمانے کا کیا نکتہ ہے۔

حافظ موصوف یہ بھی لکھتے ہیں کہ سورۂ اسراء میں گو دوسرے حصہ کی تفصیل نہیں کی گئی مگر یہ اشارہ صراحت کے ساتھ کردیا گیا ہے کہ اس سفر کا مقصدِ بلند کچھ اور تھا اور وہ یہ کہ ہم کو اپنی کچھ خاص نشانیاں آپؐ کو دکھانی مقصود تھیں جن کا تذکرہ سورۂ نجم میں واضح فرمادیا

گیا، سورۂ اسراء میں "لِنُرِيَهُ مِنْ آيٰتِنَا" فرمایا ہے اور سورۃ النجم میں "وَلَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى" فرمادیا ہے جس سے سدرۃ المنتہیٰ، جنت ودوزخ اور جبرئیل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت پر دیکھا تھا۔

آنحضرت ﷺ کا آسمانوں پر جانا تو اتر کے ساتھ حدیثوں سے ثابت ہے اور قرآن کریم نے بھی اس کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک سورت میں مسجد اقصیٰ تک اس کا ذکر ہے اور دوسری سورت میں آسمانوں کے سفر کا ذکر ہے۔ قرآن کریم نے خود اس کی تصریح کردی ہے کہ بیت المقدس تک آپ کا سفر اس لیے تھا کہ آئندہ آپ کو اپنی خاص نشانیاں دکھانی مطلوب تھی اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نشانیاں ایسی ہونی چاہئیں جن کو عام انسانوں نے نہ دیکھا ہو۔ پھر دوسری سورت میں خود ان کی تفصیل فرمادی گئی کہ ان آیات میں سدرۃ المنتہیٰ اور اس کے پاس ہی جبرئیل علیہ السلام کو اصل صورت پر دیکھنا تھا۔ اور وہیں جنت الماویٰ بھی ہے، اور قرآن کریم نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیوں کو آنکھوں سے دیکھا البتہ سورۃ اسراء میں بیت المقدس تک کا سفر صرف اس لیے ذکر کیا ہے کہ مخالفوں پر اتنے ہی حصہ کے متعلق حجت قائم کی جاسکتی تھی۔

(ترجمان السنہ ج ۳، ص ۴۵۸ تا ۴۶۱، الجواب الصحیح ج ۴، ص ۱۶۰)

صاحب ترجمان السنہ کی قیمتی تحقیق

یہ حدیث بہت مجمل ہے۔ تفصیلی احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں ہر پانچ پانچ نمازوں کی معافی ہوتی رہی ہے اور جب پانچ ہی رہ گئی تھیں تو چلتے وقت کچھ ایسے کلمات ارشاد ہوگئے تھے جن سے اندازہ ہو چکا تھا کہ اب اس سے زیادہ تخفیف کی گنجائش نہیں رہی اس نکتہ کے سمجھ جانے کے بعد گو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ سے واپس جانے کا اصرار بھی فرمایا اور یوں بھی امت کے حق میں تخفیف کے آپ ﷺ کے قلب مبارک میں نہ معلوم کتنے ارمان ہوں گے۔ لیکن شان عبدیت حکم کے سامنے جھک گئی، اور جو اتنی بار آمدورفت سے نہ تھکے تھے وہ اس بار جانے میں شرم محسوس فرمانے لگے، سبحان اللہ، شان معبودیت بھی

کیسی بلند ہے اوراس کے بالمقابل شان عبدیت بھی کتنی کامل ہے، ادھر جب آخری فیصلہ فرما دیتے ہیں تو پھر کوئی نہیں جواس میں ذراسی ترمیم بھی کرا سکے اور ادھر شان عبدیت کا کیا کمال ہے کہ جب آخری حکم ہونے کا احساس بھی ہوجاتا ہے تو پھر ترمیم کی درخواست پیش کرنے کے لیے قدم ہی نہیں اٹھتے۔ اس لیے ایک طویل حدیث میں حضرت یوسف علیہ السلام کی صبر کی تعریف کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جب ان کو جیل خانہ سے نکلنے کے لیے کہا گیا تو انھوں نے تو یہ فرما دیا تھا، پہلے جا کران عورتوں کے حال کی تحقیق کرو جنھوں نے مجھے متہم کیا تھا۔ لیکن اگر یہی واقعہ مجھ کو پیش آتا تو میں فوراً اس بلانے والے کے ساتھ ساتھ ہولیتا۔

علماء نے لکھا ہے کہ اس میں بھی آپ کی کمال عبدیت کی طرف اشارہ ہے کہ جب تک مشیت الٰہی جیل میں رکھتی جیل میں رہتا اور جب باہر نکالتی تو باہر نکل آتا نہ عذر اس میں ہوتا نہ تاخیر اس میں ہوتی عالم تقدیر میں ایک ترمیم وتبدیل کی شکل تو وہ تھی جو آپ نے ابھی پہلی حدیث میں پڑھی تھی، یعنی ساٹھ سال کی عمر میں چالیس سال کا اور اضافہ ہوگیا۔ دوسری شکل یہ ہے کہ پچاس میں ترمیم ہوکر پانچ رہ گئیں۔ مگر اس کے باوجود ایک لحاظ سے وہ پچاس ہی رہیں۔ غور کیجیے تو پہلی جگہ علم الٰہی میں کوئی ترمیم نہیں اس کو معلوم تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر سو سال ہوگی مگر ہوگی اس طرح کہ اس میں چالیس سال کے اضافہ کی حضرت آدمؑ درخواست فرمائیں گے اور وہ منظور کریں گے۔ یہاں یہ صورت ہوئی کہ پچاس کو پانچ تو کیا گیا مگر ایک دوسرے ضابطہ کے ماتحت پھران پانچ کو پچاس بنا دیا گیا۔ وہ یہ کہ اس امت کی ایک نیکی کا ثواب دس گناہ لکھا جائے۔ اس لحاظ سے جو دنیا میں پانچ ہوں گی وہ آخرت کے دفتر میں پھر پچاس رہیں گی۔ اگر پہلی امتوں کے ضابطہ کے مطابق حساب رکھا جاتا تو ایک نیکی پر ایک ہی کا ثواب ملتا اس لیے یا تو تخفیف ہی نہ کی جاتی اور یا پھر پچاس کو پانچ ہی کر دیا جاتا۔

مگر چونکہ ادھر طے شدہ قدر کی ترمیم منظور نہیں ادھر خالی ہاتھ آپؐ کو واپس کر دینا گوارہ نہیں، اس لیے طے یہ پایا کہ ایک دوسرے ضابطہ کے تحت یہ دونوں باتیں قائم رکھی

جائیں۔مگراسی کے ساتھ یہ اظہار بھی کردیا جائے کہ تقدیر کے فیصلے ٹلا نہیں کرتے۔ جو کچھ بھی ہوا ہے آپ کی خاطرداری اور اکرام میں ہوا ہے۔اور اسی لیے صرف پہلی بار مراجعت پر آخری فیصلے کا اعلان نہیں کیا گیا کہ آپ کی بار بار آمد ہو اور درخواست ہو اور ہر بار اس کو منظور کر کے آپ کے اکرام میں اور اضافہ فرمایا جائے۔مگر آخر میں ہر فیصلہ پر قضاء وقدر کی حاکمیت کا اعلان بھی کردیا جائے۔ (ترجمان السنہ ج ۳، ص ۹۱۔۹۲)

شقِ صدر یا شرحِ صدر

آنحضور ﷺ کا شق صدر، شرح صدر کے لیے تھا، اور یہ واقعہ شرح صدر کا عمر شریف میں ۴ مرتبہ پیش آیا تھا۔ایک دفعہ جب آپ کی عمر شریف صرف ۴ سال کی تھی۔یعنی زمانہ طفولیت میں ہی اس وقت آپ حلیمہ سعدیہ کے یہاں تھے، دوسری بار جب آپ کی عمر شریف ۱۰ سال کی ہوئی تو یہ واقعہ پیش آیا، اور تیسری بار جبکہ آپ پر ملاء اعلیٰ کی لوح محفوظ سے وحی کی جانے والی تھی۔یعنی بعثت نبوی ﷺ کے وقت اور چوتھی بار جبکہ رب السّموات والارض نے سبع سموات اور ملاء اعلیٰ کی سیر کے لیے بطور اعزاز واکرام کے سدرۃ المنتہیٰ کے قریب کیا تھا۔

شق صدر کے لفظ سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے اور اس کا نام شرح صدر رکھ دیا جائے تو پھر کسی توضیح کی مزید ضرورت نہیں پیش آتی کیونکہ یہ لفظ خود اپنے معنی کی وضاحت میں ظاہر و باہر ہے۔اور اسی لفظ کو قرآن کریم نے بھی استعمال کیا ہے۔

شرحِ صدر یا شق صدر کی کیفیت کا سوال محض بے سود ہے۔اگر اہل علم حضرات چاہیں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت دیکھ لیں۔اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا۔وحی ربانی کے لیے) واللہ اعلم

بَابُ : (يَعْجَبُ رَبُّكُمْ مِنْ رَاعِي غَنَمٍ فِي رَأْسِ شَظِيَّةٍ بِجَبَلٍ......)

باب: نمازی چرواہے کو جنت

(۹۸) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: يَعْجَبُ رَبُّكُمْ مِنْ

رَاعِی غَنَمٍ فِی رَأْسِ شَظِیَّۃٍ بِجَبَلٍ یُؤَذِّنُ بِالصَّلَاۃِ وَ یُصَلِّی، فَیَقُولُ اللّٰہ عَزَّ وَ جَلَّ : اُنْظُرُوْا إِلَی عَبْدِی ہَذَا یُؤَذِّنُ وَ یُقِیْمُ الصَّلَاۃَ یَخَافُ مِنِّی، فَقَد غَفَرْتُ لِعَبْدِی وَ أَدْخَلْتُہُ الْجَنَّۃَ.'' [صحیح] (أخرجہ أبوداود فی سننہ ج ۲/۱۲۰۳)

چرواہے پر حق جل مجدہ کا تعجب ومغفرت اور جنت

(۹۸) ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: تیرا رب حق جل مجدہ اس بکری کے چرواہے پر تعجب کرتا ہے جو پہاڑوں میں نماز کے وقت اذان دے کر نماز ادا کرتا ہے۔ حق جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے: میرے اس بندے کو دیکھو کہ اذان بھی دیتا ہے اور نماز بھی ادا کرتا ہے، اور یہ محض میرے خوف سے، تحقیق کہ میں نے اس کی مغفرت کر دی اور اس کو جنت میں داخل کروں گا۔

وادی وصحراء میں مؤذن کا عملِ اذان

ربّ العزّت کی نگاہ میں قابلِ قدر اور باعثِ مغفرت

حق جل مجدہ کی نگاہ میں اس بندہ مومن کا عمل قابل قدر وتعجب ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر یا وادی وصحرا میں کلمات اذان کے ذریعہ اپنے معبود ومسجود کی دعوت عام کا اعلان کر دیتا ہے اور تمام مخلوقات کو زمزمۂ توحید ورسالت سناتا ہوا پیغام عبادت واطاعت دیتا ہے اور خود بھی مطیع وفرماں بردار بن کر تکبیر واقامت کے ساتھ حضورحق میں سراپا نیازمندانہ شکل نماز اختیار کرتا ہے، بارگاہِ بے نیاز میں اس کا نیاز مندانہ عمل تعجب وقدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور پھر اس کو دو نعمت کا پروانہ عطا کیا جاتا ہے؛ مغفرت اور جنت۔ مغفرت کا مطلب ہوتا ہے رحمتوں کی بارش کے لیے جو موانعات تھے سب بخش دیئے گئے اور جنت کا مفہوم ہوتا ہے عطا وبخشش کے تمام دہانے کھول دیئے گئے۔ یا یوں سمجھ لیں کہ صفات قہر وغضب کی نگاہ الٰہی ہٹالی گئی اور صفاتِ رحمت وعنایت کی نگاہ ڈال دی گئی۔ یا مقام عقاب وعذاب سے بچالیا گیا اور مقام رحمت وجنت کا مکین بنادیا گیا۔

حق جل مجدہ اس راعی غنم پر اس لیے تعجب فرماتے ہیں کہ اس کو اذان ونماز سے نہ تو اس کا مال مشغول کرسکا نہ ہی لوگوں سے دوری، اور تن تنہا رب کی رفعت و بلندی کا زمزمہ کائناتِ عالم کی مخلوقاتِ غیبیہ کو سنا رہا ہے۔ یہ دلیل ہے کہ اس کے دیدۂ باطن میں عظمت اور قدر ومنزلت اگر کسی کی ہے تو صرف وہ ربّ ذوالجلال کی ہے۔ ربّ العالمین کا تعجب کرنا یعنی اس شخص سے راضی ہونا اور اس کا عنداللہ مقام وصاحب مرتبہ ہونا ہے۔

مؤذن کے سر پر دستِ رحمتِ حق

(۹۹) لِلْحَاكِمِ فِي التَّارِيْخِ وَ الدَّيْلَمِي فِي الْفِرْدَوْسِ مِنْ حَدِيْثِ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رضی اللہ عنہ:

" إِذَا أَخَذَ الْمُؤَذِّنُ فِي أَذَانِهِ وَضَعَ الرَّبُّ يَدَهُ فَوْقَ رَأْسِهِ، فَلَا يَزَالُ كَذَالِكَ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ أَذَانِهِ وَ إِنَّهُ لَيَغْفِرُ لَهُ مَدَّ صَوْتِهِ، فَإِذَا فَرَغَ، قَالَ الرَّبُّ: صَدَقَ عَبْدِي، وَ شَهِدْتَ بِشَهَادَةِ الْحَقِّ فَأَبْشِرْ."

[ضعیف] (كما فی كنزالعمال ج۷/ ۲۰۸۹۲)

(۹۹) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے، جب مؤذن اذان دینا شروع کرتا ہے تو حق جل مجدہ اپنا دست رحمت موذن کے سر پر رکھ دیتے ہیں اور مسلسل سایۂ دست رحمت میں مؤذن ہوتا ہے، جب تک اذان سے فارغ نہ ہوجائے، اور مؤذن کے لیے جہاں تک اس کی آواز جاتی ہے ہر مخلوق دعا ومغفرت کرتی ہے۔ مؤذن جب اذان سے فارغ ہوتا ہے حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میرے بندے نے سچ کہا اور تو نے حق کی سچائی کی شہادت دیدی، لہٰذا تم کو بشارت وخوشخبری ہو۔ (کنز العمال ۷/۲۰۸۹۲)

صداقت وسچائی کا اعلان شعائرِ اسلام کی شہادت ہے

کلمات اذان میں حق سبحانہ وقدوس کی عظمت و کبریاء کا اظہار، توحید کا اعلان، نبی کریم ﷺ جو تمام انبیاء سابقینؑ اور کتبِ سماویہ کے مصدق ہیں ان کی رسالت کا اقرار، نماز جو تمام اوضاعِ عبودیت کو جامع اور غایت درجہ کی بندگی پر دال ہے اس کی طرف دعوت، فلاحِ دارین اور اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی حاصل کرنے کے لیے بلاوا ہے۔

(گلدستہ، ج۲، ص۳۰۲، تفسیر عثمانی سورۃ مائدہ، ۵۸)

اذان: یعنی حق کی سچائی کی آواز کا اعلان واعلام معمولی کام نہیں، جیسا کہ حمقاء و جہلاء سوچے ہوئے ہیں۔ ان کلمات کی ضرب کفار ومشرکین سے معلوم کر و اور خاص کر حالت نزاع کے ایام میں، اذان دین اسلام کی تبلیغ اور دعوت تامہ کی کھلی ہوئی ایک دلیل ہے، جس کے ذریعہ اہلِ توحید کو شعائر وفرائض کی جمعیت ووحدت کے ساتھ ادائیگی کی طرف بلایا جاتا ہے، جس کی ابتداء اللہ اکبر کی پروقار مکرر صدا کے ساتھ کی جاتی ہے، کہ سب سے اعلیٰ واکبر کے پاس آؤ اصغر وارذل تم کو خود ہی مل جائیں گے۔ وہ تمہاری دکان، مکان، تجارت، صناعت سب سے بڑا ہے اور کامیابی اللہ کے حکموں میں ہے نہ کہ ملعون دنیا کے کاموں میں، اس لیے موذن ہی حي علی الصلوٰۃ حي علی الفلاح کی آواز لگاتے ہوئے پھر اللّٰہ اکبر، اور لاإلٰـه إلا اللّٰه پر ختم کر دیتا ہے کہ سب فانی ہیں فنا ہوجائیں گے، تم اللہ کے پاس آجاؤ وہ باقی ہے۔

بَابُ : (إِنِّی قَدْ فَرَضْتُ عَلَی أُمَّتِکَ خَمْسِ صَلَوَاتٍ فَمَنْ وَافَی بِهِنَّ)

باب: نمازِ پنجگانہ کا اہتمام والتزام

(۱۰۰) قَالَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ أَمَّا أَنَا فَأَشْهَدُ أَنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

" أَتَانِي جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ تَبَارَکَ وَ تَعَالَی فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ قَالَ لَکَ : إِنِّی قَدْ فَرَضْتُ عَلَی أُمَّتِکَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ مَنْ وَافَاهُنَّ عَلَی وُضُوْئِهِنَّ وَ مَوَاقِيْتِهِنَّ وَ سُجُوْدِهِنَّ، فَإِنَّ لَهُ عِنْدَکَ بِهِنَّ عَهْداً أَنْ أُدْخِلَهُ بِهِنَّ الْجَنَّةَ ، وَ مَنْ لَقِيَنِی قَدْ أَنْقَصَ مِنْ ذٰلِکَ شَيْئًا أَوْ كَلِمَةً نَسِيْتُهَا. فَلَيْسَ لَهُ عِنْدَکَ عَهْدٌ إِنْ شِئْتُ عَذَّبْتُهُ وَ إِنْ شِئْتُ رَحِمْتُهُ.

[صحيح](أخرجه الطيالسی فی مسنده : ۵۷۳)

نمازِ پنج گانہ پر انعام

(۱۰۰) ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا بہر حال میں تو گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے: میرے پاس اللہ پاک کی جانب سے

جبرئیلؑ تشریف لائے، اورعرض کیا کہ یا محمدﷺ! اللہ عزوجل نے فرمایا کہ: میں نے پانچ نمازیں آپ کی امت پر فرض کی ہیں، جو ان نمازوں کو اچھی طرح وضو اور اوقات کی حفاظت کے ساتھ رکوع وسجود میں سکون وطمانیت کے ساتھ پورے اہتمام سے ادا کرے گا، تو اس کیلئے میں عہد کرتا ہوں کہ اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو مجھ سے اس حال میں ملے کہ ان نمازوں میں کمی وسستی کرتا ہو، اس کے لیے میرے پاس کوئی عہد نہیں۔ اگر چاہوں گا تو عذاب دوں گا اور چاہوں گا تو رحم وکرم کے ساتھ معاف کردوں گا۔ (مسند طیالسی: ۵۷۳)

فائدہ: کس قدر عظیم نعمت ہے کہ پنجگانہ نماز کی ادائیگی پر حق جل مجدہ دخول جنت کے لیے عہد و ذمہ لے رہے ہیں اور یہ سب جانتے ہیں کہ نعمت ربّانی کے حصول کی جگہ آخرت میں جنت ہی ہوگی، مگر ہم لوگ ہیں کہ سستی سے کام لیتے ہیں، اللہ پاک ہمیں اس کے قدر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

رب تبارک وتعالیٰ نماز کے بارے میں کیا فرماتا ہے؟

(۱۰۱) لِلطِّبْرَانِی عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ: اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ مَرَّ عَلٰی أَصْحَابِهٖ یَوْمًا فَقَالَ لَهُمْ:

" هَلْ تَدْرُوْنَ مَا یَقُوْلُ رَبُّكُمْ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ. قَالَهَا ثَلَاثاً. قَالَ: وَ عِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ لَا یُصَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا أَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ وَ مَنْ صَلَّاهَا لِغَیْرِ وَقْتِهَا اِنْ شِئْتُ رَحِمْتُهٗ وَ اِنْ شِئْتُ عَذَّبْتُهٗ. "

[حسن لغیرہ] (کما فی مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۰۲)

(۱۰۱) ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک دن اپنے صحابہ کے پاس سے گزرے تو ان سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا رب تبارک وتعالیٰ کیا فرماتا ہے؟ ان لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے تین مرتبہ کہا، پھر ارشاد فرمایا: مجھ کو عزت وجلال کی قسم، جب کوئی بندہ نمازوں کو اپنے اوقات میں اہتمام کے ساتھ ادا کرتا ہے تو میں اس کو جنت میں داخل کروں گا، اور جو اوقات کی پابندی نہیں کرتا (جب جی چاہا وقت بے وقت پڑھا) تو چاہوں گا تو مغفرت

کروں گا اور اگر چاہوں گا تو عذاب دوں گا۔ (مجمع الزوائد ا/۳۰۲)

پنجوقتہ نمازوں کے اہتمام پر حق جل مجدہ کی ضمانت

(۱۰۲) قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ رضی اللہ عنہ إِنَّ أَبَا قَتَادَةَ بْنِ رَبْعِي رضی اللہ عنہ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

قَالَ: "**قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: اِفْتَرَضْتُ عَلَى أُمَّتِكَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَ عَهِدْتُ عِنْدِي عَهْدًا أَنَّهُ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهِنَّ لِوَقْتِهِنَّ أَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ، وَ مَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهِنَّ فَلَا عَهْدَ لَهُ عِنْدِي.**" [حسن لغيره] (أخرجه ابن ماجه فى سننه ج ١/١٤٠٣)

(۱۰۲) ترجمہ: حضرت سعید بن مسیّبؒ نے کہا کہ ابوقتادہ بن ربعیؓ نے انھیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا: میں نے آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور میں نے عہد کیا ہے کہ جو شخص ان نمازوں کو پابندی کے ساتھ اپنے اوقات میں ادا کرے گا میں اس کو اپنی ذمہ داری سے جنت میں داخل کروں گا اور جو ان نمازوں کی پابندی نہیں کرے گا اس کی مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

تم جانتے ہو تمہارا رب کیا فرما رہا ہے؟

(۱۰۳) عَنْ كَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُسْنِدِي ظُهُوْرَنَا إِلَى قِبْلَةِ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَبْعَةَ رَهْطٍ: أَرْبَعَةً مَوَالِيْنَا، وَ ثَلَاثَةً مِنْ عَرَبِنَا، إِذْ خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الظُّهْرِ حَتّٰى انْتَهٰى إِلَيْنَا فَقَالَ:

" مَا يُجْلِسُكُمْ هٰهُنَا؟ قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ. قَالَ: فَأَرَمَّ قَلِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: أَتَدْرُوْنَ مَا يَقُوْلُ رَبُّكُمْ عَزَّ وَ جَلَّ؟ قَالَ: قُلْنَا: اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: فَإِنَّ رَبَّكُمْ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُوْلُ: مَنْ صَلَّى الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا، وَ حَافَظَ عَلَيْهَا وَ لَمْ يُضَيِّعْهَا اِسْتِخْفَافًا بِحَقِّهَا فَلَهُ عَلَيَّ عَهْدٌ، اَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ. وَ مَنْ لَمْ يُصَلِّ لِوَقْتِهَا وَ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا وَ ضَيَّعَهَا اِسْتِخْفَافًا بِحَقِّهَا فَلَا عَهْدَ لَهُ إِنْ شِئْتُ عَذَّبْتُهُ وَ إِنْ شِئْتُ غَفَرْتُ لَهُ."

[حسن لغيره] (أخرجه أحمد فى مسنده ج ٤ ص ٢٤٤)

(۱۰۳) ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں ہم لوگ مسجدِ رسول اللہ ﷺ میں مسجد کے قبلہ سے اپنی پیٹھ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، ہم سات لوگ تھے، چار ہمارے غلام وموالی تھے اور تین ہم عرب تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے وقت ظہر کا تھا، یہاں تک کہ ہم لوگوں کے پاس آئے۔ ہم لوگوں سے پوچھا: تم لوگ یہاں (اس وقت) کیوں بیٹھے ہو؟ ہم نے جواب دیا: یا رسول اللہ ﷺ نماز ظہر کا انتظار ہے۔ آپ ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر سر مبارک اٹھایا اور ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو تمہارا رب کیا فرمارہا ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے: جو شخص پانچوں نمازوں کو اپنے اپنے اوقات میں اہتمام سے ادا کرتا ہے اور ان نمازوں کو ہلکا جان کر ضائع نہیں کرتا تو اس شخص کا میرے ذمہ عہد ووعدہ ہے کہ اس کو جنت میں داخل کروں اور جو پانچوں نمازوں کو وقت پر ادا نہیں کرتا نہ ہی نماز کی پابندی واہتمام کرتا ہے اور نمازوں کو ہلکا گناہ جان کر چھوڑ دیتا ہے تو اس کا میرے ذمہ کوئی عہد ووعدہ نہیں، اگر چاہوں گا تو عذاب دوں گا اور چاہوں گا تو معاف کردوں گا۔

(مسند احمد ۴/۲۴۴، کنز ج ۷/۱۹۰۲۹، الاتحاف ۷۵۷)

کیفیتِ احسان کی کسوٹی نماز کے ذریعہ

نماز؛ رب اور بندہ کے درمیان ربط وتعلق استوار کرنے کا ایک نہایت اہم ذریعہ ہے۔ نماز مذہب اسلام کی عظیم نعمت عظمی اور منت کبری ہے۔ اولین اسباب فلاح دارین نماز ہے۔ اسلام وایمان کے بعد اولین فریضہ بھی نماز ہی ہے۔ اسلام وکفر کے درمیان حد فاصل نماز ہے۔ نماز مومن کی معراج اور پیغمبر اسلام کی آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ بندہ کو اپنی بات رب ذوالجلال کے حضور میں کہنے کا ذریعہ فراہم کیا جاتا ہے۔ یا یوں کہئے رب سے لینے کا دروازہ نماز ہے، نماز سے سلوک واحسان کی آخری منزل مرتبہ احسان کا بھی اتہ پتہ لگتا ہے۔ شبِ معراج کا تحفہ اور سجدہ کے ذریعہ قرب الٰہی کا لطف وسرور بندہ کو ملتا ہے۔ رحمت ومغفرت اور جنت، نماز کے ذریعہ ہی بندہ کو ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں احسان والی نماز عطا فرمائے۔

بَابُ : (أَبْشِرُوْا: هَذَا رَبُّكُمْ قَدْ فَتَحَ بَابًا مِنْ أَبْوَابِ السَّمَاءِ......)
باب: آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا

(۱۰۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْمَغْرِبَ فَرَجَعَ مَنْ رَجَعَ وَ عَقَّبَ مَنْ عَقَّبَ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُسْرِعًا قَدْ حَفَزَهُ النَّفَسُ وَ قَدْ حَسَرَ عَنْ رُكْبَتَيْهِ ، فَقَالَ: " **أَبْشِرُوْا؛ هَذَا رَبُّكُمْ قَدْ فَتَحَ بَابًا مِنْ أَبْوَابِ السَّمَاءِ يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ يَقُوْلُ: اُنْظُرُوْا إِلَى عِبَادِي قَدْ قَضَوْا فَرِيْضَةً ، وَ هُمْ يَنْتَظِرُوْنَ أُخْرَىٰ.**"
[صحيح] (أخرجه ابن ماجه في سننه ج ۱/ ۸۰۱)

خوش ہوجاؤ تمہارے رب نے آسمان کا دروازہ کھول دیا

(۱۰۴) ترجمہ: عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں ہم لوگوں نے مغرب کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ادا کی، جن لوگوں کو جانا تھا چلے گئے اور جن لوگوں کو نہیں جانا تھا رک گئے، اتنے میں رسول اللہ ﷺ تیزی کے ساتھ تشریف لائے کہ آپ کا سانس چڑھ رہا تھا، اور تیز قدم چلنے سے گھٹنا بھی کھل جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خوش ہوجاؤ، یہ دیکھو تمہارے رب نے آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا ہے، تم لوگوں کا فرشتوں کے سامنے تذکرہ بطور فخر ہورہا ہے کہ دیکھو میرے ان بندوں کو جنھوں نے ایک فریضہ نمازِ مغرب ادا کرلیا اور دوسرے فریضہ عشاء کے انتظار میں ہیں۔
(سنن ابن ماجه ۱/۸۰۱، الترغيب ۱/۳۷۲، سلسله الصحيحة ۲/۶۶۱، كنز العمال ۷/۱۹۰۸۷)

شرح: نماز کے بعد دوسری نماز کے لیے مسجد میں بیٹھنا، انتظار کرنا اتنا ہی ثواب رکھتا ہے گویا بندہ نماز ہی میں مسلسل مشغول ہے۔ آج لوگوں کے پاس وقت نہیں ہے، امام کے بس سلام پھیرنے کی دیر بلکہ یوں کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اگر شریعت اجازت دیتی کہ اپنی دعا پوری کرکے نماز سے فارغ ہوکر جاسکتے ہو تو امام صاحب شاید اکیلے رہ جاتے تمام مقتدی جاچکے ہوتے۔ بس امام کے سلام کی مجبوری ہوتی ہے ورنہ کون رکتا، افسوس کی بات ہے، دیکھا کہ مسجد سے اس طرح بھاگتے ہیں جیسے ان کو کسی نے مسجد سے بھگادیا ہو، پھر مسجد

کے سامنے چائے خانہ اور گفت وشنید کی مجلس ،ٹھیک مسجد کے سامنے اور وقت ضائع کرتے ہیں۔اس حدیث میں ان لوگوں کے عمل کو منجانب اللہ فخر ومباہات کا سبب بتلا یا گیا ہے کہ نماز ادا ہونے کے بعد پھر دوسرے فریضہ کے انتظار میں اللہ کے گھر سے چپکے ہوئے ہیں۔

ایک فریضہ ادا کرلیا اور دوسرے فریضہ کا انتظار

(۱۰۵) عن أبی ایوب أن نوفا و عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَمْرٍ ﷛:یعنی ابن العاص اجتمعا فقال نوف: لو ان السموات والارض وما فیھما وضع فی کفۃ المیزان ووضعت "لا الہ الا اللّٰہ" فی کفۃ الأخری لرجحت بھن، ولو أن ان السموات والارض وما فیھن کنّ طبقا من حدید فقال الرجل "لا الہ الا اللہ" لخرقتھن حتی الی تنتھی الی اللہ عزوجل فقال عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَمْرٍ ﷛ صَلَّیْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَلْمَغْرِبَ فَعَقَّبَ مَنْ عَقَّبَ وَ رَجَعَ مَنْ رَجَعَ فَجَاءَ ﷺ وَ قَدْ کَادَ یَحْسُرُ ثِیَابُہُ عَنْ رُکْبَتَیْہِ فَقَالَ:

" أَبْشِرُوْا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ، ھَذَا رَبُّکُمْ قَدْ فَتَحَ بَابًا مِنْ أَبْوَابِ السَّمَاءِ یُبَاھِی رَبُّکُمُ الْمَلَائِکَۃَ یَقُوْلُ: ھٰؤُلَاءِ عِبَادِی قَضَوْا فَرِیْضَۃً وَ ھُمْ یَنْتَظِرُوْنَ أُخْریٰ." [صحیح] (أخرجہ أحمد ج ۱۱/ ۶۷۵۰)

(۱۰۵) ترجمہ : اَبی ایوبؒ سے روایت ہے کہ نوفؒ اور عبداللہ بن عمروؓ ابن العاص دونوں کی ملاقات ہوئی ،تو نوفؒ نے کہا: کہ اگر تمام آسمان اور زمین اور جو کچھ اس میں ہے ایک میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں **لا الہ الا اللّٰہ** ،تو کلمہ والا پلڑا غالب ہوگا۔اور اگر تمام آسمان وزمین اور جو کچھ اس میں ہے لوہے کی ایک پرت بن جائے ، یہ سن کر درمیان میں ایک شخص نے **لا الہ الا اللّٰہ** کہا،تو یقیناً کلمہ **لا الــہ الا اللّٰــہ** اس کو پھاڑ کر بارگاہ رب العزّت میں پہنچ جائے گا۔تو عبداللہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی ،جن لوگوں کو نہیں جانا تھا رک گئے اور جن کو جانا تھا چلے گئے ، اتنے میں رسول اللہ ﷺ تیزی کے ساتھ تشریف لائے کہ آپ ﷺ کے گھٹنے سے لنگی وازار بھی ہٹ جاتی۔آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کی جماعت خوب خوش ہوجاؤ، یہ تمہارے رب ہیں،جس نے آسمان کے دروازوں میں ایک دروازہ کھول دیا اور فرشتوں کے سامنے تمہاری خوبی کا تذکرہ ہورہا ہے

کہ ان بندوں کو دیکھو جنھوں نے ایک فریضہ ادا کرلیا اور دوسرے فریضہ کا انتظار کررہے ہیں۔(مسند احمد ۱۱/۶۷۵۰)

بَابُ : (عَجِبَ رَبُّنَا مِنْ رَجُلَيْنِ: رَجُلٍ ثَارَ عَنْ وِطَائِهِ وَ لِحَافِهِ)

باب: رب العزّت کی نگاہ میں قابلِ تعجب دو شخص

(۱۰۶) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم :

"عَجِبَ رَبُّنَا مِنْ رَجُلَيْنِ: رَجُلٍ ثَارَ عَنْ وِطَائِه وَ لِحَافِهِ مِنْ بَيْنِ حَيِّهِ وَ أَهْلِهِ إِلَى صَلَاتِهِ رَغْبَةً فِيْمَا عِنْدِيْ وَ شَفَقًا مِمَّا عِنْدِى، وَ رَجُلٌ غَزَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَانْهَزَمَ مَعَ أَصْحَابِهِ فَعَلِمَ مَا عَلَيْهِ فِي الْإِنْهِزَامِ، وَ مَالَهُ فِي الرُّجُوْعِ فَرَجَعَ حَتَّى أُهْرِيْقَ دَمُهُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهِ : انْظُرُوْا إِلَى عَبْدِى رَجَعَ رَغْبَةً فِيْمَا عِنْدِى وَ شَفَقاً مِمَّا عِنْدِى حَتّٰى أُهْرِيقَ دَمُهُ."

[حسن] (أخرجه البغوى فى شرح السنة ج٤ / ٩٣٠)

حق جل مجدہ دو آدمیوں پر بے حد تعجب کرتے ہیں

(۱۰۶) ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ دو شخص پر تعجب کرتے ہیں؛ ایک وہ جو رات کو اپنے نرم بستر و لحاف سے اپنی بیوی واہل کے بیچ سے اٹھ کر نماز میں مشغول ہوجاتا ہے، اس نعمت ورحمت اور جنت ومغفرت کی طلب میں جو میرے پاس ہے اور اس شوق میں جو میں نے اپنے صالحین بندوں کے لیے تیار کررکھی ہے۔ دوسرا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے، ساتھیوں کے ساتھ ہزیمت وشکست کھا گیا، یقین کرلیا کہ ہزیمت میں اس کو کیا ذلّت اٹھانی پڑے گی اور واپس جا کرلڑنے میں اس کو کیا ملے گا۔ پس واپس آگیا اور دشمن سے لڑا اور جان جانِ جاناں کو دیدی، خون کا تحفہ پیش کردیا۔

حق جل مجدہ فرشتوں کو فرماتے ہیں: میرے اس بندہ کو دیکھو جو میرے پاس (رتبۂ شہادت وجنت، مغفرت ورحمت اور نعمت) ہے اس کے شوق وطلب میں اور نافرمانوں

کے لیے میرے پاس جو عذاب وعقاب ہے اس سے ڈر کے واپس آ کر قتال کیا اور اپنی جان دیدی اور خون کا تحفہ پیش کر دیا۔ (شرح السنہ للبغوی ج ۴/۹۳۰، احمد ج ۱ص ۴۱۶، ابن حبان/۶۴۳)

بارگاہِ ربّ العزت میں قابلِ قدر و منزلت دو شخص

حق جل مجدہ کی بارگاہ میں ذرہ، ذرہ خیر کی قدر و قیمت ہے۔ وہ اپنے بندہ کے عمل کو رائیگاں نہیں کرتا، بلکہ خوب نوازتا ہے۔ ایک پر دس اور سات سو تک دیتا ہے اور اس پر بھی چاہے گا تو اضافہ کر دے گا۔ بلکہ صرف ایک نیکی پر قرآن حکیم نے مغفرت تک کی بشارت دی ہے۔ اس حدیث میں اس بندۂ حق کا تذکرہ ہے جو رات میں نرم نرم بستر پر اپنے اہل کے ساتھ سویا ہوا تھا، داخلی سکون کے لیے بیوی تھی اور خارجی آرام کے لیے نرم بستر تھا؛ مگر دل تھا کہ خالق و مالک کی طرف مائل تھا، اپنی خواب گاہ میں بھی اس کو چین سے سونے نہ دیا۔ اور ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ فانی راحت و نعمت کو چھوڑ کر باقی وابدی جنت کا طالب بن کر۔ حضورِ حق میں حاضر ہو گیا۔ دوسرا وہ مردِ نر جو راہِ حق میں نکلا تھا؛ مگر احباب کے ساتھ ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا، مگر وہ ہزیمت کے عواقب و نتائج سے باخبر تھا کہ وہ زندگی کس کام کی جس کے ہر لمحات اس کو شرمندگی کے ساتھ جینی ہو گی۔ دشمن اسلام، دشمن حق، دشمن مردانِ حق، اس کے سامنے سینہ کھول کر تکبر و غرور کے ساتھ دھرتی پر اکڑ کے چلیں گے اور یہ دیکھ دیکھ کر گھٹے گا، نہ معلوم یہ تکدر کی زندگی کب تک جینی پڑے۔ حوصلہ بلند کر کے اٹھا، مایوسی و ناامیدی کو پس پشت ڈالا۔ باغیان سفید فام، دشمنان اسلام کو بتلا دیا کہ بندگی ہی زندگی کا عین اصول شریعت ہے ورنہ پھر شرمندگی ہی شرمندگی ہے۔ اور استقامت کے ساتھ جان، جانِ جاناں کو سپرد کر دیا۔ اپنی شہادت کے ذریعہ حیات ابدی کا تمغہ حاصل کر لیا۔ ان دو شخصوں کو حق جل مجدہ قدر و منزلت کے ساتھ دیکھتے ہیں اور ان دونوں کا اعزاز و اکرام ہوتا ہے کیونکہ دونوں نے بامقصد زندگی کے لمحات گزارے ہیں۔

بَابُ : (ثَـلاثَةٌ يَسْتَنِيْرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ: رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ......)

باب: نگاہ رحمت کے تین شخص

(۱۰۷)عَنْ أَبِی ذَرٍّ قَالَ رضی اللہ عنہ:

”ثَــلاثَةٌ يَسْتَنِيْرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ: رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ وَ تَرَكَ فِرَاشَهُ وَ دِفَاءَهُ ثُــمَّ قَـامَ يَتَوَضَّأُ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لِلْمَلائِكَةِ : مَا حَـمَـلَ عَبْـدِی عَـلٰـى هَذَا؟ أَوْ عَلَى مَا صَنَعَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: أَنْتَ أَعْلَمُ. فَيَقُوْلُ: أَنَا أَعْلَمُ ، وَ لٰكِنْ أَخْبِرُوْنِی . فَيَقُوْلُوْنَ: خَوَّفْتَهُ شَيْئًا فَخَافَهُ، وَ رَجَّيْتَهُ شَيْئًا فَرَجَاهُ. قَالَ : فَيَقُوْلُ :فَإِنِّی أُشْهِدُكُمْ أَنِّی قَدْ أَمَّنْتُهُ مِمَّا خَافَ وَ أَعْطَيْتُهُ مَا رَجَا. وَ رَجُلٌ كَـانَ فِـی سَـرِيَّةٍ فَـلَـقِـیَ الْـعَـدُوَّ فَانْهَزَمَ أَصْحَابُهُ وَ ثَبَتَ حَتّٰى قُتِلَ أَوْ فَتَحَ اللّٰهُ عَـلَيْهِـمْ فَيَـقُـوْلُ الـلّٰهُ لِلْمَلَائِكَةِ : مَا حَمَلَ عَبْدِی عَلَى هَذَا؟ أَوْ عَلَى مَا صَنَعَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: أَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ. فَيَقُوْلُ: أَنَا أَعْلَمُ بِهٖ وَ لَكِنْ أَخْبِرُوْنِی. فَيَقُوْلُوْنَ خَوَّفْتَهُ شَيْـئًـا فَـخَـافَـهُ، وَ رَجَّيْتَهُ شَيْئًا فَرَجَاهُ قَالَ: فَيَقُوْلُ: أُشْهِدُكُم أَنِّی قَدْ أَمَّنْتُهُ مِمَّا خَـافَ وَ أَعْـطَيْتُـهُ مَـا رَجَـا. وَ رَجُـلٌ أَسْـرَى لَيْلَةً حَتَّى إِذَا كَانَ فِی آخِرِ اللَّيْلِ نَـزَلَ... فَـنَامَ أَصْحَابُهُ فَقَامَ هُوَ يُصَلِّی. قَالَ: فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ لِلْمَلَائِكَةِ : مَا حَمَلَ عَبْدِی عَلَى هَذَا؟ أَوْ عَلَى مَا صَنَعَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: رَبِّ أَنْتَ أَعْلَمُ . فَيَقُوْلُ : أَنَا أَعْلَمُ وَ لٰكِنْ أَخْبِرُوْنِی . قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: خَوَّفْتَهُ شَيْئًا فَخَافَ وَرَجَّيْتَهُ شَيْئًا فَرَجَاهُ قَالَ: فَيَقُوْلُ : فَإِنِّی أُشْهِدُكُم أَنِّی أَمَّنْتُهُ مِمَّا خَافَ وَ أَعْطَيْتُهُ مَا رَجَا.“

[ضعيف] (أخرجه عبدالرزاق فی مصنفه ج ۱۱/۲۰۲۸۲)

تین شخص پر خاص نورِ تجلی اور رحمتِ حق

(۱۰۷) ترجمہ: ابوذرؓ فرماتے ہیں تین شخص پر اللہ تعالیٰ اپنی خاص نور تجلی ڈالتے ہیں (یعنی رحمت وذوق عبادت)۔ایک وہ شخص جورات کے کسی حصہ میں اٹھا، اپنا گرم ونرم بستر ہ چھوڑا اور کھڑا ہوگیا، خوب اچھی طرح وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑا ہوگیا۔حق

جل مجدہ فرشتوں سے فرماتے ہیں: میرے بندہ کو اس عمل پر کس چیز نے ابھارا یا کس چیز نے ان اعمال پر کھڑا کیا؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: آپ زیادہ جانتے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: بے شک میں سب سے زیادہ جاننے والا ہوں؛ لیکن تم بھی تو کچھ بتلاؤ۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: آپ نے اس کو ایک چیز سے ڈرادیا ہے تو اس سے وہ ڈر گیا، اور آپ نے اس کو ایک چیز کی امید دلائی، وہ اس کی امید میں لگ گیا ہے۔ حق جل مجدہ فرماتے ہیں: فرشتو! تم کو گواہ بناتا ہوں جس چیز سے وہ ڈر گیا ہے اس سے امن دیتا ہوں اور جس چیز کی امید لگائے ہوئے ہے عطا کرتا ہوں۔

دوسرا وہ شخص جو کسی چھوٹے سریہ (یعنی چھوٹی جہاد کی جماعت میں) تھا، دشمن سے مڈبھیڑ و مقابلہ ہو گیا اور اس کے ساتھی ہزیمت و شکست کھا گئے، مگر یہ جما رہا یہاں تک کہ قتل ہو گیا یا اللہ نے اس کے ہاتھ پر فتح دیدی، ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں: میرے بندہ کو اس قربانی پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ یا فرمایا: جو کچھ کر رہا ہے اس کا سبب کیا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: یا اللہ! اس کے بارے میں آپ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ حق جل مجدہ فرماتے ہیں: بے شک میں زیادہ جانتا ہوں، مگر تم بھی تو کچھ بتلاؤ۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: اس کو آپ نے ایک چیز سے خوف دلائی تو اس سے وہ ڈر گیا۔ اور ایک چیز کی امید دلائی تو وہ اس کی طلب میں لگ گیا، حق جل مجدہ فرماتے ہیں: فرشتو! تم گواہ رہو جس سے وہ ڈرتا ہے میں نے امن دیدیا اور جس چیز کی امید لگائے ہوا ہے وہ امید پوری کردی۔

تیسرا وہ شخص؛ جو رات کو چلتا ہے اور جب آخر حصہ رات کا ہوتا ہے تو پڑاؤ ڈالتا ہے، اس کے ساتھی سو گئے اور یہ نماز میں کھڑا ہو کر عبادت کرتا ہے۔ حق جل مجدہ فرشتوں سے فرماتے ہیں: میرے اس بندہ کو عبادت پر کس نے مجبور کیا؟ یا کون سا سبب بنا کہ میرے سامنے کھڑا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: رب العالمین آپ زیادہ جانتے ہیں۔ حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میں بے شک زیادہ جانتا ہوں، مگر تم بھی تو کچھ بتلاؤ۔ فرشتے

عرض کرتے ہیں: آپ نے اس کو ایک چیز سے ڈرایا تو وہ ڈرنے لگا اور ایک چیز کی امید دلائی تو وہ اس کی امید میں لگ گیا۔ حق جل مجدہ فرماتے ہیں: فرشتو! تم گواہ رہو، جس سے ڈرتا ہے میں نے امن دیدیا اور جس چیز کی امید میں ہے میں نے عطا کر دیا۔
(مصنّف عبدالرزاق ۱۱/۲۰۲۸۲۔ کنز العمال ج ۱۶/۴۴۲۷۸)

بندہ کو بندگی ہی میں لطف وسرور ملتا ہے

حالتِ سفر میں ہر شخص کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ موقع ملے تو آرام کرلے، کمر سیدھی کرلے، کیونکہ جسم تکان وتعب سے نڈھال رہتا ہے۔ مگر وہ جس کو عشق الٰہی کا چسکا لگ گیا ہو، عبدیت کا راز کھل گیا ہو، سجدہ میں قرب کی لذت سے آشنا ہوگیا ہو، رات کی تنہائی میں سرگوشی کا پتہ لگ گیا ہو۔ تلاوت آیات بینات کے ذریعہ رب العزت سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوگیا ہو، تسبیح سے حق تعالیٰ کی تنزیہہ کا جلال منکشف ہوگیا ہو، اور تحمید سے صفت اکرام کا مستحق ہونا ذات حق سے عیاں ہوگیا ہو، تقدیس سے حمدیت کا اتہ پتہ چل گیا ہو، تہلیل سے توحید کا راز کھل گیا ہو، استغفار سے عبدیت کا حجاب اٹھتا دیکھ چکا ہو، الغرض دل کی دھڑکن میں دھن انہی کا، دھیان بھی انھیں کا ہوگیا ہو۔ وہ کب دنیاوی سفر سے تھک ہار کر سفر آخرت سے غافل ہوگا۔ وہ سفر دنیاوی سے جب احباب راحت وآرام میں مشغول ہوں، وہ سفر آخرت کی تیاری شروع کر دیتا ہے۔ یہیں پر آکر عبدیت کا راز کھلتا ہے ایک اپنے تن کی آرام پروری میں لگا ہوا ہے اور ایک ہے کہ اپنے من کی دنیا میں مشغول ہوکر رب کی رضا کا طالب بن کر کھڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کو قدر وقیمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور آخرت کے ہر عذاب سے نجات اور رحمت ونعمت عطا کریں گے۔ اور ایسے خاصان حق کی بارگاہ رب العزت میں پذیرائی ہوتی ہے اور انعام واکرام کا اعزازی مقام عطا ہوتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ آمین!

بَابُ : (ثَـلاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: رَجُلٌ أَتَى قَوْماً فَسَأَلَهُمْ بِاللّٰهِ)

باب: بارگاہ رب العزّت کے محبوب تین شخص

(۱۰۸) أَبُوْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

"ثَلاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: رَجُلٌ أَتَى قَوْمًا فَسَأَلَهُمْ بِاللّٰهِ وَ لَمْ يَسْأَلْهُمْ بِقَرَابَةٍ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَتَخَلَّفَهُمْ رَجُلٌ بِأَعْقَابِهِمْ فَأَعْطَاهُ سِرًّا لا يَعْلَمُ بِعَطِيَّتِهِ إِلَّا اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ، وَ الَّذِي أَعْطَاهُ، وَ قَوْمٌ سَارُوْا لَيْلَتَهُمْ حَتَّى إِذَا كَانَ النَّوْمُ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِمَّا يُعْدَلُ بِهِ نَزَلُوْا فَوَضَعُوْا رُؤُوْسَهُمْ (فَقَامَ يَتَمَلَّقُنِي وَ يَتْلُوْ آيَاتِي) وَ رَجُلٌ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ فَلَقُوا الْعَدُوَّ فَانْهَزَمُوْا فَأَقْبَلَ بِصَدْرِهِ حَتّٰى يُقْتَلَ أَوْ يُفْتَحَ لَهُ." [صحيح] (أخرجه النسائي في سننه ج۳ ص۲۰۷)

تین شخص سے حق جل مجدہ محبت کرتے ہیں

(۱۰۸) ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ:

تین شخص سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں؛ ایک وہ آدمی جو کسی قوم کے پاس آیا اور اللہ پاک کا واسطہ دے کر کچھ سوال کیا اور دنیاوی کسی قرابت ورشتہ داری یا تعلق کے واسطہ کو وسیلہ نہ بنایا۔ قوم نے سائل کو نہ دیا اور منع کر دیا۔ اس قوم میں سے ایک شخص چپکے سے اٹھا اور اس کے پیچھے پیچھے چلا اور چپکے سے اس سائل کو دیا کہ اس عطیہ کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہ ہوا یا جس کو دیا اس نے جانا۔ دوسرا وہ آدمی کہ ایک قوم رات بھر سفر کرتی رہی جب نیند کا غلبہ ہوا کہ نیند ہی ہر چیز کے مقابلہ میں پسندیدہ ہوگئی۔ سب نے پڑاؤ ڈالا اور سب لوگ سو گئے، اس میں ایک شخص اٹھا اور حق جل مجدہ فرماتے ہیں مجھ سے مناجات اور تضرع و گریہ خوب بلک بلک کر کرنے لگا اور میری آیات ربانی کی نماز میں تلاوت شروع کر دی۔

تیسرا وہ شخص جو کسی سریہ میں تھا، دشمن سے مقابلہ ہوگیا اور ہزیمت کا شکار ہوگیا، مگر ہمت کر کے جرأت کے ساتھ سینہ سپر ہو کر دشمنِ اسلام کا مقابلہ کیا، یہاں تک کہ خود قربان ہوگیا یا اسلام کا جھنڈا نصب کر دیا۔ (سنن نسائی، ج۳/۲۰۷۔ ترمذی، ۴/۲۵۶۸)

بوڑھا زانی، متکبر فقیر، ظالم مالدار

اس حدیث میں ایسے تین شخص کا پتہ دیا گیا جو حق تعالیٰ کے دوست ہیں۔جن سے اللہ محبت کرتا ہے، اسی طرح ایک دوسری حدیث میں اُن تین کا بھی ذکر ہے جن کو اللہ مبغوض رکھتا ہے۔ (۱)بوڑھا زانی (۲)متکبر فقیر (۳)ظالم غنی و مالدار ۔بوڑھے آدمی میں انابت واستغفار ہونی چاہئے چہ جائیکہ قبر میں پاؤں رکھ چکا ہے مگر زنا کی لت نہ گئی۔ اعاذنا اللہ۔فقیر کو فقیری ومحتاجگی زیب دیتی ہے نہ کہ تکبر وغرور، اللہ تعالیٰ بھی فقیر کی اس ادا کو پسند نہیں کرتے اور یہ صفت اسے اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے گرا دیتی ہے۔غنی و مالدار کو سخاوت و جود زیب دیتا ہے نہ کہ بخل وظلم، غنی ہے مگر ظالم ہے۔ یہ صفت اللہ کو پسند نہیں۔

بَابُ : (يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَ النَّهَارِ......)

باب:عصر وفجر میں فرشتوں کی حاضری

(۱۰۹) عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

" يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَ مَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَ يَجْتَمِعُوْنَ فِی صَلَاةِ الْعَصْرِ وَ صَلَاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ وَ هُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ. كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِی؟ فَيَقُوْلُوْنَ : تَرَكْنَا هُمْ وَ هُمْ يُصَلُّوْنَ وَ أَتَيْنَاهُمْ وَ هُمْ يُصَلُّوْنَ." [صحيح] (أخرجه مالك فی الموطأ ص ۱۲۳/۸۵)

صبح وشام کے فرشتوں کی حضورِ حق میں شہادت

(۱۰۹) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
یکے بعد دیگرے تم پر متعین فرشتوں میں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے کا عصر اور نماز فجر میں اجتماع ہوتا ہے (یعنی صبح فجر سے جو فرشتے تھے وہ نماز عصر تک رہتے ہیں اور جب نماز عصر ہوتی ہے تو وہ چلے جاتے ہیں اور نماز عصر سے نماز فجر تک دوسرے فرشتے آجاتے ہیں ،اس طرح عصر وفجر میں فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے) لہٰذا جو فرشتہ رات میں

ہوتا ہے جب فجر میں واپس جاتا ہے تو حق تعالیٰ سوال کرتے ہیں: میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا؟ وہ حضورِ حق میں عرض کرتے ہیں: جب ہم نے ان کو چھوڑا تو وہ نماز (فجر یا عصر) میں تھے اور جب ان کے پاس گئے تھے تو وہ نماز (عصر یا فجر) میں تھے۔

(مؤطا امام مالک ص۱۲۳/ ۸۵۔ بخاری ج ۲ص ۱۴۶ و ۹/ ۱۵۴، مسلم ج ۱ص ۴۳۹)

میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟

(۱۱۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

"تَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَالَ: فَيَجْتَمِعُوْنَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ. قَالَ: فَتَصْعَدُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَ تَثْبُتُ مَلَائِكَةُ النَّهَارِ، قَالَ: وَ يَجْتَمِعُوْنَ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ، قَالَ: فَتَصْعَدُ مَلَائِكَةُ النَّهَارِ وَ تَثْبُتُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ. قَالَ: فَيَسْأَلُهُم رَبُّهُمْ. كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ؟ قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: أَتَيْنَاهُمْ وَ هُمْ يُصَلُّوْنَ، وَ تَرَكْنَاهُمْ وَ هُمْ يُصَلُّوْنَ. قَالَ سُلَيْمَانُ: وَ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَدْ قَالَ فِيْهِ: فَاغْفِرْ لَهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ."

[صحيح] (أخرجه أحمد في مسنده. ج ١٧/ ٩١٤٠)

(۱۱۰) ترجمہ : حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: رات اور دن کے فرشتوں کا اجتماع فجر کی نماز میں اور عصر کی نماز میں ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: نماز فجر میں دونوں فرشتے جمع ہوتے ہیں، رات کے محافظ فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور دن کے فرشتے رہ جاتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اور اسی طرح نماز عصر میں دونوں فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے، دن والے محافظ فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور رات والے ٹھہر جاتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ان فرشتوں سے حق جل مجدہ پوچھتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: جب ہم ان کے پاس گئے تھے تو وہ نماز فجر میں مشغول تھے اور جب آئے تو وہ نماز عصر میں مشغول تھے۔

سلیمان راوی کہتے ہیں کہ جہاں تک میں جانتا ہوں حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ حق جل مجدہ فرماتا ہے: میں ان کو روز جزا معاف کردوں گا۔

(مسند احمد ۱۴۰/۱۷۔۹۱۔کنز العمال ج ۱۹۰۶۷/۷)

خاتمہ خیر پر ہو تو سعادت و بشارت ہے

ان دونوں حدیثوں میں نماز عصر و نماز فجر باجماعت کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے کہ فرشتوں کی شہادت بندوں کے حق میں حضور حق میں پیش ہوتی ہے اور اس پر نورٌ علیٰ نور کہ خود حق جل مجدہ اپنے نمازی بندوں کی خبر گیری و خیریت وسعادت کو ظاہر کرنے کے لیے فرشتوں سے سوال کرتا ہے، جبکہ رب تبارک وتعالیٰ تمام احوال سے باخبر ہیں، علام الغیوب ہیں، یہ کتنی عظیم نعمت ہے کہ حق تعالیٰ بندوں کے متعلق استفسار کرتا ہے اور اس پر فرشتوں کی شہادت کو قائم کرکے بندوں کا حوصلہ بڑھاتا ہے، تاکہ بندے اور نماز کا اہتمام تو کرتے ہی ہیں، عصر و فجر کا اس استحضار کے ساتھ اہتمام کریں کہ یہ دونوں نمازیں اعمال کے رجسٹر کی ابتدا و انتہا کو ثبت کرتے ہیں۔ ابتدا فجر سے ہوتی ہے عصر پر ختم ہوتی ہے، عصر سے شروع ہوتی فجر پر ختم ہوتی۔ یاارحم الراحمین ہمارا خاتمہ بھی خیر پر ہو۔ آمین!

بَابُ : (إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلَاةُ......)

باب: اولیں پرسش نماز بود

(۱۱۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه:

”إن أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ النّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الصَّلَاةِ. قَالَ يَقُوْلُ رَبُّنَا عَزَّ وَ جَلَّ لِمَلَائِكَتِهِ وَ هُوَ أَعْلَمُ : اُنْظُرُوْا فِي صَلَاةِ عَبْدِي أَتَمَّهَا أَمْ نَقَصَهَا؟ فَإِنْ كَانَتْ تَامَّةً كُتِبَتْ لَهُ تَامَّةً، وَ إِنْ كَانَ انْتَقَصَ مِنْهَا شَيْئًا. قَالَ: اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَإِنْ كَانَ لَهُ تَطَوُّعٌ قَالَ: أَتِمُّوْا لِعَبْدِي فَرِيْضَتَهُ مِنْ تَطَوُّعِهِ. ثُمَّ تُؤْخَذُ الْأَعْمَالُ عَلَى ذٰلِكُمْ.“

قَالَ يُوْنُسُ: وَ أَحْسِبُهُ قَدْ ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ. (أخرجه أحمد فى المسند ج۱۸/ ۹٤۹۰)

قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا

(۱۱۱) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: قیامت کے دن سب سے پہلے لوگوں سے نماز کا حساب ہوگا، حق جل مجدہ فرشتوں سے فرمائے گا جبکہ وہ خوب جانتا ہے: دیکھو میرے بندے کی نمازیں پوری مکمل ہیں یا ناقص۔ اگر نمازیں مکمل وتام ہوں گی تو مکمل وتام لکھا جائے گا اور اگر نمازیں تھوڑی بھی نامکمل و ناقص ہوں گی، حق جل مجدہ فرمائے گا: دیکھو میرے بندے کی نوافل ہیں، اگر نوافل ہوں گی تو حق جل مجدہ فرشتوں کو حکم دے گا کہ میرے بندے کے فرائض کے نقصان کو نوافل سے پوری کردو، پھر اسی طرح بقیہ اعمال کا حساب ہوگا۔ یونس (ایک روای ہیں) نے کہا: میرا خیال ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی ﷺ کا ذکر کیا یعنی اس روایت کو مرفوعاً بیان کیا۔

نماز کو اوّلیت کا رتبہ و مقام حاصل ہوگا

(۱۱۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

"إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ صَلَحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَ أَنْجَحَ وَ إِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَ خَسِرَ فَإِنِ انْتُقِصَ مِنْ فَرِيْضَتِهِ شَيْءٌ قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَ جَلَّ: اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَيُكَمَّلُ بِهَا مَا انْتُقِصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ يَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذٰلِكَ."

[صحيح] (أخرجه الترمذی فی سننه ج۲/۴۱۳)

(۱۱۲) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سب سے پہلے حساب نماز کا ہوگا، اگر نماز اچھی نکل گئی تو فلاح ونجات پا جائے گا اور اگر نماز فاسد وخراب نکلی تو نقصان وخسران ہوگا۔ اگر اس کے فرائض میں کچھ کمی ہوئی تو حق جل مجدہ فرمائے گا: دیکھو میرے بندے کے اعمال نامے میں کچھ نوافل ہیں تو اس سے فرائض کے نقصان کو پورا کردو۔ بقیہ تمام اعمال کا اسی حساب سے معاملہ ہوگا کہ فرائض کی کمی کو نوافل کے ذریعہ پورا کیا جائے گا۔

حق تعالیٰ کی رحمت وفضل کا مستحق کون ہوگا

(۱۱۳) وَلِابْنِ عَسَاكِرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه:

"إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ صَلَاتُهُ؛ فَإِنْ صَلَحَتْ صَلَحَ سَائِرُ عَمَلِهِ، وَ إِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهِ ثُمَّ يَقُولُ: اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِيْ مِنْ نَافِلَةٍ فَإِنْ كَانَتْ لَهُ نَافِلَةٌ أَتَمَّ بِهَا الْفَرِيْضَةَ ثُمَّ الْفَرَائِضُ كَذٰلِكَ لِعَائِدَةِ اللّٰهِ وَ رَحْمَتِهِ."

[حسن] (كما فى كنزالعمال ج ۷ /۱۸۸۸۸، الإتحافات ۴۷۲)

(۱۱۳) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، قیامت کے دن سب سے پہلے اعمال میں نماز کا سوال ہوگا، اگر نماز ٹھیک ٹھاک نکل گئی تو تمام اعمال درست نکلیں گے اور اگر نماز ہی بیکار و برباد نکلی تو تمام اعمال بے کار نکل جائیں گے، پھر ارشاد ہوگا: میرے بندے کے نوافل کو دیکھو، اگر نوافل کے ذریعہ فرائض میں کمی کی تکمیل ہوسکتی ہے تو پوری کردو، پھر اس طرح ہر فرض کی کمی کو نوافل کے ذریعہ مکمل کیا جائے گا، اس طرح بندہ اللہ پاک کی رحمت وفضل کا مستحق بن جائے گا۔

حسرت وافسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا

اس حدیث سے نوافل کے اہتمام کا پتہ لگتا ہے کہ نوافل تکملہ ہیں فرائض کے۔ عام لوگ جو یہ کہہ دیتے ہیں کہ بھائی فرائض ہی پورے ہوجائیں تو غنیمت ہے یہ اپنی جگہ بجا اور درست ہے، مگر دوستو! فرائض پورے تو ہوجائیں علمِ الٰہی میں، انہیں کی تکمیل کے لیے نوافل کا اہتمام کرنا ضروری ہے، ورنہ قیامت کے دن معلوم ہوا کہ فرائض ناقص ہیں اور نوافل ہیں نہیں تو حسرت وافسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْفَائِزِيْنَ۔

فرائض کا نقصان پورا کردو

(۱۱۴) عَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:

"أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَلَاتُهُ فَإِنْ أَكْمَلَهَا كُتِبَتْ لَهُ نَافِلَةً، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَكْمَلَهَا قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ لِمَلَائِكَتِهِ: اُنْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ

لِعَبْدِی مِنْ تَطَوُّعٍ فَأَكْمِلُوْا بِهَا مَا ضَيَّعَ مِنْ فَرِيضَتِه ثُمَّ تُؤْخَذُ الْأَعْمَالُ عَلَى حَسْبِ ذَلِکَ." [صحیح] (أخرجه ابن ماجه فی سننه ج ١/ ١٤٢٦)

(۱۱۴) ترجمہ: تمیم داریؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا، اگر نمازیں مکمل ہوئیں تو اس کی نوافل بھی لکھی جائیں گی اور اگر فرائض مکمل نہیں نکلے تو حق جل مجدہ فرشتوں سے فرمائیں گے: دیکھو میرے بندے کی کچھ نوافل بھی ہیں تو اس سے فرائض کا نقصان پورا کردو، پھر بقیہ تمام اعمال کا حساب اسی طرح ہوگا۔ (سنن ماجہ ۱/۱۴۲۶)

ادنیٰ سے اعلیٰ کی تکمیل رحمت کا کرشمہ ہوگا

(۱۱۵) لِأَبِی يَعْلَى عَنْ أَنَسٍ ﷺ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

"إِنَّ أَوَّلَ مَا افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَى النَّاسِ مِنْ دِيْنِهِمْ: الصَّلَاةُ، وَ آخِرُ مَا يَبْقَى الصَّلَاةُ، وَ أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الصَّلَاةُ، وَ يَقُوْلُ اللّٰهُ: أُنْظُرُوْا فِی صَلَاةِ عَبْدِی؛ فَإِنْ كَانَتْ تَامَّةً كُتِبَتْ تَامَّةً وَ إِنْ كَانَتْ نَاقِصَةً يَقُوْلُ: أُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِی مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَإِنْ وُجِدَ لَهُ تَطَوُّعٌ تَمَّتِ الْفَرِيْضَةُ مِنَ التَّطَوُّعِ ثُمَّ قَالَ: أُنْظُرُوْا هَلْ زَكَاتُهُ تَامَّةٌ؟ فَإِنْ كَانَتْ تَامَّةً كُتِبَتْ تَامَّةً وَ إِنْ كَانَتْ نَاقِصَةً. قَالَ: أُنْظُرُوْا هَلْ لَهُ مِنْ صَدَقَةٍ؟ فَإِنْ كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ تَمَّتْ لَهُ زَكَاتُهُ."

[حسن] (كما فی الترغیب والترهیب ج ١ ص ٣١٤)

(۱۱۵) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ نے اپنے بندوں پر سب سے پہلے دین میں نماز فرض کی اور نماز آخر آخر تک باقی رہے گی اور اللہ تعالیٰ بندوں سے سب سے پہلے نماز کا حساب لے گا۔ حق جل مجدہ فرمائے گا: میرے بندوں کی نماز کو دیکھو، اگر مکمل وتام ہیں تو مکمل وتام لکھو، اور اگر ناقص ونامکمل ہیں تو ارشاد ہوگا: دیکھو میرے بندے کی نوافل ہیں؟ اگر نوافل ہیں تو فرائض کے نقصان کو نوافل سے پورا کرو۔

پھر ارشاد ہوگا: دیکھو کیا زکوٰۃ بھی مکمل ہیں؟ اگر مکمل ہیں تو مکمل وتام لکھواور اگر ناقص ونامکمل ہیں تو ارشاد ہوگا: نفلی صدقہ ہے؟ اگر صدقہ ہے تو فرائض کے نقصان کو صدقہ سے پورا کردو۔ (الترغیب والترہیب ۱/۳۱۴)

خوشی خوشی جنت میں داخل ہوجاؤ

(١١٦) لِلْحَاكِمِ فِي الْكُنى عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا:

"أَوَّلُ مَا افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَى أُمَّتِي الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَ أَوَّلُ مَا يُرْفَعُ مِنْ أَعْمَالِهِمُ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَ أَوَّلُ مَا يُسْأَلُوْنَ عَنْهُ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ؛ فَمَنْ كَانَ ضَيَّعَ شَيْئاً مِنْهَا يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالَى: اُنْظُرُوْا: هَلْ تَجِدُوْنَ لِعَبْدِي نَافِلَةً مِنْ صَلَاةٍ تُتِمُّوْنَ بِهَا مَا نَقَصَ مِنَ الْفَرِيضَةِ؟ اُنْظُرُوْا فِي صِيَامِ عَبْدِي شَهْرَ رَمَضَانَ فَإِنْ كَانَ ضَيَّعَ شَيْئًا مِنْهُ فَانْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ لِعَبْدِي نَافِلَةً مِنْ صِيَامٍ تُتِمُّوْنَ بِهَا مَا نَقَصَ مِنَ الصِّيَامِ؟ وَ انْظُرُوْا فِي زَكَاةِ عَبْدِي فَإِنْ كَانَ ضَيَّعَ شَيْئًا مِنْهَا فَانْظُرُوْا: هَلْ تَجِدُوْنَ لِعَبْدِي نَافِلَةً مِنْ صَدَقَةٍ تُتِمُّوْنَ بِهَا مَا نَقَصَ مِنَ الزَّكَاةِ فَيُؤْخَذُ ذٰلِكَ عَلَى فَرَائِضِ اللّٰهِ وَ ذٰلِكَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَ عَدْلِهِ، فَإِنْ وَجَدَ فَضْلًا وُضِعَ فِي مِيْزَانِهِ وَ قِيْلَ لَهُ: اُدْخُلِ الْجَنَّةَ مَسْرُوْرًا، فَإِنْ لَمْ يُوجَدْ لَهُ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ أُمِرَتْ بِهِ الزَّبَانِيَّةُ فَأَخَذُوْا بِيَدَيْهِ وَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ قُذِفَ بِهِ فِي النَّارِ." [ضعيف] (كما في كنز العمال ج٧/١٨٨٥٩، الإتحافات ٥٦٢)

(۱۱۶) ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے: سب سے پہلی عبادت جو اللہ پاک نے میری امت پر فرض کی وہ پنج وقتہ نمازیں ہیں اورسب سے پہلے اعمال میں پنجوقتہ نمازیں اُمت سے اُٹھائی جائیں گی اور قیامت کے دن سب سے پہلے پنج وقتہ نمازوں کا سوال ہوگا، اگر کسی نے پنج وقتہ نمازوں کے اندر سستی کاہلی کی ہوگی تو اللہ پاک کا ارشاد ہوگا: فرشتو! دیکھو کیا میرے بندے کے اعمال نامہ میں نوافل ہیں؟ تو پھر اس کے ذریعہ فرائض کی کمی کو پوری کردو، اور فرشتو رمضان المبارک کے روزے کو دیکھو؟ اگر فرض روزوں میں

کمی ہوتو نوافل روزوں سے پوری کردو، اور میرے بندہ کے فرائض زکوٰۃ کو دیکھو، اگر فرض زکوٰۃ میں کمی ہوتو نفلی صدقات وخیرات سے پوری کردو، یہ تو فرائض الٰہی کا حساب ہوگا، اور یہ تمام باتیں فضل ورحمت اور عدل باری کے تحت ہوں گی، اگر زیادہ نکلیں تو سب کی سب میزان میں رکھ دی جائیں گی اور اس شخص سے کہا جائے گا خوشی خوشی جنت میں داخل ہوجاؤ اور اگر نامہ اعمال میں کچھ بھی نہ نکلا تو زبانیہ کو حکم ہوگا کہ ہاتھ پاؤں پکڑ کر جہنم میں ڈال دو۔
(کنزالعمال ۷/ ۱۸۸۵۹، الاتحافات/۵۶۲)

نوافل کا مقام عنداللہ فرائض کے تکملہ کا ہوگا

بارگاہِ ربّ العزت میں بندوں کے نوافل فرائض کا تکملہ ہوں گے۔ اس طرح کہ فرض نماز کے داخلی فرائض و واجبات وسنن وآداب ومستحبات ونوافل کی کمی ونقص کو نوافل کے فرائض و واجبات وسنن وآداب ومستحبات ونوافل سے پورا کیا جائے۔ یعنی فرائض کو فرائض سے، واجبات کو واجبات سے، سنن کو سنن سے، آداب کو آداب سے، مستحبات کو مستحبات سے پورا کیا جائے گا۔

الغرض فرائض کے جملہ نقائص کو نوافل کے ذریعہ پورا کیا جائے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اگر کبھی کسی کے ذمہ فرائض نماز ہی چھوٹی ہوئی ہوں گی تو ارحم الراحمین اس کی زندگی کے نوافل کو ہی فرائض کے قائم مقام اپنے فضل سے کرکے اس کو آخرت میں بری الذمہ کردیں گے۔

انسان کبھی بھول ہی جاتا ہے یا غفلت میں غرق ہوکر نماز ہی ترک کرتا رہا، اچانک طبیعت میں انابت واطاعت کی شان پیدا ہوئی ماضی پر ندامت وخجالت بھی ہوئی اور اب استقامت کے ساتھ فرائض کی پابندی پامردی کے ساتھ کررہا ہے، ساتھ ہی نوافل کا بھی اہتمام کررہا ہے تو عین ممکن ہے بارگاہ بے نیاز میں اس کے نوافل کو فرائض کا جو ترک ہوگئی تھیں بدل قرار دیدیا جائے اور اس کا تدارک نوافل سے ہوجائے۔ یہ سب کا سب فضل سے ہوگا۔ علماء کے دونوں ہی قول منقول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو قبول ہوجائے وہ سب فضل ہی فضل ہے۔ عین رحمت ہی رحمت ہے ورنہ کہاں فرائض اور کہاں نوافل۔

رحمت حق بندہ کو جب نوازنا چاہتی ہے تو یہاں دنیا میں نوافل کی توفیق بخشتی ہے اور بروز قیامت ادنیٰ کو اعلیٰ کے مقام پر قبول کرلے گی۔

ہمارے عہد کے جاہلوں و نادانوں کا ردعمل

عجیب جہالت و بدعملی کا دور ہے۔ اچھے خاصے شکل وصورت والے جن کو یہ زعم ہیکہ ہم ہی راہ یاب اور عامل شریعت ہیں نہ تو خود نوافل پڑھتے ہیں نہ ہی دوسروں کو پڑھنے دیتے ہیں۔ عمارتِ مساجد کے عُمّار، واہتمام نوافل میں مشغول لوگوں پر جملے کستے ہیں، طرح طرح کے شکوک وشبہات میں ان عاملینِ نوافل کو ڈال کر راہ سے بدراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جبکہ حدیث صحیح میں ہے کہ صاحبِ شریعت رسول اللہ ﷺ نے نوافل کا خود اس قدر اہتمام کیا کہ قدمین مبارکین پر ورم آ گیا؛ مگر یہ احمق و جاہل جماعت نے طے یہ کیا ہے کہ حدیث کے نام پر سیدھے سادے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو بدعملی کی راہ پر لگادو اور خود بھی خبیث النفس بنو اور لوگوں کو گمراہ کردو۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ رات میں نوافل کا اس قدر اہتمام کرتے کہ آپ کے قدمین مبارکین پر ورم آ جاتا۔ صحابہؓ نے سوال کیا کہ آپ ﷺ کی اگلی اور پچھلی تمام باتیں معاف پھر اس قدر اپنے کو مشقت میں کیوں ڈالتے ہیں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا: کیا میں اللہ تعالیٰ کا اس نعمت پر شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ معلوم ہوا کہ نوافل کے ذریعہ شکر باری بدرجۂ اتم ادا ہوتی ہے اور یہ شکر کا طریقہ سنت بھی ہے کیونکہ نماز امّ العبادات، رأس الطاعات، اقرب القربات، اسہل الوصول الی اللہ ہے۔

کثرتِ نوافل سے امام الانبیاء ﷺ کے قدمین مبارکین پر ورم آ گیا

قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ حَتَّی تَوَرَّمَتْ قَدَمَاہُ فَقِیْلَ لَہُ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَ مَا تَأَخَّرَ . قَالَ اَ فَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا

(بخاری رقم الحدیث ٤٥٥٦، باب سورۃ الفتح من مغیرۃ بن شعبۃ)

رسول اللہ ﷺ نماز میں اتنا لمبا قیام کرتے کہ آپ ﷺ کے دونوں پاؤں پر ورم و سوجن آ گیا۔ تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ کی اللہ تعالیٰ نے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کردیے

ہیں پھر آپ ﷺ اتنا طویل قیام نماز میں کیوں فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کیا میں اللہ تعالیٰ کا اس پر شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

اس حدیث سے ان جاہلوں کا خوب رد ہوگیا جونوافل سے لوگوں کو روکتے ہیں، نہ معلوم ان لوگوں کونوافل سے کیوں اتنی دشمنی اور دوری ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے چند احادیث کے ظاہر کو یاد کر رکھا ہے اور بس۔

امام بخاری نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ کَانَ یَقُوْمُ مِنَ اللَّیْلِ حَتّٰی تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَ مَا تَأَخَّرَ . قَالَ اَ فَلَا اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا. فَلَمَّا کَثُرَ لَحْمُهُ صَلّٰی جَالِسًا فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَرْکَعَ قَامَ فَقَرَأَ ثُمَّ رَکَعَ. (بخاری، رقم الحدیث ۴۵۵۷)

رسول اللہ ﷺ رات میں نوافل نماز میں اتنا لمبا قیام کرتے کہ آپ ﷺ کے دونوں قدمین مبارکین سوج گئے۔ یہ دیکھ کر امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ آپ نوافل نمازوں میں رات کو اتنا لمبا قیام کیوں کرتے ہیں، جبکہ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اگلی پچھلی سب باتیں بخش دی ہیں۔

میرے محبوب ﷺ نے فرمایا: کیا میں اس بات کو پسند ودوست نہ رکھوں کہ (اتنی عظیم نعمت جو آیت میں بیان ہوئی ہے اس کا شکر بارگاہِ بے نیاز میں کثرت نوافل سے ادا کردوں) اور شکر گزار بندہ بنوں۔ پھر جب آپ کا جسم بھاری ہوگیا تو بیٹھ کر نوافل نماز کا اہتمام کرتے اور جب رکوع کرنا ہوتا تو کھڑے ہوکر تھوڑی قرأت کر کے رکوع کرتے۔ بخاری شریف کی اس حدیث سے بہت ہی واضح طور پر یہ بات عیاں وبیاں ہوگئی کہ امام الانبیاء ﷺ کثرت نوافل کا خوب اہتمام کرتے۔

شکرِ الٰہی کا اقرب و افضل طریقہ کثرتِ نوافل ہیں

ان دونوں حدیثوں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ کثرتِ نوافل شاکرین وصالحین کا رسول اللہ ﷺ کی پیروی اور اتباع سنت کے جذبہ و داعیہ سے عمل رہا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کتابوں میں آتا ہے کہ روزانہ ایک سو رکعات نوافل کا اہتمام تھا۔ دراصل جس کو نماز کے ذریعہ **والسجد واقترب** کا لطف مل گیا وہ کب ان احمقوں کے غوغا سے گھبرائے گا۔ جب یہ بات خود نبی ﷺ نے ارشاد فرمادی کہ عبدِ شکور کا وظیفہ ادا کررہا ہوں۔

قربِ محبت اور قربِ خاص اولیاء اللہ کو نوافل سے حاصل ہوتا ہے

وَ مَا یَزَالُ عَبْدِی یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعُہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ اِلَی الْآخِرِ. (بخاری)

حق جل مجدہ کا ارشاد ہے میرا بندہ نفلی عبادات کے ذریعہ میرا قرب خاص حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو پھر میں ہی اس کے کان بن جاتا ہوں، وہ جو کچھ سنتا ہے، میرے ذریعہ سنتا ہے، اور میں ہی اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، وہ جو کچھ دیکھتا ہے مجھ سے دیکھتا ہے۔ میں ہی اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں ہی اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

مطلب اس کا بہت واضح ہے کہ بندہ مجسم پورا کا پورا مرضیاتِ ربّانی کا نمونہ ہے۔ اس کی اپنی کوئی خواہش وتمنا ہے ہی نہیں۔ بس مرضیٔ مولا کا متلاشی ہے اس کا کہنا، سننا، دیکھنا، چلنا، پھرنا اور دینا لینا سب کا سب اللہ تعالیٰ ہی کی رضا وخوشنودی کا مظہر اتم ہے۔

اس قرب کی منزلیں مختلف حضرات پر مختلف ہوتی ہیں۔ ہر شخص اپنے ذوق وشوق کے ساتھ نوافل کی مشغولیت کے ذریعہ بارگاہِ بے نیاز سے اپنے عجز و افتقار، انابت و استغفار، تضرع وانکسار، طہارتِ قلب واستحضار کے بقدر مرتبۂ احسان میں رسوخ ونسبت الی

اللہ کے فیضان سے قربِ خاص کی لذت دیدۂ باطن میں محسوس کر کے وظیفۂ عبودیت کو ادا کرتا ہے۔

الغرض فرائض کی کمی کو نوافل سے مکمل کیا جاتا ہے، محبوبیت کا دروازہ نوافل سے کھلتا ہے، محبوبیت وقرب کی نشاندہی نوافل کے التزام واہتمام سے ہی ہوتا ہے۔ سلطان الاولیاء حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں تو پہلے نوافل کی توفیق سلب کر لیتے ہیں، پھر سنت، پھر واجب پھر فرض کی توفیق لے لیتے ہیں۔

اور جب اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں تو فرض کی توفیق دیتے ہیں، پھر واجب کی، پھر سنت کی، پھر نوافل کی، اور محبوبیت کا بلند تر مقام تو حق تعالیٰ کی جانب سے فنائیت وفدائیت اور عبودیت ومحبوبیتِ خاص کا مقام تو نوافل کے ذریعہ ہی دیا جاتا ہے۔

اور پھر **وما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به** تک کا اطلاق ہونے لگتا ہے۔

اس لیے جیسے ہی نوافل میں سستی وکاہلی اور عدیم الفرصتی ہونے لگے بندہ کو فوراً ہی استغفار کے ساتھ انابت ورجوع الی اللہ اختیار کرنا چاہیئے تاکہ ابتدائی مرحلہ میں ہی اعتراف ذنوب سے تصفیہ وطہارت قلوب حاصل ہوجائے اور توفیق اعمال وعبادات نافلہ کا دروازہ کھلا رہے بند نہ ہو، اور بارگاہ بے نیاز میں اس کی نوافل نیازمندانہ پیش ہوتی رہے، ویسے بھی جو شخص نوافل کا اہتمام کرے گا اس سے سنن وواجبات وفرائض میں کبھی بھی کوتاہی نہیں ہوگی۔ حق جل مجدہ ہمیں توفیق بخشے اور اپنی مرضیات کے اعمال پر قدم جمادے۔ آمین ثم آمین

بَابُ : (اِبْنُ آدَمَ صَلِّی لِی أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ...)

اللہ کی رضا کے لیے چار رکعات

(۱۱۷) عَنْ أَبِی مُرَّةَ الطَّائِفِی رضی اللہ عنہ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ:

"قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ : اِبْنَ آدَمَ ! صَلِّ لِی أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَكْفِكَ آخِرَهُ." [صحیح] (أخرجه أحمد فی المسند ج۵ ص۲۸۷)

آدم کے بیٹے! چار رکعات میری رضا کے لیے پڑھ لیا کر

(۱۱۷) ترجمہ: ابی مرہ طائفیؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

اے آدمؑ کے بیٹے! صبح میں چار رکعات میری رضا کے لیے پڑھ لیا کر، میں پورے دن کے لیے تیرے لیے کافی ہوں۔ (مسند احمد۔۵/۲۸۶)

صبح کی چار رکعات شام تک کی کفالت

(۱۱۸) عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ وَ أَبِی ذَرٍّ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ:

"عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ أَنَّهُ قَالَ: اِبْنَ آدمَ! اِرْكَعْ لِي مِنْ أَوَّلِ النَّهارِ أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ أَكْفِكَ آخِرَهُ." [صحيح] (أخرجه الترمذی ج٢/ ٤٧٥)

(۱۱۸) ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ اور ابوذرؓ رسول اللہ ﷺ سے راویت کرتے ہیں: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

اے آدمؑ کے بیٹے صبح تو چار رکعات میری رضا کے لیے پڑھ لیا کر، میں دن کے اخیر تک تیرے جملہ امور کی کفالت کروں گا۔ (سنن ترمذی۲/۴۷۵)

صبح کی چار رکعات سے عاجز نہ بن

(۱۱۹) عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَبِیَّ ﷺ قَالَ:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُوْلُ:

"اِبْنَ آدَمَ! لَا تَعْجَزْ مِنْ أَرْبَعِ رَكْعَاتٍ أَوَّلَ النَّهارِ أَكْفِكَ آخِرَهُ."

[صحيح] (أخرجه أحمد فی مسنده ج٦ ص٤٥١)

(۱۱۹) ترجمہ: حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

آدمؑ کے بیٹے! تو اپنے آپ کو چار رکعت نماز سے سستی مت کر (عاجز نہ بن) میں دن کے آخری حصہ تک تمہاری کفالت کروں گا۔ (مسند احمد ۶/۴۵۱)

ابتدا خیر سے انتہا عافیت پر

(۱۲۰) عَنْ نَعِيمِ بْنِ هَمَّارٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ:

يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: "يَا ابْنَ آدَمَ! لَا تُعْجِزْنِي مِنْ أَرْبَعِ رَكْعَاتٍ فِي أَوَّلِ نَهَارِكَ أَكْفِكَ آخِرَهُ." [صحيح] (أخرجه أبوداود ج۲/ ۱۲۸۹)

(۱۲۰) ترجمہ: نعیم بن ہمّار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

اے آدم علیہ السلام کے بیٹے! تو شروع دن میں چار رکعات سے عاجز نہ بن میں پورے دن تیری کفالت وکفایت کروں گا۔ (سنن ابی داؤد ۲/ ۱۲۸۹)

صبح میری یاد ... شام تیری تمام

(۱۲۱) عَنْ نَعِيمِ بْنِ هَمَّارٍ رضی اللہ عنہ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِي رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:

" إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ! اكْفِنِي أَوَّلَ النَّهَارِ بِأَرْبَعِ رَكْعَاتٍ أَكْفِكَ بِهِنَّ آخِرَ يَوْمِكَ". [صحيح] (أخرجه أحمد في مسنده ج٤ ص ١٥٣)

(۱۲۱) ترجمہ: حضرت نعیم بن ہمّار رضی اللہ عنہ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتے ہیں: اے ابن آدم علیہ السلام! تو دن کے ابتدائی حصہ میں چار رکعات محض میری رضا کے لیے پڑھ لیا کر! میں تیری دن بھر کفالت کروں گا۔ (یعنی تیرے کاموں کو آسان کردوں گا)۔ (مسند احمد ۴/ ۱۵۳)

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا بِفَضْلِكَ يَا اَللّٰهُ۔ آمین!

میری رضا کی دو رکعت

(۱۲۲) لِلطَّبْرَانِي فِي الْكَبِيْرِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم:

يَقُوْلُ اللّٰهُ: اِبْنَ آدَمَ! صَلِّ لِي رَكْعَتَيْنِ أَوَّلَ النَّهَارِ أَضْمَنْ لَكَ آخِرَهُ."

[ضعيف] (كما في مجمع الزوائد ج ٢ ص ٢٣٦)

(۱۲۲) ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

ابن آدمؑ! دو رکعت تو شروع دن میں پڑھ لیا کر میں پورے دن تیرا ضامن رہوں گا۔ (مجمع الزوائد ۲/۲۳۶)

تیری صبح کی حاضری دن بھر کی کفایت

(۱۲۳) لِلطِّبَرَانِی فِی الْکَبِیْرِ مِنْ حَدِیْثِ أَبِی أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:

إِنَّ اللّٰـهَ يَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ! اِرْكَعْ لِی أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَكْفِكَ آخِرَهُ." [ضعیف] (کما فی مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۳۶)

(۱۲۳) ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

اے آدمؑ کے بیٹے! تو میرے لیے چار رکعات پڑھ لیا کر شروع دن میں، میں آخری دن تک تیری کفالت و کفایت کروں گا۔ (مجمع الزوائد ۲/۲۳۶)

حق جل مجدہ کی ضمانت و کفالت پر بندوں کا عمل

سبحان اللہ! انسان عجیب ناقدرا ہے۔حق جل مجدہ صبح سے شام تک کی ضمانت و کفالت لینا چاہتے ہیں لیکن یہ چار رکعات سے عاجز بن کر دن بھر کی پریشانی کا خود ذمہ دار بن رہا ہے۔اگر یہ طلوعِ آفتاب کے بعد چار رکعات پڑھ لے تو حق جل مجدہ کے وعدۂ غیبی کے تحت دن بھر رب العزت کی نگاہ ربوبیت کی کفالت و کفایت میں ہوگا۔مگر افسوس کہ ابن آدمؑ کا عمل دیکھئے کہ کس قدر سستی و کاہلی اور بے التفاتی سے اس وعدۂ الٰہی سے اپنے آپ کو محروم رکھتا ہے۔ربّ العزت ضمانت و کفالت لینے کو بلاتے ہیں اور یہ بھاگ رہا ہے۔ اگر ہم یقین کے ساتھ حق جل مجدہ کے اس وعدہ کو سامنے رکھ کر اعتماد علی اللہ کو بحال رکھ کر اس پر عمل کرلیں تو یقیناً ہماری دن بھر کی پریشانیاں اور مشکلات سب کی سب ان چار رکعات کی

برکت سے اور جو تعلق مع اللہ ربّ العزت سے استوار ہو جاتا ہے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ دن بھر کے تمام کاموں میں آسانیاں اور سہولتیں پیدا کر دیتے ہیں، گویا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دن بھر کے کاموں کی پریشانیوں اور دشواریوں سے نجات کی کلید عطا فرمارہے ہیں کہ میرے بندوں کام تو میں بناؤں گا بس تم صبح طلوع آفتاب کے بعد میری جناب میں حاضری دیدو اور دیکھو کے کام کس قدر بہ سہولت تمہارے ہوتے ہیں۔

اصل مسئلہ بھائیو! یہ ہے کہ ہمیں حق تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کامل نہ رہا ورنہ ہم اس عظیم نعمت سے ہرگز محروم نہ رہتے۔ جن حضرات کو یقین کی یہ نعمت وکیفیت نصیب ہے وہ اس نعمت سے فائدہ اٹھارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قوتِ ایمانی کے ساتھ یقین بھی عطا فرمائے۔

اس کتاب میں حدیث نمبر ۱۳۹ آرہی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ صلاۃ الضحیٰ فرشتوں کی نماز ہے۔ لہٰذا جن کا جی چاہے پڑھے اور اپنے عمل سے اس نماز کے ذریعہ حق جل مجدہ کی ذمہ داری ونگرانی میں اپنے تمام امور کو طے کرالے۔ واللہ اعلم

مَا وَرَدَ فِی فَضْلِ سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ

بَابُ : (مَنْ صَلّٰی صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِأُمِّ الْكِتَابِ ......)

باب: سورۃ فاتحہ کی فضیلت

(۱۲۴) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:

"مَنْ صَلّٰی صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِیَ خِدَاجٌ - ثَلَاثًا - غَيْرُ تَمَامٍ."

فَقِيْلَ لِأَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ: إِنَّا نَكُوْنُ وَرَاءَ الْإِمَامِ فَقَالَ: اِقْرَأْ بِهَا فِی نَفْسِکَ فَإِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

قال اللّٰه تعالیٰ: "قَسَّمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِی وَ بَيْنَ عَبْدِی نِصْفَيْنِ وَ لِعَبْدِی مَا سَأَلَ، فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ o قَالَ اللّٰهُ تَعَالَی: حَمِدَنِی عَبْدِی، وَ إِذَا قَالَ: اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o قَالَ اللّٰهُ تَعَالَی: أَثْنَی عَلَيَّ عَبْدِي، وَ إِذَا

قَالَ: مَالِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ o قَالَ مَجَّدَنِی عَبۡدِیۡ (وَ قَالَ مَرَّةً : فَوَّضَ إِلَيَّ عَبۡدِيۡ). فَإِذَا قَالَ: إِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ إِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ o قَالَ: هٰذَا بَیۡنِی وَ بَیۡنَ عَبۡدِی وَ لِعَبۡدِی مَا سَأَلَ. فَإِذَا قَالَ: اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ غِیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَ لَا الضَّالِّیۡنَ o (فَاتِحَةُ الۡکِتَابِ) قَالَ: هٰذَا لِعَبۡدِی وَ لِعَبۡدِی مَا سَأَلَ." [صحیح] (أخرجه مسلم ج ۱ ص ۲۹۶)

سورۂ فاتحہ حق جل مجدہ اور بندوں کے درمیان تقسیم ہے

(۱۲۴) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے بغیر ام القرآن یعنی سورۂ فاتحہ کے نماز پڑھی تو وہ نماز ناقص ہے۔تو حضرت ابوہریرہؓ سے کہا گیا: ہم امام کے پیچھے ہوں تو؟ تو آپؓ نے کہا: اپنے دل میں پڑھو، بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے: حق جل مجدہ نے فرمایا:

میں نے نماز کو اپنے درمیان اور بندوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کردیا ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو اس نے مانگا، پھر جب بندہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنُ کہتا ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری حمد کی، جب بندہ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم کہتا ہے تو حق جل مجدہ فرماتے ہیں کہ: میرے بندے نے میری ثنا بیان کی، جب بندہ مَالِکِ یَوۡمِ الدِّیۡن کہتا ہے، تو حق جل مجدہ فرماتے ہیں کہ میرے بندہ نے میری تمجید (بزرگی) بیان کی، پھر جب بندہ إِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ إِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡن کہتا ہے تو حق جل مجدہ فرماتے ہیں: یہ میرے اور بندے کے درمیان ہے اور میرے بندہ کے لیے وہ ہے جو اس نے مانگا۔ جب بندہ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ غِیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَ لَا الضَّالِّیۡنَ کہتا ہے تو حق جل مجدہ فرماتے ہیں کہ یہ سب کا سب میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندہ کے لیے وہ چیزیں ہیں جو کچھ اس نے مانگا ہے۔ (صحیح مسلم ۱/۲۹۶)

بندہ عاجزِ مطلق اور اللہ پاک قادرِ مطلق

اس حدیث قدسی میں صلاۃ سے مراد سورۂ فاتحہ ہے۔ جزبول کر کل مراد لیا گیا ہے اورسورہ فاتحہ کا نصف اول یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِیْن سے اِیَّاکَ نَعْبُدُ تک اللہ کی حمد و ربوبیت کا اقرار ہے۔ رحمٰن ورحیم صفاتِ جمالی وجلالی کا اعتراف اور روزِ جزا کی حاکمیت مطلقہ کا استحکام مانا گیا ہے اور اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ شانِ معبودیت، استحقاقِ مسجودیت، صرف اور صرف خالق السماوات والارض کو ہے۔

الغرض؛ یہاں تک اللہ جل مجدہ کی عظیم ترین صفات کا بے مثل بیان و اقرار تھا اور ایسی صفات جو تمام کائناتِ عالم میں کسی کے ساتھ نہ تو موزوں ہیں اور نہ ہی کسی کے ساتھ وابستہ ہوسکتی ہیں، اس کے بعد جو بیان آرہا ہے اس میں سب سے پہلے بندے کی طرف سے عجز وافتقار اور بے بسی ومحتاجگی کا اعلان کیا گیا ہے کہ یا اللہ! پہلی درخواست جو عرض ہے وہ یہ کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں آپ میری دستگیری فرمایئے پھر کن کن امور میں اعانت کی بندے کو ضرورت ہے، اس کا بیان اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے وَ لَا الضَّالِّیْنَ تک ہے؛ یعنی جہاں تک حمد وثنا ہے وہ اللہ کے لیے اور جہاں سے دعا شروع ہوئی ہے وہ بندہ کے لیے ہے۔ بندہ نے اللہ سے مدد مانگنے کے بعد سب سے پہلے صراط مستقیم کی ہدایت مانگی ہے اور صراط مستقیم سے مراد منعم علیہم کی راہ ہے نہ کہ مغضوب علیہم اور ضالین کی، منعم علیہم سے مراد: انبیاء، صدیقین، شہداء و صالحین، ابرار اور اصحاب الیمین کی جماعت ہے۔ مغضوب سے مراد یہود ہیں اور ضالین سے مراد نصاریٰ کی جماعت ہے۔ **و اللّٰہ اعلم!**

صراطِ مستقیم کیا ہے؟ اس کو آسان لفظوں میں یوں سمجھنا چاہیے کہ ہر وہ خیر یا طریق خیر جس کا تعلق حق جل مجدہ کی رضا اور قرب سے ہو، جس پر ایک بندۂ عاجز گام بگام رفتہ رفتہ چل کر اپنے مولا اور معبود حقیقی کا قرب ورضا پالیتا ہے، اور سراپا بندہ اپنے معبود حقیقی کے سامنے سر تسلیم خم کردیتا ہے۔

کیونکہ ہدایت کا مفہوم ومعنی ہے، منزل مقصود کا راستہ دکھلانا یا اس پر پہنچانا اور بندۂ

مومن کا اصل مقصود ومطلوب بھی حق جل مجدہ کی رضا وقرب ہے۔جس منزل کی کوئی انتہاء نہیں اور منزل پر پہنچ کر بھی درجات غیر متناہی ہیں، یہ ایسی عظیم دعا ہے جس کے درجات کی انتہاء نہیں، جس کے لیے ہر مومن، ولی اور نبی پنج وقتہ نمازوں میں حق جل مجدہ کے سامنے دست سوال پھیلا دیتا ہے اور ہر سوالی کے طلب پر اس کو اس کی شان کے مناسب ہادی، صراطِ مستقیم کی ہدایت سے نوازتا رہتا ہے۔

صراطِ مستقیم دنیا میں یہ ہے کہ آدمی کتاب وسنت کی راہ کا اور جملہ آفات وفتن سے بچ کر آخری لمحات زندگی تک حق جل مجدہ کی رضا وقرب کا طالب ہو اور بعد الموت صراط مستقیم یہ ہے کہ تمام دنیاوی زندگی کے اعمال حضورِ حق میں حق جل مجدہ کی جناب کے شایانِ شان ہوں اور کمی کوتاہیوں کو ستار وغفار،عفو وتسامح سے درگزر کردے اور بندہ دیدارِ حق کا فضلِ رب سے فیضیاب ہوجائے۔حدیث کی کتابوں میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا نمازِ تہجد کے وقت اللہ کے حضور ان الفاظ سے طلبِ ہدایت کا معمول تھا:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَئِيْلَ وَ مِيْكَائِيْلَ وَ اِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ، اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ، اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ، اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ.

امام ابن تیمیہؒ نے الایمان میں بہت ہی دقیق و وقیع اور قیمتی بات لکھی ہے،اس حدیث کی ابتدا میں تین فرشتوں کا نام آخری رسول اللہ ﷺ نے کیوں لیا؟ اہلِ علم دیکھ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم کی ہدایت سے نوازے۔صراطِ مستقیم پر گامزن کون لوگ ہیں؟ وہ منعم علیہم ہیں،ان کی صحبت اکسیرِ اعظم ہے، ہدایت اور ہدایت کی روشنی وہیں مل سکتی ہے، کتاب واوراق گردانی سے تعیین ہدایت میں آپ کہیں راہ سے نہ ہٹ جائیں۔

اس لیے اہل اللہ کی صحبت حاصل کیجئے ہدایت اور نور ہدایت دونوں نصیب ہوگا۔ آج کل مسلمانوں کے اندر ایک جماعت صرف لغت سے قرآن وحدیث کو سمجھنے کی کوشش کررہی ہے۔وہ اعمال وافعال جوامت میں تواتر کے ساتھ منتقل ہوئے ہیں اس کا انکار

کر رہی ہے اور خود تراشیدہ معانی کو امت میں پھیلا رہی ہے۔اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ان گمراہ لوگوں سے ہماری اور ہماری نسل کی حفاظت فرمائے۔آمین۔

اَللّٰهُمَّ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم۔آمین!

اُمّ الکتاب کے ذریعہ حق جل مجدہ سے مناجات

(۱۲۵) أَبُوْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ هِيَ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ."

قَالَ أَبُو السَّائِبِ : أَكُوْنُ أَحْيَانًا وَرَاءَ الْإِمَامِ فَقَالَ أَبُو السَّائِبِ : فَغَمَزَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه ذِرَاعِيْ. فَقَالَ: يَا أَعْرَابِيُّ اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

قَالَ اللّٰهُ: "قَسَّمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَ بَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ، فَنِصْفُهَا لِي وَ نِصْفُهَا لِعَبْدِي وَ لِعَبْدِي مَا سَأَلَ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِقْرَأْ يَقُوْمُ الْعَبْدُ فَيَقُوْلُ : (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) فَيَقُوْلُ اللّٰهُ : حَمِدَنِي عَبْدِي . وَ يَقُوْلُ الْعَبْدُ: (اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم). فَيَقُوْلُ اللّٰهُ : أَثْنَى عَلَيَّ عَبْدِي وَ يَقُوْلُ الْعَبْدُ: (مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) . فَيَقُوْلُ اللّٰهُ : مَجَّدَنِي عَبْدِي. وَ قَالَ هٰذِهِ بَيْنِي وَ بَيْنَ عَبْدِي . فَيَقُوْلُ الْعَبْدُ (إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ) . فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: أَجْرِهَا لِعَبْدِي وَ لَهُ مَا سَأَلَ. يَقُوْلُ عَبْدِي : (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ) إِلَى آخِرِ السُّوْرَةِ (الفاتحة) يَقُوْلُ اللّٰهُ: هٰذَا لِعَبْدِي وَ لَهُ مَا سَأَلَ."

[صحيح] (أخرجه عبدالرزاق في مصنفه ج ۲/ ۲۷۶)

(۱۲۵) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

میں نے فاتحہ کو اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کردیا ہے دو حصے ہیں، آدھا میری ذات کے لیے اور آدھا میرے بندے کے لیے اور میرا بندہ جو سوال کرتا ہے وہ سب اس کے لیے ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پڑھو۔ بندہ کھڑا ہو جاتا ہے اور پڑھتا ہے **الحمد**

للّٰہ رب العالمین حق جل مجدہ فرماتا ہے: حمدنی عبدی۔ میرے بندے نے میری حمد کی۔ بندہ کہتا ہے: الرحمن الرحیم۔ حق جل مجدہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری ثنا بیان کی۔ بندہ کہتا ہے: مالک یوم الدین، حق جل مجدہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی اور فرماتا ہے کہ: یہ میرے اور بندے کے درمیان میں ہے، جب بندہ کہتا ہے: ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ حق جل مجدہ فرماتا ہے: اس کو میرے بندہ کے حق میں قبول کرلو اور بندہ کے لیے وہ ہے جو اس نے مانگا۔ میرا بندہ کہتا ہے: اھدنا الصراط المستقیم آخری سورہ فاتحہ تک، حق جل مجدہ فرماتا ہے: یہ میرے بندے کے لیے ہے اور بندہ نے جو مانگا وہ سب اس کے لیے ہے۔ (مصنّف عبدالرزاق ۲/۲۷۶۷)

میرا بندہ مجھ سے ہی مدد چاہتا ہے

(۱۲۶) عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ ﷛ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

"مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرأْ فِيْهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِیَ خِداجٌ غَيْرُ تَمَامٍ."

قَالَ: فَقُلْتُ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ ﷛ إِنِّی رُبَمَا كُنْتُ مَعَ الْامَامِ قَالَ فَغَمَزَ ذِرَاعِی ثُمَّ قَالَ: اِقْرَأْ بِهَا فِی نَفْسِکَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: إِنِّی قَسَّمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِی وَ بَيْنَ عَبْدِی نِصْفَيْنِ، فَنِصْفُهَا لَهٗ يَقُوْلُ عَبْدِی إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ: (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) فَيَذْكُرُنِی عَبْدِی، ثُمَّ يَقُوْلُ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) فَأَقُوْلُ: حَمِدَنِی عَبْدِي ثُمَّ يَقُوْلُ: (اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) فَأَقُوْلُ: أَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِي، ثُمَّ يَقُوْلُ: (مَالِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ) فَأَقُوْلُ: مَجَّدَنِی عَبْدِی ثُمَّ يَقُوْلُ (إِيَّاکَ نَعْبُدُ، وَ إِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ) (اَلْفَاتِحَةُ) فَهٰذِهِ الْاٰيَةُ بَيْنِی وَ بَيْنَ عَبْدِی نِصْفَيْنِ وَ آخِرِ السُّوْرَةِ لِعَبْدِی وَ لِعَبْدِی مَا سَأَلَ." [ضعيف جداً] (أخرجه الدار قطنی من سننه، ج: ۱، ص: ۳۵/۳۱۲)

(۱۲۶) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، حق جل مجدہ فرماتا ہے:

میں نے فاتحہ کو اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کیا ہے آدھا آدھا، میرا بندہ کہتا ہے جب وہ نماز شروع کرتا ہے: **بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم**، میرا بندہ مجھ کو یاد کرتا ہے۔ پھر کہتا ہے: **الحمد للّٰہ رب العالمین**۔ میں جواب میں کہتا ہوں میرے بندے نے میری حمد کی۔ پھر بندہ کہتا ہے: **الرحمن الرحیم** میں کہتا ہوں: میرے بندے نے میری حمد وثنا بیان کی ہے۔ پھر کہتا ہے: **مالک یوم الدین**۔ میں کہتا ہوں: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ پھر کہتا ہے: **ایاک نعبد وایاک نستعین**۔ یہ آیت میرے اور بندے کے درمیان آدھا آدھی۔ اور آخر سورہ تک سب میرے بندے کے لیے اور میرے بندے نے جو مانگا وہ سب کا سب اس کے لیے ہے۔ (سنن دار قطنی ۱/۳۱۲۔۳۵)

اُمّ القرآن سبع مثانی

(۱۲۷) عَنْ أُبَيٍّ بْنِ كَعْبٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ''**مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ فِي التَّوْرَاةِ وَ لَا فِي الْإِنْجِيلِ مِثْلَ أُمِّ الْقُرْآنِ، وَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ. وَ هِيَ مَقْسُومَةٌ بَيْنِي وَ بَيْنَ عَبْدِي وَ لِعَبْدِي مَا سَأَلَ.**''

[صحیح] (أخرجه النسائی فی سننه ج۲، ص ۱۳۹)

(۱۲۷) ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے ام القرآن سورہ فاتحہ جیسی عظیم ومبارک سورت نہ تو انجیل میں نہ ہی تورات میں نازل فرمائی اور یہ سبع مثانی ہے اور بندہ اور حق تعالیٰ کے درمیان تقسیم ہے اور بندہ کے لیے وہ ہے جو اس نے مانگا۔ (سنن نسائی۔۲/۱۳۹)

دنیا وآخرت کے بدترین وبدبخت لوگ

(۱۲۸) لِلْبَيْهَقِي فِي شَعْبِ الْإِيْمَانِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

'' **إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَنْزَلَ عَلَيَّ سُوْرَةً لَمْ يُنْزِلْهَا عَلَى أَحَدٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَ الْمُرْسَلِينَ قَبْلِي، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: قَسَّمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَ بَيْنَ عِبَادِي فَاتِحَةَ الْكِتَابِ جَعَلْتُ نِصْفَهَا لِي وَ نِصْفَهَا لَهُمْ وَ آيَةٌ بَيْنِي وَ بَيْنَهُم، فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ :**

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) قَالَ اللّٰهُ : عَبْدِی دَعَانِی بِاِسْمَيْنِ رَقِيْقَيْنِ أَحَدُهُمَا أَرَقُّ مِنَ الْآخِرِ؛ فَالرَّحِيْمُ أَرَقُّ مِنَ الرَّحْمٰنِ، وَ كِلَاهُمَا رَقِيْقَانِ فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ: (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ) قَالَ: شَكَرَنِی عَبْدِی وَ حَمِدَنِی فَإِذَا قَالَ: (رَبِّ الْعَالَمِيْنَ). قَالَ اللّٰهُ: شَهِدَ عَبْدِی أَنِّی رَبُّ الْعَالَمِيْنَ يَعْنِی رَبُّ الْعَالَمِيْنَ رَبُّ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ الشَّيَاطِيْنِ وَ سَائِرِ الْخَلْقِ وَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ وَ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ. فَإِذَا قَالَ: (اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ). قَالَ: مَجَّدَنِی عَبْدِی. فَإِذَا قَالَ: (مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) يَعْنِی بِيَوْمِ الدِّيْنِ يَوْمِ الْحِسَابِ. قَالَ اللّٰهُ : شَهِدَ عَبْدِی أَنَّهُ لَا مَالِكَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ أَحَدٌ غَيْرِی وَ إِذَا قَالَ: مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ، فَقَدْ أَثْنَى عَلَيَّ عَبْدِيْ. (إِيَّاكَ نَعْبُدُ) يَعْنِی اَللّٰهُ أَعْبُدُ وَأُوَحِّدُ، وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ، قَالَ اللّٰهُ : هَذَا بَيْنِی وَ بَيْنَ عَبْدِی، (إِيَّاكَ نَعْبُدُ) فَهٰذِهِ لِی (وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ) فَهٰذِهِ لَهُ، وَ لِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ بَقِيَةُ هَذِهِ السُّوْرَةِ (اِهْدِنَا [اَرْشِدْنَا] الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ) يَعْنِی دِيْنَ الْاِسْلَامِ لِأَنَّ كُلَّ دِيْنٍ غَيْرُ الْاِسْلَامِ فَلَيْسَ بِمُسْتَقِيْمٍ الَّذِیْ لَيْسَ فِيْهِ التَّوْحِيْدُ(صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ). يَعْنِی بِهِ النَّبِيِّيْنَ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ بِالْاِسْلَامِ وَ النُّبُوَّةِ (غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ). يَقُوْلُ : أَرْشِدْنَا غَيْرَ دِيْنِ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ غَضَبٌ عَلَيْهِمْ وَ هُمُ الْيَهُوْدُ (وَ لَا الضَّالِّيْنَ) وَ هُمُ النَّصَارىٰ، أَضَلَّهُمُ اللّٰهُ بَعْدَ الْهُدىٰ، فَبِمَعْصِيَّتِهِمْ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبْدَ الطَّاغُوْتِ يَعْنِی الشَّيْطَانِ أُولٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا فِی الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ يَعْنِی شَرٌّ مَّنْزِلًا مِنَ النَّارِ وَ أَضَلَّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَعْنِی أَضَلَّ عَنْ قَصْدِ السَّبِيْلِ الْمَهْدِیِّ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَإِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَ لَا الضَّالِّيْنَ(اَلْفَاتِحَةُ) فَقُوْلُوْا: آمِيْنُ يُجِبْكُمُ اللّٰهُ . قَالَ لِی: يَا مُحَمَّدُ هَذِهِ نَجَاتُكَ وَ نَجَاةُ أُمَّتِكَ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ عَلَى دِيْنِكَ مِنَ النَّارِ.“

[ضعيف جداً] كما فی كنزالعمال ج ۲/ ۴۰۵۵)

(۱۲۸) ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے مجھ پر ایک ایسی سورت نازل فرمائی ہے جو مجھ سے پہلے کسی بھی انبیاء ومرسلین پر نازل نہیں کی گئی۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: میں نے سورۃ فاتحہ کو اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کردیا ہے۔ آدھی فاتحہ میری (صفات وکبریائی حمد وثنا ہے) اور آدھی میرے بندوں کے لیے اور ایک آیت میرے اور بندوں کے درمیان مشترک ہے۔ جب بندہ **بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم** کہتا ہے۔ حق جل مجدہ فرماتا ہے: میرے بندے نے مجھ کو دو بہت ہی نرم ونازک نام سے پکارا ہے۔ دونوں ناموں میں ایک نام نہایت غیر معمولی نازک ہے۔ رحیم غیر معمولی نازک ہے رحمٰن سے اور دونوں ہی اہم ترین نازک نام ہیں۔ جب بندہ کہتا ہے: **الحمد للّٰہ**، تمام تعریف ہے اللہ تعالیٰ کے لیے۔ حق جل مجدہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میرا شکر کیا اور میری حمد کی اور جب بندہ **رب العالمین** ، پالنے والا ہے تمام جہان کا کہتا ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے شہادت دی کہ میں ہی تمام جہان کا پالنے والا ہوں یعنی پالنے والا ہوں تمام جہان کا جنات کا، انسان کا، فرشتوں کا، شیاطین کا اور تمام مخلوقات کا، اور رب ہوں ہر چیز کا اور خالق وپیدا کرنے والا بھی۔ بندہ **الرحمن الرحیم** نہایت مہربان بار بار بخشنے والا کہتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری بزرگی وتمجید بیان کی، اور جب کہتا ہے: **مالک یوم الدین** ، مالک ہے روز جزا کا، حساب وکتاب کے دن کا، حق تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے شہادت دیدی کے حساب وجزا کے دن کا میرے سوا کوئی مالک ومختار نہیں۔ نیز جب کہتا ہے: **مالک یوم الدین** تو میرے بندے نے میری ثنا بیان کردی۔ **ایاک نعبد** ۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ یعنی اللہ ہی تمام عبادتوں کا مستحق اور ایک اکیلا ہے۔ و **ایاک نستعین** اور ہم تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میرے اور بندے کے درمیان، **ایاک نعبد** ، یہ میرے لیے، و **ایاک نستعین** میرے بندے کے لیے اور بندے کے لیے وہ سب کا سب جو اس نے مانگا پوری سورت میں۔ **اھدنا**، ہم کو راہ

دکھلا، ہماری رہنمائی فرما۔ الصراط المستقیم سیدھے راہ کی یعنی دین اسلام کی۔ اس لیے کہ دین اسلام کے علاوہ سیدھا راستہ کہیں نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس میں توحید ہے۔ صراط الذین انعمت علیھم، ان لوگوں کا راستہ جن پر انعام ہوا یعنی انبیاء، مومنین، ان لوگوں پر اللہ کا انعام ہوا نبوت دے کر اور اسلام کا فضل فرما کر۔ غیر المغضوب علیھم، ان کا راستہ نہیں، جن پر غضب ہوا وہ یہود ہیں۔ و لا الضالین، نہ گمراہ لوگوں کا اور وہ نصاریٰ ہیں۔ ہدایت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو گمراہ کر دیا ان کی عمیق معصیت کی وجہ سے، یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر غضب ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں بندر، سوّر، عبدالطاغوت اور شیطان بنا دیا۔ یہ سبھی لوگ دنیا و آخرت میں بدترین و بدبخت ہیں۔ برا ٹھکانہ ہے ان کا جہنم میں اور یہ لوگ مؤمنین کے مقابلہ میں سیدھے راستے سے ہٹ کر گمراہ ہو گئے یعنی مومنین کے مقابلہ میں راہ ہدایت سے دور نکل گئے اور جب امام و لا الضالین کہتا ہے تو تم آمین کہا کرو۔ اللہ تم لوگوں کو پسند کرتا ہے، تم سے محبت کرتا ہے۔ حق جل مجدہ نے مجھ سے فرمایا: یا محمد ﷺ! یہ سورت آپ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے باعث نجات نار ہے اور اس شخص کے لیے بھی جو آپ کی اتباع کرے گا سبب نجات ہے دوزخ کی آگ سے۔ (کنز العمال ۲/۴۰۵۵)

بَابُ : (أَتَانِي رَبِّیْ عَزَّ وَ جَلَّ اللَّيْلَةَ فِي أَحْسَنِ صُوْرَةٍ)

باب: رسول اللہ نے رب العزّت کو احسن صورت میں دیکھا

(۱۲۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ:

" أَتَانِي رَبِّيْ عَزَّ وَ جَلَّ اللَّيْلَةَ فِي أَحْسَنِ صُوْرَةٍ أَحْسَبُهُ يَعْنِي فِي النَّوْمِ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدْرِي فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى؟ قَالَ : قُلْتُ : لَا. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ أَوْ قَالَ: نَحْرِي. فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَ مَا فِي الْأَرْضِ. ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! هَلْ تَدْرِي فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى؟ قَالَ : قُلْتُ: نَعَمْ. يَخْتَصِمُوْنَ فِي الْكَفَّارَاتِ

وَ الدَّرَجَاتِ. قَالَ: وَ مَا الْكَفَّارَاتُ وَ الدَّرَجَاتُ؟ قَالَ: اَلْمَكْثُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَ الْمَشْيُ عَلَى الْأَقْدَامِ إِلَى الجُمُعَاتِ وَ إِبْلَاغُ الْوُضُوءِ فِي الْمَكَارِهِ، وَ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ عَاشَ بِخَيْرٍ وَ مَاتَ بِخَيْرٍ، وَ كَانَ مِنْ خَطِيْئَتِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ وَ قُلْ يَا مُحَمَّدُ إِذَا صَلَّيْتَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْخَيْرَاتِ، وَ تَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَ حُبَّ الْمَسَاكِيْنِ، وَ إِذَا أَرَدْتَ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً أَنْ تَقْبِضَنِيْ إِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ. قَالَ: وَ الدَّرَجَاتُ بَذْلُ الطَّعَامِ وَ إِفْشَاءُ السَّلَامِ وَ الصَّلَاةُ بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ.'' [صحيح] (أخرجه أحمد فی مسنده ج ۵/ ۳۴۸۴)

کفّارات و درجات میں فرشتوں کا تحیّر

(۱۲۹) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رات میں نے رب العالمین کو (راوی کا کہنا ہے: میرا گمان ہے کہ خواب میں) احسن صورت میں دیکھا، میرے پاس آتے ہوئے ارشاد فرمایا: یا محمد ﷺ! آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ ملاء اعلیٰ 'یعنی آسمان' میں کس چیز کے ثواب کے بارے میں جھگڑا ہو رہا ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں معلوم، تو حق جل مجدہ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھ دیا جس کی خنکی و برودت میں نے اپنے دیدۂ باطن میں محسوس کی، معاً مجھے تمام زمین وآسمان کی باتیں معلوم ہوگئیں۔ پھر ارشاد ہوا: اے محمد ﷺ! کیا معلوم ہے کہ ملاء اعلی میں کس عمل کے ثواب کے بارے میں باتیں ہو رہی ہیں؟ میں نے عرض کیا: ہاں یا رب العالمین! گناہوں کے کفارات اور ترقی درجات کے بارے میں، ارشاد فرمایا: کفارات و درجات کیا ہیں؟ فرمایا: کفارات تو یہ ہیں (۱) مساجد میں نماز کے بعد بیٹھنا (۲) اور نماز جماعت کے لیے پیدل جانا (۳) اور وضو میں جی نہ چاہنے کے باوجود خوب اہتمام کرنا (یعنی سردی کے دنوں میں خوب اچھی طرح وضو کرنا) حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: آپ نے سچ کہا، اے محمد! جوان باتوں پر عمل پیرا رہا اس کی زندگی بھی خیر و بھلائی پر ہے اور اس کی موت بھی خیر و بھلائی سے ہوئی اور گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا جیسے کہ ابھی ابھی ماں کے پیٹ سے

نکلا اور حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: اے محمد (ﷺ) جب نماز سے فارغ ہوجایا کریں، تو ان کلمات کو پڑھ لیا کریں ''اللّٰھُمَّ إِنِّی اَسْئَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَ حُبَّ الْمَسَاکِیْنِ وَ اِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِکَ فِتْنَةً أَنْ تَقْبِضَنِی إِلَیْکَ غَیْرَ مَفْتُوْن۔

''اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں نیکی و بھلائی کے کام کی توفیق، اور برائی کو چھوڑنے کی توفیق اور مسکینوں سے محبت کی توفیق اور جب تو اپنے بندوں میں سے کسی کے ساتھ فتنے کا ارادہ فرمائے تو مجھے فتنے میں پڑنے سے پہلے سلامتی کے ساتھ اٹھالے۔

اور فرمایا: ترقی درجات یہ ہے؛ آپس میں سلام پھیلانا، لوگوں کو کھانا کھلانا اور رات میں نماز پڑھنا جب لوگ خوب غفلت میں سو رہے ہوں۔ (مسند احمد ۵/۳۴۸۴)

فائدہ: حدیث پاک میں تین اعمال کو کفارات کہا گیا ہے اور تین ہی کو درجات کی بلندی میں رکھا گیا ہے۔ فرض نمازوں کے بعد مسجد میں ٹھہرنا، پاؤں پیدل مسجد میں نماز جماعت کے لیے جانا اور اسباغ فی الوضو یعنی سردیوں میں اہتمام کے ساتھ وضو کرنا۔ دراصل ان تینوں ہی اعمال کا تعلق نماز اور متعلقاتِ نماز سے ہے، کہ نماز تمام اوضاع عبودیت کو جامع اور غایت درجہ کی بندگی کی علامت ہے۔ اور نماز اسلامی شریعت میں سب عبادتوں پر درجۂ تقدم واوّلیت کا مقام رکھتی ہے کہ عبد ومعبود کے ربط وتعلق کے اظہار کی اعلیٰ ترین صورت اور بندہ کی اپنے خالق ومولیٰ سے سرگوشی کی اقرب ترین منزل ہے اور درجات میں بھی تین چیزیں ہیں۔ السلام علیکم کو عام کرنا، کھانا کھلانا اور رات کی تاریکی میں جب لوگ سو رہے ہوں نماز میں مشغول رہنا۔

آج سلام کرنا لوگوں میں معیوب جانا جاتا ہے اور کھلانے کو مال ضائع کرنے سے تعبیر کیا جاتا ہے، مگر یہ سلام جس کو آج لوگ محض تکبر وغرور سے نہیں کرتے ہیں، میں کیوں کروں، میں چھوٹا ہوں، یا اگلے سے کم ہوں؟ کل قیامت میں جب ترقی درجات ہوگی تو حسرت وافسوس ہوگا، بعض حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے قریب لوگ صرف پہچان والوں کو سلام کریں گے جبکہ یہ اسلامی حق ہے۔ کھانا کھلانا بھی ترقی درجات کے لیے

حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ اس سے بابِ محبت والفت اور تعلق کی راہ استوار ہوتی ہے یعنی سلام سے محبت کی ابتدا اور کھانا کھانے پر اظہار مسرت کی انتہا اور رات میں نماز میں مشغولیت دلیل ہے اس بات کی کہ بندہ کو دن میں اللہ کی مخلوق سے محبت ہے اور رات میں حق جل مجدہ سے اپنے رابطہ اور تعلق کو استوار کر رہا ہے۔ اللہ پاک ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

حق جل مجدہ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر رکھا تو حقیقت اشیاء مجھ پر منکشف ہوگئی

(۱۳۰) عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: احتسب عنا رسول اللّٰه ﷺ ذات غداة عن صلاة الصبح حتی کدنا نتراء ی عین الشمس فخرج سریعا فثوّب بالصلاة فصلی رسول اللّٰه ﷺ وتجوّز فی صلاته فلما سلم دعا بصوته وقال لنا:

”علی مصافّکم کما انتم“

ثم انفتل الینا ثم قال:

”أَمَا إِنِّی سَأُحَدِّثُکُمْ مَا حَبَسَنِی عَنْکُمُ الْغَدَاةَ. إِنِّی قُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَوَضَّأْتُ وَ صَلَّيْتُ مَا قُدِّرَ لِی فَنَعَسْتُ فِی صَلَاتِی حَتّٰی اِسْتَثْقَلْتُ فَإِذَا أَنَا بِرَبِّی تَبَارَکَ وَ تَعَالَی فِی أَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ. قُلْتُ: لَبَّيْکَ رَبِّ! قَالَ: فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلٰی؟ قُلْتُ: لَا أَدْرِی. قَالَهَا ثَلَاثاً. قَالَ: فَرَأَيْتُهُ وَضَعَ کَفَّهُ بَيْنَ کَتِفَيَّ حَتّٰی وَجَدْتُ بَرْدَ أَنَامِلِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَتَجَلّٰی لِی کُلُّ شَيْءٍ وَ عَرَفْتُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ. قُلْتُ: لَبَّيْکَ رَبِّ. قَالَ: فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلٰی؟ قُلْتُ: فِی الْکَفَّارَاتِ. قَالَ: وَ مَا هُنَّ؟ قُلْتُ: مَشْيُ الْأَقْدَامِ إِلَی الْحَسَنَاتِ وَ الْجُلُوْسُ فِی الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ وَ إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ حِيْنَ الْکَرِيْهَاتِ. قَالَ: فِيْمَ؟ قُلْتُ: إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَ لِيْنُ الْکَلَامِ وَ الصَّلَاةُ بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ. قَالَ سَلْ، قُلْ: اَللّٰهُمَّ إِنِّی أَسْأَلُکَ الْخَيْرَاتِ، وَ تَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَ حُبَّ الْمَسَاکِيْنِ وَ أَنْ تَغْفِرَ لِی وَ تَرْحَمْنِی وَ إِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةَ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِی غَيْرَ

مَفۡتُوۡنٍ أَسۡأَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنۡ یُحِبُّکَ وَ حُبَّ عَمَلٍ یُقَرِّبُ إِلَی حُبِّکَ .
قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّهَا حَقٌّ فَادۡرُسُوۡهَا ثُمَّ تَعَلَّمُوۡهَا."
[صحیح] (للترمذی فی سننه ج ۵/۳۲۳۵)

(۱۳۰) ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے (واقعہ تفصیلی ہے صرف قول رسول لیا گیا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم کو یہ نہ بتلاؤں کہ مجھے صبح آنے میں دیر کیوں ہوگئی تھی؟ میں بیدار ہوا، وضو کیا، اور نماز میں مشغول ہوگیا، تو اتنی پڑھی جتنی اللہ پاک نے مقدر کی تھی، نماز ہی کی حالت میں مجھ پر نیند سی کیفیت طاری ہوئی یہاں تک کہ میں نے طبیعت پر ایک بوجھ سا محسوس کیا، اسی حالت و کیفیت میں، میں نے ربّ العالمین تبارک وتعالیٰ کو حسین ترین صورت میں دیکھا، ارشاد ہوا: اے محمد! (ﷺ) میں نے کہا: لبیک یا ربی، حاضر ہوں، اے میرے رب! ارشاد ہوا: ملاء اعلیٰ میں کس موضوع پر بحث ہورہی ہے؟ میں نے کہا: مجھ کو معلوم نہیں، یہ سوال و جواب تین بار ہوا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: پھر دیکھا کہ اللہ پاک نے اپنا دست مبارک میرے سینۂ مبارک پر رکھا جس سے میں نے حق جل مجدہ کی انگلی کی ٹھنڈک وخنکی اپنے سینہ میں محسوس کی، پس تمام حقیقت اشیاء مجھ پر منکشف اور واضح ہوگئی اور میں تمام باتوں کو پہچان گیا اور مخفی چیزوں کو جان گیا، ارشاد ہوا: یا محمد ﷺ! میں نے کہا: حاضر ہوں، ارشاد ہوا: آسمان پر فرشتے کس موضوع پر بحث کررہے ہیں؟ میں نے کہا: کفارات کے بارے میں، ارشاد ہوا: وہ کفارات کیا ہیں؟ میں نے کہا: نیکیوں کی طرف پاؤں پیدل جانا (یعنی نماز کے لیے پیدل مسجد جانا) اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے لیے مسجد میں بیٹھ کر انتظار کرنا اور دل نہ چاہنے کے باوجود اچھی طرح وضو کرنا (یعنی سردی کے دنوں میں خاص کر اچھی طرح وضو کرنا کے اعضاء خشک نہ رہ جائیں) ارشاد ہوا: اور کس بارے میں بحث ہورہی ہے؟ میں نے کہا: کھانا کھلانا، نرم گفتگو کرنا اور رات کو نماز میں مشغول رہنا، جب کہ لوگ سورہے ہوں (یعنی ان تین چیزوں کے ثواب میں فرشتے بحث کرتے ہیں کہ کتنا لکھا جائے) ارشاد ہوا: مانگئے آپ کو دیا جائے گا، کہئے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡأَلُکَ فِعۡلَ الۡخَیۡرَاتِ وَ تَرۡکَ الۡمُنۡکَرَاتِ وَحُبَّ

اَلْمَسَاكِيْنِ وَ أَنْ تَغْفِرَ لِيْ وَ تَرْحَمَنِيْ وَ اِذَا اَرَدْتَ فِتْنَةً فِي قَوْمٍ فَتَوَفَّنِي غَيْرَ مَفْتُوْنٍ، اَسْأَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ يُّحِبُّکَ وَ حُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُ اِلَى حُبِّکَ"
اے اللہ میں نیکی کرنے کی، برائی سے بچنے اور مساکین سے محبت کی توفیق مانگتا ہوں اور یہ کہ آپ میری مغفرت کردیں، مجھ پر رحم کردیں اور جب کسی قوم کے ساتھ فتنے کا ارادہ کریں تو مجھ کو سلامتی کے ساتھ فتنہ میں ڈالے بغیر اٹھالیں، اور میں آپ سے مانگتا ہوں آپ کی محبت اور اس شخص کی محبت جو آپ سے محبت رکھتا ہے، اور ایسے محبوب عمل کی توفیق جو آپ کی محبت تک پہنچادے۔ (آمین ثم آمین!) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ یہ کلمات حق ہیں تم ان کو پڑھو اور دوسروں کو سکھلاؤ۔ (سنن ترمذی ۵/ ۳۲۳۵)

ظاہر حدیث پر ایمان لانا واجب ہے

اس حدیث کی شرح میں سلف کا مسلک یہ ہے کہ ظاہر حدیث پر ایمان لایا جائے اور مزید کیفیت صورۃ و رویت کو علم الٰہی کے سپرد کردیا جائے کیونکہ پروردگارِ عالم کی شان ہے: لیس کمثله شئی نیز اس پر بھی امت کا اتفاق اور اجماع ہے کہ حدیث کا ظاہری معنیٰ قطعاً مراد نہیں کیوں کہ ہماری تمام کی تمام تحقیق کے باوجود بھی اس کا کوئی معنیٰ خاص متعین نہیں کیا جاسکتا اور یہاں بھی وما یعلم تا ویله الا الله والراسخون فی العلم یقولون آمنا به کل من عند ربنا و ما یذکر الا او لو الالباب پر عمل کیا جائے لیکن امت میں دو گروہ ہے سلف اور خلف کا۔

سلف اور خلف کا مسلک

خلف امت اس کے تنزیہی اعتقاد کے باوجود تاویل کرتی ہے کہ اللہ رب العلمین کی رویت جو اس حدیث میں آئی ہے کہ آتانی ربی فی احسن صورۃ سے مراد صفات جمال و کمال ہیں جو ذات عزاسمہ کی شایان شان ہو اور انہیں صفات جمال و کمال کی تجلی کا ظہور مراد ہے جو آنحضور ﷺ نے دیکھی تھی۔ اور وضع کفه بین کتفی سے مراد اور کنایہ ہے، علوم و معارف کی طرف، جس کا افاضہ جناب سرور عالم ﷺ کے قلب اطہر پر

ہوا تھا اور بیــن کتـفیــہ سے مراد قلب ہی ہے کیونکہ درمیان میں واقع ہے اور بدن سے متصل ہے۔ نیز وجدت برد انامله بين ثدى، بھی اس پر دال ہے اور اس برودت سے مراد اور مقصود ان علوم کا مملوء ہونا ہے قلب اطہر میں جس سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے کیونکہ علوم و معارف کی بنیاد پر یقین اور پھر اطمینان کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ جیسے کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا ولـكـن ليـطـمـئن قلبى تو اس کی تحقیق کے بعد اب حدیث کے الفاظ فعـلـمـت ما فى السمٰوة والارض یا فعـلـمـت ما بين المشرق والمغرب یا فتجلى لى كل شى و عرفت کا مطلب یہ ہوگا کہ جب فیّاضِ عالم نے علوم و معارف کا کمند میرے قلب اطہر میں افاضہ فرمایا تو اس سوال کا جواب میں نے پالیا جو حق جل مجدہ نے پوچھا تھا کہ فيم يختصم الملأ اعلى.

مسئلہ علم غیب

نیز یہاں (بے شمار) لوگوں کو دھوکہ ہوا ہے جو علم غیب آنحضور ﷺ کے لیے ثابت کرتے ہیں۔ ورنہ مـا فى السمٰوة والارض سے مراد وہ علوم و معارف ہیں جن کا تعلق شریعت سے وابستہ ہے۔ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ مـا فـى السمٰوة والارض سے مراد وہ علوم ہیں جو ربّ العٰلمین نے آنحضور ﷺ کو سکھلائے ہیں اور اس سے وسعتِ علم کی طرف اشارہ ہے جو آنحضور ﷺ کے قلبِ اطہر پر کھولے گئے تھے۔ و قـــال الـقـارى فعـلـمـت ما فى السماوات والارض، يعنى ما اعلمه الله تعالىٰ مما فيهما من الملائكة والاشجار وغيرها. و هو عبارة عن سعة علمه الذى فتح الله به عليه. (کوکب، ج:۴۔ص:۲۵۰)۔

و فـى شـرح الفقه الاكبر لعلى قارى ان الانبياء لم يعلموا المغيبات من الاشيـاء الا مـا اعلمهم الله احيانًا و ذكر الحنفية تصريحًا با لتكفير باعتقاد ان النبى ﷺ يـعـلـم الـغـيـب لـمـعـارضة قوله تعالى قل لا يعلم من فى السموات والارض الغيب الا اللّٰه، صدق الله العظيم. (كوكب الدرى، ج: ۴، ص: ۲۵۱)

ملاعلی قاریؒ فوجدت بردھا کی شرح راحة الکف سے یعنی راحة لطفه سے فرماتے ہیں۔ بین یدی وھو کنایة عن وصول ذلک الفیض الی قلبه و نزول الرحمة و انصباب العلوم علیه و تاثیره عنه و اتقانه له یعنی فیض نزولِ رحمت اور علوم ومعارف وغیرہ ہیں، (کوکب ج۴ص۲۵۳)

حدیث کی شرح میں مولانا بدر عالم صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں۔

تجلیاتِ الٰہیہ کی رؤیت

محققین کے نزدیک تجلیات الٰہیہ کی رؤیت کو اللہ تعالی کی رویت سے تعبیر کیا جاتا ہے حضرت موسیٰ نے کوہ طور پر ایک آگ ہی کی صورت دیکھی تھی، لیکن جو آواز اس آگ سے آئی وہ انـــا ربک کی آواز تھی اسی طرح خواب میں اللہ تعالی کی رویت درحقیقت تجلیات الٰہیہ کی رویت ہوتی ہے اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک ایسے معاملہ کا پتہ چلتا ہے جیسا کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ پیش آچکا تھا۔ آسمان و زمین کے عجائبات کا مشاہدہ خلیل اللہ کو بھی کرایا گیا تھا اُسی قسم کا ایک مشاہدہ یہاں حبیب اللہ کو بھی کرایا گیا ہے لیکن ان تمام مشاہدوں میں سوال و جواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصل مقصد ان علوم کا ہی افاضہ کرنا تھا جن کے لیے انبیاء مبعوث ہوتے ہیں چنانچہ جب آپ سے سوال کیا گیا تو جامیٹری اور الجبرے کے کسی فارمولے کا سوال نہ تھا اور نہ عالم تکوینیات کے کسی باریک مسئلہ کا سوال تھا بلکہ اسی دائرہ کا سوال تھا جو انبیاءؑ سے متعلق ہیں۔ رب العزّت نے جب ان علوم کا اضافہ چاہا تو اس کے لیے عالم رؤیا میں شفقت و کرم کی ایک نرالی صورت اختیار کی اور اس کے بعد جب پھر سوال ہوا تو وہی پہلا سوال تھا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں متکلم ومخاطب دونوں کے درمیان جن علوم کا افادہ واستفادہ ہورہا تھا وہ وہی علوم تھے جو منصب نبوت سے متعلق ہیں۔ جب بحث صرف الفاظ کے عموم وخصوص پر ختم کر دی جائے اور متکلم ومخاطب کا ماحول ودماغ سے نکال دیا جائے تو کبھی صحیح مراد حاصل نہیں ہو سکتی۔ قرآن کریم میں بلقیس کے قصہ میں موجود ہے واوتیت من کل شیءٍ اسے ہر چیز

میں سے ایک حصہ ملا تھا سیاق وسباق کی رعایت کرنا منظور ہے اور اس لیے آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو خدم وحشم، ساز وسامان کسی بادشاہ کو درکار ہوتے ہیں وہ سب اس کو بھی حاصل تھے۔ لیکن اگر صرف الفاظ کے عموم کو دیکھ کر یہ بحث شروع کردو کہ جب اس کو ہر چیز دی گئی تھی تو داڑھی بھی ضرور دی گئی ہوگی تو یقیناً نتیجہ غلط ہوگا۔ تورات کے متعلق ارشاد ہے **تبیاناً لکل شیءٍ** اس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ اب اگر یہاں صرف اس عموم پر ہی فیصلہ کرو تو پھر قرآن کی ضرورت کیا رہتی ہے۔ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ **قال قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاماً ماترک شیئاً یکون فی مقامہ لک الی قیا م الساعۃ الاّ حدث بہ حفظہ من حفظہ و نسیہ من نسیہ قدعلمہ اصحابی ھؤلاء وانہ یکون منہ الشی قد نسیتہ فاراہ فاذکرہ کما یذکر الرجل وجہ الرجل اذا غاب منہ ثم اذارأہ عرفہ متفق علیہ.**

آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ وعظ فرمایا اور قیامت تک جو حوادث شدنی تھے ان میں کوئی واقعہ نہیں چھوڑا جو بیان نہ کر دیا ہو جس نے یاد رکھا، یاد رکھا اور جو بھول گیا بھول گیا۔ یہ بات میرے سب رفقا بھی جانتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک واقعہ مجھے یاد نہیں آتا جب پیش آجاتا ہے اور میں اسے دیکھتا ہوں تو اس طرح یاد آجاتا ہے جیسے کوئی شخص کسی کو غائبانہ یاد کرے اور یاد نہ آئے جب دیکھے تو یاد آجائے اور پہچان لے۔ (بخاری)

اس حدیث کو اگر دنیا کے فتنوں پر محمول کیا جائے تو اس کا مضمون بالکل صاف ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس وعظ میں آپ نے قبل از قیامت جو خاص خاص فتنے پیش آنے والے تھے سب بیان فرما دیئے، لیکن نبی اور صحابہ کے مخصوص ماحول کو چھوڑ کر لفظی عموم پر اتر آؤ اور **ما ترک شیاء**۔ کا مفہوم یہ لے لو کہ ہر چھوٹے بڑے واقعات خواہ وہ دنیا کے کسی معاملہ سے متعلق ہوں آپ نے سب بیان کر دیئے تھے تو پھر یہی حدیث عقل ونقل دونوں کے خلاف ہو جائے گی کیونکہ ایک وعظ میں دنیا بھر کے صرف ایک گھنٹہ بلکہ ایک منٹ کے واقعات بھی تمام نہیں سما سکتے قیامت تک کے واقعات تو کجا اس قسم کی

موشگافیاں اگر ہمارے روزمرہ کے محاورات میں پیدا کردی جائیں تو یقیناً بات کرنا دوبھر ہو جائے بلکہ نظام عالم درہم برہم ہوجائے۔سوچئے اگر ایک ایسے شخص سے جو اگر لکچر میں پی۔ایچ۔ڈی۔کی دگری حاصل کر چکا ہے آپ یہ دریافت کریں کہ کیا وہ تمام کتابیں پڑھ چکا ہے یقیناً اس کا جواب اثبات ہی میں ہوگا۔اب اگر آپ اس پر یہ اعتراض کریں کہ جب تو نے فلسفہ، علم الارض اور علم الاخلاق وغیرہ وغیرہ کی کتابیں نہیں پڑھی تو پھر تیرا 'تمام' کا لفظ کہنا جھوٹ ہے اسکا حاصل یہی ہوگا کہ اس پر آپ بات چیت کا دروازہ ہی بند کردیں اس حدیث میں بھی نبی اور اللہ کے مابین تعلیم و تعلّم کے ایک محفل کا ذکر ہے اس کے سیاق وسباق سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اس مجلس کا خلاصہ ان علوم کا اضافہ تھا جو آسمانوں میں ایک اونچی سوسائٹی کے درمیان زیر بحث تھے۔

اللہ تعالی نے از راہ کرم وتکریم ان علوم کو براہ راست آپ ﷺ کو سکھا دیا آپ نے یہ کرم فرمایا کہ ان کو صیغہ راز میں نہیں رکھا بلکہ اپنی امت کو بھی پہنچا دیا اور اس طرح، نبی رحمت کی وجہ سے آپ کی امت نے بھی ان علوم کو حاصل کرلیا جس سے عام فرشتے بھی نا آشنا تھے، ہمیں یہ دعویٰ نہیں ہے کہ اس حدیث میں جتنے امور بتائے گئے تھے بس وہ اتنے ہی تھے نہ اس حسابی ناپ تول کا ہمیں حق ہے، ممکن ہے کہ اور بھی بہت سے امور کا انکشاف ہوا ہو، لیکن جن علوم سے منصب نبوت کی عظمت ظاہر ہوتی ہے ان کا جو حصہ ہم تک پہنچا ہے وہ صرف اتنا ہی ہے اس سے زیادہ کی ہم نفی نہیں کرتے کسی دلیل صریح کے بغیر اس کے اثبات پر تم اصرار مت کرو۔

درحقیقت یہ ایک بڑی گستاخی ہے اور جہالت کی بات ہے کہ ایک حقیر مخلوق اللہ اور اس کے رسول کے علوم کا احتساب شروع کردے ہمیں ہرگز اس کا حق نہیں کہ اللہ تعالی کے تمام علوم اٹھا کر نبی کے دامن میں ڈالدیں اور نہ اس کا کہ اپنی جانب سے کوئی ایسی صاف تقسیم کردیں جس کے بعد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے علوم میں پورا پورا امتیاز ہوجائے، یہ سب مباحث تفریق بین المسلمین کی بنیاد ہیں ہمارے ایمان کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ اللہ تعالی کا علم غیر متناہی ہے اس میں سے وہ جس رسول کو جتنا چاہے دے دیتا ہے اس

غیب الغیب میں سے جتنے علوم اس نے ہمارے رسول کو بخشے اتنا حصہ اپنے رسولوں میں کسی کونہیں بخشا، بعداز خدابزرگ توئی قصہ مختصر۔ (ترجمان السنۃ ج۱۔ص۴۴۳تا۴۴۶)

حدیث میں 'ملأ اعلی' سے مراد سکّان السمٰوات، کرسی، عرش، حافین العرش ہیں۔ خصم ونزاع سے یاتو ثواب لکھنے میں سبقت مراد ہے کہ ہرفرشتے ان اوصاف کے حاملین کے ثواب لکھنے میں سبقت کرتے ہیں یااس سے مرادکمیت ثواب کا نزاع ہے کہ کتنا ثواب لکھا جائے بعض کم بعض زیادہ ثواب لکھتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ فرشتے اس بات کی تمنا کرتے ہیں کہ ہم بھی ساکنینِ ارض ہوتے تاکہ ہم ان اعمال میں سبقت لے جاتے کیونکہ فرشتوں کوثواب وجزاء معلوم ہے۔

وہ اعمال جن کے متعلق آنحضور ﷺ سے سوال کیا گیا تھا اور آپ ﷺ نے جواب میں لا ادری فرمایا اور پھر وہ تمام غیبی حجابات مکشوف وبے حجاب کرکے بتلائے گئے آخر تھے کیا؟

(۱) مسجد میں نماز کے بعد کاٹھہرنا ہے، ظاہرسی بات ہے کہ جب نماز ہوگئی تو پھر مسجد میں ٹھہرنے کا مقصد کیا ہوسکتا ہے اس کی وضاحت ابن ماجہ کی حدیث جواسی کتاب میں نمبر ۱۴۵ پرآرہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک نماز کے بعد دوسرے نماز کے لیے انتظار کرنا مقصود ہے اور یہی انتظار الصلوٰۃ بعدالصلوٰۃ کفارہ بن جاتے ہیں کیونکہ مسجد تمام کرہ ارض میں بہترین جگہ ہے ایک تو مسجد کے قیام کی فضیلت دوسرے انتظارالصلوٰۃ بعدالصلوٰۃ حکم میں نماز ہی کے ہے جب تک کہ لغوولہو سے بچتارہے اور حدود مسجد کی نگہداشت رکھے۔

(۲) دوسری فضیلت جس سلسلہ میں ملاء اعلی میں جھگڑا ہوتا ہے وہ یہ ہے پاپیادہ جماعت کی نماز کے لیے مسجد تک جانا۔ حدیث میں پاپیادہ مسجد میں نماز کے لیے جانے کی بے حد فضیلت آئی روایتوں میں ہے کہ ہر ہر قدم پر ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک ایک گناہ مٹادیا جاتا ہے اور ایک ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے۔

(۳) تیسری چیز جو ملاء اعلی میں باعث نزاع ہے وہ ہے اسباغ الوضوءعلی المکارہ۔

اس سے مراد ہے وضو میں اتباع سنت کی رعایت رکھتے ہوئے اعضاء وضو کو کامل اور مکمل دھونا۔

اسی کتاب میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت گزر چکی ہے کہ وہ ہاتھ بغل تک اور پاؤں گھٹنے تک دھویا کرتے تھے سائل نے سوال کیا کہ ایسا کیوں انہوں نے جواب دیا کہ جہاں تک تم جنت میں زیور پہننا چاہتے ہو وہاں تک دھویا کرو (مفہوم روایت)۔

اسباغ فی الوضوء سے مراد یہ بھی ہے کہ اہتمام کے ساتھ اعضاء وضوء کو دھویا جائے تا کہ کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے تیز سردی کے دنوں میں طبیعت پر بار اور گراں گزرتا ہے پانی کا استعمال اس لیے طبیعت کی نا گواری کے باوجود اہتمام فی الوضوء کیا جائے۔

بعض روایتوں میں **اطعام الطعام** یعنی مسکینوں کو کھانا کھلانا اور لین الکلام تکلم ولہجہ میں خطاب نرم اختیار کرنا اور **والصلوٰة بالليل والناس نيام** ۔ جب تمام عالم محوخواب ہو تو آپ اس کی عدالت میں کھڑے ہوں جس کی شان ہے **لاتاخذه سنة ولا نوم** ۔ جس کو نہ اونگھ اور نہ نیند آتی ہے۔

درحقیقت یہ تینوں چیزیں بیحد دشوار گزار ہیں اور خاص کر رات کی نماز، قرآن کریم میں خاص طور پر رات کی نماز کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ سورۃ الفرقان کا آخری رکوع دیکھیں۔

کر فریاد خموشی میں اثر پیدا کر　　　درد بن کر دلِ بے درد میں گھر پیدا کر

بَابُ: (إِذَا قَامَ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ أَقْبَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ......)

باب: نمازی کو حق تعالیٰ توجہ سے دیکھتے ہیں

(۱۳۱) عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:

"إِذَا قَامَ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ أَقْبَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ فَإِذَا الْتَفَتَ قَالَ: يَا ابْنَ آدَمَ إِلَى مَنْ تَلْتَفِتُ؟ إِلَى مَنْ هُوَ خَيْرٌ لَكَ مِنِّي؟ أَقْبِلْ إِلَيَّ . فَإِذَا الْتَفَتَ الثَّانِيَّةَ. قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَإِذَا الْتَفَتَ الثَّالِثَةَ صَرَفَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى وَجْهَهُ

عَنْهُ.'' [ضعيف] (أخرجه البزار ج ۱ / ۵۵۲ كشف الأستار)

حالتِ نماز میں بندہ کو حق جل مجدہ نگاہِ رحمت سے دیکھتے ہیں

(۱۳۱) ترجمہ : حضرت جابرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو حق جل مجدہ اس کی طرف رحمت کے ساتھ متوجہ ہو جاتے ہیں، تو جب نمازی اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں: آدم کے بیٹے تو کس کی طرف متوجہ ہوتا ہے؟ کیا وہ تیرے حق میں مجھ سے بہتر بھلائی والا ہے؟ میری طرف متوجہ رہ، پھر اگر وہ دوبارہ نماز میں اِدھر اُدھر تکتا دیکھتا ہے تو منجانب اللہ یہی خطاب دہرایا جاتا ہے۔ اگر تیسری بار وہی حرکت کی تو حق جل مجدہ اپنی نگاہ رحمت اس بندہ کی طرف سے ہٹا لیتے ہیں۔ (مسند بزار ۱/۵۵۲، کشف الاستار، الاتحاف ۴۴۰)

نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا رحمتِ حق سے محروم کر دیتا ہے

(۱۳۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ أَحْسَبُهُ قَالَ قَائِماً هُوَ بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى. فَإِذَا الْتَفَتَ يَقُوْلُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: إِلَى مَنْ تَلَفَّتَّ؟ إِلَى خَيْرٍ مِنِّي؟ أَقْبِلْ يَا ابْنَ آدَمَ! إِلَيَّ. فَأَنَا خَيْرٌ مِّمَّنْ تَلَفَّتَّ إِلَيْهِ.''

[ضعيف] (للبزار ج ۱ / ۵۵۳ فی كشف الأستار)

(۱۳۲) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے۔ یعنی رحمٰن تبارک وتعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، تو جب اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا ہے تو حق جل مجدہ فرماتے ہیں: تو کس کو دیکھ رہا ہے؟ کیا وہ مجھ سے بہتر و بھلائی والا ہے؟ میری ہی طرف دل و جان سے متوجہ رہ۔ اے ابن آدمؑ! اس لیے کہ میں زیادہ خیر و بھلائی کا مالک ہوں، بہ نسبت اس کے جس کی طرف تو متوجہ ہو رہا ہے۔ (البزار، ۱/۵۵۳، کشف الاستار میں)

آدابِ عبودیت

نماز کی حالت میں بندہ حضورِ حق میں قریب نہیں؛ بلکہ اقرب ترین ہوتا ہے اور قرب کی یہ کیفیت پوری شریعت اسلام میں اور کہیں نظر نہیں آتی۔ نماز کی فرضیت کا راز بھی اسی میں ہے کہ نبی پاک محمد ﷺ کی امت پانچ وقت رب ذوالجلال کی بارگاہ رحمت و مغفرت میں دنیاوی جھمیلوں سے یکسو ہو کر، قلب و جان کو فارغ کر کے آدابِ عبودیت، راہ و رسم مسجودیت کو ادا کرے اور نگاہِ رحمتِ باری کی تجلّیوں سے ظاہر و باطن کو منوّر کر کے صفت احسان کی کیفیت میں بارگاہِ رب میں کھڑا رہے۔ بندہ جب ظاہری یکسوئی اس طرح کہ نماز میں، قیام میں، مقام سجدہ و رکوع میں دونوں قدموں پر نظر جما کر رکھتا ہے، اِدھر اُدھر کی اشیاء پر نگاہ نہیں ڈالتا، اس پر من جانب اللہ اس کو ایک انعام ملتا ہے کہ نگاہِ رحمت حق اس بندہ پر اس وقت تک ہوتی ہے جب تک کہ یہ آداب قیام کی رعایت کے ساتھ کھڑا رہتا ہے۔ جب یہ خود ہی مخلوق کی طرف یا اِدھر اُدھر کی اشیاء پر نظر ڈالنے لگتا ہے تو گویا وہ اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کی طرف مائل ہو گیا، اللہ تعالیٰ دو بار معاف کر دیتے ہیں اور تیسری مرتبہ نگاہ رحمت اس سے ہٹا لیتے ہیں، یہ کتنی بڑی محرومی ہے۔ اللہ ہم کو احسان والی نماز عطا فرمائے۔

بَابُ : (إِنَّمَا تُقْبَلُ الصَّلَاةُ مِمَّنْ تَوَاضَعَ بِهَا لِعَظْمَتِي......)

باب: نماز اس شخص کی قبول ہوتی ہے جو اللہ کی عظمت کے خاطر تواضع اختیار کرتا ہے

(۱۳۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی: ”إِنَّمَا تُقْبَلُ الصَّلَاةُ مِمَّنْ تَوَاضَعَ بِهَا لِعَظْمَتِي وَ لَمْ يَسْتَطِلْ عَلَى خَلْقِي، وَ لَمْ يَبِتْ مُصِرًّا عَلَى مَعْصِيَّتِي، وَ قَطَعَ نَهَارَهُ فِي ذِكْرِي، وَ رَحِمَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ الْأَرْمَلَةَ وَ رَحِمَ الْمُصَابَ، ذَاکَ نُوْرُهُ كَنُوْرِ الشَّمْسِ أَكْلَأُهُ بِعِزَّتِي وَ اَسْتَحْفِظُهُ مَلَائِكَتِي، أَجْعَلُ لَهُ فِي الظُّلْمَةِ نُوْرًا، وَ فِي الْجَهَالَةِ حِلْمًا وَ مِثْلُهُ فِي خَلْقِي كَمَثَلِ

الْفِرْدَوْسِ فِي الْجَنَّةِ.'' [ضعيف] (أخرجه البزار ج ١/ ٣٤٨ كشف الأستار)

حق جل مجدہ کے یہاں نماز سے تواضع مطلوب ہے

(۱۳۴۳) ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

میں انہی لوگوں کی نماز کو قبول کرتا ہوں جو نماز کے ذریعہ میری عظمت کی خاطر تواضع اختیار کرتا ہے اور میری مخلوق پر اپنی بڑائی ظاہر نہیں کرتا اور میری معصیت پر کوئی رات نہیں گزارتا اور دن میری یاد و ذکر میں گزارتا ہے، اور مسکین و ابن السبیل اور یتیم پر رحم کھاتا ہے، مصائب و تکلیف زدہ لوگوں پر ترس کھاتا ہے، اس کا نور میرے نزدیک سورج کی روشنی کی طرح چمکتا ہے، میری عزّت کی قسم میں اس کی نگرانی و نگہبانی کروں گا اور فرشتوں کے ذریعہ اس کی حفاظت کراؤں گا۔ ظلمت میں اس کے لیے میں نور بن جاؤں گا اور جہالت میں حلم، اس کی مثال میری مخلوق کے درمیان ایسی ہی ہے جیسے جنت الفردوس کی مثال تمام جنت کے درمیان۔ (البزار، ا/ ۳۴۸، کشف الاستار میں۔ الاتحاف ۱۰۱)

بندگی والی زندگی

حق جل مجدہ کو بندگی پسند ہے اور بندگی نام ہے؛ خشوع و خضوع، انکساری و تذلیل اور فنائیت و فدائیت کا۔ جب انسان میں بندگی والی زندگی کی صفت پیدا ہوجاتی ہے، تو انسان دراصل عظمت الٰہی کا مظہر اتم بن جاتا ہے؛ کہ عظیم ذات تو ایک ہی ہے اور اسی عظیم کی عظمت کے پیش نظر اپنی خواہشات، اپنے ارادے، اپنی طلب، اپنا کھانا کپڑا فقیروں اور مسکینوں کو دینا، مصیبت زدہ پر رحم کرنا، اجنبی و بے گانہ کو پناہ دینا، اور یہ سب کچھ اس لیے کرنا کہ عظیم صفات والی ذات، اپنی عظمت کے سایہ میں مجھ کو جگہ دے دے۔

تو حق تعالیٰ ایسے بندے کو یہ نعمت عطا کرتے ہیں کہ اس بندۂ حق کا چہرہ حق تعالیٰ کے نزدیک سورج کی روشنی سے زیادہ منور، اس کا جہل مقام علم، اس کی تاریکی نور، اللہ تعالیٰ کو پکارے تو حق جل مجدہ ''لبیک'' سے اس کی صدا کا جواب دیں۔ سوال کرے، تو

سوال پورا کیا جائے، اللہ تعالیٰ پر قسم کھالے، تو قسم پوری کردی جائے۔ ذاتِ حق خود اس کی حراست کرتی ہے، فرشتوں سے اس بندے کی نگرانی کرائی جاتی ہے۔ ان بندگانِ حق کی مثال فردوس کی سی ہے، جو نہ ہی خراب ہوگی، نہ ہی بگڑے گی اور نہ ہی بدلے گی۔

ایک وہ لوگ تھے، جانے کیا لوگ تھے
چھوڑ دی زندگی بندگی کے لیے
ایک ہم لوگ، جانیں کیا لوگ ہیں
چھوڑ دی بندگی زندگی کے لیے

اللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ بِفَضْلِكَ الْعَظِيْمِ يَا ذَالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ.

بَابُ : (إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا صَلَّى فِي الْعَلَانِيَّةِ فَأَحْسَنَ......)

باب: مجمع سے اچھی نماز تنہائی میں ادا کرنا

(۱۳۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم:

”إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا صَلَّى فِي الْعَلَانِيَّةِ فَأَحْسَنَ وَ صَلَّى فِي السِّرِّ فَأَحْسَنَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ : هٰذَا عَبْدِي حَقًّا.“ [ضعيف] (أخرجه ابن ماجه ج۲/ ۴۲۰۰)

اخلاص اور مخلص بندہ کی علامت

(۱۳۴) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
بندہ جب لوگوں کے سامنے اچھی نماز ادا کرتا ہے اور پھر اس سے اچھی تنہائی میں، تو حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: یہ میرا بندہ حقیقت میں مخلص ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ۲/۴۲۰۰)

بَابُ : (فِي فَضْلِ الصَّلَاةِ)

باب: نماز کی فضیلت کا بیان

(۱۳۵) لِابْنِ النَّجَّارِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ:

”إِنَّ اللّٰهَ يَضْحَكُ إِلَى رَجُلَيْنِ : إِلَى الْقَوْمِ إِذَا صُفُّوْا فِي الصَّلَاةِ، وَ

الـرَّجُـلِ الْـقَائِمِ فِي ظُلْمَةِ بَيْتِهِ، يَقُوْلُ :عَبْدِى قَامَ لِي لَا يُـرَائِي. لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ غَيْرِى." [ضعيف] (كما فى ضعيف الجامع ج٢/١٧٣٨)

رات کی تاریکی میں نماز کا اہتمام قابلِ تعجب ہے

(١٣٥) ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے: حق جل مجدہ دو شخص کے عمل پر ہنستے ہیں، جب کوئی قوم نماز میں صف بندی کرتی ہے، دوسرے وہ شخص جو اپنے اندھیرے مکان میں نماز ادا کرتا ہے۔ حق جل مجدہ فرماتا ہے: میرا بندہ میری رضا کے لیے کھڑا ہو گیا، دکھلاوا اس کا مقصد نہیں، اس کو میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے۔

(ضعیف الجامع، البانی ٢/١٧٣٨)

تین چیزوں کی حفاظت کرنے والا اللہ تعالیٰ کا ولی بن جاتا ہے

(١٣٦) وَ لِلْبَيْهَقِى فِي شَعْبِ الْإِيْمَانِ عَنِ الْحَسَنِ رضی اللہ عنہ مُرْسَلاً وَ ابْنِ النَّجَّارِ عَنْ أَنَسٍؓ:

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: ثَلَاثٌ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهِنَّ كَانَ وَلِيِّىْ حَقًّا، وَ مَنْ ضَيَّعَهُنَّ فَهُوَ عَدُوِّى حَقًّا: اَلصَّلَاةُ وَ الصَّوْمُ وَ الغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ."

[ضعيف] (كما فى الإتحافات السنية رقم ٧٦)

(١٣٦) ترجمہ: حضرت حسنؓ سے مرسلاً اور حضرت انسؓ سے روایت ہے: حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا:

جو تین چیزوں کی حفاظت کرے گا وہ میرا ولی ہے اور میں یقیناً اس کی نگرانی کروں گا، اور جو تین چیزوں کا اہتمام نہیں کرے گا وہ میرا دشمن ہے۔ یعنی اس کی نگرانی میرے ذمہ نہیں ہے۔ وہ تین چیزیں، نماز، روزہ اور غسل جنابت ہے۔ (الاتحافات، رقم ٧٦)

'ولی' کی تربیت بھی غیبی نظام سے ہوتی ہے

حق جل مجدہ نے اس حدیث قدسی میں خبر دی ہے کہ تین چیزوں پر اہتمام کرنے سے ولایت ملتی ہے اور 'ولی' ہونے کا مطلب محدثین نے لکھا ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کا

’ولی‘ بن جاتا ہے، تو اس کی تربیت کے لیے یہ غیبی نظام بروئے کار لایا جاتا ہے کہ سیئات سے اس کی حفاظت کی جاتی ہے، اس کی طبیعت کو حسنات کی طرف راغب کیا جاتا ہے اور اس کے قلب پر انابت و استغفار غالب کر کے شہوانیت و بہیمیت کا ملکیت و انسانیت کی طرف امالہ کیا جاتا ہے۔

غرض ہر ہر سانس میں اس کی غیبی نگرانی ہوتی ہے، اور کیوں نہ ہو؟ کہ جو جس کا ہوتا ہے وہ خود اس کی نگرانی کیا کرتا ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے **وھو یتولی الصالحین** اپنے بندوں کی حفاظت و اعانت وہی کرتا ہے۔

امام قیشریؒ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ حق جل مجدہ اپنے ولی کو معصیت کی راہ پر ایک لمحہ بھی چلنے نہیں دیتا یعنی ہر آن، حسنات کی طرف رواں دواں رکھتا ہے اور ہر آن منہیات سے تحفظ فرماتا ہے۔ **”اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ أَوْلِیَائِکَ الصَّالِحِیْنَ بِنُوْرِ وَجْھِکَ یَا أَکْرَمَ الْأَکْرَمِیْنَ“!**

بندہ جب نماز میں حالتِ سجدہ میں سو جاتا ہے

(۱۳۷) وَ لِتَمَامٍ فِي الْفَوَائِدِ وَ عَنِ ابْنِ عَسَاكِرَ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ:

”إِذَا نَامَ الْعَبْدُ فِي سُجُوْدِهِ بَاهَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِهِ مَلَائِكَتَهُ قَالَ: أُنْظُرُوْا إِلَى عَبْدِي، رُوْحُهُ عِنْدِي، وَ جَسَدُهُ فِي طَاعَتِي.“

[ضعیف] (كما في السلسلة الضعيفة للألباني ج ۲ / ۹۵۳)

(۱۳۷) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے: جب بندہ نماز کی حالت میں سجدہ میں سو جاتا ہے، حق جل مجدہ فرشتوں کے درمیان اس کا بطور فخر تذکرہ کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: دیکھو میرے بندے کو کہ اس کی روح میرے پاس ہے اور اس کا جسم میری اطاعت و عبادت میں ہے۔ (سلسلۃ الضعیفہ للالبانی ۲ / ۹۵۳)

عورتوں کو نماز کس طرح پڑھنی چاہئے؟

(۱۳۸) وَ لِابْنِ عَدِیٍّ فِی الْکَامِلِ وَ الْبَیْهَقِی فِی السُّنَنِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ:

''إِذَا جَلَسَتِ الْمَرْأَةُ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَتْ فَخِذَهَا عَلَى فَخِذِهَا الْأُخْرَى فَإِذَا سَجَدَتْ أَلْصَقَتْ بَطْنَهَا فِي فَخِذَيْهَا كَأَسْتَرِ مَا يَكُوْنُ لَهَا وَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَ يَقُوْلُ: يَا مَلَائِكَتِي أُشْهِدُكُم أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهَا.''

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج۷/۲۰۲۰۳)

(۱۳۸) ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے: جب عورت نماز میں بیٹھتی ہے اور اپنے ایک ران کو دوسرے ران پر رکھ دیتی ہے، اور جب سجدہ کرتی ہے تو اپنے پیٹ کو ران سے چمٹا لیتی ہے، اس میں اس کا سب سے زیادہ ستر و پردہ ہوتا ہے، اس حالت میں حق تعالیٰ اس کو دیکھتے ہیں اور حق جل مجدہ فرماتے ہیں: اے میرے فرشتو! میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس عورت کی مغفرت کردی۔

(کنزالعمال ۷/۲۰۲۰۳۔ بیہقی سنن کبری، ج۲ص۲۲۳)

عورتوں کی نماز کا صحیح طریقہ

نماز کی نیت کر کے اللہ اکبر کہے۔ اللہ اکبر کہتے وقت اپنے دونوں ہاتھ کندھے تک اٹھائے، لیکن ہاتھوں کو دوپٹہ سے باہر نہ نکالے۔ پھر سینے پر ہاتھ باندھ لے، داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھ دے۔ پھر ثناء، **سبحانک اللھم** آخر تک پڑھے۔ پھر **آعوذباللّٰہ** اور **بسم اللّٰہ** پڑھ کر **الحمد** پوری سورت پڑھے، اور ولاالضّالین کے بعد آمین (آہستہ سے) کہے۔ پھر بسم اللہ پڑھ کر کوئی سورت پڑھے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے، اور **سبحان ربّی العظیم** طاق عدد کہے، اور رکوع میں دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر گھٹنوں پر رکھے، اور دونوں بازو پہلو سے ملائے رہے، اور دونوں پاؤں کے ٹخنے بالکل ملالے۔ پھر **سمع اللّٰہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد** کہتی ہوئی سر کو اٹھا دے۔ جب خوب سیدھی کھڑی ہوجائے تو پھر اللہ اکبر کہتی ہوئی سجدے

میں جائے۔ زمین پر پہلے گھٹنے رکھے پھر کانوں کو برابر ہاتھ رکھے، اور ہاتھ کی انگلیاں خوب ملالے۔ پھر دونوں ہاتھ کے بیچ میں پیشانی رکھے اور سجدے کے وقت پیشانی اور ناک دونوں زمین پر رکھے، اور ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں قبلے کی طرف رکھے، مگر پاؤں کھڑے نہ کرے، بلکہ داہنی طرف کو نکال دے، اور خوب سمٹ کر اور دب کر سجدہ کرے کہ پیٹ دونوں رانوں سے، بازوں دونوں پہلو سے ملا دے، اور دونوں باہیں زمین پر رکھے، اور سجدہ میں کم سے کم تین دفع **سبحان ربّی الا علیٰ** کہے۔ پھر اللہ اکبر کہتی ہوئی اٹھے، اور خوب اچھی طرح بیٹھ جائے، تب دوسرا سجدہ اللہ اکبر کہہ کے کرے۔ پھر اللہ اکبر کہتی ہوئی کھڑی ہو جائے اور زمیں پر ہاتھ ٹیک کر کے نہ اٹھے۔ پھر **بسم اللّٰہ** کہہ کر **الحمد** اور سورت پڑھے۔ دوسری رکعت اسی طرح پوری کرے۔ جب دوسرا سجدہ کر چکے تو بائیں جانب سرین (کولھے) پر بیٹھے، اور اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دے، اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لے، اور انگلیاں خوب ملا کر رکھے۔ پھر التحیات پڑھے، اور جب کلمہ پر پہنچے تو بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر **لا الٰہ** کہنے کے وقت شہادت کی انگلی اٹھا دے، اور **الّا اللّٰہ** کہنے کے وقت جھکا دے مگر حلقہ کی ہیئت کو آخری نماز تک باقی رکھے۔ پھر درود شریف پڑھے۔ پھر دعاءِ ماثورہ پڑھے۔ پھر اپنے داہنی طرف سلام پھیرے، پھر بائیں طرف۔ سلام کرتے وقت فرشتوں پر سلام کی نیت کرے۔ مستحب یہ ہے کہ قیام میں نگاہ سجدے کی جگہ رکھے۔ رکوع میں نگاہ پاؤں پر رکھے، سجدہ میں ناک پر، سلام پھیرتے وقت کندھوں پر۔ بقیہ تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھ لی جائے۔ واللہ اعلم۔

چاشت کی نماز فرشتوں کی نماز ہے

(۱۳۹) وَ لِلدَّيْلَمِي فِي الْفِرْدَوْسِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ ؓ:

"سَأَلْتُ رَبِّي أَنْ يَكْتُبَ عَلَى أُمَّتِي سُبْحَةَ الضُّحٰى فَقَالَ: تِلْكَ صَلَاةُ الْمَلَائِكَةِ، مَنْ شَاءَ صَلَّاهَا، وَ مَنْ شَاءَ تَرَكَهَا، وَ مَنْ صَلَّاهَا فَلَا يُصَلِّهَا حَتّٰى

تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ." [ضعيف] (كمافی کنز العمال ج۷/۲۱۴۹۲)

(۱۳۹) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن یزیدؓ سے مروی ہے (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا): میں نے ربّ العالمین سے سوال کیا کہ صلاۃ الضحیٰ کو میری امت پر فرض کردیجیے، ارشاد ہوا: یہ فرشتوں کی نماز ہے، آپ کی امت میں سے جس کا جی چاہے پڑھے اور جس کا جی نہ چاہے نہ پڑھے (یعنی آپ کی امت پر صلاۃ الضحیٰ بطور نفل اور تطوع کے ہے، فرض نہیں) لیکن یہ نماز جو بھی پڑھے طلوع شمس کے بعد پڑھے (یعنی سورج کی روشنی واضح ہوجانے کے تقریباً بیس منٹ بعد)۔ (کنزالعمال ۷/۲۱۴۹۲)

بَابُ : فِي فَضْلِ الْمَسَاجِدِ وَ عُمَّارِهَا:

باب: مساجد اور اس کے آباد کرنے والی کی فضیلت

(۱۴۰) لِلْبَيْهَقِي عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ : إِنِّي لَأَهُمُّ بِأَهْلِ الْأَرْضِ عَذَابًا فَإِذَا نَظَرْتُ إِلَى عُمَّارِ بُيُوْتِي الْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَ إِلَى الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْأَسْحَارِ صَرَفْتُ عَنْهُمْ."

[ضعیف جداً] (کما فی کنز العمال ج۷/۲۰۳۴۳)

مساجد کو آباد کرنے والوں اور دعائے سحر گاہی و استغفار کرنے والوں کی وجہ سے عذاب عام لوگوں سے ہٹا دیا جاتا ہے

(۱۴۰) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے: حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

جب میں زمین والوں کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں تو اپنے گھر (مساجد) کو آباد کرنے والوں کو دیکھ کر، جو محض میری رضا کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں اور اخیر شب میں بعض بندوں کے استغفار کو دیکھ کر روئے زمین والوں سے عذاب ہٹا لیتا ہوں۔

(کنزالعمال ۷/۲۰۳۴۳)

صالحین کا وجود باعثِ خیر ہے

آج کے دور میں مساجد کو آباد کرنے والے معاشرہ کے بے وقوف و احمق تصور کیے جاتے ہیں؛ جبکہ ان سرکشوں کو پتہ نہیں کہ ان کا وجود باعث رحمت ہے جو باقی سرکشوں سے عذاب ٹالے ہوا ہے۔ یہ دشمنِ حق انھیں اللہ کے گھروں کو آباد کرنے والوں کی برکت سے سانس لے رہے ہیں، ان کا شکرادا کیا جانا چاہئے، چہ جائیکہ ان کو ماحول و معاشرہ میں زائد شئے جان کر ایک طرف جدا کیا جائے، الغرض تمام کائنات کو حق تعالیٰ تباہ و برباد کردیں، مگر اپنے گھروں کو آباد کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آپس میں محبت کرنے والے اور سحر گاہی واستغفار کرنے والے کے طفیل عذاب کو دفع کر دیتے ہیں، قرآن پاک میں مؤمنوں کی صفت ''وَ بِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ'' کو بتلایا گیا ہے اللہ پاک محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں توفیق بخشے۔ آمین!

حق جل مجدہ کے پڑوسی کون لوگ ہیں؟

(۱۴۱) وَ لِلْحَارِثِ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه:

إِنَّ اللّٰهَ لَيُنَادِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ جِيْرَانِي؟ فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ: رَبَّنَا وَ مَنْ يَنْبَغِي أَنْ يُجَاوِرَكَ؟ فَيَقُوْلُ أَيْنَ عُمَّارُ الْمَسَاجِدِ؟.''

[ضعيف] (كما في المطالب العالية لابن حجر ج ۱/ ٤٩٥)

(۱۴۱) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے: حق جل مجدہ قیامت کے دن پکاریں گے، میرے پڑوسی کہاں ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے: میرے رب کس کی یہ شان کہ آپ کا پڑوسی بن سکے؟ حق جل مجدہ فرمائیں گے: وہ لوگ کہاں ہیں جو مساجد کو آباد کرتے تھے؟ (المطالب العالیۃ لابن حجر ج ۱/ ۴۹۵، کنز العمال ۷/ ۲۰۳۳۸)

مسجدوں کو آباد کرنے والے کا مقام

(۱۴۲) وَ لِأَبِي نُعَيْمٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رضي الله عنه:

''يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ جِيْرَانِي؟ فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ: وَ

مَنْ يَنْبَغِي أَنْ يَكُوْنَ جَارَكَ؟ فَيَقُوْلُ: عُمَّار مَسَاجِدِي".
[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج٧/ ٢٠٣٣٩)

(۱۴۲) ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے،حق جل مجدہ قیامت میں فرمائیں گے: میرے پڑوسی کہاں ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے: کس کی یہ شان وصلاحیت کہ آپ کا پڑوسی بن سکے؟ حق جل مجدہ فرمائیں گے: میری مسجدوں کو آباد کرنے والے۔

(کنزالعمال ۷/۲۰۳۳۹)

دعوت الی اللہ کا مرکز

حق جل مجدہ کی ذات، اہل ایمان پر بے حد عمومی رحمت کی بارش برسائے گی، مگر ساتھ ہی خواص پر خصوصی رحمت کا مظاہرہ کرے گی۔ ہاں! اس خصوصی تعلق و ربط کا مقام حسبِ تعلق ہوگا، جس کا ذاتِ حق سے جتنا مضبوط ربط ہوگا انعام بھی اسی کے بقدر زیادہ سے زیادہ ہوگا۔ وہ حضرات جو مساجد کی آبادی میں ہمہ وقت مصروف ہیں، کبھی تلاوتِ قرآن، کبھی دعوت وتبلیغ، اور دعوت الی اللہ کے ذریعہ کبھی وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ کی عملی تفسیر، کبھی توبہ واستغفار کے ساتھ مظہرِ عبدیت، کبھی نالہ وبکاء اور دعاءِ سحر گاہی، کبھی بے نمازیوں پر خارجِ مسجد محنت، الغرض مساجد کی آبادی یہ ہے کہ عہد نبوت کی یاد تازہ ہوجائے کہ مساجد ہمہ وقت کے اعمال صالحہ سے زندہ کی جانے لگیں، رات ودن کا کوئی لمحہ ایسا نہ آئے کہ مساجد افراد امت کے اعمال صالحہ سے خالی ہوں۔ عہد نبوت اور عہد صحابہ میں مساجد ہی شعائرِ الٰہی اور احکامِ ربّانی عقائد واصلاح کے مراکز تھے۔ ہر کلمہ گو کا تعلق اعمالِ مساجد سے جڑا ہوا تھا، حتیٰ کہ عورتیں اور بچے بھی جستجو میں ہوتے تھے کہ مساجد میں جو اعمال زندہ ہو رہے ہیں گھروں میں بھی ان کی عملی روح پیدا ہوجائے۔ لہٰذا ایسے لوگوں پر حق جل مجدہ کا خصوصی انعام یہ ہوگا کہ ان کو اللہ پاک اپنا پڑوسی اور ہمسایہ کے نام سے پکاریں گے، اللہ پاک ہمیں بھی اس نعمت عظمیٰ کا شریک بنائے۔ آمین!

(۱۴۳) وَ لِأَبِی نُعَیمٍ فِی الْحُلْیَةِ وَ الْحَاكِمِ فِی تَارِیْخِهِ وَ الْبَیْهَقِی وَ ابْنِ عَسَاكِرَ وَ الدَّیْلَمِی عَنْ حُذَیْفَةَ رضی اللہ عنہ:

"أَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَيَّ : يَا أَخَا الْمُرْسَلِيْنَ! يَا أَخَا الْمُنْذِرِيْنَ! أَنْذِرْ قَوْمَكَ أَنْ لَا يَدْخُلُوْا بَيْتًا مِنْ بُيُوْتِي إِلَّا بِقُلُوْبٍ سَلِيْمَةٍ وَ أَلْسُنٍ صَادِقَةٍ وَ أَيْدٍ نَقِيَّةٍ وَ فُرُوْجٍ طَاهِرَةٍ، وَ لَا يَدْخُلُوْا بَيْتًا مِنْ بُيُوْتِي، وَ لِأَحَدٍ مِنْ عِبَادِي عِنْدَ أَحَدٍ مِنْهُمْ ظُلَامَةٌ ؛ فَإِنِّي أَلْعَنُهُ مَا دَامَ قَائِمًا بَيْنَ يَدَيَّ يُصَلِّي حَتّٰى يَرُدَّ تِلْكَ الظُّلَامَةَ إِلَى أَهْلِهَا ، فَإِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ أَكُوْنُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَ أَكُوْنُ بَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ ،وَ يَكُوْنُ مِنْ أَوْلِيَائِي وَ أَصْفِيَائِي، وَ يَكُوْنُ جَارِيْ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَاءِ فِي الْجَنَّةِ".

[ضعیف جداً] (کما فی کنز العمال جلد۱۵/ ۴۳۶۰۰)

(۱۴۳) ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے: (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) اللہ پاک نے مجھ پر وحی بھیجی:

اے رسولوں کے بھائی! اے ڈرانے والوں کے بھائی! اپنی قوم کو اس بات سے ڈراؤ کہ میرے گھر مساجد میں داخل نہ ہوں، مگر قلب سلیم کے ساتھ اور سچی پکی زبان کے ساتھ اور صاف ستھرے ہاتھ کے ساتھ (یعنی ظلم وستم سے ہاتھ پاک ہو) اور (زنا ولواطت سے) پاک شرمگاہوں کے ساتھ۔ جب کوئی شخص میری مساجد میں ظلم وتعدی کے بعد داخل ہوتا ہے تو جب تک نماز کی حالت میں ہوتا ہے مسلسل اس پر میری لعنت نازل ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ وہ ظلم وتعدی صاحبِ حق کو نہ دے دے یا معاف نہ کرالے، جب ظلم و حقوق صاحب حق کو دیتا ہے تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا نام میرے یہاں میرے اولیاء واصفیاء خواص میں لکھ لیا جاتا ہے اور قیامت کے دن وہ میرے پڑوس میں انبیاء، صدیقین اور شہداء کے

ساتھ جنت میں ہوگا۔

قلبِ سلیم تجلی گاہِ رب ہے

حق جل مجدہ نے خاتم النّبیین ﷺ کو بذریعہ وحی ربّانی آداب حصولِ تجلی بارگاہ بتلایا کہ جب بھی انسان، اللہ کے گھر مساجد جو بیوت اللہ ہیں، اس میں داخل ہوتو دل مکمل نجاست سے پاک وصاف ہو۔ دل کی پاکی سب سے پہلے عقیدۂ کفروشرک سے طہارتِ کامل میں ہے۔ پھران تمام امراض رذیلہ وخبیثہ سے جوکمال ایمان، کیفیت وجدانِ حلاوتِ ایمان سے محروم رکھتی ہیں ان سے تصفیہ وطہارت قلب ضروری ہے۔ مثلاً حسد وکینہ، غرور وتکبر، بڑا بننے کا جذبہ وداعیہ، لوگوں کوحقیر وذلیل تصور کرنا، اِن اخلاقِ رذیلہ سے جب تک بندہ کا دل پاک وصاف نہ ہوگا وہ کمال ایمان سے محروم رہے گا اور اللہ کے فضل سے دور ہوگا۔ فضل ربّانی کے لیے سنت اللہ وعادۃ اللہ یہی ہے کہ سینہ کینہ سے پاک وصاف ہو، قیمتی چیزوں کو رکھنے کے لیے قیمتی ظرف کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اس دل میں نسبت مع اللہ کیسے داخل ہوگی جس دل کے اندر نہ معلوم کیا کیا بدبودار گندگیاں پہلے سے موجود وقرار پکڑ چکی ہوں۔ قلب سلیم سے مراد ہر قسم کے اعتقادی واخلاقی روگ سے دل کو پاک کر کے اور دنیوی خرخشوں سے آزاد ہوکر انکساری وتواضع کے ساتھ اپنے رب کی طرف جھک پڑا۔ (فوائد عثمانی)

قلبِ منیب: رجوع ہونے والا دل، جو ہمہ وقت اللہ ربّ العزت کی طرف مائل و متوجہ ہو، جس میں انابتِ تام ہو، رجوع الی اللہ کی اعلیٰ ترین صفت ہو۔ ہر آن و ہر مکان و زمان، عظمت وکبریائی، ہیبتِ الٰہی کا قلب ودیدۂ باطن پر ایسا گہرا اثر ہو کہ غیر اللہ کی طرف باطن مائل کرنے سے بھی مائل نہ ہو۔ جملہ امور کارخانۂ عالم پر اللہ ربّ العزت کی حاکمانہ قدرت وقوت کوتسلیم کرتا ہو۔ مؤثر حقیقی عملاً وعقیدۃً خلاّقِ عالم کو ہی مانتا ہو۔

آپس کی کدورتوں سے دل کو صاف ستھرا رکھیں

سینہ کو کینہ سے پاک وصاف رکھنا، انسان انسانوں کے ساتھ ہی رہے گا، جنگل و بیابان میں نہیں۔ آپ جس ماحول میں ہوں، جیسے تیسے حالات ہوں، آپ کے ساتھ غیروں

کا معاملہ کتنا ہی غیر انسانی اور غیر فطری ہو، ظلم وزیادتی کا کیسا ہی بادل مسلط ہو، آپ کی نگاہ گندگیوں پر نہ ہو بلکہ آپ کی نگاہ مرکز تجلی گاہِ رب دل پر ہو، آپ اپنا رابطہ رب العزت سے بحال رکھیں، نادان تو چاہتے ہی ہیں کہ آپ لوگوں کی گندگیوں کی وجہ سے جو آپ پر آرہی ہیں رابطہ و تعلق مع اللہ خراب کرلیں، اگر آپ نے غیروں کی مسلط کی ہوئی بدخواہی و بدکرداری میں الجھ کر مرکز تجلی گاہِ رب دل کو خراب کرلیا، تو پھر بدخواہ کو کامیابی مل جائے گی اور آپ ناکام رہیں گے۔ آپ کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ حاسدین، حاقدین، معاندین، مفسدین، مخرّبین سے اعراض کر کے، دل کو سلامتی کے ساتھ تجلی گاہِ رب بنالیں۔

کرگس و گدھ کی نگاہ جیفہ و مردار کی جستجو و تلاش میں رہتی، وہ مردار کھانے میں مشغول رہے اور آپ شاہین وعقاب بن کر صاف وشفاف ماحول میں ملاءِ اعلیٰ کے تجلی کے حصول کے لیے پرواز کر جائیں۔ نصیب اپنا اپنا ہے، کرگس کے مقدر میں مردار ہے اور شاہین کا مقدر کچھ اور ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو ارشاد فرمایا کہ آپس کی باتوں کو آپس میں ہی نمٹا لیا کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگوں کی طرف سے سلیم الصدر رہوں، اس لیے دوستوں آپ اپنے دل کی سلامتی کا خیال رکھیں، دل کی سلامتی پر ہی تقویٰ وطہارت و تزکیہ کا مدار ہے۔ جتنی سلامتی ہوگی اتنی ہی اس دل میں تجلی کی گہرائی ہوگی۔

جنت کی بشارت

حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آج جو شخص ابھی مسجد میں آئے گا وہ جنتی ہے، جس کا جی چاہے جنتی کو دیکھ لے۔ ایک صحابیؓ تشریف لے آئے تمام صحابہ نے دیکھا، پھر دوسرے روز آقا ﷺ نے یہی فرمایا۔ وہی صحابیؓ آئے۔ پھر تیسرے روز آقا ﷺ نے یہی فرمایا، وہی صحابیؓ آئے۔ اس طرح تین روز تک رسول اللہ ﷺ کی بشارت انھیں کے حق میں ثابت ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ کو جستجو ہوئی کہ یہ آخر عمل کیا کرتے ہیں کہ رسول

اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے۔ انھوں نے اس صحابیؓ سے ان کے ساتھ رہنے کی اجازت طلب کی تا کہ دیکھیں کہ یہ رات میں کیا عمل کرتے ہیں۔ تین رات حضرت عبداللہ ؓ نے ان کے ساتھ گزاری مگر کوئی نئی بات نہیں دیکھی۔ معلوم کیا کہ آخر آپ کیا عمل کرتے ہیں؟ جنت کی بشارت والے صحابیؓ نے فرمایا، میرا کوئی خاص عمل نہیں، بس ایک عمل ہے وہ یہ کہ میرے دل میں کسی کلمہ گو کے لیے کوئی کدورت نہیں۔ سینہ غل وغش سے پاک ہے۔

سلامتیٔ قلب کا ادب اللہ رب العزت نے سکھلایا

وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ.

اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں بیر ایمان والوں کا اے رب تو ہی ہے نرمی والا مہربان۔ یعنی سابقین کے لیے دعاء مغفرت کرتے ہیں اور کسی مسلمان بھائی کی طرف سے دل میں بیر اور بغض نہیں رکھتے۔

حضرت شاہؒ لکھتے ہیں کہ یہ آیت سب مسلمانوں کے واسطے ہے جو اگلوں کا حق مانیں اور انہی کے پیچھے چلیں اور ان سے بیر نہ رکھیں۔

الغرض اوّاب وہ شخص ہے جو خلوت میں اپنے گناہوں کو یاد کرے اور ان سے استغفار کرے۔ عبداللہ بن مسعودؓ: اوّاب وہ شخص ہے جو ہر مجلس اور ہر نشست میں اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگے۔ ابوبکر ورّاقؒ فرماتے ہیں کہ: منیب کی علامت یہ ہے کہ وہ حق تعالیٰ شانہ کے ادب کو ہر وقت مستحضر رکھے اور اس کے سامنے تواضع اور عاجزی سے رہے اور اپنے نفس کی خواہشات کو چھوڑ دے۔ (گلدستۂ تفاسیر ۱۰۴۶/۶)

صحیح و سچی زبان کا مقام

دوسری چیز حدیث میں آئی ہے وَ اَلْسُنٍ صَادِقَةٍ صحیح و سچی زبان کے ذریعہ انسان مقامِ صدیقیت تک پہنچ جاتا ہے اور ولایت وقرب کی منزل کو پالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اہلِ ایمان کو ہدایت دی ہے کہ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کہو بات سیدھی و سچی، یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر کر درست اور سیدھی بات کہنے والوں کو بہترین اعمال کی توفیق ملنے کی بشارت دی گئی ہے۔ گویا کہ سیدھی و سچی بات پر اللہ تعالیٰ کا انعام اعمال صالحہ کی توفیق کا ملنا ہے اور تقصیرات کی مغفرت کا وعدہ ہے۔

بندہ جب اپنی زبان کو غلط باتوں سے روک لیتا ہے اور درست اور بات سیدھی کہنے کا خوگر ہو جاتا ہے اور زبان پر غیر صحیح باتوں سے اجتناب پر قابو پالیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے باقی اعمال کی بھی اصلاح فرمادیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ کلام میں صدق وسچائی ہو۔ بات سیدھی وصواب ہو، حق ہو، جھوٹ کا شائبہ نہ ہو۔ ٹھیک ودرست ہو، ہزل و مذاق نہ ہو، دل لگی و مسخرہ نہ ہو، کلام نرم ہو، دلخراش نہ ہو، اوران سب کچھ کی بنیاد تقویٰ اور دل کی سلامتی پر ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے حصول کے لیے عمل بھی بتلایا کہ سیدھی و سچی زبان کے پابند رہو، تقویٰ تم کو حاصل ہو جائے گا۔ اللہ نے ایک جگہ فرمایا: اِتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ یعنی تقویٰ کے حصول کے لیے صحبت ومجالستِ صادقین کا نسخہ بتلایا کہ جو بات کے سچے ہوں، کردار کے سچے ہوں، عمل کے سچے ہوں، احوال کے سچے ہوں، معاملات کے سچے ہوں۔ الغرض سچائی وکلام کی درستی انسان کو ولی اللہ بنادیتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ بندہ سچ بولتا ہے، یہاں تک کہ وہ صدیقین میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صفات صادقین وصدیقین سے متصف کر کے اولیاء صدیقین میں بنادے۔ آمین!

حاصل یہ کہ زبان کی سچائی، دین ودنیا دونوں کی فلاح و بہبودی کا ذریعہ ہے، جو شخص قول سدید کا عادی ہو جائے۔ کبھی جھوٹ نہ بولے، سوچ سمجھ کر کلام کرے، جو خطا ولغزش سے پاک ہو، کسی کو فریب نہ دے، اس شخص کے دنیا و آخرت دونوں کے کام سنور جائیں گے، بن جائیں گے۔ اسی لیے حضرت شاہؒ نے ترجمہ کیا ہے: (کہو بات سیدھی کہ سنوار دے تم کو تمہارے کام)۔

ظلم وستم سے پاک بازو

تیسری صفت حدیث میں وارد ہوئی۔ و ایدٍ نقیۃ ظلم وستم سے پاک ہاتھ و بازو۔ حق تعالیٰ نے ہر انسان کو دو بازو دیئے ہیں، جس کے ذریعہ انسان اللہ تعالیٰ کے حدود و حقوق دونوں کو بدرجۂ اتم ادا کرتا ہے اور انہی دونوں بازوؤں سے ظلم وستم، قتل وغارت اور فساد فی الارض کے فرامین جاری کرتا ہے۔ ہاتھ سے ظلم وستم اور زیادتی کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں، کبھی خود ہی اپنے قوتِ بازو سے کمزور وضعیف کے اوپر ظلم وستم ڈھاتا ہے جس کے ذریعہ یہ بازو عنداللہ مبغوض بن جاتا ہے اور اگر انہی بازوؤں سے ضعیف وکمزور کی مدد و نصرت کرتا ہے تو پھر محبوب بن جاتا ہے۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ بازو سے کسی کی نصرت و مدد نہ کرے تو حرج نہیں لیکن ظلم وزیادتی نہ کرے۔ الغرض اگر محبوب نہیں بنتا نہ بنے؛ مگر مبغوض بھی نہ بنے۔

انہی بازوؤں کی طاقت سے مفتی وقاضی حدودِ الٰہی کو نافذ کرتے ہیں اور اہلِ حقوق کے حقوق کی وصولیابی کے احکامات جاری کرتے ہیں۔ باغی وسرکش کی سرکشی کی سزا تحریر کرتے ہیں۔ الغرض حاکم ومحکوم، آمر و مامور، عالم وجاہل، قوی وضعیف ہر ایک کو اس بات کا پورا خیال رکھنا چاہیے کہ ہاتھ سے کسی قسم کی زیادتی نہ ہو۔

اسلام نے بہت ہی خوبصورت انداز میں اس کی تعلیم دی ہے کہ قوتِ بازو کو ظلم وستم کے لیے استعمال نہ کرو کہ ایک دن آنے والا ہے کہ نہ تو بازو رہے گا نہ ہی اس کی قوت، اس لیے اس پر ناز نہ کرو اور صاف ستھرا رکھو۔ انسان جب پیدا ہوتا ہے مٹھی بند کر کے مادر شکم سے آتا ہے اور جب قبر کی آغوش میں جاتا ہے تو دونوں ہاتھ کی ہتھیلی کھول کر جاتا ہے، نیکیاں جمع کرلو، خوبیاں چن لو، بدیوں اور جور وظلم کو ہتھیلیوں میں لے کر قبر میں نہ جاؤ۔

اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَلَیْنَا وَ اعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ أَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن۔ آمین!

عفیف و پاکدامن، عفت و پاکدامنی

چوتھی صفت حدیث میں عفت و پاکدامنی کی آئی ہے۔ یعنی اپنی شرم گاہوں کی حفاظت، اپنی منکوحہ عورت یا باندی کے سوا کوئی اور راستہ قضائے شہوت کا ڈھونڈے، وہ حلال کی حد سے آگے نکل جانے والا ہے۔ اس میں زنا، لواطت اور استمناء بالید وغیرہ سب صورتیں آ گئیں۔ بعض مفسرین نے متعہ کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ جو لوگ اپنی بیویوں اور شرعی لونڈیوں کے علاوہ سب سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور ان دونوں کے ساتھ شرعی ضابطہ کے مطابق شہوت نفس پوری کرنے اور نفس کو تسکین دینے والوں پر کوئی منجانب اللہ ملامت نہیں۔ کیونکہ حدود شرعی میں رہ کر زندگی کا ہر گوشہ شریعت اور عبادت ہے اور ایک ضرورت ہے۔

قضائے شہوت کی حرام صورتیں

منکوحہ بیوی یا شرعی قاعدہ سے حاصل شدہ لونڈی کے ساتھ شرعی قاعدے کے مطابق قضاءِ شہوت کے علاوہ اور کوئی بھی صورت شہوت پورا کرنے کی حلال نہیں۔ اس میں زنا بھی داخل ہے اور جو عورت شرعاً اس پر حرام ہے اس سے نکاح بھی بحکم زنا ہے، اور اپنی بیوی یا لونڈی سے حیض ونفاس کی حالت میں غیر فطری طور پر جماع کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ یعنی کسی مرد یا لڑکے سے یا کسی جانور سے شہوت پوری کرنا بھی۔

اور جمہور کے نزدیک استمناء بالید یعنی اپنے ہاتھ سے منی خارج کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ جلق بھی حرام ہے، عمل بالید، از تفسیر بیان القرآن قرطبی، بحر محیط وغیرہ معارف القرآن۔ (گلدستہ تفاسیر ۵/۵۴)

پانچویں صفت حدیث میں بیان کی گئی کہ جو لوگ مسجد میں اقامت نماز کے لیے حاضری دیتے ہیں وہ اس بات کا پورا پورا خیال رکھیں کہ ان کے ذمہ کسی کا کوئی ایسا حق نہ ہو جو ظلم و زیادتی کر کے دبا لیا ہو اور صاحبِ حق ضعف و کمزوری، مسکینیت اور وسائل کے

فقدان کے باعث اس سے اپنا حق وصولنے کی قدرت وقوت نہیں رکھتا اور یہ ظالم کمزور کے حق کو دبا کر سیٹھ، صاحبِ ثروت بنا ہوا ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو کمزور اور ضعیفوں کے حق کو دبائے ہوئے نہ ہوں اور افسوس کہ ان کو حق بات کہنے والا بھی کوئی نہیں۔ علماء و مشائخ بھی انہی کے اموال و متاع کے ارد گرد گھوم رہے ہیں۔ انہی ظالموں کے یہاں علماء کا قیام بھی ہو رہا ہے، مشائخ بھی انہی کی دعوت پر جہاز سے سفر کر رہے ہیں اور حق بات ان کو صرف اپنے مفاد کی خاطر نہیں کہا جاتا ہے۔ لاعلمی کی صورت میں یہ علماء ومشائخ معذور ہوں گے؛ مگر جب علم ہو جائے تو بھی چشم پوشی و مداہنت اور مفاد پرستی کی خاطر حق نہ کہنا حق کو ظاہر نہ کرنا۔ اللہ ورسول ﷺ کی ناراضگی کے اسباب سے باخبر نہ کرنا، علماء حق کا شیوہ نہیں۔ حکمت وموعظت کے انداز میں ہی سہی؛ مگر ضرور سبیل رب کی دعوت دے دی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری پوری جماعت کی مکمل حفاظت فرمائے اور ہمیں صحیح وارث انبیاء بنائے اور ظالم کی معیت ونصرت سے بچائے اور مظلوم ومغلوب کا ناصر و مددگار بنائے۔ آمین!

اسبابِ لعنت سے پرہیز کریں

مذکورہ صفات میں سے کوئی صفت والا جب مسجد میں آتا ہے تو جب تک وہ حالت نماز میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر لعنت و پھٹکار کی بارش ہوتی رہتی ہے، وہ اسباب یہ ہیں، دل میں اخلاق رذیلہ وخبیثہ رکھنا، تکبر وغرور، نخوت وکدورت، حسد وکینہ، حب جاہ وباہ، زبان کا جھوٹ وغیبت، چغل خوری وغیرہ کا عادی ہونا۔ بات کو بڑھا چڑھا کر فساد پیدا کرنا یا پوری بات نقل نہ کرنا، جس سے فساد پیدا ہو جائے، ہاتھ کا ظلم وستم، جور و زیادتی، غلط حکم وفرامین، قضا وفتویٰ دینا، شرم گاہ کا شہوت پرستی کے پیچھے پڑ جانا، نفس و شہوت رانی کا غلام بن جانا، شرم گاہ کا حدودِ شریعت سے تجاوز کر جانا۔ انسان کا ظلم وستم کا عادی بن جانا، لوگوں کے حقوق کو دبا لینا، قوت وشوکت کی بنیاد پر ضعیف وکمزور کے حقوق کو پامال کر کے حدود شریعت کو تجاوز کر جانا، ایسا انسان جب بھی نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے

حاضری دے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت و پھٹکار نازل ہوگی الا یہ کہ وہ ان تمام صفاتِ رذیلہ سے اپنے کو پاک وصاف کرلے اور اہل حقوق کے حقوق کو ادا کرے۔

اولیاء اللہ بننے کا آسان نسخہ

اولیاء اللہ بننے کا نسخہ یہ ہے کہ مذکورہ صفات ذمیمہ ورذیلہ سے اجتناب کر کے صفاتِ حمیدہ، قلبِ سلیم، سیدھی وسچی زبان، ظلم وستم سے پاک ہاتھ، عفیف وپاکدامن شرمگاہ، جیسی صفات حمیدہ کا خوگر ہوجائے تو حق جل مجدہ فرماتے ہیں کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے۔یعنی کان سے مرضیات مولیٰ ہی سنتا ہے، آنکھ سے محبوبات مرغوبات مولیٰ ہی کو دیکھتا ہے۔اور پھر وہ بندہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء اللہ کی فہرست میں شمار ہونے لگتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں میں داخل ہوجاتا ہے۔خوبیاں انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کردیتی ہیں اور مقربین وصالحین میں داخل کردیتی ہیں۔ یہ نعمت تو دنیاوی زندگی میں عطا ہوتی ہیں۔

دنیاوی زندگی میں اولیاء اللہ اور آخرت میں انبیاء وصدیقین وشہداء کی معیت

مذکورہ صفات کے حاملین کو دنیاوی زندگی میں حق جل مجدہ اولیاء اللہ کے زمرہ میں داخل کر کے اپنے پسندیدہ لوگوں میں شمار کرلیتا ہے اور آخرت میں انبیاء، صدیقین وشہداء کے پڑوس میں جنت عطا فرمائے گا۔ضرورت اس بات کی ہے کہ پوری کوشش کی جائے کہ وہ تمام صفات جو اولیاء اللہ بننے کے لیے معین ہیں پیدا کی جائیں اور تھوڑی قربانی دے کر دل کو، زبان کو، ہاتھ کو اور شرم گاہ کو صفات حمیدہ کا عادی وخوگر بنایا جائے اور دنیا وآخرت کی حیات طیبہ حاصل کی جائے ۔اللہ ہم سبھی کو مومن کامل اور اولیاء صدیقین میں شامل فرمائے۔آمین!

بَابُ : (أَتَى جِبْرِيْلُ بِمِرْآةٍ بَيْضَاءَ فِيْهَا وَكُتَةٌ......)

باب: جبرائیلؑ میرے پاس ایک آئینہ لے کر آئے جس میں نشان تھا

(۱۴۴) أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: أَتَى جِبْرِيْلُ بِمِرْآةٍ بَيْضَاءَ فِيْهَا وَكُتَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

''مَا هَـذِهِ؟ قَالَ: هَذِهِ الْجُمُعَةُ فُضِّلْتَ بِهَا أَنْتَ وَ أُمَّتُكَ؛ فَالنَّاسُ لَكُمْ فِيْهَا تَبَعٌ اَلْيَهُوْدُ وَ النَّصَارٰى، وَ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ، وَ فِيْهَا سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا مُؤْمِنٌ يَدْعُو اللّٰهَ تَعَالَى بِخَيْرٍ إِلَّا اسْتُجِيْبَ لَهُ، وَ هُوَ عِنْدَنَا يَوْمَ الْمَزِيْدِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : يَا جِبْرِيْلُ مَا يَوْمُ الْمَزِيدِ؟ قَالَ: إِنَّ رَبَّكَ اتَّخَذَ فِي الْفِرْدَوْسِ وَادِيًا أَفْيَحَ فِيْهِ كُثُبُ مِسْكٍ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ أَنْزَلَ اللّٰهُ مَا شَاءَ مِنْ مَلَائِكَتِهِ، وَ حَوْلَهُ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ عَلَيْهَا مَقَاعِدُ النَّبِيِّيْنَ، وَ حَفَّ تِلْكَ الْمَنَابِرَ مِنْ ذَهَبٍ مُكَلَّلَةٍ بِالْيَاقُوْتِ وَ الزَّبَرْجَدِ، عَلَيْهَا الشُّهَدَاءُ وَ الصِّدِّيْقُوْنَ، فَجَلَسُوْا مِنْ وَرَائِهِم عَلَى تِلْكَ الْكُثُبِ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُمْ: أَنَا رَبُّكُمْ قَدْ صَدَقْتُكُمْ وَعْدِيْ فَسَلُوْنِي أُعْطِكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا نَسْأَلُكَ رِضْوَانَكَ فَيَقُوْلُ: قَدْ رَضِيْتُ عَنْكُمْ وَ لَكُمْ عَلَيَّ مَا تَمَنَّيْتُمْ، وَ لَدَيَّ مَزِيْدٌ، فَهُمْ يُحِبُّوْنَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِمَا يُعْطِيْهِم فِيْهِ رَبُّهُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَ هُوَ الْيَوْمُ الَّذِي اسْتَوَى فِيْهِ رَبُّكُمْ عَلَى الْعَرْشِ، وَ فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ، وَ فِيْهِ تَقُوْمُ السَّاعَةُ.''

[ضعيف جداً] (كما فى مسند الإمام الشافعى ص ۷۰۔۷۱)
(وفى كتاب الأم للشافعى (ج ۱ ص۱۸۵) كتاب الجمعة)

جمعہ کا دن سیّد الایام اور آخرت میں مزید یعنی دیدارِ الٰہی

(۱۴۴) ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جبرئیلؑ ایک چمکتا ہوا آئینہ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، اس میں نشان ودھبّہ تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے سوال کیا: یہ نشان ودھبّہ کیسا؟ جبرئیلؑ نے عرض کیا: یہ جمعہ کا دن ہے، جو بطور

فضیلت وکرامت کے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی امت کو نوازا گیا ہے۔لوگ آپ ﷺ کے تابع ہوں گے (یعنی فضیلت وکرامت اور شرافت ونجابت میں) یہود ونصاریٰ بھی۔اس جمعہ کے دن میں آپ ﷺ کے لیے خیر و بھلائی ہے، اس میں ایک گھڑی و ساعت ایسی مبارک اور مقبول ومسعود ہے کہ وہ ساعت دعا کے وقت کسی مومن کو قسمت سے موافقت کرگئی اور مل گئی تو جو بھی خیر اس نے مانگی ہوگی قبول ہوجائے گی اور جمعہ ہمارے فرشتوں کے درمیان یوم المزید کہلاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جبریلؑ! یوم المزید کیا ہے؟ جبریلؑ نے فرمایا: آپ ﷺ کے رب نے جنت میں ایک وادی بنائی ہے ،جس میں مشک کے ٹیلے سے خوشبو پھوٹتی ہے، جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ جتنا چاہتا ہے فرشتوں کو نازل فرماتا ہے اور مشک کے ٹیلے کے چاروں طرف نور کا منبر سجایا جاتا ہے، جس پر انبیاء علیہم السلام کو بٹھایا جائے گا اور ان منبروں کے چاروں طرف سونے کے اور منبر ہوں گے جو یاقوت وزبرجد سے مینا کاری کیے ہوئے ہوں گے۔اس پر شہداء، صدیقین بیٹھیں گے جو اس ٹیلے کے پیچھے حصہ میں ہوں گے۔

حق جل مجدہ ان لوگوں سے فرمائے گا: انا ربکم میں تمہارا رب ہوں، میں تمہارا وعدہ پورا کروں گا، مانگو کیا مانگتے ہو؟ تم لوگوں کو دوں گا، حاضرین عرض کریں گے: ہمارے رب ہم آپ سے آپ کی رضا وخوشنودی کا سوال کرتے ہیں۔حق جل مجدہ فرمائیں گے: یقیناً میں تم لوگوں سے راضی ہوگیا اور مجھ پر تم لوگوں کی خواہشات وتمنا کا پورا کرنا ضروری ہوگیا اور میرے پاس تمہارے لیے اور مزید ہے۔ وہ تمام لوگ چاہیں گے کہ جمعہ کا دن بار بار ہو؛ کیونکہ جمعہ ہی کے دن حق جل مجدہ نے ان کو خیر وبھلائی دی ہے۔اور جمعہ ہی کے دن رب العزت عرش پر مستوی ہوا تھا اور جمعہ کو ہی آدمؑ پیدا ہوئے اور جمعہ کو ہی قیامت قائم ہوگی۔ (مسند امام الشافعی ص ۷۰۔۷۱، کتاب الام الشافعی ۱/۱۸۵، کتاب الجمعہ، کنز العمال ۷/۲۱۰۶۳، الاتحاف ۳/۲۷۳)

جمعہ کے دن کی عظمت

اسلام سے پہلے یوم جمعہ کو یوم العروبہ کہا جاتا تھا، دین اسلام اور مذہب اسلام نے اس کا نام یوم الجمعہ رکھا۔ اس دن کو یوم الجمعہ کئی خصوصیت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔آ قا ﷺ نے فرمایا: ان فیہ جمعت طینۃ ابیکم آدم، یعنی جمعہ کے دن تمہارے باپ آدمؑ کی مٹی روئے زمین کی مختلف جگہوں سے جمع کی گئی۔ایک حدیث میں ہے، اسی دن آدمؑ کو پیدا کیا گیا۔اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا۔اسی دن ان کو جنت سے زمین پر اتارا گیا، تاکہ خلافت کا عظیم منصب عطا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو خلیفۃ اللہ بنایا۔ اوراس ارادہ باری کی تکمیل ہوئی جس کے لیے ان کو پیدا کیا گیا تھا۔ جس کا اظہار فرشتوں کے سامنے ہوا تھا۔ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃ ، نیز یوم جمعہ کو قیامت قائم ہوگی۔ جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت وگھڑی ہے کہ مومن بندہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے حق تعالیٰ اس کو عطا کرتا ہے اور دعا قبول ہوتی ہے۔

جمعہ کے دن غسل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ ہر سات روز میں ایک دن (یوم جمعہ کو) غسل کرے، اپنے بدن اور سر کو خوب دھوئے۔ (مسلم)

جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک غسل جمعہ واجب ہے۔
حضرت ابوسعید خدریؓ راوی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل کرنا واجب ہے۔ (متفق علیہ)

نماز جمعہ کا اجر وثواب

اوس بن اوس ثقفیؓ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: آپ فرماتے تھے جس شخص نے جمعہ کے روز غسل خوب نظافت وصفائی سے کیا اور صبح جلدی ہی مسجد کے

لیے روانہ ہوا، اور اول وقت ہی میں پہنچ گیا، اور پیدل چلا، کسی سواری پر سوار ہو کر نہیں گیا، اور امام کے قریب بیٹھا، اور خطبہ توجہ و دلجمعی سے سنا۔ کوئی لغو کام نہیں کیا، تو اس شخص کے لیے ہر قدم پر جو اس نے اٹھایا ہے ایک سال کے روزوں اور قیام کا اجر وثواب ملے گا۔ (ترمذی۔حسن)

ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک کا کفارہ ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کی نماز ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہے۔(مسلم)

اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت منع ہے

آیت میں نداء سے مراد وہ اذان ہے جو خطبہ کے لیے امام کے ممبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی ہے۔ خرید و فروخت اور سارے مشاغل ترک کر کے نماز جمعہ کے لیے تیزی کے ساتھ لپکنا، پہلی اذان سن کر ہی واجب ہو جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد، اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ یعنی جب بھی نماز جمعہ کے لیے اذان دی جائے عموم کے ساتھ اذان اول ہی ہوگی۔ (گلدستہ تفاسیر ۱۶۱/۷)

حضرت شاہؒ لکھتے ہیں کہ ہر اذان کا یہ حکم نہیں، کیونکہ جماعت پھر بھی ملے گی اور جمعہ ایک ہی جگہ ہوتا تھا پھر کہاں ملے گا، اور اللہ کی یاد سے مراد خطبہ ہے اور نماز بھی اس کے عموم میں داخل ہے یعنی ایسے وقت جائے کہ خطبہ سنے اس وقت خرید و فروخت حرام ہے اور دوڑنے سے مراد پورے اہتمام اور مستعدی کے ساتھ جانا ہے۔ بھاگنا مراد نہیں۔

(فوائد عثمانی ص ۷۳۴)

تنبیہ: نُوْدِیَ سے مراد قرآن میں وہ اذان ہے جو نزول آیت کے وقت تھی یعنی جو امام کے سامنے ہوتی ہے، کیونکہ اس سے پہلی اذان بعد کو حضرت عثمانؓ کے عہد میں صحابہؓ کے اجماع سے مقرر ہوئی۔ لیکن حرمت بیع میں اس اذان کا حکم بھی مثل حکم اذان قدیم کے ہے۔ کیونکہ اشتراک علت سے حکم میں اشتراک ہوتا ہے۔ البتہ اذان قدیم میں یہ حکم

منصوص وقطعی ہوگا اور اذان حادث میں حکم مجتہد فیہ اور ظنی رہے گا۔ (فوائد عثانی)

ادائیگی نماز کے لیے وقار وسکینت کے ساتھ آنا چاہیے

صحاحِ ستہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نماز قائم ہوجائے تو تم اس کی طرف سعی کرتے ہوئے یعنی دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ پرسکون اور باوقار طریقہ سے چل کر آؤ۔ پھر جتنی نماز مل جائے (امام کے ساتھ) پڑھ لو، جتنی فوت ہوجائے اس کو پورا کرلو، امام احمدؒ کی روایت میں ہے کہ اس کی قضا کرلو۔

نمازِ جمعہ کا حکم

علماء کا اجماع ہے کہ نماز جمعہ فرض محکم (ناقابل نسخ) ہے اس کا منکر کافر ہے۔ آیت اس کی دلیل ہے، جس سے نماز جمعہ کا واجب ہونا معلوم ہوتا ہے، نماز جمعہ فرض عین ہے جو فرض کفایہ کہتا ہے غلطی پر ہے۔

اُمتِ محمدیہ ﷺ کی فضیلت جمعہ کے حوالے سے

حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم دنیا میں پیچھے آئے ہیں، اور قیامت کے دن آگے ہوں گے۔ ان کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہم کو ان کے بعد پھر یہ جمعہ کا دن ان کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر عبادت فرض کی تھی؛ مگر ان کا آپس میں جمعہ کے سلسلہ میں اختلاف ہوگیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم کو راہ دکھلا دی، دوسرے لوگ اس میں ہمارے پیچھے ہوگئے۔ یہودی دوسرے دن، اور عیسائی ان کے بعد تیسرے دن جا پڑے۔ (متفق علیہ، گلدستۂ تفاسیر ۱۶۱/۷)

سستی وکاہلی سے نمازِ جمعہ نہ پڑھنے والوں کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے

حضرت ابو عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں، رسول اللہ ﷺ منبر کے تختوں پر (بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے) فرمارہے تھے، جمعوں کو ترک کرنے والے، ترک سے باز آجائیں (یعنی نماز جمعہ چھوڑنے والے اپنی اس حرکت سے باز آجائیں) ورنہ اللہ تعالیٰ

ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے (مسلم)

جمعہ نہ پڑھنے والوں کے گھروں کو آگ لگا دو

حضرت ابن مسعودؓ راوی ہیں کہ کچھ لوگ جمعہ کی نماز میں نہیں آتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا: میرا ارادہ ہے کہ (اپنی جگہ) کسی شخص کو نماز پڑھانے کے لیے مقرر کر کے خود جا کر ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں، جو جمعہ میں نہیں آتے۔ (مسلم)

تین جمعہ چھوڑنے پر وعید

حضرت ابوجعد ضمریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص تین جمعے حقیر سمجھتے ہوئے چھوڑ دے ترک کر دے، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر چھاپ لگا دے گا۔
(احمد، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ)

بغیر عذر شرعی کے نماز جمعہ چھوڑ دینا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ راوی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے بغیر عذر (شرعی) کے نماز جمعہ چھوڑ دیا اس کو منافق لکھ دیا جائے گا۔ اس کتاب میں جس کو نہ مٹایا جائے گا نہ تبدیل کیا جائے گا، بعض روایات میں تین جمعوں کا لفظ ہے۔ بعض روایت میں ہے جس نے متواتر و مسلسل تین جمعہ چھوڑ دیئے اس نے اسلام کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔ (گلدستۂ تفاسیر ۱۶۲/۷) (اس حدیث کے راوی قابل اعتماد ہیں)

حق تعالیٰ کو بھی اس کی کوئی پرواہ نہیں

حضرت جابر بن عبداللہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ واجب ہے۔ سوا اس کے کہ بیمار ہو یا مسافر ہو یا عورت ہو یا بچہ ہو یا غلام ہو۔

جو شخص کھیل یا تجارت میں مشغول رہ کر (نماز جمعہ کی) پرواہ نہیں کرے گا، اللہ تعالیٰ کو بھی اس کی پرواہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور مستحق حمد و ستائش ہے۔ (دار قطنی)

جن لوگوں پر نماز جمعہ واجب نہیں

حضرت طارق بن شہابؓ راوی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (نماز) جمعہ ہر مسلمان پر سوائے چار آدمیوں کے حقِ واجب ہے۔ غلام، عورت، بچہ، بیمار۔ (ابوداؤد)

امام نووی نے تمیم داریؒ کا قول نقل کیا، بچہ، غلام، مسافر کے علاوہ ہر شخص پر نماز جمعہ واجب ہے۔ مسافر پر باجماع علماء نماز جمعہ واجب نہیں۔ زہریؒ اور نخعیؒ کا ایک قول ہے کہ مسافر اگر جمعہ کی اذان سن لے تو اس پر جمعہ واجب ہو جاتا ہے۔

نابینا: اگر کوئی ایسا رہبر نہ ہو جو نابینا کو جمعہ کی نماز تک پہنچا دے تو نابینا پر باتفاق علماء جمعہ واجب نہیں۔ اگر غلام، مسافر، عورت، مریض، نماز جمعہ میں شریک ہو جائے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ ظہر ساقط ہو جائے گا۔

نمازِ جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے

فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ، سے خطبہ ونماز دونوں ہی مراد ہے۔ خطبہ میں پانچ باتیں مسنون ہیں اللہ کی حمد، رسول اللہ ﷺ پر درود، تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت، مومن مرد وعورت کے لیے دعا، دونوں خطبوں کے لیے طہارت۔

خطبہ کے دوران باتیں کرنا حرام ہے

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب امام خطبہ دے رہا ہو، اور تیرا ساتھی کوئی بات کر رہا ہو، اور تو اپنے ساتھی سے کہے چپ رہ تو تو نے لغو بات کی۔ یعنی یہ کہنا بھی لغو اور منع ہے۔

مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو، اور کوئی شخص بات کرے تو وہ گدھے کی طرح ہے۔ جو کتابیں اپنے اوپر لادے ہوئے پھر رہا ہے۔ ان دونوں حدیثوں سے خطبہ کے وقت حرمت کلام کا ثبوت ہوتا ہے، امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا یہ فتویٰ ہے۔ آثار صحابہؓ

سے یہی ثابت ہے۔ حدیث میں ہے کہ جوکوئی خطبہ کے وقت بات کرے وہ اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابیں لدی ہوں، یعنی اس کی مثال یہود کی سی ہوئی۔ العاذ! (تفسیر عثمانی)

جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے میں نے خودسنا رسول اللہ ﷺ سے ساعت جمعہ کے متعلق فرمارہے تھے کہ وہ ساعت (قبولیت) امام کے بیٹھنے اورنماز ختم کرنے کے درمیان (کا وقت ہے)۔ (رواہ مسلم)

عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا: وہ جمعہ کی آخری ساعت ہے، بعض کی رائے ہے کہ زوال کے بعد ہے، بعض کی رائے ہے کہ مؤذن کی اذان کے بعد۔ بعض کی رائے ہے امام جب خطبہ کے لیے کھڑا ہو یہاں تک کہ نماز ادا کرے، بعض کے نزدیک جب امام خطبہ کے لیے کھڑا ہو یہاں تک کہ اقامت کہہ دی جائے۔ بعض کے نزدیک اقامت کے وقت سے نماز ختم ہونے تک۔ بعض کے نزدیک نماز عصر کے بعد، جہاں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی وہاں آخری ساعت ہوگی اور جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے وہاں نمازِ جمعہ کی ساعت ہوگی۔ واللہ اعلم!

جمعہ کے دن درود شریف کی کثرت

حضرت اوس بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے افضل وبزرگ ترین ایام میں سے جمعہ کا دن ہے، اسی روز آدمؑ پیدا ہوئے، اسی دن ان کی وفات ہوئی، اسی دن صور پھونکی جائے گی، اسی دن بیہوشی ہوگی۔ اس لیے (جمعہ کے دن) مجھ پر درود شریف کی کثرت کیا کرو، تمہارا درود مجھے پیش کیا جائے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ! ہمارا درود آپ ﷺ پر کیسے پیش کیا جائے گا؟ کہ آپ کا جسد (مبارک) تو فنا ہو چکا ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے اجسام کو کھانا زمین کے لیے حرام کردیا ہے۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، بیہقی، ترغیب، ج:۱، ص:۴۹۱)

جمعہ کے دن تھوڑا وقت فارغ کرو درود شریف کے لیے

دوستو! جمعہ کے دن تھوڑا وقت ضرور فارغ کرو، صرف اور صرف آقا و مولیٰ فداہ ابی و اُمی ﷺ پر درود شریف کے لیے۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ جمع کے دن کا درود شریف فوراً پیش کر دیا جاتا ہے بلا تاخیر۔ اس لیے جملہ مشاغل دنیا کو چھوڑ کر شافع محشر ﷺ کی جناب میں نذرانۂ درود پیش کیا کرو، اور اہتمام کے ساتھ، اس تصور کے ساتھ کہ تمہارا ذکر نبی کریم ﷺ کی جناب میں ہو رہا ہے۔ ہم کیا اور ہمارا درود کیا۔ حق تعالیٰ محض فضل سے ان کی جناب میں ان کی شان میں ہمارا تحفہ پیش کر دیتا ہے۔ اور کھاتا میں ہمارے لکھ دیتا ہے۔ اسی لیے درود شریف میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ، ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ اللہ پاک، نبی پاک پر صلوٰۃ و سلام ہماری طرف سے ان کی شان عالی کے مناسب تو بھیج دے۔ اللہ پاک ہماری درخواست کو قبول کر کے آقا ﷺ کی جناب میں پیش کرتا ہے، اس لیے افضل الایام، یوم الجمعہ کو، افضل الرسل، ختم الرسل، مولائے کل ﷺ پر افضل الاعمال صلوٰۃ و سلام کا تحفہ بھیجو اور اپنے دل کو روشن کرو آخرت کو سنوارو، محبت کی لائن کو مضبوط و مستحکم کرو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الْذَّاکِرُوْنَ وَ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کہ یہ دن مشہود ہے۔ یعنی فرشتے جمعہ میں موجود ہوتے ہیں، جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے گا، اس کا درود میرے سامنے پیش کیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا وفات کے بعد بھی (جبکہ آپ ﷺ کا جسم مٹی ہو جائے گا) فرمایا: حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو مٹی پر حرام کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء زندہ ہوتے ہیں، ان کو منجانب اللہ رزق دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

جمعہ کے دن کی پانچ خصوصیات

ابولبابہ بن منذرؓ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جمعہ کا دن سب دنوں کا سردار اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام ایام سے زیادہ عظمت والا ہے۔ عیدالاضحیٰ، عیدالفطر سے بھی زیادہ عظمت والا ہے۔ اس میں پانچ خصوصیات ہیں، اسی دن آدمؑ کو پیدا کیا گیا، اسی دن ان کو زمین پر اتارا گیا، اسی دن ان کی وفات ہوئی، اس میں ایک گھڑی ہے کہ اگر اس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگتا ہے حق تعالیٰ اس کو عطا فرما دیتا ہے، بشرطیکہ وہ حرام نہ ہو، اسی دن قیامت بپا ہوگی، ہر مقرب فرشتہ اور آسمان وزمین اور ہوائیں، اور پہاڑ اور سمندر سبھی جمعہ کے دن سے ڈرتے ہیں؛ کیونکہ جمعہ کے دن ہی قیامت بپا ہوگی۔ (احمد، ابن ماجہ، ترغیب ۱/۴۹۰)

جمعہ کے دن کی موت

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنہ (آزمائش یا مصیبت) سے محفوظ رکھتا ہے۔ (احمد وترمذی)

وہ خوش نصیب جو عذابِ قبر سے بفضلِ الٰہی محفوظ رہتے ہیں

علامہ سیوطیؒ نے آٹھ لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جن کو عذابِ قبر نہیں ہوتا اس میں ایک وہ ہے جن کو جمعہ کے دن موت آئے۔

(۱) انبیاء علیہم السلام، (۲) صدیق (۳) شہید (۴) مرابط فی سبیل اللہ (۵) مطعون مرض طاعون میں وفات پانے والا (۶) زمانۂ طاعون میں مرنے والا جو صبر اور ثواب کی امید پر ثابت قدم رہا ہو (۷) جمعہ کے دن یا رات میں وفات پانے والا (۸) رات کو روزانہ سورۃ ملک اور سورۃ سجدہ کا پڑھنے والا (۹) مرض الموت میں سورۂ اخلاص ' قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ' پڑھنے والا (۱۰) بچہ واطفال۔ واللہ اعلم!

جمعہ کا دن اور اُس کی رات

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمارہے تھے، جمعہ کا دن بڑا روشن پیشانی والا دن ہے اور جمعہ کی رات بڑی سفید و چمکتی رات ہے۔ (بیہقی فی الدعوات)

حق جل مجدہ نے صالحین کے لیے عالم آخرت میں ایسی ایسی نعمتیں تیار کررکھی ہیں جن کا تصور نہ کسی کے دل میں آیا نہ کسی آنکھ نے ان کو دیکھا نہ کسی کان نے ان کا بیان سنا۔ اوران سب سے علیحدہ ایک اعلیٰ ممتاز نعمت مزید کی ملے گی۔

حضرت جابرؓ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مزید سے مراد حق جل مجدہ کا دیدار ہے۔ (مسلم)

مزید سے مراد حق جل مجدہ کا بے حجاب دیدار ہے

حضرت صہیبؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو اور کچھ عطا کروں، اہل جنت عرض کریں گے: رب العزت کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کردیا، کہ تو نے ہم کو جنت میں داخل کردیا، کیا تو نے دوزخ سے ہم کو محفوظ نہیں رکھا، اس سے زیادہ اور کونسی نعمت ہوسکتی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر حق تعالیٰ اپنا حجاب اٹھادے گا، (اور چودھویں کے چاند کے مانند اپنا جلوہ بے حجاب ظاہر فرمائے گا) تو دیدار رب سے بڑھ کر کوئی نعمت اہل جنت کو محبوب نہیں ہوگی اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آیات تلاوت فرمائی:

﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ودیگر صحابہؓ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک ندا آواز دینے والے کو یہ آواز لگانے کا حکم دے گا۔ جس آواز کو اول سے آخر تک سب لوگ سنیں گے، اے اہل جنت! اللہ نے تم سے

اچھی جزا اور زیادتی کا وعدہ کیا تھا تو اچھی جزا جنت ہے اور رحمٰن کا دیدار مزید (نعمت) ہے۔ (تفسیر مظہری)

ابن مرہؒ فرماتے ہیں مزید میں یہ بھی ہے کہ اہل جنت کے پاس سے ایک بادل گزرے گا جس میں سے آواز آئے گی کہ تم کیا چاہتے ہو؟ جو تم چاہو میں برساؤں۔ تو یہ لوگ جس چیز کی خواہش کریں گے، اس سے برسے گی۔ حضرت کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: اگر میں اس مرتبہ میں پہنچا اور مجھ سے سوال ہوا تو میں کہوں گا: خوبصورت، خوش لباس نوجوان کنواریاں، برسائی جائیں۔

ہر جمعہ کو دیدارِ الٰہی ہوگا

صہیب بن سنانؓ رومی فرماتے ہیں: اس زیادتی سے مراد اللہ کریم کے چہرے کی زیارت ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں: ہر جمعہ کے دن اہل جنت کو دیدار باری تعالیٰ ہوگا۔ یہی مطلب ہے مزید کا۔

مزید سے مراد ایک حور ہے

مسند احمد میں ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں: جنتی ستر سال تک ایک ہی طرف متوجہ بیٹھا رہے گا، پھر ایک حور آئے گی جو اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کرے گی وہ اتنی خوبصورت ہوگی کہ اس کے رخسار میں اسے اپنی شکل اس طرح نظر آئے گی جیسے آبدار آئینے میں۔ وہ جو زیورات پہنے ہوگی ان میں کا ایک ادنیٰ موتی ایسا ہوگا کہ اس کی روشنی سے ساری دنیا منور ہو جائے۔ وہ سلام کرے گی، یہ جواب دے کر پوچھے گا: تم کون ہو؟ وہ کہے گی: میں وہی ہوں جسے قرآن میں مزید کہا گیا تھا۔ اس پر ستّر حلّے ہوں گے۔ پھر بھی اس کی خوبصورتی اور چمک دمک اور صفائی کی وجہ سے باہر ہی سے اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا، اس کے سر پر جڑا ہوا تاج ہوگا، جس کا ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کو روشن کر دینے کے لیے کافی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، گلدستہ تفاسیر ۶/۱۰۴۷)

كِتَابُ الْإِنْفَاقِ وَ الصَّدَقَةِ

صدقہ وخیرات کا بیان

بَابُ : (أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ أُنْفِقْ عَلَيْكَ ...)

(۱۴۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قال:

قَالَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ: "أَنْفِقْ يا ابنَ آدمَ أُنْفِقْ عليكَ."

[صحيح] (أخرجه البخارى فى صحيحه ج ۷ص ۸۰)

انفاق فی سبیل اللہ پرحق جل مجدہ کی عطاء

(۱۴۵) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
حق جل مجدہ نے فرمایا:

اے آدمؑ کے بیٹے تمہارے پاس جو کچھ ہے اس کو راہِ حق میں خرچ کرتے رہو۔ حق جل مجدہ غیب سے تم کو دیتا رہے گا۔ (صحیح البخاری ۸۰/۷)

حق جل مجدہ کا ہاتھ رحمت سے بھرا ہے

(۱۴۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:

قَالَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ: أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ أُنْفِقْ عَلَيْكَ. وَ قَالَ: يَدُ اللّٰهِ مَلْأَىٰ لَا تَغِيضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ. وَ قَالَ: أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ وَ الْأَرْضَ فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَدِهِ وَ كَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَ بِيَدِهِ الْمِيزَانُ يَخْفِضُ وَ يَرْفَعُ."

[صحيح] (أخرجه البخارى فى صحيحه ج ٦ ص ۹۲، ترجمان السنه ج ۱، ص۲۹۷)

(۱۴۶) ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا:

جو کچھ تیرے پاس ہے اس کو خرچ کر دے میں تم کو غیب سے دوں گا اور فرمایا کہ:
حق جل مجدہ کا ہاتھ رحمت سے بھرا ہے، مسلسل رات ودن لوگوں کو دینے سے کم نہیں ہوتا اور ارشاد فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ جب سے زمین وآسمان کو پیدا کیا (مخلوقات کو سب کچھ دے رہا ہے) خرچ کر رہا ہے اور دست قدرت میں کوئی کمی نہیں آئی اور اس کا عرش پانی پر تھا اور اسی کے دست قدرت میں میزان ہے، جس کو چاہتا ہے پست کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بلند کر دیتا ہے۔ (صحیح بخاری ۶/۹۲)

صفاتِ الٰہی

حق تعالیٰ کے لیے جہاں ہاتھ پاؤں، آنکھ وغیرہ نعوت ذکر کی گئی ہیں ان سے بھول کر بھی یہ وہم نہ ہونا چاہئیکہ وہ معاذ اللہ مخلوق کی طرح جسم اور اعضائے جسمانی رکھتا ہے۔ بس جس طرح اللہ کی ذات اور وجود، حیات، علم وغیرہ تمامی صفات کی کوئی نظیر اور مثال اور کیفیت اس کے سوا بیان نہیں ہوسکتی:

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
و ز ہر چہ گفتہ اند ، شنیدیم و خواندہ ایم
منزل تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

اسی طرح ان نعوت وصفات کو خیال کرو۔ خلاصہ یہ کہ جیسے اللہ کی ذات بیچون وبیچگون ہے۔ اس کے سمع، بصر، ید وغیرہ نعوت وصفات کے معانی بھی اس کی ذات اور شان اقدس کے لائق اور ہماری کیف وکم اور تعبیر وبیان کیا حاطہ سے بالکل وراء الوراء ہیں، **لیس کمثله شیء و هو السمیع البصیر** (شوریٰ رکوع ۲)۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے ان آیات پر جو فائدہ لکھا ہے اس میں دو ہاتھوں سے مراد "مہر" کا اور "قہر" کا ہاتھ لیا ہے۔ یعنی آج کل اللہ کے مہر کا ہاتھ امت محمدیہ ﷺ پر اور قہر کا بنی اسرائیل پر کھلا ہوا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

حق جل مجدہ کے دونوں ہاتھ یمین ومبارک ہیں

یہ حق سبحانہ وقدوس کے خزائن اوراس کی فیاضی کی تفہیم ہے،تا کہ اس کی محتاج مخلوق میں اس کی طرف ایک فطری انجذاب پیدا ہوجائے۔ اس کا عرش جہاں تھااب بھی وہاں ہے؛لیکن پہلے درمیان میں کوئی اورمخلوق نہ تھی پانی ہی پانی تھا،اب آسمان وزمین بن گئے، اس لیے اس کے نیچے بجائے پانی کے آسمان کہاجائے گا۔جامع ترمذی کی ایک روایت سے معلوم ہوتاہے کہ سموات پراب بھی ایک سمندر رہے، اوراس سمندر پرعرش عظیم ہے۔ اگرمحدثین اس روایت کوصحیح مان لیں تو پھر یہاں پانی سے یہ پانی مراد لے لینا اچھا ہے۔ حدیث میں اس کو بحر سے تعبیر کیا گیا ہے مگر وہ بحرنہیں ہے جس کی حقیقت ہم کومعلوم ہو۔ بہرکیف حدیث میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ پہلے عرش پانی پر رکھاہوا تھا ، پھرکہیں اوراٹھا کررکھا گیاہے۔ بلکہ صرف اس کا بیان ہے کہ پہلے اس کے نیچے کیا تھا۔اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ پانی ہی پانی ہو، بلکہ ممکن ہے کہ جس کو جامع ترمذی کی روایت میں بحرکہا گیا ہے وہ پانی مراد ہو۔ یہاں حدیث میں دست قدرت کے ایک ہاتھ کو یمین یعنی مبارک کہا گیاہے دوسرے ہاتھ کواخریٰ سے تعبیرکیا گیا، یسار کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا، بلکہ مشکوٰۃ میں یہ تصریح ہے **کلتا یدی الرحمن یمین**، رحمٰن ہرجہت سے پاک ہے،اس لیے اس کے دونوں ہاتھ یمین ومبارک ہیں وہاں دایاں یا بایاں نہیں،بعض رواۃ نے اُخری کی بجائے یسری کا لفظ کہہ دیاہے، یہ یقیناً راویوں کا تصرف اورروایت بالمعنی ہے۔ واللہ اعلم!

عالم غیب کے حقائق ادا کرنے کے لیے جب نطاق الفاظ تنگ ہونے لگتا ہے توعقول انسانیہ اسے معاف نہیں کرتیں یا پھراپنے ادراک کے مطابق اس کی شکل وصورت اختراع کرنے لگتی ہیں، ورنہ سرے سے انکار کے لیے آمادہ ہوجاتی ہیں۔ شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں کہ: یہ بھی عجب بات ہے کہ انسان بیرون عقل وفکر کواپنے میزان عقل وفکر میں تولنا چاہتا ہے حالانکہ اس کواپنی عقل کا قصورمعلوم، پھراپنی قوتِ حافظہ ومتخیّلہ کا قصورمعلوم،اس پرقوتِ واہمہ کا تصادم معلوم،اس کے باوجود جب اس کے سامنے معاملات ربانیہ کا ذکرآتا ہے تو وہ

اپنی ہی عقل وفکر کی تقلید کرنے لگتا ہے، کیا اس کا یہ فرض نہ تھا کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے متعلق بتلایا ہے اسے وہ بے چون چرا مان لیتا اور اپنے اس فکر کی تقلید نہ کرتا جو اسی کے خیال کا مقلد ہے اور جس کا خیال اس کے حواس کا مقلد۔ (الیواقیت ص ۹۸-۹۹۔ ترجمان السنۃ ۱/۲۹۷)

آسمان کا دروازہ کھلا ہے، تم بخیل مت بنو

(۱۴۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ: قَالَ: بَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الزُّبَيْرِ إِمْسَاكٌ فَأَخَذَ بِعِمَامَتِهِ فَجَذَبَهَا إِلَيْهِ وَ قَالَ:

"يَا ابْنَ الْعَوَّامِ: أَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكَ وَ إِلَى الْخَاصِّ وَ الْعَامِّ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ وَ لَا تَرُدَّ فَيَشْتَدَّ عَلَيْكَ الطَّلَبُ. إِنَّ فِي هٰذِهِ السَّمَاءِ بَابًا مَفْتُوْحًا يَنْزِلُ مِنْهُ رِزْقُ كُلِّ امْرِئٍ بِقَدَرِ نَفَقَتِهٖ أَوْ صَدَقَتِهٖ وَ نِيَّتِهٖ فَمَنْ قَلَّلَ قُلِّلَ عَلَيْهِ وَ مَنْ كَثَّرَ كُثِّرَ عَلَيْهِ."

فَكَانَ الزُّبَيْرُ بَعْدَ ذٰلِكَ يُعْطِي يَمِيْنًا وَ شِمَالًا.

[ضعيف] (أخرجه أبونعيم فی الحلية ج ١٠ ص٢١٦)

(۱۴۷) ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پہنچی کہ حضرت زبیرؓ خرچ نہیں کرتے تو نبی اللہ ﷺ نے ان کا عمامہ پکڑ کر زور سے حرکت دی اور فرمایا: اے ابن العوامؓ! میں اللہ کا رسول بنا کر تمہارے پاس بھیجا گیا ہوں اور ہر خاص وعام کا رسول ہوں۔ حق جل مجدہ فرماتا ہے:

تم خوب خرچ کیا کرو میں تم لوگوں کو دیا کروں گا۔ کسی (سائل وغیرہ) کو واپس نہ کرنا کہ مشکل ہوجائے گی تیرے لیے طلب وتلاش۔ (یعنی جب تو کسی مانگنے والے کو واپس کردے گا تو خود تیری آمد بند ہوجائے گی اور معاش کی طلب مشکل میں پھنس جائے گی) دیکھو اس آسمان میں ایک دروازہ کھلا ہوا ہے، جس سے ہر شخص کو روزی اس کے انفاق وخرچ اور اس کے صدقہ وخیرات اور اس کی نیت کے بقدر نازل ہوتی ہے، جو کم خرچ کرتا ہے اس پر کم روزی نازل ہوتی ہے اور جو دل کھول کر خوب خرچ کرتا ہے اس پر اللہ پاک

بھی آسمان کا دروازہ کھول دیتا ہے (دریا دل رہا کرو سمندر کے مالک بنا کرو)۔

اس واقعہ کے بعد حضرت زبیرؓ خوب دائیں بائیں خرچ کرنے لگے یعنی ہر شخص پر خرچ کرتے تھے۔ اللہ ہمیں یقین عطا فرمائے۔ آمین! (حلیۃ الاولیاء، ابن نعیم ۱۰/ ۲۱۶)

جیسا خرچ ویسی آمدنی

حق جل مجدہ نے انفاق فی الخیر کی ترغیب دی کہ جو کچھ ہے، اس کو خرچ کرنے میں بخل وحرص سے کام نہ لو؛ کیونکہ جس خزانہ غیب سے تم کو ملا ہے وہاں کمی نہیں ہے اور جو کچھ ہے، تم اس کو غیب کے بھروسہ پر خرچ کرو! وہ تم کو اس کا بدل دو چند وکئی چند دے گا؛ کیونکہ جہاں سے تم کو یہ ملا ہے وہاں ہر وقت عطا وبخشش کی فیاضی ہو رہی ہے اور دیکھو! آج تک جتنے کو ملا ہے وہیں سے ملا ہے پھر بھی کمی نہیں آئی؛ لہٰذا تم خوفِ قلّت یا خوفِ قترت نہ کرو! کہ وہی دینے والا ہے، جو مزید دے گا اور ضمانت بھی لیتا ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ" جو بھی تم خرچ کرتے ہو اس کا بدلہ تم کو ملتا ہے۔ اس ادب ربانی کو اگر ملحوظ رکھا جائے تو فقراء وسائلین کا وجود ہی نہ رہے، مگر افسوس! کہ حق جل مجدہ کی ترغیب کے باوجود ہم اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

بَابُ : (يَا ابْنَ آدَمَ إِنْ تُعْطِ الْفَضْلَ فَهُوَ خَيْرٌ لَکَ ..)

باب: اپنی ضرورت سے زائد دیدو، اسی میں تمہاری بھلائی ہے

(۱۴۸) عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ إِنْ تُعْطِ الْفَضْلَ فَهُوَ خَيْرٌ لَکَ، وَ إِنْ تُمْسِكْهُ فَهُوَ شَرٌّ لَکَ، وَ ابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ وَ لَا يَلُوْمُ اللّٰهُ عَلَى الْكَفَافِ وَ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى." [صحيح] (أخرجه أحمد ج ۱۶/ ۸۷۲۸)

دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے

(۱۴۸) ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

فرماتے ہوئے سنا کہ حق جل مجدہ فرماتا ہے: اے آدمؑ کے بیٹے! جو تیری ضرورت سے بچ جائے اس کو دوسرے پر خرچ کردے، یہ تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تم نے بچے ہوئے کو روک لیا تو تیرے اپنے حق میں یہ برا ہے اور خرچ کرنے اور دینے میں اپنے قریبی رشتہ دار لوگوں سے ابتدا کر، (کہ قریبی رشتہ دار لوگوں کا حق بمقابلہ دوسروں کے زیادہ ہے) اور حق جل مجدہ کی جانب سے بقدر ضرورت روک لینے پر کوئی ملامت نہیں (یعنی بقدر کفاف، گذارہ بھر روک لینا، رکھ لینا، عیب و ملامت کی بات نہیں۔ عیب تو یہ ہے کہ نہ خود کھائے نہ دوسروں کو دے، گندہ اور خراب ہوجائے پھینک دے جیسا کہ بخلاء کے یہاں ہوتا ہے) اور اوپر والا ہاتھ یعنی دینے والا ہاتھ افضل و اچھا ہے نیچے والے ہاتھ یعنی لینے والے ہاتھ سے۔ (مسند احمد ۱۶/۲۸/۸۷)

فضل سے فضلِ الٰہی حاصل کرلو

حق جل مجدہ نے اس حدیث میں ہمیں ادب سکھلایا ہے کہ جو تیری ضرورت سے زائد ہو اس کو خرچ کرنا روک کر رکھنے سے بہتر ہے، تاکہ تو اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد مسکین اور فقیر کو بھی اپنی حاجت پوری کرنے کا موقع دے دے۔ حدیث شریف میں فضل کا لفظ آیا ہے، جس کا معنی ہے بچا ہوا، تاکہ تو بھی 'صاحبِ فضل' کا فضل عظیم حاصل کرسکے۔ اس ادب ربانی سے حرص وطمع، جو اکثر بھلائی سے روکتی ہے اس کا بھی علاج سمجھ میں آ گیا جو 'فضل' یعنی 'بچا ہوا' کے دینے کا عادی ہوجائے گا، تو وہ ایثار بھی کرسکے گا اور اپنی حاجت وضرورت پر غیروں کو ترجیح بھی دینا سیکھ جائے گا۔ اللہ ہمیں ادب ربانی پر گامزن کردے۔ آمین!

اسلام کی روشن تعلیمات

یہ حدیث قدسی اسلام کی روشن تعلیمات کا عظیم مظہر ہے کہ اہلِ ثروت کو ہدایت دے رہی یہ کہ تم پر جو فضلِ الٰہی سے ضرورت سے بچی ہوئی چیز ہے، اس کو روک کر مت

رکھو؛ بلکہ اس کو دوسروں کو ضرورت پوری کرنے کے لیے دیدو یہ بہتر ہے روک کر رکھنے سے، روک کر رکھو گے تو اللہ کا فضل تم پر رک جائے گا۔اور دے دو گے تو فضل مسلسل تم پر رہے گا، اسی طرح انفاق کی ترغیب ایک لطیف اسلوب و پیرایہ میں اہل دولت کو دیدی اور لینے والوں کو ہدایت دیدی کہ وہ ہمیشہ لینے کی عادت نہ ڈالیں کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ ہمیشہ لیتے ہی رہنا یا اس کی خواہش رکھنا انسان کو معاشرہ میں ذلیل و رسوا کرتی ہے۔لوگوں کی نگاہ میں ایسا آدمی ساقط ہوجاتا ہے اس لیے اسلام نے دونوں کو ہدایت دے کر اعتدال کی راہ بتلائی۔ کہ فضل و بچے ہوئے مال سے لوگوں کی ضرورت پوری کردو، اور دوسرے کو ترغیب دیدی کہ تم کوشش کرو کہ تم بھی دینے والے بنو، کہ دینے والوں پر فضل ہوتا ہے تم بھی اصحاب فضل بنو۔

افلاس وتنگدستی کو دور کرنے کا وظیفہ

۱۔ افلاس وتنگدستی کو دور کرنے کے لیے بعد نماز فجر **اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ وَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ** ستر بار اول وآخر درود شریف ۱۱؍ بار پڑھ لیا کریں۔

۲۔ یا پھر ہر نماز کے بعد سورۂ قریش سات بار اول وآخر سات بار درود شریف کے ساتھ پڑھ لیا کریں۔

۳۔ ہر نماز کے بعد تیسرا کلمہ، **سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ** جتنا زیادہ ہوسکے پڑھ لیا کریں۔

۴۔ غروبِ آفتاب سے قبل، **سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ** ایک سو بار بالالتزام پڑھا کریں۔بعض روایت میں طلوعِ آفتاب سے قبل آیا ہے۔

۵۔ بلاناغہ **لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ**، پانچ سو بار اوّل وآخر درود شریف پڑھ کر دعا کریں، آپ کا تعلق جنت کے خزانہ سے ہوجائے گا۔ پھر کمی کسی چیز کی نہیں رہے

گی۔آپ کا اخلاص کے ساتھ پڑھنا، افلاس کا خاتمہ کردے گا۔

۶۔ ہمیشہ باوضو رہنے کی کوشش کریں اس سے بھی افلاس وغربت ختم ہوجاتی ہے۔

۷۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ روزانہ پانچ سو بار پڑھ لیا کریں اور اکثر وردِ زبان اسی ذکر کو رکھیں۔دنیوی واخروی دونوں نعمتوں سے حق جل مجدہ نوازے گا۔

۸۔ استغفار کو لازم جانیں۔استغفار ایک عظیم نعمت وعطیہ ہے جو بندوں کو بارگاہِ ربّ العزت سے عطا کی گئی ہے۔ظلماتی تمام حجابات وموانعات کو دور کرتی ہے، انعامات و عطیات کا دروازہ کھولتی ہے۔

۹۔ رجوع الی اللہ، انابت وتوبہ کے ساتھ حضورِحق کی حاضری کا اہتمام کریں۔

۱۰۔ جملہ اعمالِ صالحہ کی توفیق کو فضلِ حق کا انعام واحسان تصور کریں۔اپنا عمل ہرگز ہرگز نہ جانیں، وَ مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ۔

۱۱۔ اخلاق وللّٰہیت کا خوب خیال رکھیں۔اس کے حصول کے لیے مخلصین و صدیقین کی صحبت کو لازم جانیں۔ ہر عمل کے شروع میں منعمِ حقیقی، معبودِ حقیقی کی عظمت کا استحضار ہو اور پھر ہر عمل کے بعد اپنی تقصیر کا اعتراف کرکے حضورِحق میں استغفار ہو، جو مل رہا ہے اس پر شکر کریں، تاکہ نعمتوں میں اضافہ ہو، اور اپنے آپ کو اس کا بھی مستحق نہ جانیں، جو بھی حالت ہے اس کو محض فضلِ رب جانیں، قناعت کی صفت پیدا کریں۔ضروریاتِ زندگی کو مختصر کریں۔ ہر وقت اس کا استحضار رکھیں کہ اللہ تعالیٰ میرے احوال کو مجھ سے بہتر جانتا ہے، میری تخلیق سے پہلے سے جانتا ہے، اس کی تکمیل وتسہیل کا بہتر مخرج پیدا کرسکتا ہے، وہ رحمٰن ورحیم اور ارحم الراحمین ہے، وہ تنگی وتنگدستی میں کیوں کر رکھے گا، اس تصور کے ساتھ بندہ کو تسلیم ورضا کا پیکر بن کر رہنا چاہیے، اس حسنِ ظن سے ایمان میں قوت پیدا ہوگی اور اسی راستے آپ کے سلوک واحسان کی تکمیل ہوجائے گی، آپ کی نگاہ تنگدستی پر ہے اور ربّ ذوالجلال کی نگاہ تکمیلِ سلوک واحسان، ایمان وایقان پر ہے۔

حق جل مجدہ ہمیں ہر حال میں عافیت دارین سے نوازے کہ وہ عفو وغفور ہے۔

مسلم شریف میں ایک حدیث آئی ہے: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَضْلُ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَا زَادَ لَهُ (مسلم ۱۷۲۸، ابوداؤد ۱۶۶۳) جس شخص کے پاس اپنے کھانے سے زائد بچا ہوا ہو اس کو چاہیے کہ جس کے پاس کھانا نہ ہو اس کو دیدے۔ یہ ہیں اسلام کے محاسن ومحامد۔

بَابُ : (يُجَاءُ بِابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ بَذَجٌ ......)

باب: قیامت کے دن ابن آدم کو بکری کے بچہ کی شکل میں لایا جائے گا

(۱۴۹) عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:

”يُجَاءُ بِابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ بَذَجٌ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ: أَعْطَيْتُكَ وَ خَوَّلْتُكَ وَ أَنْعَمْتُ عَلَيْكَ فَمَاذَا صَنَعْتَ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ جَمَّعْتُهُ وَ ثَمَّرْتُهُ فَتَرَكْتُهُ أَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِي آتِكَ بِهٖ. فَيَقُوْلُ لَهُ: أَرِنِي مَا قَدَّمْتَ. فَيَقُوْلُ : يَا رَبِّ جَمَّعْتُهُ وَ ثَمَّرْتُهُ فَتَرَكْتُهُ أَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِي آتِكَ بِهٖ، فَإِذَا عَبْدٌ لَمْ يُقَدِّمْ خَيْرًا فَيُمْضٰى بِهِ إِلَى النَّارِ.“

[ضعيف] (أخرجه الترمذي ج ٤/ ٢٤٢٧)

اپنے ہاتھوں خود کو تباہ نہ کرو اپنی کمائی اللہ کے پاس رکھ دو

(۱۴۹) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ابن آدمؑ کو بکری کے بچے کی شکل میں لایا جائے گا اور حق جل مجدہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، پھر ارشاد ہوگا: میں نے تم کو بے شمار نعمتیں دیں، اور ان کا مالک بنایا، بے حد انعامات کیے تو نے ان کا کیا (کیا حق ادا) کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے ان کو جمع کیا اور اس سے فائدہ حاصل کیا اور جس قدر تھیں ان سے زیادہ چھوڑ کر آیا، آپ مجھ کو واپس کر دیجئے میں ان کو حاضر کر دیتا ہوں، ارشاد ہوگا: بس تو مجھ کو یہ بتلا کہ آنے سے پہلے یہاں کتنا بھیج چکا ہے؟ پھر وہ عرض کرے گا: ربّ العالمین میں نے ان کو جمع کیا، فائدہ حاصل کیا اور جتنا تھا اس سے زیادہ چھوڑ کر آیا، مجھ کو واپس کر دیجئے حاضر کیے دیتا ہوں، جب کوئی بندہ

اپنے لیے کوئی بھلائی نہیں کیے ہوئے ہوگا تو اس کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔
(سنن ترمذی ۴/ ۲۴۲۷)

جیسی کرنی ویسی بھرنی

ربّ العزت کی بارگاہ میں بے حیثیت وذلت کے ساتھ وہ انسان لایا جائے گا جس کی زندگی میں خیر نہیں ہوگا۔ اور اسی ذلت کو ظاہر کرنے کے لیے اور بے حیثیت ثابت کرنے کے لیے بکری کے بچہ کی شکل میں حاضر کیا جائے گا۔ حق تعالیٰ فرمائے گا ازراہ کرم: میں نے تم کو مال دیا تو کیا تو نے بھی کسی محتاج و مفلس پر کرم کیا تھا؟ وہ بندہ جواب دے گا: نہیں! میں نے خوب کمایا، جمع کیا اور خوب بڑھایا اور موت کے بعد اس کو چھوڑ کر آیا ہوں، آپ ہم کو لوٹا دیں میں سارا کا سارا مال لاکر بارگاہِ عالی میں حاضر کرتا ہوں، حق جل مجدہ فرمائیں گے: پیچھے کی بات پیچھے چلی گئی تو آگے کی بتلا کہ آگے آخرت کے لیے کیا بھیجا۔ تو جو دنیا میں چھوڑ کر آیا وہ مجھے نہیں دیکھنا، مجھے تو وہ نیک اعمال دکھلا صدقہ، خیرات، دان، پردان، جو تو نے اس مال سے کیے ہیں۔ یہ بندہ بار بار اپنی بات دہرائے گا، مگر کہاں موقع ملے گا؛ کیونکہ اس نے مال میں کچھ نیکی نہ کی ہوگی۔ بالآخر اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ حدیث کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کا ایمان آخرت پر نہ تھا ورنہ آخرت کو فراموش نہ کرتا اور دنیاوی زندگی کے دھوکہ وفریب میں آکر اپنی ابدی زندگی کو برباد نہ کرتا۔ واللہ اعلم!

بَابُ : (يَا ابْنَ آدَمَ أَنَّى تُعْجِزُنِي وَ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ مِثْلِ هَذِهِ......)

باب: آدم کے بیٹے، تو مجھے کیسے عاجز کرسکتا، جبکہ میں نے تم کو ایک بے وقعت چیز سے پیدا کیا ہے

(۱۵۰) عَنْ بِسْرِ بْنِ جَحَّاشٍ الْقُرَشِي رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَزَقَ يَوْمًا فِي كَفِّهِ فَوَضَعَ عَلَيْهَا إِصْبَعَهُ ثُمَّ قَالَ:

قال اللّٰه : ''اِبْنَ آدَمَ! أَنَّى تُعْجِزُنِی وَ قَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ مِثْلِ هَذِهِ حَتَّى إِذَا سَوَّیْتُکَ وَ عَدَّلْتُکَ مَشَیْتَ بَیْنَ بُرْدَیْنِ وَ لِلْأَرْضِ مِنْکَ وَئِیْدُ فَجَمَعْتَ وَ مَنَعْتَ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ قُلْتَ: أَتَصَدَّقُ وَ أَنَّى أَوَانُ الصَّدَقَةِ؟!''

[صحیح] (أخرجه احمد ج ٤ ص ٢١٠)

سکرات کا ایمان معتبر نہیں اور صدقہ قابلِ قبول نہیں

(۱۵۰) ترجمہ: حضرت بسر بن حجاشؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دن اپنی ہتھیلی پر تھوک پھینکا پھر اس پر اپنی انگلی رکھ کر کہا: حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

اے ابن آدمؑ! تو مجھے کیوں کر عاجز کرسکتا ہے، جب کہ میں نے تم کو ایک گندے پانی جیسی چیز (نطفہ) سے پیدا کیا ہے۔ یہاں تک کہ جب میں نے مناسب و معتدل الاعضاء بنایا، تو زمین و آسمان کے درمیان چلنے لگا اور تیرے پاؤں کی آہٹ چلنے میں سنی جانے لگی یا تیرے قدم زمین پر نمایاں ہونے لگے پھر تو مال و متاع جمع کرنے لگا اور میری راہ میں خرچ کرنے سے رکا رہا اور جب تیری روح نکلنے کا وقت آیا تو تو کہتا ہے: صدقہ کروں گا، میں اس وقت سکرات کے صدقہ کو کیوں کر قبول کروں گا؟ میں ایسے صدقہ کو کیا کروں گا؟ (کہ اب تو اس پر تیرا تصرف میں اپنی قدرت سے ختم کرنے والا ہوں اور اب تم کو تیرے مال سے بے اختیار کررہا ہوں، اب اس وقت کا صدقہ میں کیا کروں گا؟ اب تو صدقہ کرنے کی سوچتا ہے۔ صحت و جوانی میں جبکہ تجھے اس کی حاجت تھی تو بخیل بنا رہا، اور اب جبکہ تم نے مال کو نہ چھوڑا، بلکہ مال تیرا ساتھ چھوڑ رہے ہیں، تو نے دنیا نہ چھوڑی دنیا تجھے چھوڑ رہی ہے، عیش و عشرت کو تو نے جدا نہ کیا وہ تجھے اپنے سے جدا کررہے ہیں، میں اس وقت تیرا مال لے کر کیا کروں گا)۔ (مسند احمد ۴/۲۱۰)

جب روح حلق میں آکر رکی تو صدقہ خیرات کی سوچتا ہے

حق تعالیٰ انسانوں سے شکوہ کررہے ہیں کہ ایک گندہ قطرہ سے انسان کا وجود بنا ہے ایسا گندہ کے مرد و عورت ناپاک ہوجاتے ہیں، نفرت کرتے ہیں، گھن محسوس کرتے

ہیں، مگر خالق مطلق نے مختلف ادوار سے گزار کر انسانی وجود ہی نہیں؛ بلکہ مناسب الاعضاء معتدل المزاج، عقل وشعور والا انسان بنایا، اور پوری آسمانی چھت کے نیچے رہنے اور بسنے کی کلی طور پر اجازت دیدی، زمین پر مکمل گھومنے پھرنے کا اختیار دیدیا، اب جب بااختیار بنا، تو اس کو شکر بجالانا چاہیے کہ دیئے ہوئے مال ومتاع سے راہ حق میں خرچ کرتا؛ مگر مٹھی بند کرلی اور یہ سمجھ بیٹھا کہ ہمیشہ ہی یہ میرے ساتھ رہیں گے اور موت کے وقت جب روح حلق میں آکر رکی تو صدقہ وخیرات کی سوچتا ہے، ایسا صدقہ جو حالت نزع میں ہو جبکہ روح کائنات سے رخصت ہو رہی ہے، اللہ حافظ کی صدا لگا رہی ہے، ایسا صدقہ اللہ پاک کی جناب میں قبول نہیں۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

﴿لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّي تُبْتُ الْاٰنَ وَ لَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ﴾(سورة النساء، ۱۸)

یعنی اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برابر گناہ کیے جاتے ہیں اور باز نہیں آتے یہاں تک کہ جب موت ہی نظر آگئی تو اس وقت کہنے لگا کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ ان کی توبہ قبول ہوگی جو کفر پر مرگئے اور اس کے بعد عذاب اخروی کو دیکھ کر توبہ کریں۔ ایسے لوگوں کے واسطے عذاب شدید تیار ہے۔ (تفسیر عثمانی)

ان لوگوں کا توبہ قابلِ قبول نہیں، جنھوں نے گناہ کیا پھر جب موت کا وقت آپہنچا تو کہتے ہیں: اب ہم توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی کافروں کا یعنی سکرات کے وقت کا توبہ قابل قبول ہے اور نہ صدقہ قابل ثواب ہے، نہ کافروں کا ایمان لانا معتبر ہے کہ یہ وقت غیب کا نہیں شہود کی کیفیت کا ہے۔

حالتِ یأس اور حالتِ بأس کی توبہ

موت کے قریب دو حالتیں پیش آتی ہیں، ایک تو یاس وناامیدی کی، جبکہ انسان ہر دوا وتدبیر سے عاجز ہو کر یہ سمجھ لے کہ اب موت آنے والی ہے، اس کو حالت یأس، بالیاء سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دوسری حالت اس کے بعد کی ہے جبکہ نزعِ روح شروع ہو جائے اور

غرغرہ کا وقت آجائے، اس حالت کو یأس بالبا ء کہا جاتا ہے۔ پہلی حالت یعنی حالت یأس تک کی توبہ قبول ہوتی ہے مگر دوسری حالت یعنی حالتِ یأس کی توبہ مقبول نہیں، جبکہ فرشتے اور عالم آخرت کی چیزیں انسان کے سامنے آجائیں۔ (معارف القرآن، ج۲،ص۳۳۴)

توبہ کی تعریف وحقیقت

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ گناہوں پر اقدام کے تین درجے ہیں۔

(۱) پہلا یہ کہ کسی گناہ کا کبھی ارتکاب نہ ہو۔ یہ تو انبیاء علیہم السلام کی یا فرشتوں کی خصوصیت ہے۔

(۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ گناہوں پر اقدام کرے اور پھر ان پر اصرار جاری رہے، کبھی ان پر ندامت اور ان کے ترک یعنی چھوڑنے کا خیال نہ آئے۔ یہ درجہ شیاطین کا ہے۔

(۳) تیسرا مقام بنی آدمؑ کا ہے، کہ گناہ سرزد ہو تو فوراً اس پر ندامت ہو اور آئندہ اس کے ترک و چھوڑنے کا پختہ عزم ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ سرزد ہونے کے بعد توبہ نہ کرنا یہ خالص شیاطین کا کام ہے۔ اس لیے باجماعِ امت توبہ فرض ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے، یا ایھاالذین آمنوا توبوا الی اللّٰہ توبۃ نصوحا۔ (سورۃ تحریم،۸)

ترجمہ: اے ایمان والوں! اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو، سچی توبہ۔

حدیث میں ہے التائب حبیب اللّٰہ ۔ گناہ سے توبہ کرنے والا اللہ کا محبوب ہے۔

بہرحال موت سے قبل کی توبہ قابل قبول ہے۔ موت کی کیفیت یعنی حالتِ غرغرہ شروع ہونے کے بعد توبہ قبول نہیں۔ واللہ اعلم

بَابُ : (یَا ابْنَ آدَمَ! اِثْنَتَانِ لَمْ تَکُنْ لَکَ وَاحِدَۃٌ مِنْھُمَا......)

باب: آدم کے بیٹے دونوں میں سے ایک بھی تیرے بس میں نہیں

(۱۵۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:

"یَا ابْنَ آدَمَ! اِثْنَتَانِ لَمْ تَکُنْ لَکَ وَاحِدَۃٌ مِنْھُمَا: جَعَلْتُ لَکَ نَصِیْبًا

مِنْ مَالِکَ حِیْنَ أَخَذْتُ بِکَظَمِکَ لِأُطَهِّرَکَ بِهِ وَ أُزَکِّیَکَ، وَ صَلَاةُ عِبَادِی عَلَیْکَ بَعْدَ انْقِضَاءِ أَجَلِکَ." [ضعیف] (أخرجه ابن ماجه ج۲/ ۲۷۱۰)

مرنے سے پہلے کچھ صدقہ جاریہ کردینا چاہیے

(۱۵۱) ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا:

اے ابن آدمؑ! دو چیزیں ایسی ہیں جن میں سے کسی ایک میں بھی تیرے کسب کا دخل نہیں (مگر میں عطا کرتا ہوں) کہ جس وقت میں تمہاری روح قبض کرتا ہوں تمہارے مال کا ایک حصہ تمہارے نفع کے لیے کردیتا ہوں، تاکہ اس کے ذریعہ تجھے پاک کروں۔ دوسرے تیرے مرنے کے بعد میرے بندے تجھ پر نماز پڑھتے ہیں، (یعنی نمازِ جنازہ و دعا وغیرہ کے ذریعہ تجھ کو پاکی عطا کرتا ہوں، حالانکہ تم مرچکے ہوتے ہو۔) (سنن ابن ماجہ ۲/ ۲۷۱۰)

منجانب اللہ یہ موقع غنیمت ہے

اس حدیث میں دو امر کی وضاحت کی گئی ہے: ایک یہ کہ انسان جب مر رہا ہوتا ہے تو اس کا مال واسباب اس سے چھوٹ رہا ہوتا ہے اور موت کے بعد تصرف بالکل ہی ختم ہوجاتا ہے، مگر اللہ جل مجدہ مرض الموت میں ثلث مال کی وصیت کی اجازت دے کر صدقہ جاریہ کا دروازہ مفتوح رکھنا چاہتا ہے۔

اشارہ اس بات کی طرف ہے یا مراد اس سے یہ ہے کہ زندگی میں اگر کوئی شخص کسی وقف وغیرہ کے ذریعہ صدقہ کرچکا ہے تو اس کا ثواب اس کو پہنچتا رہتا ہے۔

دوسری عنایت جس کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد اس کی نمازِ جنازہ ہوتی ہے، جو ایک دعا ہے اس کے ذریعہ بھی حق جل مجدہ مغفرت ورحمت کا دروازہ کھولتا ہے۔ دونوں صورتوں میں اس کے کسب وفعل کا دخل نہیں، مگر رحمت ایزدی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتی اور ان دونوں طریقوں سے اس کی تطہیر وتزکیہ کرتی رہتی ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ : (يَا ابْنَ آدَمَ أَوْدِعْ مِنْ كَنْزِكَ عِنْدِيْ ...)

باب: آدم کے بیٹے تو اپنا خزانہ میرے پاس جمع کر دے

(۱۵۲) لِلْبَيْهَقِى عَنِ الْحَسَنِ الْبَصرِيِّ مُرْسَلاً:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ! أَوْدِعْ مِنْ كَنْزِكَ عِنْدِى ، وَ لَا حَرَقَ وَ لَا غَرَقَ وَ لَا سَرَقَ، أُوْفِكَ أَحْوَجَ مَا تَكُوْنُ إِلَيْهِ.“

[ضعيف] (كما فى كنز العمال ج ٦/ ١٦٠٢١، وفى الإتحافات ٤١٨)

اموال کو خزانۂ غیب میں محفوظ کرو

(۱۵۲) ترجمہ: حضرت حسن بصریؒ سے مرسلاً روایت ہے، حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

آدمؑ کی اولاد تو اپنے خزانے ، روپے پیسے میرے پاس امانت کے طور پر جمع کر دیا کر، نہ وہ جلے گا، نہ ڈوبے گا، نہ کوئی اس کو چوری کرے گا، میں تم کو اس دن پورا کا پورا واپس دیدوں گا، جس دن تم کو اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی (یعنی قیامت کے دن)۔ (کنزالعمال ۶/۱۶۰۲۱)

انسان سب سے زیادہ محتاج کب اور کہاں ہوگا

حق جل مجدہ نے ایک عظیم حقیقت کی جانب پوری انسانیت کو متوجہ فرمایا ہے کہ انسان سب سے زیادہ محتاج کب اور کہاں ہوگا؟ دوسرے یہ کہ اس دنیا میں جتنی بھی اشیاء ہیں جن سے انسان کو راحت و مسرت ہوتی ہے، یا رنج والم ظاہری ہوں یا حسی یا معنوی یا باطنی سب کے سب وقتی اور فانی ہیں۔ اس لیے یہاں کی نہ راحت کا اعتبار نہ کلفت و مصیبت کا اعتبار ، الغرض یہاں دنیا کا مال ومتاع ، خوشی اور غم ، رنج والم ، راحت وصحت ، مصیبت و بیماری ، نفع ونقصان ، کسی کی دوستی و دشمنی یہ سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں ، عارضی ہیں۔ البتہ ان حالات ومعاملات پر جو آثار مرتب ہونے والے ہیں اور قیامت میں ان پر

جو عذاب وثواب ہونے والا ہے، وہ سب باقی رہنے والے ہیں۔ اب عقلمند و باشعور لوگوں کا کام ہے کہ فانی دنیا میں فنا ہونے والے جملہ حالات ومعاملات میں قیمتی زندگی کی توانائی کو برباد نہ کرکے آخرت کے سنوارنے میں مشغول رہیں نہ کہ فانی کے دھن میں اپنے قیمتی سرمایۂ حیات کو کھودیں۔

نیز انسان سب سے زیادہ بارگاہ رب العزت میں آخرت کے اندر رحمت حق کا محتاج ہوگا، حدیثِ قدسی میں ترغیب دی گئی کہ تم اپنا مال راہ حق میں رضاءِ رب کے لیے دیدو کہ وہ ایسا محفوظ خزانہ ہے کہ جہاں نہ تمہارا مال جلے گا نہ تم کو نار جہنم میں جلانے دے گا، نہ مال غرق ہوگا نہ تم کو عذابِ نار میں غرق ہونے دے گا۔ چور کے سرقہ سے محفوظ رہے گا اور تم کو داروغہ جہنم کی گرفت سے محفوظ رکھے گا۔ اور سنو آج تم اس کے اتنے محتاج نہیں جتنی محتاجگی تم کو اس کی آخرت میں ہوگی۔ لہٰذا صدقہ خیرات کرکے آخرت کے خزانہ میں رب العزّت کی بارگاہ میں بھیج دو کہ ربّ کریم تم کو پورا کا پورا بے بسی ومحتاجگی کے عالم میں دیدے گا اور تم ابدی وسرمدی جنتی زندگی حاصل کرلوگے۔ تو عقلمند وہی ہے جو فانی دنیا میں فنا ہونے والی اشیاء سے باقی دنیا کی نعمتِ بقا کو حاصل کرلے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾ (سورة النحل، ٩٦)

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ سب ختم وفنا ہونے والا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

یعنی جو لوگ اللہ کے عہد پر ثابت قدم رہیں گے اور تمام مشکلات اور صعوبتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کریں گے، ان کا اجر ضائع ہونے والا نہیں۔ ایسے بہترین عمل کا بدلہ ضرور ہمارے یہاں سے مل کر رہے گا۔ پھر باقی و دائم کو چھوڑ کر فانی و زائل کا پسند کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

الحمد للہ کہ ہمارا رب، حیّ وقیوم اور باقی ہے جبکہ ہم سب عبدالباقی ہیں۔ اس نے ہمیں جنت بھی باقی دی اور اس کی نعمتیں راحتیں سب کو بقاء دوام کا لباس عطا کیا اور نعمت بقا

کے حصول کی بھرپور دعوت دی، تاکہ رب ذوالجلال کی باقی ذات سے جنت میں نعمت بقا کا ابدی انعام واکرام حاصل کرلیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِکَ الصَّادِقِیْن وَالْمُتَصَدِّقِیْن۔ آمین!

بَابُ : (لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْأَرْضَ جَعَلَتْ تَمِيْدُ فَخَلَقَ الْجِبَالَ......)

باب: اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو پیدا فرمایا تو کانپنے لگی، تو پہاڑ کو پیدا کیا

(۱۵۳) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

"لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْأَرْضَ جَعَلَتْ تَمِيْدُ الْجِبَالُ فَعَادَ بِهَا عَلَيْهَا فَاسْتَقَرَّتْ، فَعَجِبَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ شِدَّةِ الْجِبَالِ. قَالُوْا: يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْجِبَالِ؟ قَالَ: نَعَمْ؛ اَلْحَدِيْدُ. قَالُوْا: يَا رَبِّ فَهَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْحَدِيْدِ؟ قَالَ: نَعَمْ؛ اَلنَّارُ. فَقَالُوْا: يَا رَبِّ فَهَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: نَعَمْ؛ اَلْمَاءُ. قَالُوْا يَا رَبِّ فَهَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْمَاءِ؟ قَالَ: نَعَمْ. اَلرِّيْحُ. قَالُوْا: يَا رَبِّ فَهَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الرِّيْحِ؟ قَالَ: نَعَمْ؛ اِبْنُ آدَمَ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ بِيَمِيْنِهٖ يُخْفِيْهَا مِنْ شِمَالِهٖ."

[ضعيف] (أخرجه الترمذي ج ٥ / ٣٣٦٩)

کائناتِ عالم میں سب سے قوی وشدید چیز صدقہ

(۱۵۳) ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب حق تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا تو زمین ہلنے لگی یعنی جنبش کرنے لگی تو پہاڑ کو پیدا فرما کر زمین پر ڈال دیا، تو زمین کی جنبش وحرکت بند ہوگئی، پہاڑ کے پیدا کیے جانے سے فرشتوں کو تعجب ہوا؛ لہٰذا فرشتوں نے عرض کیا: ربّ العالمین! کیا پہاڑ سے بھی زیادہ کوئی سخت وشدید مخلوق ہے؟ ارشاد باری تعالی ہوا: ہاں! 'لوہا' ہے (وہ پتھروں کو بھی توڑ دیتا ہے)۔ فرشتوں نے عرض کیا: ربّ العالمین! لوہے سے بھی زیادہ سخت ومضبوط کوئی مخلوق آپ نے پیدا فرمائی ہے؟ ارشاد ہوا: ہاں! 'آگ' ہے (وہ لوہے کو بھی پگھلا دیتی ہے)،

فرشتوں نے عرض کیا: ربّ العزت! آگ سے بھی زیادہ ہلاک کرنے والی مخلوق آپ نے پیدا کی ہے؟ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہاں! 'پانی' ہے (وہ آگ کو بھی بجھا دیتا ہے)۔ فرشتوں نے عرض کیا: یا اللہ! پانی سے بھی زیادہ قوی اور شدید مخلوق ہے؟ ارشاد ہوا: ہاں! ہوا ہے (وہ پانی کو بھی خشک کر دیتی ہے)۔ وہ عرض کرنے لگے: کیا ہوا سے بھی زیادہ کوئی شدید وقوی مخلوق ہے؟ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا: ہاں! (اور وہ یہ ہے کہ) ابن آدمؑ اپنے داہنے ہاتھ سے صدقہ کرے اور اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو؛ (کیونکہ صدقہ رب العالمین کے غضب کو ٹھنڈا کرنے کا اور نارِ جہنم کو بجھانے کا ایک بڑا سبب ہے؛ لہٰذا صدقہ تمام مخلوقات میں قوی و شدید تر ہے)۔ (سنن ترمذی ۵/۳۳۶۹)

نارِ جہنم کو ٹھنڈا کرنے کا عمل

حق جل مجدہ کی ذات مختلف عجائب مخلوقات کی تخلیق کے ذریعہ ابن آدم کو اپنا تعارف اور معرفت کی تعلیم دے رہی ہے تا کہ بندہ معبود ومسجود کی یافت وشناخت میں دھوکہ نہ کھائے اور اپنے مالک حقیقی کو پہچان کر اس کی خوشی وخوشنودی کو حتی المقدور حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ زمین کی جنبش وحرکت کو پہاڑ کے وزن سے حق تعالیٰ نے ختم کر دیا۔ ملائکۃ اللہ کو حیرانی وتعجب ہوا پہاڑ کے ثقل وزن پر اور اس کی شدت وصلابت پر سوال کر بیٹھے کہ خالق اس سے بھی سخت چیز مخلوقات میں ہے، جواب ملا، ہاں لوہا، انھوں نے سوال کیا، اس سے بڑھ کر بھی کوئی ہے؟ جواب ملا ہاں! آگ، انھوں نے سوال کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی ہے، جواب ملا پانی، انھوں نے سوال کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی ہے جواب ملا، ہاں، ہوا وطوفان۔ انھوں نے سوال کیا اس سے بھی زیادہ کوئی اور مخلوق ہے، جواب ملا، ہاں وہ صدقہ وخیرات جو خفیہ اور اس طرح چھپا کر دیا جائے کہ داہنے ہاتھ کا دیا ہوا صدقہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے۔ یعنی جو کچھ دے وہ محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور اس کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ ہو کہ اس نے کیا دیا، یہ مؤمن ومخلص سے ہی ممکن ہے کیونکہ لوگوں کے درمیان اپنی داد ودہش کا تذکرہ سننا انسانی کمزاری کا بڑا سبب ہے، صدقہ کا چھپانا ایمانی و

احسانی کیفیت کا اعلی مقام اور حضوریِ حق کے استحضار کی دلیل ہے۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ مخلوقات میں سب سے شدید چیز صدقہ وخیرات ہے جو نارِجہنم کو بجھا دیتی ہے۔ مٹی، پہاڑ، لوہا، آگ، پانی، ہوا سے نہ تو غضب الٰہی ٹھنڈا ہوتا ہے نہ ہی نارِجہنم بجھتی ہے اور صدقہ وخیرات سے اللہ تعالیٰ کا غضب ٹھنڈا ہوتا ہے، عذاب ٹل جاتا ہے، دوزخ کی آگ بجھ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ خفیہ صدقات کی ہمیں توفیق بخشے آمین!

بَابُ : (أَمَّا قَطْعُ السَّبِيْلِ فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْکَ إِلَّا قَلِيْلٌ......)

باب: راستہ کی بے امنی محض تھوڑے دن کی بات ہے

(۱۵۴) عَنْ مُحِلِّ بْنِ خَلِيْفَةَ الطَّائِي قَالَ: سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رضي الله عنه يَقُوْلُ: كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَجَاءَهُ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا يَشْكُوْ الْعَيْلَةَ وَ الْآخِرُ يَشْكُوْ قَطْعَ السَّبِيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"أَمَّا قَطْعُ السَّبِيْلِ فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْکَ إِلَّا قَلِيْلٌ حَتّٰى تَخْرُجَ الْعِيْرُ إِلَى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيْرٍ، وَ أَمَّا الْعَيْلَةِ فَإِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُوْمُ حَتّٰى يَطُوْفَ أَحَدُكُمْ بِصَدَقَتِهِ لَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا مِنْهُ ثُمَّ لِيَقِفَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُ حِجَابٌ وَ لَا تَرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهُ، ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ لَهُ: أَلَمْ أُوْتِکَ مَالًا؟ فَلَيَقُوْلَنَّ: بَلٰى. ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ: أَلَمْ أُرْسِلْ إِلَيْکَ رَسُوْلًا؟ فَلَيَقُوْلَنَّ: بَلٰى. فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِيْنِهِ فَلَا يَرٰى إِلَّا النَّارُ ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ شِمَالِهِ فَلَا يَرٰى إِلَّا النَّارُ. فَلْيَتَّقِيَنَّ أَحَدُكُمُ النَّارَ وَ لَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ." [صحيح] (أخرجه البخاري ج۲ ص۱۳۵)

جہنم سے بچنے کے لیے لوگوں کو دین کی باتیں سکھلانا

(۱۵۴) ترجمہ: محل بن خلیفہ طائیؒ کا کہنا ہے میں نے عدی بن حاتمؓ کو کہتے ہوئے سنا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا کہ آپ ﷺ کے پاس دو آدمی آئے، ان میں سے ایک محتاجی کا اور دوسرا راستہ کے بے امنی کی شکایت کر رہا تھا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دیکھو غلبۂ اسلام! یعنی امن وامان کا یہ عالم ہوگا اور وہ وقت قریب ہی آنے والا ہے، کہ ایک شخص بغیر کسی خوف وخطر کے تنِ تنہا اکیلا مکہ مکرمہ تک اونٹ پر سفر کرے گا، یہ تو حال ہوگا سفر میں راستے کے امن وامان کا۔ اور مال ودولت کی کثرت کا یہ عالم ہوگا کہ اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ ایک شخص اپنے مال کا صدقہ وزکوٰۃ لے کر گلی کوچوں میں پھرے گا، مگر استغنا وبے نیازی کا یہ عالم ہوگا کہ اسے صدقہ قبول کرنے والا کوئی نہ ملے گا، جو صدقہ لے لے، اور تم میں سے ہر شخص کو اللہ جل مجدہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور بغیر کسی ترجمان کے وہ اللہ پاک سے ہم کلام ہوگا (کیونکہ ترجمان کی حاجت وضرورت ہی نہ ہوگی، خالق ومالک اپنی مخلوق ومملوک کا خود ہی حساب وکتاب لے گا) اور نہ ہی اللہ پاک اور بندے کے درمیان کسی قسم کا حجاب ہوگا، پھر تم لوگوں سے کہا جائے گا: کیا میں نے تم کو مال نہیں دیا؟ لوگ عرض کریں گے: بے شک ربّ العالمین! پھر ارشاد ہوگا: کیا میں نے اپنا فرستادہ ورسول تم لوگوں کے پاس نہیں بھیجا؟ لوگ عرض کریں گے: بے شک بھیجا تھا، اب اس کیفیت وحالت میں لوگ اپنی دائیں طرف دیکھیں گے تو سوائے جہنم کی آگ کے کچھ نظر نہ آئے گا، پھر بائیں جانب دیکھیں گے تو سوائے آگ کے اور کچھ نظر نہ آئے گا، پس تم میں سے ہر شخص کو جہنم سے بچنے کی تدبیر کرنی چاہئے اگر چہ ایک ٹکڑا کھجور کا صدقہ کر کے ہی کیوں نہ ہو، اگر کھجور کا ٹکڑا بھی میسر نہ ہو، تو اچھی گفتگو کے ذریعہ ہی نارِ جہنم سے بچنے کی کوشش کرے۔ (صحیح بخاری ۲/۱۳۵)

فائدہ: نرم گفتگو، اچھی بات اور خاص کر دین کی باتیں اپنے ساتھیوں سے کرنا گویا کلمہ خیر وبھلائی ہے یعنی جو لوگ صدقہ خیرات نہیں کر سکتے، وہ دین کی باتیں ہی بتلا دیا کریں، انشاء اللہ نارِ جہنم سے نجات پا جائیں گے۔ جیسا کہ سرکار دوعالم ﷺ نے واضح فرمایا، اللہ اکبر! آج نیکی کی بات بتلانے والے نہیں رہے اور جو ہیں ان پر طرح طرح کے جملے کسے جاتے ہیں۔ یا پھر لوگ اپنی اپنی جماعت وتنظیم کا کام کرتے ہیں اسلام کا نہیں۔ اللہ کے لیے کام کرنے والے کم ہیں، اپنی جماعت کا کام کرنے والے زیادہ ہیں۔ اللہ کے

لیے، اللہ کی بات، دین ونصیحت کی بات کرنا بہت ہی سعادت کا مقام ہے۔

اللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ آمین!

عدی بن حاتم کا اسلام لانا

(۱۵۵) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ الْقَوْمُ: هٰذَا عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ رضی اللہ عنہ، وَ جِئْتُ بِغَيْرِ أَمَانٍ وَ لَا كِتَابٍ، فَلَمَّا دُفِعْتُ إِلَيْهِ أَخَذَ بِيَدَيَّ وَ قَدْ كَانَ قَالَ قَبْلَ ذٰلِكَ! إِنِّي لَأَرْجُوْ أَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ يَدَهُ فِي يَدِي، قَالَ: فَقَامَ فَلَقِيَتْهُ امْرَأَةٌ وَ صَبِيٌّ مَعَهَا فَقَالَا:

"إِنَّ لَنَا إِلَيْكَ حَاجَةً فَقَامَ مَعَهُمَا حَتّٰى قَضٰى حَاجَتَهُمَا، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي حَتّٰى أَتٰى بِي دَارَهُ فَأَلْقَتْ لَهُ الْوَلِيْدَةُ وِسَادَةً، فَجَلَسَ عَلَيْهَا، وَ جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَ أَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: مَا يُفِرُّكَ أَنْ تَقُوْلَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟ فَهَلْ تَعْلَمُ مِنْ إِلٰهٍ سِوَى اللّٰهِ؟ قَالَ: قُلْتُ : لَا. قَالَ: ثُمَّ تَكَلَّمَ سَاعَةً ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا تَفِرُّ أَنْ تَقُوْلَ اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَ تَعْلَمُ أَنَّ شَيْئًا أَكْبَرُ مِنَ اللّٰهِ؟ قَالَ: قُلْتُ لَا. قَالَ: فَإِنَّ الْيَهُوْدَ مَغْضُوْبٌ عَلَيْهِمْ وَ إِنَّ النَّصَارٰى ضُلَّالٌ قَالَ: قُلْتُ : فَإِنِّي جِئْتُ مُسْلِمًا. قَالَ: فَرَأَيْتُ وَجْهَهُ تَبَسَّطَ فَرَحًا. قَالَ: ثُمَّ أَمَرَبِي فَأُنْزِلْتُ عِنْدَ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ جَعَلْتُ أَغْشَاهُ آتِيهِ طَرَفَيِ النَّهَارِ. قَالَ: فَبَيْنَا أَنَا عِنْدَهُ عَشِيَّةً إِذْ جَاءَهُ قَوْمٌ فِي ثِيَابٍ مِنَ الصُّوْفِ مِنْ هٰذِهِ النِّمَارِ. قَالَ: فَصَلّٰى وَ قَامَ فَحَثَّ عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَالَ: وَ لَوْ صَاعٌ وَ لَوْ بِنِصْفِ صَاعٍ وَ لَوْ بِقَبْضَةٍ وَ لَوْ بِبَعْضِ قَبْضَةٍ يَقِي أَحَدُكُمْ وَجْهَهُ حَرَّ جَهَنَّمَ أَوِ النَّارِ وَ لَوْ بِتَمْرَةٍ وَ لَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَاقِي اللّٰهِ وَ قَائِلٌ لَهُ مَا أَقُوْلُ لَكُمْ: أَلَمْ أَجْعَلْ لَكَ سَمْعًا وَ بَصَرًا؟ فَيَقُوْلُ: بَلٰى. فَيَقُوْلُ :أَلَمْ أَجْعَلْ لَكَ مَالًا وَّ وَلَدًا؟ فَيَقُوْلُ: بَلٰى فَيَقُوْلُ : أَيْنَ مَا قَدَّمْتَ لِنَفْسِكَ؟ فَيَنْظُرُ قِدَامَهُ وَ بَعْدَهُ وَ عَنْ يَمِيْنِهِ وَ عَنْ شِمَالِهِ ثُمَّ لَا يَجِدُ شَيْئًا يَقِي بِهِ وَجْهَهُ حَرَّ جَهَنَّمَ لِيَقِ أَحَدُكُمْ وَجْهَهُ النَّارَ وَ لَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ . فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ، فَإِنِّي لَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الْفَاقَةَ. فَإِنَّ اللّٰهَ نَاصِرُكُمْ وَ مُعْطِيكُمْ

حَتّٰی تَسِیْرَ الظَّعِیْنَةُ فِیْمَا بَیْنَ یَثْرَبَ وَ الْحِیْرَةِ أَکْثَرَ مَا تَخَافُ عَلَی مَطِیَّتِهَا السَّرَقَ. قَالَ: فَجَعَلْتُ أَقُوْلُ فِی نَفْسِی: فَأَیْنَ لُصُوْصُ طِیْءٍ.''

[حسن] (أخرجه الترمذی ج٥/٢٩٥٣)

(۱۵۵) ترجمہ: عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جبکہ وہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ لوگوں نے کہا: یہ عدی بن حاتمؓ ہیں اور میں بغیر کسی اجازت وامان کی تحریر کے آگیا تھا، جب مجھ کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ تھام لیا اور آپ پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیدے گا۔ عدیؓ کہتے ہیں: پھر آپ کھڑے ہوئے تو ایک عورت مل گئی جس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا۔ ان دونوں نے عرض کیا: ہمیں آپ سے کچھ کام ہے۔ رسول اللہ ﷺ ان دونوں کے ساتھ بلا جھجک وتکلف کھڑے ہوگئے (صلی اللہ علی نبی الرحمۃ) یہاں تک کہ اس کی حاجت وضرورت پوری ہوگئی۔ پھر آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کا خانۂ نبوت آگیا تو کسی بچی نے آپ ﷺ کے بیٹھنے کے لیے تکیہ رکھ دیا، آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے اور میں بھی آپ ﷺ کے آمنے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے ربّ ذوالجلال کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا: تو لا الٰہ الا اللہ کے اقرار سے کیوں راہِ فرار اختیار کر رہا ہے؟ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ ربّ العزت کے علاوہ بھی کوئی معبودِ حقیقی ہے؟ میں نے جواب میں کہا: ہرگز نہیں! پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر باتیں کرتے رہے پھر فرمایا: تو اللہ اکبر کہنے سے کیوں گھبراتا ہے اور بھاگتا ہے؟ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ سے زیادہ کبریائی و بڑائی کسی چیز میں ہے؟ میں نے جواب میں عرض کیا: بالکل ہی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود پر اللہ کا غضب و پھٹکار ہے اور نصاریٰ سخت گمراہی میں ہیں۔

میں نے عرض کیا: میں تو مسلمان بن کر حاضر خدمت ہوا ہوں، عدیؓ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ خوشی ومسرت سے نبی رحمت ﷺ کا چہرہ کھل گیا، نور نبوت روشن ہوگیا، عدی

ؓ کہتے ہیں: مجھ کو حکم ملا تو میں ایک انصاری صحابیؓ کے گھر مہمان ٹھہرایا گیا، میں حضور ﷺ کے پاس دن کے دونوں کناروں میں (صبح وشام) آتا یعنی حاضر ہوتا تھا۔ ایک روز میں شام کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک قوم وجماعت آئی جو چیتے کے بال کا یعنی چتکبرا اونی لباس پہنے ہوئی تھی (یعنی مفلس وغریب ونادار وخستہ حال لوگ تھے) رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور نماز ادا فرمائی اور کچھ اِن آنے والے خستہ حال لوگوں کو دیا۔ پھر ارشاد فرمایا: اگرچہ ایک صاع، اگرچہ نصف صاع، گرچہ ایک مٹھی، یا آدھی مٹھی ہو اس کے ذریعہ اپنے چہرہ کو دوزخ کی گرمی یا آگ سے بچاؤ۔ سنو! اگرچہ ایک کھجور ہو یا آدھی کھجور سے، اس لیے کہ تم میں سے ایک شخص اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو حق تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا میں نے نہیں کہا تھا تم لوگوں سے؟ کیا میں نے تم کو کان وآنکھ نہیں دیا؟ وہ بندہ عرض کرے گا: کیوں نہیں، یارب! حق جل مجدہ ارشاد فرمائے گا: کیا میں نے تم کو مال اور اولاد والا نہیں بنایا؟ وہ عرض کرے گا: بے شک یارب! حق جل مجدہ ارشاد فرمائے گا: اچھا جو تو نے اپنے لیے پہلے بھیجا آخرت کے لیے وہ کہاں ہے؟ وہ شخص اپنے دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھے گا، تو کچھ نہیں پائے گا جس کے ذریعہ حرارتِ جہنم سے بچائے۔

تو چاہیے کہ تم میں سے ہر شخص دوزخ کی آگ سے اپنے آپ کو بچائے اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات کے ذریعہ، میں تم لوگوں پر فقر وفاقہ اور تنگدستی وتنگی کا خوف نہیں رکھتا کیونکہ حق جل مجدہ تمہارا ناصر ومددگار ہے اور تم لوگوں کو بے حساب عطا کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک بوڑھی عورت اپنے اونٹ پر ہودج میں بیٹھ کر مدینہ اور حیرہ یمن سے سفر کرے گی مگر اپنے سفر میں کسی طرح کا خوف محسوس نہیں کرے گی۔ زیادہ سے زیادہ سوائے اپنی سواری کے چوری ہو جانے کا۔ عدیؓ کہتے ہیں: میں دل ہی دل میں سوچنے لگا پھر یہ طئی کے چور وڈاکو کہاں چلے جائیں گے (یعنی اس وقت ان کی سمجھ ہی میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ اسلام کی برکت سے اس درجہ امن وامان ہو جائے گا)؟ (سنن الترمذی ۵/۲۹۵۳)

ہلکا پھلکا صدقہ بھی کبھی بھیانک بلا کو ٹال دیتا ہے

رسول اللہ ﷺ نے عدی بن حاتمؓ کی آمد سے پہلے ہی اطلاع دیدی تھی کہ اس کا ہاتھ حق تعالیٰ میرے ہاتھ میں دیدے گا، یہ دلیل نبوت تھی، پھر آپ نے ایک انصاری صحابیؓ کے گھر اپنے مہمان کو ٹھہرایا جس میں اکرام انصار کا پہلو غالب ونمایاں ہے۔ تیسرے انصار کی قربانی وایثار کا بھی پتہ لگتا ہے کہ اسلام کے لیے ان حضرات نے کس قدر قربانیاں دی ہیں۔

پھر نبی ﷺ نے نارجہنم سے بچنے کی عملی تدبیر بلیغ بتلائی کہ صدقہ دیا کرو۔ صدقہ کے ذریعہ انسان غضب الٰہی اور غضب الٰہی کے مقامِ دوزخ سے بچ جاتا ہے۔ اس کی مقدار کچھ بھی ہوسکتی ہے اور ہر شخص کے پاس خواہ کثیر ہو یا قلیل دونوں صورت میں صدقہ کرے حتی کہ ایک کھجور نہ ہوتو آدھا کھجو بھی نارجہنم سے بچنے کے لیے دے سکتا ہے اور آدھا کھجور بھی نارجہنم سے بچنے کا ذریعہ عنداللہ ہوسکتا ہے۔ صدقہ کو کبھی کم نہیں جاننا چاہئے، بسا اوقات دیکھا گیا ہے ہلکا پھلکا صدقہ خیرات بڑی بڑی بھیانک بلاؤں سے نجات دے دیتا ہے۔ جس کا وہم وگمان بھی پہلے سے نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم!

بَابُ : (إِنَّا أَنْزَلْنَا الْمَالَ لِإِقَامِ الصَّلَاةِ وَ إِيْتَاءِ ......)

باب: مال اقامت نماز اور ادائیگیٔ زکوۃ کے لیے ہے

(۱۵۶) عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِي رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا نَأْتِي النَّبِيَّ ﷺ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ فَيُحَدِّثُنَا فَقَالَ لَنَا ذَاتَ يَوْمٍ:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ قَالَ: إِنَّا أَنْزَلْنَا الْمَالَ لِإِقَامِ الصَّلَاةِ وَ اِيْتَاءِ الزَّكَاةِ. وَ لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وادٍ لَأَحَبَّ أَنْ يَكُوْنَ إِلَيْهِ ثَانٍ، وَ لَوْ كَانَ لَهُ وَادِيَانِ لَأَحَبَّ أَنْ يَكُوْنَ إِلَيْهِمَا ثَالِثٌ وَ لَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ ، ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَى مَنْ تَابَ.'' [صحيح] (أخرجه أحمد فى مسنده ج٥ص٢١٨)

مال کا مقصد شعائر کا قیام ہے

(۱۵۶) ترجمہ: ابو واقد لیثیؓ سے روایت ہے ہم لوگ نبی ﷺ کے پاس آتے تو جب کوئی آیت یا حکم نازل ہوتا تو ہم لوگوں کو سنا دیتے، ایک روز ہم لوگوں سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ: حق جل مجدہ نے فرمایا کہ:

میں نے مال اس لیے نازل فرمایا کہ لوگ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ اگر آدم کے بیٹے کے پاس ایک وادی مال ہو تو وہ تمنا کرے گا کہ دوسری وادی بھی مال سے بھری ہوئی اسی کی ہو، اور اگر دو وادی مال ہو تو تمنا کرے گا کہ دونوں کے ساتھ تیسری بھی اسی کی ہو اور آدمؑ کے بیٹے کا پیٹ کبھی نہیں بھرے گا سوائے (مرنے کے بعد) مٹی سے۔ پھر اللہ جس کو توفیق دے وہی رجوع ہوتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتے ہیں۔ (مسند احمد ۵/۲۱۸)

مال ودولت کا مقصد اقامتِ صلاۃ اور ادائیگیٔ زکوٰۃ ہے

کتنی عظیم وخوش آئند بات ہے کہ ربّ العزت نے مال ودولت کو اقامتِ صلاۃ اور ادائے زکوٰۃ کے لیے نازل فرمایا، تاکہ اقامتِ صلاۃ کے ذریعہ شعائرِ اسلام کو بلند کیا جائے۔ اللہ ربّ العزت کی عظمت وکبریائی کا زمزمہ مسجد ومنارہ سے دعوت تام بن کر خلائق کو عبادت کی جانب بلایا جائے، ہر فرد وبشر کی زندگی اسلامی حدود کے اندر ہو، بندہ جس طرح تکبیرِ تحریمہ سے تسلیم تک بارگاہِ بے نیاز میں نیازمندانہ مفسداتِ صلاۃ سے اجتناب کررہا تھا اور جملہ حرکات وسکنات، قیام وقعود، رکوع وسجود، قرأت وتسبیحات کی پابندی کررہا تھا، خارجِ صلاۃ بھی محرمات ومنہیات سے مکمل احتراز کرکے عبودیت کی زندگی بسر کرے۔

اس لیے قرآن مجید میں حق جل مجدہ نے فرمایا:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ......الخ (سورة النور، ۳۷)

جن کو اللہ کی یاد سے اور بالخصوص نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت۔

مالداروں میں تجار کا طبقہ سب سے اعلیٰ و بلند ہوتا ہے، ان کی مثال دے کر واضح کردیا گیا کہ مال جب اقامت صلاۃ میں رکاوٹ نہ بنے تو جان لو کہ یہ مال معین عبادت ہے ورنہ پھر خطرہ ہے۔ اور انہی لوگوں کو قرآن نے رجال کہا، جواں مرد، تو گویا جواں مرد وہی لوگ ہیں جن کا مال اقامت صلاۃ کے لیے ہے، نہ کہ فساد و معصیت کے لیے۔ مگر آج معاشرہ میں صاحب مال کو نماز کی فرصت نہیں یا وہ نماز کو مال کے راستہ کا رکاوٹ جانتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم کی رہنمائی کے ساتھ استقامت عطا فرمائے۔ آمین!

ابنِ آدمؑ کا حرص قبر کی مٹی ہی ختم کرے گی

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی بتلا دیا کہ مال کی محبت میں انسان کتنا کمزور واقع ہوا ہے کہ اگر ایک وادی مال سے بھری ہو تو دوسری وادی کی تمنا کرے گا اور اگر دو وادی اس کو مل جائے تو تیسری وادی کی تمنا کرے گا۔ الغرض مال کی زیادتی وطلب کی خواہش انسان کی کبھی بھی ختم نہیں ہوتی، سیرابی نہیں ہوتی، مسلسل طلب و جستجو رہتی ہے اور پھر اس خواہش و طلب کو قبر کی کوٹھری میں لے کر چلا جاتا ہے اور وہاں اب اس کی خواہش وامنگ کو قبر کی مٹی کھا جاتی ہے۔ اور پھر اس کی طلب اور مال کی حرص ختم ہوجاتی ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حُبَّ الدُّنْیَا رَاسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا جو بندہ رجوع الی اللہ، انابت اختیار کرتا ہے مجاہدہ کر کے دل سے اس کی ہوس وحرص کو نکالتا ہے، اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرتے ہیں، یہ کتنی خطرناک بات ہے کہ بندہ مولیٰ کے پاس جارہا ہے اور دل میں حرص دنیا لے جارہا ہے، جبکہ دل میں اللہ کو سجا بسا کر لے جانا چاہئے۔ اس وقت کتنی شرمندگی ہوگی کہ گیا اللہ تعالیٰ کے پاس اور دل میں غیر اللہ کو لے گیا،

بزرگوں کی خانقاہوں میں اولیاء اللہ کی صحبتوں میں اسی گندگی کا علاج کیا جاتا ہے۔ ہم سبھی لوگوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ دل میں اللہ ہو، اللہ کے سوا غیر اللہ نہ ہو۔ اور یہ نعمت اللہ والوں کی دکان سے ملے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے اور عقل بھی دے کہ ہم اپنا علاج کرلیں اور دل کو یادِ حق کے لیے فارغ کرلیں۔ آج لوگوں نے دل کو کباڑ خانہ، بلدیہ کا ڈرام بنا رکھا ہے، دنیا بھر کی گندگی کا مرکز دل کو بنا رکھا ہے، پھر وہاں اللہ تعالیٰ کی تجلی کیسے آئے گی۔

نظر سوئے دنیا قدم سوئے عقبیٰ ☆ کہاں جا رہا ہے، کسے دیکھتا ہے

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِی لَا اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ۔

بَابُ : (نَشَدَ اللّٰهُ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِهٖ أَكْثَرَ لَهُمَا مِنَ الْمَالِ وَ الْوَلَدِ ......)

باب: دو بندوں کا اپنے اپنے بچوں کے ساتھ نیت کا فرق

(۱۵۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"نَشَدَ اللّٰهُ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِهٖ أَكْثَرَ لَهُمَا مِنَ الْمَالِ وَ الْوَلَدِ، فَقَالَ لِأَحَدِهِمَا: أَیْ فَلَانٌ فَقَالَ: لَبَّيْکَ رَبِّ وَ سَعْدَيْکَ. قَالَ: أَلَمْ أُكْثِرْ لَکَ مِنَ الْمَالِ وَ الْوَلَدِ؟ قَالَ: بَلٰی، أَیْ رَبِّ. قَالَ: فَكَيْفَ صَنَعْتَ فِيْمَا آتَيْتُکَ؟ قَالَ: تَرَكْتُهُ لِوَلَدِی مَخَافَةَ الْعَيْلَةِ عَلَيْهِمْ . قَالَ أَمَا إِنَّکَ لَوْ تَعْلَمُ الْعِلْمَ لَضَحِكْتَ قَلِيْلًا وَ لَبَكَيْتَ كَثِيْرًا. أَمَا إِنَّ الَّذِی تَخَوَّفْتَ عَلَيْهِمْ قَدْ أَنْزَلْتُهُ بِهِمْ. وَ يَقُوْلُ لِلْآخِرِ: أَیْ فَلَانٌ بْنُ فَلَانٍ. فَيَقُوْلُ: لَبَّيْکَ أَیْ رَبِّ وَ سَعْدَيْکَ. قَالَ: أَلَمْ أُكْثِرْ لَکَ مِنَ الْمَالِ وَ الْوَلَدِ؟ قَالَ: بَلٰی أَیْ رَبِّ. قَالَ: فَكَيْفَ صَنَعْتَ فِيْمَا آتَيْتُکَ .قَالَ: أَنْفَقْتُهُ فِی طَاعَتِکَ وَ وَثِقْتُ لِوَلَدِی مِنْ بَعْدِی بِحُسْنِ عَدْلِکَ. فَقَالَ أَمَا إِنَّکَ لَوْ تَعْلَمُ الْعِلْمَ لَضَحِكْتَ كَثِيْرًا وَ لَبَكَيْتَ قَلِيْلًا أَمَا إِنَّ الَّذِی وَثِقْتَ لَهُمْ قَدْ أَنْزَلْتُهُ بِهِمْ."

[ضعيف جداً] (أخرجه الطبرانی فی المعجم الصغير ج ۱ ص ۲۱۵)

خوشحالی من جانب اللہ ملتی ہے نہ کہ باپ کے مال دینے سے

(۱۵۷) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے اپنے بندوں میں سے دو بندوں کو اٹھایا جن کو مال واولاد بہت زیادہ دیا تھا، ان میں سے ایک سے ارشاد فرمایا:

اے فلاں بن فلاں! اس نے عرض کیا: **لبیک و سعدیک** (حاضر ہوں اے میرے پروردگار) اس سے ارشاد ہوا: کیا میں نے تم کو مال واولاد میں کثرت نہیں دی؟ اس نے عرض کیا: ضرور ربّ العالمین۔ ارشاد ہوا: پھر تم نے میرے دیئے ہوئے مال کا کیا کیا؟ اس نے عرض کیا: ربّ العالمین! میں مال اپنی اولاد کے لیے چھوڑ آیا ہوں کہ میری اولاد فقر وفاقہ میں مبتلا نہ ہو۔ ارشاد ہوا: اگر تو جان لیتا تو ہنستا کم اور روتا زیادہ، کیا تو نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم کو اولاد پر خوف تھا وہ ان پر میں نے نازل کردی ہے۔ (یعنی تم نے فقر وفاقہ کے خوف سے مال دیا تھا اور اب ان پر فقر وفاقہ نازل کردی گئی ہے) اور دوسرے سے ارشاد ہوا: اے فلاں بن فلاں! اس نے عرض کیا: لبیک وسعدیک یارب، ارشاد ہوا: کیا میں نے تم کو اولاد واموال میں کثرت نہیں دی؟ اس نے عرض کیا: ضرور عطا ہوئی۔ ارشاد ہوا: پھر تو میرے دیئے ہوئے مال میں کیا کچھ کرکے آیا ہے؟ اس نے عرض کیا: ربّ العالمین! میں نے تیری اطاعت میں مال کو خرچ کیا اور اپنے بعد اپنی اولاد کے لیے تیرا حُسنِ معاملہ چھوڑ آیا کہ ان کو میرے بعد رہنا ہے اور ان کا یقینی گزر بسر ہوسکے۔ ارشاد ہوا: اے بندہ! اگر تو جان لیتا تو ہنستا زیادہ اور روتا کم، کیا تو نہیں جانتا کہ جس پر تو نے وثوق وبھروسہ کیا سو وہ ان پر میں نے نازل کردی ہے (یعنی خوشحالی وفراخی)۔

(معجم صغیر طبرانی ۱/۲۱۵)

جیل کی کال کوٹھری سے تختِ شاہی تک

تنگی وفراخی، خوشی وغمی، راحت ومصیبت، عزت وذلت اور دکھ سکھ سبھی اللہ پاک کی جانب سے آتی ہیں، جن میں انسانی فعل وعمل کا قطعاً دخل نہیں، ورنہ دنیا میں کوئی بھی غریب

ومسکین رہنا نہیں چاہتا اور ہر شخص اپنی اپنی بساط وقدرت کے مطابق پوری کوشش کرتا ہے؛ مگر ملتا وہی ہے جو مقدر ہے، اللہ پاک چاہتے ہیں تو جیل کی کوٹھری سے نکال کر تخت شاہی عطا کر دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں تو سالہا سال کی آبائی سلطنت و دولت کو چھین کر جیل کی سلاخوں میں بے نانِ شبینہ ذلت کی موت دیتے ہیں، جب چاہتے ہیں تو ایک مفلس و نادار کو صاحبِ ثروت بنا دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں تو شہزادوں کو سائل بنا کر بھیک منگواتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے لڑکوں کو وصیت کی تھی، اگر تم نیک وصالح ہو تو اللہ کا وعدہ ہے تم تک رزق پہنچانے کا **وھو یتولی الصالحین** ، اللہ صالحین کی غیب سے کفالت کرتا ہے اور اگر تم نیک وصالح نہیں ہو تو میں مال دے کر تم کو زیادتی عذاب کا باعث نہیں بن سکتا، کہ تم بھی دینا کے ذریعے عذاب میں گرفتار ہو اور میں بھی اپنی قبر میں اس مال کا حساب دوں اور ماخوذ کیا جاؤں۔ تم بھی ہلاک ہو جاؤ جس کا سبب و ذریعہ میں بنوں اور میں بھی عذاب میں گرفتار کر لیا جاؤں، لہٰذا تم نیکی کی راہ اختیار کرو۔ صلحاء واتقیاء کا شعار اپناؤ، اللہ تمہارا کفیل وکیل ہے۔ والسلام۔

اولاد کے سلسلہ میں دنیا سے زیادہ دین کی فکر رکھنی چاہیے

مذہبِ اسلام میں ہر چیز کی اساس فکرِ آخرت پر استوار ہوتی ہے اور ہماری زندگی کا ہر شعبہ اجر وثواب کا عمل ہوتا ہے۔ اسی فکر و دھیان کے ساتھ مومن کی زندگی بسر ہوتی ہے۔ مومن کی زندگی میں دنیا بھی آخرت کا زینہ بن جاتا ہے، بلکہ دنیا کے جملہ اعمال قانونِ شریعت کے تحت آخرت ہی آخرت کا عمل ہوتا ہے۔

انسان کی زندگی میں مال و اولاد، یہ دو چیزیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مختلف انداز سے بیان فرمایا:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کہ مال واولاد اس دنیاوی زندگی کی زینت ہیں۔ کہیں فرمایا: **اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ** کہ مال واولاد فتنہ ہیں۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود اگر تربیتِ اولاد کا خیال رکھا گیا کہ ان کی دنیاوی آبادی کے مقابلہ میں

زادِ آخرت کا مزاج پیدا کر دیا گیا اور ان کو ابناءِ آخرت کے اصول پر سنوارا گیا تو یہ صدقہ جاریہ بن جاتے ہیں۔ حدیث میں اس شخص کی مذمت کی گئی ہے جس نے فقر و فاقہ، تنگی و تنگدستی کا خیال تو کیا، مگر بچوں کی آخرت کی آبادی کی فکر نہ کی۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے بچوں کو ضائع کر دیتے ہیں، اور وہی فقر و فاقہ، تنگی و تنگدستی، ان پر مسلط کر دی جاتی ہے، اس کے برخلاف جو اپنے بچوں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے حسن معاملہ کا بھروسہ کر کے مال کو بھی اللہ کی اطاعت میں صرف کرتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کا جو حق مال کے سلسلہ میں ہے وہ ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اپنے بچوں کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دیتے ہیں، ان کو منجانب اللہ خوشی و مسرت بھی ملتی ہے، اور تنگی و تنگدستی سے بھی بچا لیا جاتا ہے۔ برخلاف پہلے والا شخص مال میں اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتا تھا اور جمع کر کے بچوں کا خیال رکھتا تھا، اس پر تنگی و تنگدستی منجانب اللہ مسلط کر دی جاتی ہے۔ اللہ ہمیں ہر طرح اپنی ذات و آخرت کا یقین عطا فرمائے آمین! اور ہماری کمی کوتاہی و جہالت کو معاف فرمائے آمین!

بَابُ : (أَتَى سَائِلٌ اِمْرَأَةً وَ فِي فِمِهَا لُقْمَةٌ فَأَخْرَجَتْ ......)

باب: عورت نے منہ کا لقمہ سائل کو دیدیا

(۱۵۸) لِابْنِ صَصْرِى فِي أَمَالِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ:

''أَتَى سَائِلٌ اِمْرَأَةً وَ فِي فِمِهَا لُقْمَةٌ ، فَأَخْرَجَتِ اللُّقْمَةَ فَنَاوَلَتْهَا السَّائِلَ. فَلَمْ تَلْبَثْ أَنْ رُزِقَتْ غُلَاماً فَلَمَّا تَرَعْرَعَ جَاءَ ذِئْبٌ فَاحْتَمَلَهُ فَخَرَجَتْ تَعْدُو فِي أَثَرِ الذِّئْبِ وَ هِيَ تَقُوْلُ: اِبْنِي اِبْنِي. فَأَمَرَ اللّٰهُ مَلَكاً: اِلْحَقِ الذِّئْبَ فَخُذِ الصَّبِيَّ مِنْ فِيهِ. وَ قَالَ: قُلْ لِأُمِّهِ : اَللّٰهُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ. وَ قُلْ : هَذِهِ لُقْمَةٌ بِلُقْمَةٍ. '' [ضعیف] (کما فی کنز العمال ج۶/ ۱۶۰۳۱)

عورت نے منہ کا لقمہ سائل کو دیا

حق تعالیٰ نے بچہ کو بھیڑیے کے منہ کا لقمہ بننے سے بچایا

(۱۵۸) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے، ایک عورت کے پاس سائل آیا اس کے پاس کچھ نہ تھا سوائے منہ میں ایک لقمہ کے جو وہ کھا رہی تھی، وہی نکال کر سائل کو دیدیا، تھوڑے دن بعد اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو ایک لڑکا عطا فرمایا، جب لڑکا بڑا (تقریباً دس سال کا) ہوگیا۔ ایک بھیڑیا آیا اور اس لڑکے کو منہ میں دبا کر لے بھاگا۔ مسکین عورت بھیڑیے کے پیچھے میرا بیٹا میرا بیٹا کہتے ہوئے بھاگ پڑی۔ حق جل مجدہ نے ایک فرشتہ کو حکم دیا: جلدی بھیڑیے کے منہ سے بچہ چھین لو، اور اس بچہ کی ماں کو حق جل مجدہ کا سلام کہو اور یہ بھی کہہ دو یہ بچہ بھیڑیے کے منہ کا ایک لقمہ میں تم کو دے رہا ہوں، تیرے اس ایک لقمہ کے بدلے جو تو نے سائل کو دیا تھا۔ لہٰذا تیرے لقمہ کا بدلہ ایک لقمہ ہوگیا۔ (کنز العمال ۶/۱۶۰۳۱)

صدقہ چاہے کتنا ہی کم ہو بڑی ہلاکت سے نجات دلاتا ہے

اس عوت کے پاس صدقہ دینے کو کچھ نہ تھا سوائے اس ایک لقمہ کے جو اس کے منہ میں تھا، اس کی ضمیر نے سائل کو واپس جانے نہ دیا اور اس نے منہ سے لقمہ نکال کر سائل کو عطا کر دیا۔ حق جل مجدہ نے عورت کے اس عمل کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور نعمت ولد سے نوازا۔ صدقہ کی برکت پہلے ولد کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ پھر اچانک اس کے بچہ کو بھیڑیا منہ میں دبا کر بھاگا، مسکین عورت تیز قدم اس بھیڑیے کے پیچھے پیچھے، میرا بچہ، میرا بیٹا کی صدا لگا رہی تھی بھیڑیے پر اس صدا کا کیا اثر ہوتا کہ یہ اس کی خوراک تھا۔ مگر ہاں ماں کی ممتا و فریاد رب ذوالجلال نے دیکھی اور سنی وہ ارحم الراحمین ہے۔ عورت کے صدقہ کو قبول کر چکا تھا۔ فرشتے کو حکم دیا کہ بھیڑیے کو پکڑ لو، اور اس بچہ کو اس کے منہ سے چھڑا لو، امر الٰہی کے آگے کس کی چلی ہے اور کون اس کے آگے چل سکتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے امر و حکم پر خود

غالب ہے، اور فرشتے کو حکم ملا بچہ کی ماں کو اللہ تعالیٰ کا سلام کہہ دو، سلامتی کے ساتھ اس کا بچہ اس کو دیدو اور کہہ دو کہ تمہارے ایک لقمہ صدقہ کے بدلے بھیڑیے کے منہ کا ایک لقمہ، تمہارا بچہ تم کو دیدیا۔ تم نے اپنی خوراک لقمہ اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ دیدیا تو اللہ تعالیٰ نے بھیڑیے کی خوراک جو تمہارا بچہ تھا، تم کو لے کر دیدیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ سے نعمت بھی ملتی ہے اور پھر اس نعمت کی حفاظت بھی منجانب اللہ ہوا کرتی ہے۔ شرط ایثار وقربانی اور اخلاص وللّٰہیت ہے اور ان سب باتوں کے باوجود فضل وعنایت ربانی سے حسن قبول بھی ہو تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ حق تعالیٰ کا سلام آنا نور وسرور ہے۔ واللہ اعلم!

بَابُ : (يَا عِبَادِی أَعْطَيْتُكُمْ فَضْلًا وَ سَأَلْتُكُمْ قَرْضًا......)

باب: میرے بندوں! میں نے تم کو محض اپنے فضل سے دیا اور تم سے قرض حسنہ مانگا

(١٥٩) لِلرَّافِعِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ:

"قَالَ لِي جِبْرِيلُ عليه السلام: قَالَ اللّٰهُ : "يَا عِبَادِیْ! أَعْطَيْتُكُمْ فَضْلًا وَ سَأَلْتُكُمْ قَرْضاً؛ فَمَنْ أَعْطَانِي شَيْئًا مِمَّا أَعْطَيْتُهُ طَوْعاً عَجَّلْتُ لَهُ الْخَلْفَ فِي الْعَاجِلِ وَ ذَخَرْتُ لَهُ فِي الْآجِلِ، وَ مَنْ أَخَذْتُ مِنْهُ مَا أَعْطَيْتُهُ كُرْهاً وَ صَبَرَ وَ احْتَسَبَ أَوْجَبْتُ لَهُ صَلَاتِي وَ رَحْمَتِي وَ كَتَبْتُهُ مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ وَ أَبَحْتُ لَهُ النَّظَرَ إِلَى وَجْهِي." [ضعيف] (كما فی كنز العمال ج٦/ ١٦١٩١) وفی الإتحافات ٦٢٩)

ہدایت یافتہ لوگوں کے لیے دیدارِ حق

(۱۵۹) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے (مرفوعاً): مجھ سے جبرئیلؑ نے کہا کہ: اللہ پاک نے فرمایا ہے:

اے میرے بندو! میں نے تم کو اپنے فضل سے (مال) عطا کیا اور تم سے قرض مانگا، جو مجھ کو میرے ہی دیے ہوئے سے خوشی خوشی دیدیتا ہے، میں جلد سے جلد اس کا بدلہ وعوض دے دیتا ہوں، اور اس کا اجر وثواب آخرت کے لیے ذخیرہ کردیتا ہوں، اور جس شخص سے

زبردستی دیئے ہوئے مال سے لیتا ہوں اور وہ اس پر ثواب کی امید میں صبر کر لیتا ہے۔ تو ایسے شخص پر میری رحمت و احسان واجب ہوجاتی ہے اور اس کا نام ہدایت یافتہ لوگوں میں لکھ دیتا ہوں، اور اپنے چہرہ کا دیدار اس کے لیے مباح کر دیتا ہوں۔
(کنز العمال ۶/۱۶۱۸۱، اتحافات ۶۲۹)

حق تعالیٰ کے نزدیک ہدایت یافتہ کن کو شمار کیا جاتا ہے

مذکورہ حدیثِ قدسی میں مومن بندہ کی دو صفات کا بیان آیا ہے اور بتلایا گیا کہ دو طرح کے بندے ہوتے ہیں، ایک وہ لوگ ہیں جن کو حق جل مجدہ نے اپنے فضل سے خوب عطا کیا، اور راہِ حق میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی تو دل کھول کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں خوشدلی و فراخدلی کے ساتھ دیا۔ دل میں کسی طرح کی تنگی اور زبان پر ترشی نہیں آئی۔ حق تعالیٰ اس کو اس کا نعم البدل دنیا میں بھی دیتے ہیں اور اس کا حتمی ثواب آخرت میں محفوظ کر دیا جاتا ہے، اور بندہ کے دینے کو حق تعالیٰ کی شان کریمی قرض سے تعبیر کر دیتی ہے کہ قرض کی واپسی یقینی اور حتمی ہوتی ہے، تاکہ بندہ کا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دینا آسان ہوجائے اور خوب دیا کرے۔ اس یقین کے ساتھ کہ ہم کو اس کا بدل خوب سے خوب تر ملے گا۔ کیونکہ ربّ العزت نے اس کو قرض کا نام دیا ہے۔ حق تعالیٰ بندوں کے قرض حسنہ کو آخرت میں جنت الفردوس میں ادا کرے گا۔ جو اجر و ثواب، رضا و دیدار کی شکل میں ہوگا۔

﴿وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ (المزمل، ۲۰)

ترجمہ: اور اللہ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دو۔

پورے اخلاص سے اللہ کی راہ میں اس کے احکام کے موافق خرچ کرنا یہی اس کو اچھی طرح قرض دینا ہے۔ بندوں کو اگر قرض حسن دیا جائے وہ بھی اس کے عموم میں داخل سمجھو۔ **کما ثبت فضله في الحديث**۔ (تفسیر عثمانی)

دوسرا گروہ بندوں کا وہ ہے یا جن کی صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خوش دلی سے نہیں دیتا، پھر حق تعالیٰ اپنی قوت و قدرت سے لیتے ہیں، اور وہ

بندہ زبان سے گلے شکوے نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو بھی احوال آئے اس پر اجر وثواب کی نیت سے صبر کرتا ہے۔ حق جل مجدہ اس کو چار طرح کی نعمتیں عطا کرتے ہیں:

صبر پر چار طرح کا انعام ملتا ہے

مال جب حق جل مجدہ بندہ سے لیتا ہے تو اس کو چار طرح کے انعامات عطا کرتا ہے۔

۱۔ پہلی چیز حق تعالیٰ کی جانب سے ان کو جو بطور خاص انعام کے ملے گی، وہ ہے حق جل مجدہ کی جانب سے اس کے لیے صلاۃ و رحمت کا واجب ہونا۔

۲۔ رحمتوں کا نزول اور مستحق رحمت ہو جانا یعنی عنایات رحمانی اور تجلیات ربانی کا بندہ کی طرف ظاہراً و باطناً نازل ہونا۔

۳۔ حق تعالیٰ کی جانب سے ان کے قدم کو زیغ و ضلال سے بچالیا جانا، ہدایت کی روشنی کا قلب پر القاء ہونا، حق و باطل کے درمیان تمیز کا پیدا ہو جانا، طبیعت کا شریعت کے حکم کو شرح صدر کے ساتھ قبول کرنا، شکوک وشبہات سے سینہ کا پاک ہونا۔ انابت کے ساتھ رجوع الی اللہ کا ہمہ وقت استحضار رہنا، فکر آخرت کا غلبہ تمام امور دنیاوی میں بھی دامن گیر رہنا، الغرض یہ سب ہدایت یافتہ لوگوں کی پہچان ہے۔

۴۔ چوتھی نعمت جو صبر پر حق تعالیٰ نوازتے ہیں وہ ہے بندہ کے لیے آخرت میں دیدار ربانی کا مباح ہو جانا، اور رب العزت کی رؤیت و دید سے محظوظ ہونا۔

بَابُ : (اِسۡتَقۡرَضۡتُ عَبۡدِی فَلَمۡ یَقۡرِضۡنِی......)

باب: میرے بندے نے قرض دینے سے انکار کر دیا

(۱٦٠) عَنۡ أَبِی هُرَیۡرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: یَقُوۡلُ:

"اِسۡتَقۡرَضۡتُ عَبۡدِی فَلَمۡ یَقۡرِضۡنِی وَ یَشۡتِمُنِی عَبۡدِی وَ هُوَ لَا یَدۡرِی یَقُوۡلُ: وَا دَهۡرَاهُ وَا دَهۡرَاهُ وَ أَنَا الدَّهۡرُ." [صحیح] (أخرجه أحمد ج ۱۵/۷۵۹۷)

میں نے اپنے بندے سے قرض مانگا؛ مگر اس نے نہیں دیا

(۱۶۰) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

میں نے اپنے بندے سے قرض مانگا، مگر اس نے نہیں دیا اور میرا بندہ مجھ کو گالیاں دیتا ہے اور اس کو معلوم نہیں، کہتا ہے: زمانہ کا ناس ہو، زمانہ کا ناس ہو اور زمانہ تو میں ہی ہوں۔ (مسند احمد ۱۵/۷۵۹۷)

سائل کو کھانا پانی دینا حضورِ حق تک پہنچ جاتا ہے

(۱۶۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

يَقُوْلُ اللّٰهُ: "اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي. قَالَ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ وَ كَيْفَ اِسْتَطْعَمْتَنِي وَ لَمْ أُطْعِمْكَ وَ أَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ. قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلَانًا اِسْتَطْعَمَكَ فَلَمْ تُطْعِمْهُ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ كُنْتَ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِي؟ اِبْنُ آدَمَ! اِسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِي. فَقَالَ: يَا رَبِّ وَ كَيْفَ أَسْقِيْكَ وَ أَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ فَيَقُوْلُ: إِنَّ عَبْدِي فُلَانًا اِسْتَسْقَاكَ فَلَمْ تَسْقِهِ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ كُنْتَ سَقَيْتَهُ لَوَجَدَ ذٰلِكَ عِنْدِي؟ يَا ابْنَ آدَمَ! مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي. قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُوْدُكَ وَ أَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلَانًا مَرِضَ فَلَوْ كُنْتَ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِي أَوْ وَجَدْتَنِي عِنْدَهُ." [صحيح] (أخرجه البخاري في الأدب المفرد/۵۱۷)

(۱۶۱) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

میں نے تم سے کھانا مانگا تم نے کھانا نہ دیا۔ لوگ کہیں گے: تو نے کیسے کھانا مانگا؟ اور میں نے آپ کو نہیں کھلایا جبکہ آپ ربّ العالمین ہیں (کھانے پینے سے بے نیاز ہیں سبحانک) حق جل مجدہ فرمائے گا: کیا تجھے نہیں معلوم کہ میرے فلاں بندہ نے تجھ سے کھانا

مانگا تھا اور تو نے اس کو نہیں کھلایا۔ کیا تجھے یہ بات معلوم نہیں کہ اگر تو اس کو کھلاتا تو مجھ کو وہیں پاتا؟ ابن آدمؑ میں پیاسا تھا، میں نے تم سے پانی مانگا، مگر تم نے مجھ کو سیراب نہیں کیا نہ پلایا۔ بندہ عرض کرے گا: ربّ العزّت آپ کو کیسے سیراب کرتا پانی پلاتا جبکہ آپ ربّ العالمین ہیں۔ حق جل مجدہ فرمائے گا: میرا فلاں بندہ پیاسا تھا تم سے پانی مانگا مگر تم نے اس کو نہیں پلایا۔ کیا تجھے نہیں معلوم اگر تو اس کو پلاتا تو مجھ کو اسی کے پاس پاتا؟ اے آدم کے بیٹے میں بیمار پڑ گیا اور تو میری عیادت کو نہیں آیا۔ بندہ عرض کرے گا: میں آپ کی عیادت ومزاج پرسی کیسے کر سکتا تھا؟ آپ تو ربّ العالمین ہیں، اللہ فرمائے گا: کیا تم کو معلوم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار پڑ گیا تھا؟ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو وہیں مجھ کو پاتا یا وہیں میں تم کو ملتا۔

اسلام کا ترغیبی امتیاز وکمال بلند وبالا ہے

اس حدیث میں ہمارے رب نے آداب واخوت کی ترغیب کا باکمال اسلوب اختیار فرمایا ہے۔ انسانی ضرورتوں کو پورا کرنا، بھوکے کو کھلانا، پیاسے کو پلانا، ننگے کو پہنانا، اور بیمار کی دیکھ ریکھ کرنا۔ رب ذوالجلال کو اس قدر پسند ہے کہ اس کا انتساب اپنی ذات صمدیت کی طرف کر دیا۔ اسلام ومسلمان کا رب کتنا رحمٰن ورحیم ہے کہ مخلوق کی حاجت پوری نہ کرنا خالقِ کائنات اور ربّ ِ بے نیاز کی جناب کو رد کرنے کے مترادف قرار دیدیا۔ دنیا کے کسی مذہب میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ چونٹیوں کے بِل پر تو شکر ڈالتے ہیں مگر انسان کو نذرِ آتش بھی کر دیتے ہیں، کتوں کو روٹیاں دینے والوں نے انسان کو ترسا ترسا کر مار ڈالا، اسلام کے اس اصول کو دیکھیں اور برتیں کہ ربّ العالمین کا کتنا خوبصورت فرمان ہے کہ سائل کو کھلاتے وقت تمہارا رب وہیں ہے۔ پیاسے کو سیراب کرتے وقت تمہارا رب وہیں ہے۔ بیمار کی عیادت کرتے وقت تمہارا رب وہیں ہے۔ استحضار رکھو اور لطفِ دیدلو۔

بَابُ : (وَيُلٌ لِّلْأَغْنِيَاءِ مِنَ الْفُقَرَاءِ ......)

باب: فقراء کے مقابلے میں مالداروں کی تباہی و بربادی

(١٦٢) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

" وَيْلٌ لِّلْأَغْنِيَاءِ مِنَ الْفُقَرَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا ظَلَمُوْنَا حُقُوْقَنَا الَّتِي فَرَضْتَ لَنَا عَلَيْهِمْ. فَيَقُوْلُ: وَ عِزَّتِي وَ جَلَالِي لَأُدْنِيَنَّكُمْ وَ لَأُبَاعِدَنَّهُمْ [لَأُبْعِدُنَّهُمْ] ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

﴿وَ فِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ﴾ (الذاريات :١٩)

[ضعيف] (أخرجه الطبراني في المعجم الصغير ج ١ ص٢٤٦)

مالداروں کے لیے فقراء کی بددعا

(۱۶۲) ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن فقراء کہیں گے: خرابی و تباہی ہو مالداروں کے حق میں، وہ کہیں گے ہمارے رب! انھوں نے ہمارے حقوق میں ظلم و زیادتی کی جو ہمارا حق ان پر فرض تھا اس سلسلہ میں۔ حق جل مجدہ فرمائے گا: مجھ کو میری عزّت و جلال کی قسم! آج میں تم لوگوں کو اپنی ذاتِ رحمت سے قریب تر رکھوں گا اور ان کو اپنی صفتِ رحمت سے دور کردوں گا، پھر رسول اللہ ﷺ نے آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَ فِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ﴾ (الذاريات :١٩)

اور ان کے مال میں سوالی اور غیر سوالی کا حق تھا۔

(یعنی ایسے التزال سے دیتے تھے کے جیسے ان کے ذمہ ان کا کچھ آتا ہو، مراد اس سے غیر زکوۃ ہے)۔ (معجم صغیر طبرانی ۱/۲۴۶)

فقیر اللہ کی رحمت سے قریب اور مالدار رحمت سے دور

وہ اغنیاء جو فقراء کے حقوق ادا نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی ان کے احوال کی خبر رکھتے

ہیں حق جل مجدہ قیامت کے دن ان کو اپنی ذات اور رحمت وعنایت سے دور رکھیں گے، سیدھی سادی بات ہے جو عیال اللہ وخلق اللہ کے حقوق کی نگہداشت رکھے گا، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت وعنایت سے قریب رکھے گا اور جس مالدار نے مال کے غنیٰ میں یا مالداری کے مشغولیت کے سبب مال کا فریضہ ادا نہ کرسکا، ایسی بھی کیا مشغولیت جو رحمت حق سے دور کردے۔اور وہ مال کس کام کا جو بندہ کو خالق ومالک کی رحمت سے دور کردے۔ حدیث قدسی میں بتلایا گیا کہ قیامت کے دن حق جل مجدہ فقراء ونا داروں کو اپنی رحمت وبخشش سے قریب کرلیں گے اور ان مالدار وغنی کو اپنی رحمت سے دور کردیں گے جو مال میں فقراء کے حقوق سے غافل رہا ہوگا اور غفلت اس کو رحمت سے دور کردے گی۔ وہ دن بھی عجیب ہوگا کہ فقیر اللہ کی رحمت کے قریب ہوگا اور مالدار رحمت سے دور۔

مالداروں پر ضروری ہے کہ فقراء کا تفقّد رکھیں اسی طرح جس طرح اپنی تجارت وکاروبار کا تفقّد رکھتے ہیں کہ کون سامال کہاں ارزاں ملتا ہے اور گراں بکتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے مستحق بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: **وَ فِیۡۤ اَمۡوَالِہِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الۡمَحۡرُوۡمِ**۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ کچھ سلسلہ کمانے کا کر رکھا ہے لیکن اتنا نہیں کما پاتے کہ انھیں کافی ہوجائے۔ حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں: وہ شخص جو مالدار تھا لیکن مال اس کا تباہ ہوگیا، بعض مفسرین فرماتے ہیں: وہ شخص مراد ہے جو باوجود حاجت مند ہونے کے کسی سے سوال نہیں کرتا۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسکین وہ نہیں جو چکر لگاتے رہتے ہیں اور جنھیں ایک دو لقمے یا ایک دو کھجور تم دے دیا کرتے ہو، بلکہ حقیقتاً وہ لوگ مسکین ہیں جو اتنا نہیں پاتے کہ انھیں حاجت نہ رہے نہ اپنا حال وقال ایسا رکھتے ہیں کہ کسی پر ان کی حاجت وافلاس ظاہر ہو اور کوئی انھیں صدقہ دے۔ (بخاری ومسلم)

ابن جریرؒ فرماتے ہیں محروم وہ ہے جس کے پاس مال نہ رہا ہو، خواہ وجہ کچھ بھی ہو، یعنی حاصل نہ کرسکا ہو، کمانے کا سلیقہ ہی نہ ہو، یا کام ہی نہ چلتا ہو، یا کسی آفت کے باعث

جمع شدہ مال ضائع ہو گیا ہو۔ (گلدستہ تفاسیر ۶/۱۰۵۵)

بَابُ : (مَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ لَا يَفْعَلُ فِيهَا حَقَّهَا إِلَّا......)

باب: جانور میں اللہ کا حق ادا نہ کرنا

(١٦٣) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ:

"مَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ لَا يَفْعَلُ فِيهَا حَقَّهَا إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرَ مَا كَانَتْ قَطُّ وَ أَقْعَدَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ تَسْتَنُّ عَلَيْهَا بِقَوَائِمِهَا وَ أَخْفَافِهَا، وَ لَا صَاحِبِ بَقَرٍ لَا يَفْعَلُ فِيهَا حَقَّهَا إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرَ مَا كَانَتْ وَ أَقْعَدَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ تَنْطَحُهُ بِقُرُوْنِهَا وَ تَطَؤُهُ بِقَوَائِمِهَا، وَ لَا صَاحِبِ غَنَمٍ لَا يَفْعَلُ فِيهَا حَقَّهَا إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرَ مَا كَانَتْ وَ أَقْعَدَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ تَنْطَحُهُ بِقُرُوْنِهَا وَ تَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا لَيْسَ فِيهَا جَمَّاءُ وَ لَا مُنْكَسِرٌ قَرْنُهَا، وَ لَا صَاحِبُ كَنْزٍ لَا يَفْعَلُ فِيهِ حَقَّهُ إِلَّا جَاءَ كَنْزُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعاً أَقْرَعَ يَتْبَعُهُ فَاغِرًا فَاهُ فَإِذَا أَتَاهُ فَرَّ مِنْهُ فَيُنَادِيهِ رَبُّهُ: خُذْ كَنْزَكَ الَّذِي خَبَّأْتَهُ فَأَنَا عَنْهُ أَغْنَى مِنْكَ فَإِذَا رَأَى أَنَّهُ لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ سَلَكَ يَدَهُ فِي فِيهِ فَقَضَمَهَا قَضْمَ الْفَحْلِ".

[صحيح] (أخرجه أحمد فى مسنده ج٣ص٣٢١)

جانور کی زکوٰۃ نہ دینے والوں کی سزا

(۱۶۳) ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہؓ کا کہنا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا:

جب کوئی اونٹ والا اپنے اونٹ کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا کہ دنیا میں جتنے اونٹ تھے اس سے زیادہ ہوں گے، اور اس شخص کو ایک نشیبی ہموار اور کشادہ جگہ پر بٹھایا جائے گا اور وہ تمام اونٹ اپنے پاؤں اور پیروں سے روندتے ہوئے گزریں گے (یہ ایک قسم کی سزا ہوگی، ان لوگوں کی جو اونٹ کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے) اور جو گائے والا اپنی گائے کے اندر حق تعالیٰ کا حق زکوٰۃ نہیں دیتا، وہ بھی قیامت کے دن

جتنی گائیں دنیا میں تھیں اس مقدار سے زیادہ مقدار کے ساتھ لایا جائے گا، اور اس کو ایک نشیبی ہموار کشادہ جگہ میں بیٹھا کر گائے کے پیروں تلے روندا جائے گا۔ جبکہ گائے اپنے سینگوں سے ماریں گی، اور بکری بھیڑ والے کو جو زکوٰۃ نہیں دیتا تھا اور بھیڑ بکری کی تعداد دنیاوی تعداد سے زیادہ ہوگی، اس کو بھی ایک ایسی جگہ میں بیٹھایا جائے گا اور بکریاں اپنے سینگ سے اس کو ماریں گی اور اپنے کھروں سے روندیں گی، ان بکریوں میں ایک بھی ایسی نہیں ہوگی جس کے سینگ نہ ہوں یا سینگ ٹوٹی ہوئی ہو (یعنی سبھی سینگ والی بکریاں ہوں گی، جو اس کو ماریں گی اور روندیں گی) اور صاحبِ خزانہ و مال جو زکوٰۃ نہیں دیتا تھا، اس کا خزانہ گنجے اژدھے کی شکل میں لایا جائے گا، جو اپنا منہ کھولے ہوئے ہوگا، یہ شخص اس کو دیکھ کر بھاگے گا، تو حق تعالیٰ آواز دیں گے تو بھاگتا کیوں ہے؟ یہی تو تیرا خزانہ ہے جس کو تو نے چھپا چھپا کر رکھا تھا، لہٰذا تو اس کو لے لے کہ میں تو اس سے بے نیاز ہوں، جب وہ شخص دیکھے گا کہ اس سے راہ نجات نہیں، تو اپنا ہاتھ اس اژدہا کے منہ میں دیدے گا اور وہ سانپ پھر اس کو طرح طرح سے چبا چبا کر کھائے گا جیسے اونٹ گھاس کھاتا ہے۔

(مسند احمد ۳/۳۲۱)

مال قیامت میں وبال

فریضۂ زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے، خواہ اموال ہوں یا مویشی، مویشی کی زکوٰۃ میں شریعت نے حد بندی کی ہے جو فقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے، یہاں حدیث میں مقصود یہ ہے کہ انسان آج مال کو کس قدر چھپا چھپا کر محفوظ مکان میں بند کر کے رکھتا ہے، مگر یہ مال کل قیامت میں وبال بنیں گے مثلاً گنجا سانپ جس کے سر کا بال زہر کی شدت سے ختم ہوجاتا ہے، اس کو ڈسے گا، جب وہ صاحب مال کی طرف منجانب اللہ عذاب بن کر آئے گا، وہ شخص بھاگے گا، اللہ پاک فرمائیں گے: بھاگتے کہاں ہو؟ اس کو لے لو کہ یہی تمہارا خزانہ و مال ہے، پھر انسان اپنا ہاتھ اس گنجے سانپ کے منہ میں دے دے گا تو وہ اس کو چبا چبا کر گھاس کی طرح کھائے گا۔ یہ تو ایک عذاب کی عقدہ کشائی ہے،

نہ معلوم اور کیا کیا حالات بنیں گے، اونٹ، گائے، بکریاں جسم کو روندتے ہوئے گزریں گی اور اپنے سینگوں سے ماریں گی اللہ پاک ہماری حفاظت فرمائے اور دیئے ہوئے مال کی زکوٰۃ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بَابُ : (كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ مُسْرِفٌ عَلَى نَفْسِهِ ......)

باب: پہلی امت کے ایک شخص کا واقعہ جو اپنی جان پر زیادتی کر چکا تھا

(١٦٤) لِتَمَّامٍ وَ ابْنِ عَسَاكِرَ وَ ابْنِ النَّجَّارِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رضي الله عنه:

"كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ مُسْرِفٌ عَلٰى نَفْسِهٖ وَ كَانَ مُسْلِمًا كَانَ إِذَا أَكَلَ طَعَامَهُ طَرَحَ ثِفَالَ الطَّعَامِ عَلٰى مَزْبَلَةٍ، وَ كَانَ يَأْوِي إِلَيْهَا عَابِدٌ، فَإِنْ وَجَدَ كِسْرَةً أَكَلَهَا، وَ إِنْ وَجَدَ بَقْلَةً أَكَلَهَا، وَ إِنْ وَجَدَ عِرْقاً تَعَرَّقَهُ، فَلَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ حَتّٰى قَبَضَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ذٰلِكَ الْمَلِكَ فَأَدْخَلَهُ النَّارَ بِذُنُوبِهٖ فَخَرَجَ الْعَابِدُ إِلَى الصَّحْرَاءِ مُقْتَصِرًا عَلَى مَائِهَا وَ بَقْلِهَا ثُمَّ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَبَضَ ذٰلِكَ الْعَابِدَ. فَقَالَ: هَلْ لِأَحَدٍ عِنْدَكَ مَعْرُوفٌ تُكَافِئُهُ؟ قَالَ: لَا يَا رَبِّ. قَالَ: فَمِنْ أَيْنَ كَانَ مَعَاشُكَ؟ - وَ هُوَ أَعْلَمُ بِذٰلِكَ - قَالَ: كُنْتُ آوِي إِلَى مَزْبَلَةِ مَلِكٍ فَإِنْ وَجَدْتُ بَقْلَةً أَكَلْتُهَا، وَ إِنْ وَجَدْتُ عِرْقًا تَعَرَّقْتُهُ فَقَبَضْتُهُ فَخَرَجْتُ إِلَى الْبَرِيَّةِ مُقْتَصِراً عَلَى بَقْلِهَا فَأَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِذٰلِكَ الْمَلِكِ فَأُخْرِجَ مِنَ النَّارِ حُمَمَةً فَقَالَ: يَا رَبِّ هٰذَا الَّذِي كُنْتُ آكُلُ مِنْ مَزْبَلَتِهٖ. فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: خُذْ بِيَدِهٖ فَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ مِنْ مَعْرُوفٍ كَانَ مِنْهُ إِلَيْكَ، أَمَّا لَوْ عَلِمَ بِهٖ مَا أَدْخَلْتُهُ النَّارَ." [ضعيف] (كما في كنز العمال ج ٦/٦١٠٦١)

ایک عابد جو بادشاہ کے کوڑے دان سے کھاتا تھا

(۱۶۴) ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے: پہلی امتوں میں ایک بادشاہ بڑا ہی گنہگار تھا، اپنے نفس پر معصیت کی گندگی سے زیادتی کیے ہوئے تھا، جب وہ بادشاہ

کھانا کھاتا تو بچا ہوا کھانا اٹھا کر کوڑے کی جگہ پھینک دیتا، پھر اس جگہ ایک عابد آتا اور اس جگہ جو روٹی کا ٹکڑا ملتا اس کو کھالیتا، اگر سبزی ترکاری کا چھلکا مل جاتا تو وہ کھالیتا، اور پھینکی ہوئی ہڈی کا بچا ہوا گوشت کھالیتا، اسی حال میں اللہ پاک نے اس بادشاہ کی روح قبض کر لی اور اس کے گناہ کے سبب اس کو جہنم میں داخل کر دیا، پھر وہ عابد اس کوڑے کی طرف کھانے پانی کی تلاش میں نکلا تو راستہ ہی میں اللہ پاک نے اس عابد کی روح قبض کر لی، اللہ پاک نے اس عابد سے پوچھا: کیا کسی آدمی کی نیکی و معروف تمہارے پاس ہے، جس کی تلافی آج تیری طرف سے کر دی جائے (یعنی کسی کا احسان تم پر ہے جس کی آج تلافی تیری جانب سے کی جائے) اس عابد نے جواب میں عرض کیا: نہیں یا ربّ العالمین، کسی کا کوئی احسان نہیں، ارشاد ہوا: اچھا یہ بتلاؤ کہ تم کھانا کہاں سے کھاتے تھے؟ حالاں کہ ربّ العالمین خوب جانتا ہے، اس نے عرض کیا: رب العالمین میں ایک بادشاہ کے کوڑے کرکٹ پر جاتا، اگر روٹی کا ٹکڑا ملتا تو کھالیتا، اگر ترکاری کا چھلکا مل جاتا تو اس سے گزر بسر کر لیتا، اور پھینکی ہوئی ہڈی کا بچا ہوا گوشت کھالیتا، میں اسی روزی کی تلاش میں نکلا تھا کہ آپ نے میری روح قبض کر لی۔ اب اللہ پاک نے حکم دیا کہ اس بادشاہ کو جہنم سے نکالو، جب نکالا گیا تو جل کر کوئلہ ہو چکا تھا، عابد نے دیکھ کر عرض کیا: ربّ العالمین! یہی وہ بادشاہ ہے جس کے کوڑے کرکٹ سے میں کھانا کھاتا تھا، یہ سن کر اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: اے عابد اس بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل ہو جا، کیونکہ اس کی جانب سے تجھ کو احسان ملتا تھا، (یعنی تیرے کھانے پینے کا سبب وہی بادشاہ بنتا تھا) اگر وہ اس بات کو جانتا تو میں جہنم میں داخل نہیں کرتا۔ (کنز العمال ٦/ ١٦١٠٦)

معروف و بھلائی کبھی ضائع نہیں ہوتی

بسا اوقات انسان کسی دوسرے کے ساتھ معروف و بھلائی کا ارادہ نہیں کرتا مگر پھر بھی غیر ارادی طور پر معروف و بھلائی دوسرے کو پہنچ جاتی ہے اور اس کے حسنات میں لکھ

دی جاتی ہے۔ مسلمانوں کا رب ارحم الراحمین ہے، نکتہ نواز ہے۔ اپنے بندوں کے ساتھ غفورٌ رحیم ہے، جب چاہتا ہے کسی بندہ کی مغفرت تو اس کے لیے غیب سے اسباب بھی پیدا کردیتا ہے، شرط اس کی مشیت ہے، عابد کا کباڑ خانہ سے کھانا بھی اس غنی کے مغفرت کا ذریعہ بن گیا کہ ربّ ذوالجلال نے غنی کے مغفرت کا ارادہ کرلیا یہ تو بغیر کسی نیت وارادہ کے غنی کو منجانب اللہ عطا ہوا تو وہ غنی ومالدار جو معروف وبھلائی کا ارادہ کرلیں اور خلائق پر مہربان ہوجائیں ان کو کیا کچھ غیر متناہی ملے گا۔

ہمارے اسلاف واولیاء دیوبندؒ کے یہاں تو دسترخوان بھی جھاڑنے کا سلیقہ اور مقام سکھلایا جاتا ہے، کہ آم کھا کر پتوں اور چھلکوں کو ایسے مقام پر رکھ دو کہ جانور کھالیں، اور روٹی کے باریک ٹکروں کو ایسی جگہ رکھ دو کہ چونٹیاں کھاجائیں، اور ہڈی علیحدہ کرکے ایسے مقام پر رکھ دو کہ کتّے بلّیاں کھاجائیں۔ دراصل جس کا مقصود ومطلوب رضاء الٰہی ہوگا اس کو قدرت خود ہی زندگی کے ہر لمحات وسکنات میں رضوان الٰہی کے حصول کا سلیقہ سکھلا دے گی، اسی کا نام فضل الٰہی سے بندگی وسلیقگی ہے۔ اللہ والے اسی دنیا میں بنتے ہیں، نہ کہ کسی دوسری دنیا سے آتے ہیں، حق جل مجدہ ہماری نیتوں کو درست فرمادے۔ آمین

اس غنی ومالدار کو سزا بھی ملی کہ اس کے علم میں یہ بھلائی نہ تھی، اور جب اس کی بھلائی ومعروف کا ذکر عابد نے رب العزت سے کردیا تو پھر اس کی بھی مغفرت کا پروانہ صادر ہوگیا اور عابد کو حکم ہوا کہ اس کا ہاتھ تھام لو اور جنت میں ساتھ لیکر چلے جاؤ۔ اس طرح غنی وفقیر دونوں رحمت الٰہی سے جنت میں چلے گئے۔ واللہ اعلم!

بَابُ : فِي الْإِنْفَاقِ وَ الصَّدَقَةِ

باب: اللہ کے راستے میں صدقہ کرنا

(۱٦٥) لِابْنِ عَسَاكِرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه:

"كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ يَأْتِي وَكْرَ طَائِرٍ إِذَا أَفْرَخَ فَيَأْخُذُ فَرْخَهُ فَشَكَا ذَلِكَ الطَّيْرُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مَا يَصْنَعُ ذٰلِكَ الرَّجُلُ. فَأَوْحَى اللّٰهُ

إِلَيْـهِ: إِنْ هُـوَ عَادَ فَسَأُهْلِكُهُ. فَلَمَّا أَفْرَخَ خَرَجَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ كَمَا كَانَ يَخْرُجُ وَ أَسْـنَـدَ سُلَّماً، فَلَمَّا كَانَ فِي طَرْفِ الْقَرْيَةِ لَقِيَهُ سَائِلٌ فَأَعْطَاهُ رَغِيْفًا مِنْ زَادِهِ، وَ مَضَـى حَتّٰـى أَتَـى ذٰلِكَ الْـوَكْـرَ فَـوَضَـعَ سُلَّمَهُ ثُمَّ صَعِدَ فَأَخَذَ الْفَرْخَيْنِ وَ أَبَـوَاهُـمَـا يَـنْـظُـرَانِ فَقَالَا : يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنَا أَنْ تُهْلِكَهُ إِنْ عَادَ، وَ قَدْ عَادَ فَـأَخَـذَهُمَا وَ لَمْ تُهْلِكْهُ . فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِمَا: أَ وَ لَمْ تَعْلَمَا أَنِّي لَا أُهْلِكُ أَحَداً تَصَدَّقَ فِي يَوْمِهِ بِصَدَقَةٍ ذٰلِكَ الْيَوْمَ بِمَيْتَةِ سُوءٍ.“

[ضعيف جداً] (كما فی كنز العمال ج ٦/ ١٦١١٦۔ والإتحافات ٦٥٦)

صدقہ بری موت سے بچالیتا ہے

(١٦٥) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ پہلی امتوں میں سے ایک شخص تھا جو پرندوں کے گھونسلوں سے اس وقت بچہ اتار لاتا تھا، جب کہ پرندہ کا بچہ انڈوں سے باہر آجاتا تھا، ایک روز جب پرندہ کے بچے کو وہ شخص لے گیا تو حق جل مجدہ کی بارگاہ میں پرندہ شکایت کرنے لگا، اللہ پاک نے پرندہ پر القاء کیا کہ اگر دوبارہ ایسا کرے گا تو میں اس کو ہلاک و برباد کردوں گا، جب وہ شخص اپنی سابقہ عادت کے مطابق بچہ اتارنے کے لیے نکلا اور سیڑھی لگایا بچہ اتارنے کے لیے، اسی اثناء میں بستی کے کنارے ایک سائل ملا جس کو اس شکاری نے ایک روٹی اپنے کھانے سے نکال کر دیدی، پھر پرندے کے گھونسلے کے پاس آیا اور سیڑھی لگا کر اوپر چڑھا اور دو بچے گھونسلے سے نکال لیے، بچے کے ماں باپ انتظار میں دیکھ رہے تھے کہ اب تب اس پر عذاب آنے ہی والا ہے، جب عذاب نہیں آیا تو دونوں نے عرض کیا: رب العالمین آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر دوبارہ لوٹ کر آیا تو اس کو ہلاک کردیں گے، اور وہ تو پھر واپس آکر بچہ لے گیا اور ہلاک نہیں ہوا، پھر اللہ پاک نے وحی کے ذریعہ ان پرندوں کو بتلایا، کیا تم دونوں اس بات کو نہیں جانتے کہ میں اس شخص کو بری موت (یعنی عذاب) کے ذریعہ ہلاک نہیں کرتا جو تھوڑا کچھ ہی صدقہ کردے۔

(کنز العمال ٦/ ١٦١١٦)

ایک روٹی نے عذابِ الٰہی ٹال دی

حق جل مجدہ کی بارگاہ میں صدقہ وخیرات کی بہت ہی اہمیت ہے۔ قرآن و احادیث کے نصوص میں انفاق پر بہت اہمیت کے ساتھ زور دیا گیا ہے۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ خواہ انفاق واجبہ ہو یا نافلہ، حق تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہے، کہ عیال اللہ پر بندہ جب مہربان ہوگا تو خالق ایسے لوگوں پر کیوں مہربان نہ ہو۔ جو شخص پرندوں کے بچوں کو لے جاتا تھا، پرندوں کی فریاد پر اس کی ہلاکت متعین ومقرر ہوگئی اور پرندے معصوم ہوتے ہیں انتظار میں تھے کہ اس شکاری کی اس عمل پر آئندہ گرفت ہوجائے گی، مگر قضاء وقدر نے اس سے ایک روٹی سائل کو دلوادی اور اس کو عذاب سے بچالیا، پرندوں کو حیرانی ہوئی تو حق تعالیٰ نے جواب دیا کہ شکاری کا سائل کو روٹی دینا، اس سے آنے والے عذاب الٰہی کے ٹل جانے کا سبب بنا۔ کہاں ایک روٹی اور کہاں عذاب الٰہی مگر صدقہ کو یہ مقام بھی رب العزت نے دیا ہے کہ وہ عذاب اور بری موت سے بچالیتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا واقعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ میرا بیٹا سمندری وبحری سفر میں گیا ہوا ہے آج اتنے دن ہوگئے لاپتہ ہے، سمندر میں طغیانی ہے، آپ دعا فرمادیں کہ میرا بیٹا صحیح وسلامت واپس آجائے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: دعا تو میں کرتا ہوں مگر تم دعا سے زیادہ ایک مقبول عمل کرو، جو زود اثر ہے۔ سائل نے پوچھا وہ کیا ہے؟ حضرت ابو ہریرؓ نے فرمایا: جلد گھر جاؤ اور کچھ صدقہ خیرات کرو، وہ مسکین آدمی، اس نے کہا: میرے پاس صدقہ دینے کو کچھ بھی نہیں۔ حضرت نے فرمایا: دیکھو کچھ تو ہوگا خواہ قلیل سے قلیل ہی کیوں نہ ہو۔ ضرور جاکر دیکھو وہ بھاگا ہوا گھر گیا اور اہلیہ سے معلوم کیا۔ بہت ہی جستجو اور گھر کی تلاشی کے بعد معلوم ہوا کہ طاق میں ایک مٹھی جو ہے، بس وہی لے کر حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس حاضر ہوگیا۔ انھوں نے فرمایا: فوراً اس کو صدقہ کردو، چنانچہ انھوں نے صدقہ کردیا۔ اللہ کی قدرت لڑکا واپس آگیا۔ اس کے والد حضرت ابو ہریرہؓ کی خدمت میں

لڑکے کولیکر حاضر ہوگئے ۔لڑکے سے سمندری ماجرا معلوم کیا۔لڑکے نے بتلایاہماری کشتی بس موجوں میں کھیل رہی تھی اوراب تب کا عالم تھا،بس غرق ہی ہونے والی تھی کہ اچانک غیب سے کوئی شخص ظاہر ہوااوراس نے میری کشتی کوسنبھالا اورساحل سمندر تک چھوڑ کر چلا گیا۔حضرت ابوہریرہؓ نے پوچھا:وہ کیا وقت تھا؟ لڑکے نے بتلایا فلاں وقت تھا،تو معلوم ہوا کہ جس وقت صدقہ دیا تھا بعینہٖ وہی وقت تھا کہ سمندر میں رجال غیب سے کوئی ظاہر ہوا اورساحل تک چھوڑ گیا اورصدقہ دینے کا وقت اوررجالِ غیب کےظہورکا وقت ایک ہی تھا۔ اس لیے حدیث میں صدقات وخیرات کی بہت ترغیب آئی ہے۔واللہ اعلم!

فقراءِامت اغنیاءکو جنت میں داخل کریں گے

(١٦٦) وَ لِابْنِ عَسَاكِرَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ هَدَبَةَ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه:

"إِنَّهُ لَيُنَادِي الْمُنَادِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ فُقَرَاءُ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ؟ قُوْمُوْا فَتَصَفَّحُوْا صُفُوفَ الْقِيَامَةِ. أَلَا مَنْ أَطْعَمَكُمْ فِيَّ أَكْلَةً أَوْ أَسْقَاكُمْ فِيَّ شَرْبَةً، أَوْ كَسَاكُمْ فِيَّ خَلِقاً أَوْ جَدِيْدًا خُذُوْا بِيَدِهِ فَأَدْخِلُوْهُ الْجَنَّةَ. فَلَا يَزَالُ صَاحِبُ قَدْ تَعَلَّقَ بِصَاحِبِهِ وَ هُوَ يَقُوْلُ: يَا رَبِّ! هَذَا أَشْبَعَنِي . وَ يَقُوْلُ الْآخَرُ: يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ! هَذَا أَرْوَانِي فَلَا يَبْقَى مِنْ فُقَرَاءِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ مِمَّنْ فَعَلَ ذٰلِكَ صَغِيْرٌ وَ لَا كَبِيْرٌ إِلَّا أَدْخَلَهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا الْجَنَّةَ."

[ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ٦ / ١٦١٠٧)

(١٦٦) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے:ایک پکارنے والا قیامت کے دن پکارے گا،محمد ﷺ کی امت کے فقراء کہاں ہیں؟کھل کھل کرآج قیامت کے دن کھڑے ہوجائیں۔سنو! جن لوگوں نے تم لوگوں کومیری رضا کے لیے کچھ کھلایاہو یا تم لوگوں کومیری رضا کے لیے پرانا یانیا کپڑا پہنایا ہو،ان لوگوں کے ہاتھ پکڑ واوران کو جنت میں داخل کردو۔اس اعلان کے بعد مسلسل وپیہم ہر شخص کسی نہ کسی کاہاتھ تھام کرعرض کردے گا:رب العزت!اس نے مجھ کوبھر پیٹ کھلایا تھا،دوسرا کہے گا:یارب العالمین!اس

نے مجھ کو پیاس میں سیراب کرایا تھا، بس کیا ہوگا کہ امت محمد ﷺ کے فقراء میں کوئی نہیں بچے گا جو کسی نہ کسی کو چھوٹا ہو یا بڑا لے کر ضرور سب کو جنت میں داخل کر دے گا۔

(کنز العمال ۶/۱۶۱۰۷)

حق جل مجدہ کا فقراء کے ساتھ اکرام اور اغنیاء پر انعام

قیامت کے دن ربّ العزت ان تمام لوگوں کو اذن و اجازت دیں گے جن کو کسی نے کھانا کھلایا ہوگا یا پانی پلایا ہوگا یا کپڑا پہنایا ہوگا کہ اپنے محسنین کے ساتھ یہ احسان کا معاملہ کریں کہ ان کا ہاتھ تھام لیں اور جنت میں اپنے ساتھ لے جائیں۔ قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾

احسان کا بدلہ بجز احسان کے کیا ہوسکتا ہے۔

اس طرح کوئی بھی صغیر و کبیر نہیں بچے گا جو جنت میں داخل نہیں ہو جائے گا اور امت محمدیہ ﷺ کے تمام لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ کیونکہ حق تعالیٰ ہی اعلان فرما دیں گے جس کسی نے احسان کیا ہو وہ اس احسان کرنے والے کو ہمراہ لے کر جنت میں داخل ہو جائے۔ صدقہ و خیرات کا کیا بلند مرتبہ و مقام ہے جس کی آج لوگوں کو قدر نہیں۔ کل اس پر جنت کا پروانہ ملے گا اور چند لقمہ و ایک آدھ گھونٹ پانی پر جنت کا پروانہ ملے گا۔ واللہ اعلم

آج میں تم کو رسوا ہونے نہیں دوں گا

(۱۶۷) وَ لِابْنِ لَالٍ وَ الدَّيْلَمِي عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ:

"مَا مِنْ عَبْدٍ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ يَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا قَالَ اللّٰهُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: عَبْدِي رَجَوْتَنِي فَلَنْ أَحْقِرَكَ . حَرَّمْتُ جَسَدَكَ عَلَى النَّارِ وَ ادْخُلْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتَ." [ضعيف] (كما في كنز العمال ج۶/۱۶۱۰۴)

(۱٦۷) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: جب بھی کوئی بندہ حق جل مجدہ کی رضا کے لیے صدقہ کرتا ہے تو قیامت کے دن حق تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: میرا بندہ تو نے مجھ سے امید لگا رکھی تھی تو آج میں تم کو رسوا نہیں ہونے دوں گا۔ میں نے تیرے جسم کو جہنم پر حرام کر دیا ہے، جنت میں جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔

(کنزالعمال ۶/۱۶۱۰۴)

جنت کے جس دروازہ سے چاہو داخل ہو جاؤ

اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے جو صدقہ کیا جارہا ہے اس کا عنداللہ بہت ہی بلند و بالا مرتبہ و مقام ہے۔ اس کی قبولیتِ عنداللہ کا اندازہ اس سے لگائیے کہ حق تعالیٰ خود فرمائیں گے میں تیرے صدقہ و خیرات کو آج کمتر رتبہ و قدر میں ہونے نہیں دوں گا۔ نہ ہی تجھے حقیر و ذلیل ہونے دوں گا میں نے اس صدقہ کو قبول کر کے تیرے جسم کو نارِ جہنم پر حرام کر دیا اور جنت کے جس دروازے سے تیرا جی چاہے داخل ہو جا۔ یہ تیرے صدقہ کی قبولیت کا مقام ہے کہ تجھے تیرا صدقہ مقامِ صدق، مقعدِ صدق تک لے آیا۔ واللہ اعلم!

منجانب اللہ فقیر و غنی بنانے کی حکمت

(۱٦۸) وَ لِابْنِ النَّجَّارِ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ:

"أَوْحَى اللّٰهُ إِلَى مُوسٰى بْنِ عِمْرَانَ : يَا مُوسٰى! إِنَّ مِنْ عِبَادِي مِنْ لَوْ سَأَلَنِي الْجَنَّةَ بِحَذَافِيرِهَا لَأَعْطَيْتُهُ وَ لَوْ سَأَلَنِي عِلَاقَةَ سَوْطٍ لَمْ أُعْطِهِ، لَيْسَ ذٰلِكَ مِنْ هَوَانٍ لَهُ عَلَيَّ ، وَ لَكِنْ أُرِيْدُ أَنْ أَدَّخِرَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ كَرَامَتِي وَ أَحْمِيَهُ مِنَ الدُّنْيَا كَمَا يَحْمِي الرَّاعِي غَنَمَهُ مِنْ مَرَاعِي السُّوءِ. يَا مُوسٰى : مَا أَلْجَأْتُ الْفُقَرَاءَ إِلَى الْأَغْنِيَاءِ أَنَّ خَزَائِنِي ضَاقَتْ عَنْهُمْ، وَ أَنَّ رَحْمَتِي لَمْ تَسَعْهُمْ، وَ لٰكِنِّي فَرَضْتُ لِلْفُقَرَاءِ فِي مَالِ الْأَغْنِيَاءِ مَا يَسَعُهُمْ . أَرَدْتُ أَنْ أَبْلُوَ الْأَغْنِيَاءَ كَيْفَ مُسَارَعَتُهُمْ فِيمَا فَرَضْتُ لِلْفُقَرَاءِ فِي أَمْوَالِهِمْ. يَا مُوسٰى: إِنْ

فَعَلُوا ذٰلِكَ أَتْـمَمْتُ عَلَيْهِمْ نِعْمَتِي وَ أَضْعَفْتُ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا لِلْوَاحِدِ عَشْرُ [ةِ] أَمْثَالِهَا. يَا مُوْسٰى: كُنْ لِلْفَقِيْرِ كَنْزاً وَ لِلضَّعِيْفِ حِصْنًا وَ لِلْمُسْتَجِيْرِ غَيْثًا أَكُنْ لَكَ فِي الشِّدَّةِ صَاحِباً وَ فِي الْوَحْدَةِ أَنِيْسًا وَ أَكْلَأُكَ فِي لَيْلِكَ وَ نَهَارِكَ." [ضعيف] (كما في كنزالعمال ج٦/ ١٦٦٦٤، والإتحافات ٥٤٢)

(١٦٨) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے: اللہ پاک نے موسیٰ بن عمرانؑ پر وحی نازل فرمائی، اے موسیٰؑ! میرے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر جنت کا اس کی تمام نعمتوں کے ساتھ سوال کریں تو میں ان کو عطا کردوں، اور اگر کوڑے کے ایک ٹکڑے کے برابر دنیا کا سوال کریں تو ان کو نہ دوں اور یہ کسی گناہ وگندگی کی بناء پر نہیں؛ بلکہ میں چاہتا ہوں، کہ اس بندہ کے لیے آخرت میں اپنی عزت وکرامت کو ذخیرہ کرکے اکٹھا عطا کروں، اور دنیا سے میں اس کی اس طرح حفاظت کرتا ہوں جیسے بکریوں کا چرواہا اپنی بکریوں کی خطرناک چراگاہوں سے حفاظت کرتا ہے، اے موسیٰؑ! میں فقراء اور مساکین کو اغنیاء ومالداروں کے پاس محتاج بناکر اس لیے نہیں بھیجتا ہوں کہ حق جل مجدہ کے خزانۂ غیب میں کمی وتنگی ہے یا میری رحمت اُن کے لیے ناکافی ہے، لیکن میں نے فقراء کا حق اغنیاء کے مال میں حسب وسعت فرض کیا ہے، میں مالداروں کو آزمانا چاہتا ہوں کہ فقراء کے حقوق واجبہ کی ادائیگی کے لیے وہ کس قدر مستعد وچاق وچوبند ہیں۔ اے موسیٰ! اگر مالداروں نے فقراء کا خیال رکھا تو میں اپنی نعمتوں کو کامل ومکمل طور پر انھیں عطا کروں، اور دنیا میں ایک پر دس عطا کروں۔ اے موسیٰؑ! فقیر کے خزانہ بن جاؤ اور ضعیف لوگوں کے لیے امن وامان کا قلعہ، اور پناہ چاہنے والوں کے لیے بادل و پناہ گاہ، میں تمہارے لیے شدت وسختی کے وقت ساتھی بن جاؤں گا، اور تنہائی میں مونس اور رات ودن میں تمہارا محافظ رہوں گا۔
(کنزالعمال ٦/ ١٦٦٦٤)

اغنیاء کی آزمائش اور فقراء کا مقام عنداللہ

بعض فقراء ومساکین کامل الایمان، اکمل الایقان، احسن الاعمال ہوتے ہیں، ان کا

ربط وتعلق ہمہ تن عرشِ عظیم کے رب سے ہوتا ہے، و ھو معکم اینما کنتم کی زندہ تعبیر و تفسیر ہوتے ہیں۔ حال و قال دونوں میں یگانگت و یکسانیت ہوتی ہے۔ قال جب حال ہوتا ہے تب ایمان کا ذائقہ محسوس ہوتا ہے۔ مسلم کی ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رُبَّ اَشْعَثُ اَغْبَرُ مَدْفُوْعٌ بِالْاَبْوَابِ لَوْاَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ

بعض پراگندہ غبار آلودہ شخص ایسے ہوتے ہیں کہ لوگ ان کو دروازہ سے بھگادیں ٹکنے نہ دیں، (ان کی پراگندگی و بدحالی دیکھ کر) مگر عنداللہ ان کا مرتبہ اتنا بلند ہوتا ہے کہ اگر وہ قسم کھالیں کسی بات پر تو اللہ ان کی قسم کی لاج رکھ کر وہ قسم پوری کردیتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظاہری بدحالی کا اعتبار نہیں باطن کی حالت کا اعتبار ہے۔ ظاہری حالت خستہ وشکستہ کو دیکھ کر عدم قبولیت وصالحیت کا فیصلہ کرنا نادانی ہے۔

مقبول ومحبوب کو دنیاوی خوشحالی سے دور رکھا جاتا ہے

حق جل مجدہ اپنے خاصان حق کو دنیاوی خوشحالی سے دور رکھتا ہے، یہ اس وجہ سے نہیں کہ حق جل مجدہ کی نگاہ میں ان کی کوئی قدر ومنزلت نہیں یا یہ لوگ اسی کے مستحق ہیں یا ان مقبولان بارگاہ کو معاشرہ میں لوگوں کے درمیان رسوا کرنا ہوتا ہے یا ذلت و رسوائی سے ان کو دوچار کرنا مقصود ہوتا ہے، ان میں سے کوئی سبب نہیں، دراصل بات یہ ہوتی ہے کہ اگر یہ مقربین بارگاہِ رب العزت میں جنت کی مافوقِ تصور اشیاء کا سوال کریں تو ان کی ہر خواہش کو پوری کردی جائے اور دنیا کے اندر یہ ایک چابک یا کوڑا کا سوال کریں تو ہرگز ان کا سوال پورا نہ کیا جائے گا۔ اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ ربّ العزت دارِ کرامت وشرافت میں ان کا مقدر ونصیب صاحب کرامت وشرافت لکھ چکا ہے اور دنیاوی کثافت وگندگی سے اس کو اسی طرح بچارہا ہے جس طرح چرواہا اپنی بکریوں کو خطرناک وادیوں، ہلاکت کی گھاٹیوں سے بچاتا ہے، وہ بکریوں کا رکھوالا ہے۔ حق جل مجدہ مومنین کا نگراں ونگہبان ہے۔ اللّٰہ ولي الذین آمنوا یخرجھم من الظلمت الی النور ۔ اللہ تعالیٰ ایمان

والوں کا نگراں ونگہبان ہے اندھیری سے روشنی کی طرف نکالتا ہے، ان ولیی اللّٰہ الذی نزل الکتب وھو یتولّی الصالحین۔

اللہ ربّ العزت کا خزانۂ رحمت تنگ نہیں

حق جل مجدہ فرماتے ہیں کہ میں نے جو فقراء کو اغنیاء و مالداروں کے پاس بھیجا ہے یہ اس لیے نہیں کہ میرا خزانۂ رحمت فقراء کے لیے تنگ ہے یا اس میں گنجائش نہیں اور میری رحمت میں ان کے لیے جگہ و وسعت نہیں۔ ایسا نہ سوچنا کیونکہ وللّٰہ خزائن السموات والارض کہ زمین وآسمان کا خزانہ اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔ رب العزت کی حکمت کو دوسرا کون جان سکے گا، فقیروں کا حق مالداروں کے اوپر فرض کیا ہے اور دیکھنا ہے کہ مالدار فقیر کو کتنی چابکدستی اور خوش دلی سے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال سے فریضہ ربانی کو (فقیر وتنگدست کو) ادا کرتا ہے۔ مالداروں کی بڑی سخت آزمائش کا موقع ہے۔ آزمانے والا رب العزت ہے اور آزمائش فقیر وتنگدست کے بھیس اور روپ میں ہے۔ غالبؔ کا ایک شعر ہے۔

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

عام طور پر جب ایسے مواقع ہوتے ہیں تو قدم ہمارے جمتے نہیں، پھسلتے ہیں۔ کبھی زبان، کبھی رنگ و روپ، حلیہ بشرہ بدلتا ہے، کبھی دل میں ناگواری کے احساس جنم لیتے ہیں۔ اللہ ربّ العزت مکمل ہماری دستگیری فرمائے۔ آمین!

آزمائش کے بعد کامیابی پر دو انعام

حق جل مجدہ کی مدد ونصرت غیبی سے بندہ جب کامیاب ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دو انعام دیتے ہیں (۱) پہلا انعام اس بندہ کو یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس پر نعمتوں کی فراوانی ہوتی ہے، نعمتِ مال کے ساتھ نعمتِ صحت وعافیت، نعمتِ ذوقِ عبادت و رجوع الی اللہ، دل کا سکون وسرور، وظیفۂ عبدیت اور آخرت کی فکر، خلوص، للّٰہیت، اعمال

میں طریقِ سنت وشریعت کا خیال، الغرض وہ تمام نعمتیں جو دینِ اسلام کے کاملین کو منجانب اللہ ملتی ہیں اس کو عطا ہوں گی۔

(۲) دوسرا انعام اس کو ظاہری دنیا میں یہ ملے گا کہ اللہ ربّ العزت کی رضا کے لیے یہ جو بھی دے گا اس کا دس گنا زیادہ بدل عطا کریں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مال میں کثرت کے خواہشمندوں کو دل کھول کر اللہ تعالیٰ سے سودا کرنا چاہیئے تاکہ مال میں اضافہ ہو اور اس میں دس گنا ترقی ہو جائے اور یہ ثواب تو آخرت میں یقینی ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں اور اخلاص پر تو ستر اور ستر ہزار تک ملے گا۔

تین چیزوں پر تین نعمتیں

حق جل مجدہ فرمارہے ہیں فقیر کے لیے خزانہ بن جا۔ خزانہ میں انسانی ضرورتوں کا تمام تر سامان ہوتا ہے، اور ہر قسم کے سائل کو اس کی ضرورت کا سامان دیا جاتا ہے، انسان کی ضرورتیں مختلف ہوتی ہیں، حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سائل کی ضرورتوں کو ہر اعتبار سے پوری کرنے والے بنو۔ یعنی جو بھی جس طرح کی ضرورت وحاجت لے کر تمہارے پاس آئے اس کی ضرورت کو حتی الوسع پوری کرنے کی کوشش کرو۔

دوسرے ضعیف وکمزور، اور معاشرہ کے ناتواں لوگوں کے لیے تم حفاظتی محفوظ قلع بن جاؤ، تاکہ لوگ ان کو ستایا نہ کریں۔

ہمارے معاشرے میں ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے کہ ضعیف وناتواں، کمزور اور نچلے طبقہ کے لوگوں کے حقوق کو غصب کرنا، ہڑپ کر لینا، ان پر بے جا ظلم وستم کرنا، ان کو ستانا ان پر مافوق طاقت کام کا بوجھ ڈال دینا، ان کے آرام وراحت کو روند کر اغنیاء واعلی طبقہ کے تعیش کو بحال کرنا، یہ سب خرابیاں ہیں، ایسے لوگوں کے لیے امن وامان کو بحال کرنا ہی تو انسانیت ہے۔

تیسرے پناہ وامان چاہنے والوں کے لیے ملجا وماویٰ بن جانا۔ اگر کوئی بندۂ حق کسی بلاء ناگہانی کا شکار ہو گیا، کسی مصیبت وعلت میں پھنس گیا، آفات وبلیات اس پر آگئی، ہم و

غم کا طوفان اس پر مسلط ہوگیا، سکون وراحت اس کے غارت ہوگئے ہیں، تو اس کا سہارا بن جا۔ اس کی مصیبت کو دور کرنے کی پوری کوشش کر۔ اس کے بلاؤں کے طوفان میں آہنی دیوار بن کر سدِ سکندری بن جا۔ بھوک و پیاس میں ہو تو اس کے نان وشبینہ کا نظم کر دے۔ ننگا ہے تو ساتر لباس دیدے، مریض ہے تو دوا وعلاج کا کفیل بن جا۔ قرض ودین میں گرفتار ہوگیا تو قرض ادا کر کے فَکُّ رَقَبَہ کا مصداق بن جا۔ کوئی اس پر ظلم کر رہا ہے، تو ظالم کے ظلم کو اس سے دور کر دے اور تو کچھ نہیں کر سکتا تو بابا دو رکعت نماز حاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے دعا کر دے۔ الغرض تو بارش کی طرح بن جا، اپنے، بیگانے، قریب وبعید، کی تمیز نہ کر سب کا سہارا بن جا۔ اگر تو ایسا کرے گا تو میں شدت احوال میں، تیرا ساتھی ومددگار ہو جاؤں گا، تیری تنہائیوں میں تیرا انیس وجلیس رہوں گا اور رات و دن تیری حفاظت کروں گا۔

سختی وشدت کے زیر اثر جب کوئی شخص مجمع میں بھی تنہا وا کیلا پن محسوس کرتا ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کی تانیس کا ذریعہ بنوں گا اور اس کے دل جمعی وقرار وسکون کا غیب سے نظم کروں گا۔ دل پر اس کے سکینیت وطمانیت کو نازل کروں گا، اور پھر جملہ احوال کے باوجود میں اس کی رات ودن حفاظت کروں گا، تمام تر احوال بدظاہر میں ہوں گے اور اس کے باطن پر اپنی عظمت و ہیبت کا ایسا جلوہ متمکن کروں گا جس کے سامنے ہر آفت و مصیبت، شدت وسختی ہیچ در ہیچ ہوگی کہ اس کے دل کا رخ میری طرف ہے اور کیوں نہ ہو کہ **واصبر لحکم ربک فانک باعیننا** کا لطف وسرور بھی اسی کو حاصل ہوتا ہے۔

كِتَابُ الصَّوْمِ

روزہ کا بیان

بَابُ : (كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَــهُ اِلَّا الصَّوْمُ ......)

(١٦٩) عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قال:

"كُلُّ عَملِ ابنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِیُ وَ أَنَا أَجْزِی بِهِ وَ لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْکِ."

[صحيح] (أخرجه البخاری ج٧ص ٢١١)

حق تعالیٰ کا فرمان روزہ میرے لیے ہے

(١٦٩) ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابنِ آدم کا ہر عمل اس کے لیے، سوائے روزہ کے، وہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں دوں گا اور روزہ دار کے منہ کی بو حق جل مجدہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (صحیح البخاری ۷/۲۲۱)

روزہ کی حکمت روزہ تقویٰ کی بنیاد ہے

روزہ سے نفس کو اس کی مرغوبات سے روکنے کی عادت پڑے گی تو پھر اس کی ان مرغوبات سے جو شرعاً حرام ہیں، روک سکو گے، اور روزہ سے نفس کی قوت وشہوت میں ضعف بھی آئے گا تو اب تم متقی ہو جاؤ گے۔ بڑی حکمت روزہ میں یہی ہے کہ نفسِ سرکش کی اصلاح ہو اور شریعت کے احکام جو نفس کو بھاری معلوم ہوتے ہیں ان کا کرنا سہل ہو جائے اور متقی بن جاؤ۔ روزہ صبر کا ایک بڑا رکن ہے۔ حدیث میں روزہ کو نصف صبر فرمایا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

تقویٰ کی قوت حاصل کرنے میں روزہ کو بڑا دخل ہے کیونکہ روزہ سے اپنی خواہشات کو قابو میں رکھنے کا ایک ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ وہی تقویٰ کی بنیاد ہے۔ (معارف القرآن ۱/۴۴۳)

روزہ کی دوسری حکمت، روزہ نگاہ کو پست رکھتا ہے

بخاری و مسلم میں ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

اے نوجوانوں کے گروہ! جو تم میں سے نکاح کی استطاعت رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ نکاح کرے کیوں کہ نکاح نگاہ کو پست کر دیتا ہے اور فرج کو حرام سے محفوظ بنا دیتا ہے اور جس میں نکاح کا مقدور نہ ہو اس کو روزے رکھنے چاہئیں۔ (تفسیر مظہری، گلدستہ تفاسیر ۱/۳۰۵)

روزہ دار کے منہ کی بو عنداللہ مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے

روزہ دار کے منہ سے جو بھوک وغیرہ کی وجہ سے بو آتی ہے، وہ حق جل مجدہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ نے مؤطا کی شرح میں آٹھ اقوال نقل کیے ہیں۔ مگر تین راجح ہیں:

۱۔ حق تعالیٰ شانہ آخرت میں اس بدبو کا بدلہ اور ثواب خوشبو سے عطا فرمائیں گے، جو مشک سے زیادہ عمدہ اور دماغ پرور ہوگی۔ یہ مطلب تو ظاہر ہے اور اس میں کچھ بُعد بھی نہیں، نیز درمنثور کی ایک روایت میں اس کی تصریح بھی ہے۔ اس لیے یہ بمنزلہ متعین کے ہے۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قیامت میں جب قبروں سے اٹھیں گے تو یہ علامت ہوگی کہ روزہ دار کے منہ سے ایک خوشبو جو مشک سے بھی بہتر ہوگی وہ آئے گی۔

۳۔ دنیا ہی میں اللہ کے نزدیک اس بو کی قدر مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے اور یہ باب المحبت سے ہے، جس کو کسی سے محبت و تعلق ہوتا ہے اس کی بدبو بھی فریفتہ کے لیے ہزار خوشبوؤں سے بہتر ہوا کرتی ہے۔

اے حافظِ مسکیں چہ کنی مشکِ ختن را
از گیسوئے احمد بستان عطر عدن را

(فضائل رمضان ۱۵)

روزہ کو حق جل مجدہ نے اپنی طرف کیوں منسوب کیا؟

اسلام میں تمام عبادات ہی اللہ جل مجدہ کی ذات کے لیے، یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لیے کی جاتی ہیں۔ خواہ نماز، حج، زکوٰۃ ہو مگر روزہ کو اللہ تعالیٰ نے خاص کر اپنی طرف کیوں منسوب کیا؟ جبکہ تمام عبادات ہی اللہ کے لیے ہیں۔ حکیم الامت حضرت مجدد ملت تھانویؒ کو حق جل مجدہ اجر عظیم عطا فرمائے، بہت ہی خوبصورت و دل نشین شرح فرمائی ہے۔ جتنی عبادات ہیں، سب میں کچھ کرنا ہے، اور اس عمل کے التزام سے وہ عبادت کی شکل بنتی ہے۔ مثلاً نماز کو لے لیجیے کہ پہلے وضو کرنا ہے، پھر نماز کے فرائض و واجبات و شرائط کو ادا کر کے نماز کی شکل بنتی ہے۔ اس کو یوں کہئے کہ وجودی عبادات ہیں۔ مثلاً قیام، قرأت، رکوع، سجدہ وغیرہ ذالک۔ اس عبادت کو کرتے ہوئے کوئی بھی شخص دیکھ کر بآسانی فیصلہ کرسکتا ہے کہ بندہ عبادت میں مشغول ہے اور عبادت ہو رہی ہے۔ جبکہ روزہ میں وجودی کوئی عمل نہیں۔ نہ ہی کوئی دیکھ کر فیصلہ کرسکتا ہے کہ بندہ روزہ سے ہے، یہ ایک راز ہے عابد و معبود کا خالق و مخلوق کا۔ روزہ راز و بھید ہے تعلق مع اللہ کا۔ روزہ راز ہے عظمت و توحیدِ باری کا۔ روزہ راز ہے عبدیت کے اقرار کا، وغیرہ ذالک۔ الغرض نماز کے لیے اذان ہے، مسجد کی طرف جانا ہے، اجتماعیت کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنا ہے، جہری نماز میں قرأت ہے، ان تمام ہی اعمال سے عبادت کا وجود ظاہر ہوتا ہے، اور عبادت کا وجودی اتہ پتہ لگ جاتا ہے، جبکہ روزہ میں عدم ہی عدم ہے۔ یعنی چھوڑنا ہی چھوڑنا۔ حج کو لے لیجئے کہ اس میں بھی گھر سے حرم کعبہ کا سفر کرنا، چند دنوں کے لیے مخصوص مقامات کا قیام، حالتِ احرام میں ہونا، رمی کرنا، قربانی کرنا یہاں بھی وجودی عبادت ہے، جو سب پر ظاہر ہو جاتی ہے کہ بندہ عبادتِ حج کا فریضہ ادا کر رہا ہے یا حالتِ احرام میں ہے۔ زکوٰۃ کو لے لیجیے کہ اس میں بھی ایک متعین مال کی موجودگی میں زکوٰۃ فرض ہوگی اور پھر ڈھائی فیصد ادا کرنا ہوتا ہے جو کسی نہ کسی فقیر و مسکین کو دیا جاتا ہے، جس کو دیا جاتا ہے وہ ضرور جان جاتا ہے کہ زکوٰۃ ہے یا قرینہ سے پتہ لگ جاتا ہے یہاں بھی کچھ عمل کا محل ہے، جبکہ روزہ میں

کرنا کچھ نہیں، روزہ میں تمام اعمال کا تعلق ہے نہ کرنے سے۔

اب روزہ کو دیکھئے کہ اس میں تمام اعمال کا تعلق نہ کرنے سے ہے۔ کھانا نہیں کھانا، پانی نہیں پینا، بیوی سے قربت نہیں کرنا، گالی گلوچ نہیں کرنا، غیبت نہیں کرنا، بدنگاہی نہیں کرنا، تمام ہی عبادات سلبی وعدمی ہیں۔ بندہ اگر تنہائی میں کھا پی لے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون جانتا ہے۔ مگر نہ کھانا، نہ پینا اور حق تعالیٰ کے حکم **امساک عن الطعام و الشراب** کو پورا کرنا یہی تو مطلوبِ باری تھا کہ اس بندہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو حکم جانا اور مانا اور اپنی عبدیت کے لیے رب تعالیٰ کی ربوبیت والوہیت کے سامنے جھک گیا، اور اپنی مرغوبات و مطلوبات کو چھوڑ دیا، لہٰذا روزہ میں تمام ہی عبادات کا تعلق چھوڑنا، بچنا، احتراز کرنا، دور رہنا، حلال ومباح کو بھی چھوڑنا، تو حرام بدرجہ اولیٰ چھوڑنا، یہی تو تقویٰ ہے اور اسی عمل کی برکت سے راہِ تقویٰ آسان ہوجاتا ہے۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کتنی خوبیوں کا مالک ہے کہ وجودی عبادات کے ساتھ سلبی عبادات بھی اپنے مومنین بندوں کو عطا فرمائی ہے، **فالحمد للّٰہ اولا و آخرا علی دین الاسلام** ۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمام عبادات میں صرف روزہ کو اپنی طرف منسوب کیا کہ روزہ میرے لیے ہے کہ بندہ کے روزہ حقیقی پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو قطعاً علم نہیں ہوتا۔ صرف روزہ دار جانتا ہے کہ اس کا روزہ ہے یا نہیں۔

روزہ حق جل مجدہ کے تنزیہی صفات کا مظہر

سبحان اللہ وبحمدہ، روزہ بھی حق جل مجدہ کا عظیم تحفہ ہے جو مومنین کو عطا کیا گیا ہے اور تمام عبادات کا صلہ منجانب اللہ بندوں کو فرشتوں کے ذریعہ عطا کیا جائے گا۔ مگر روزہ میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ بندہ کا روزہ محض میرے لیے ہے، اس وجہ سے کہ روزہ میں حق جل مجدہ کی تنزیہی صفات آگئی ہیں، وہ **کفًّا عن الطعام و الشرب** وغیرہ ہے۔ حق جل مجدہ کی ذات طعام وشراب سے بے نیاز ہے، بندہ جب حکم ربانی کے امتثال میں **کف عن الطعام والشراب** کرلیتا ہے تو گویا مشابہت اختیار کرتا ہے صفات تنزیہی سے۔ اس تشبیہ کو حق تعالیٰ کی جانب سے شرفِ قبولیت کا مقام دیا گیا کہ تمہاری اس فدائیت و

فنائیت کا رتبہ یہ ہے کہ ذاتِ حق نے اس کو خاص کرلیا ہے اپنے لیے، اور تمہارا سبھی عمل اللہ کے لیے ہے؛ مگر روزہ اپنے صفاتِ تنزیہی کی وجہ سے ربّ ذوالجلال کو پسند آ گیا اور اب روزہ خاص ہوگیا تمام عبادات کے درمیان ربّ ذوالجلال سبوح وقدوس کے لیے۔ اس معنی کے لحاظ سے روزہ کی قبولیت پر جو بھی منجانب اللہ عطا ہوگا وہ بدست حق ملے گا، اور رب تبارک وتعالیٰ بدستِ خاص بندوں کو عطا فرمائیں گے، اسی لیے کہ روزہ کو حق تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیا تھا لہٰذا اس کی جزا بھی خود ہی دیں گے۔

روزہ خاص کر بروزِ قیامت بندہ کی مغفرت کا ذریعہ ہوگا

جب یہ بات ثابت بالحدیث صحیح ہوئی کہ روزہ حق جل مجدہ کے لیے ہے اور اس کی جزا حق تعالیٰ خود دیں گے یا اس کی جزا وصلہ خود ذاتِ حق ہوگی، تو یہ بھی واضح ہوگیا کہ گویا روزہ سرکاری جائداد کی طرح ہوئی۔ قیامت کے دن مختلف اصحاب اپنے اپنے حقوق کے مطالبے کے لیے آئیں گے اور ہر شخص اپنا اپنا حق وصول کرلے گا۔ نماز، حج، زکوٰۃ، خیرات و صدقات، ذکر اذکار اور اوراد و وظائف ایک شخص کا سب ختم ہوجائے گا، سوائے روزہ کے اب جب کچھ بھی نہیں رہے گا تو یہی روزہ اس کے لیے مغفرت کا ذریعہ بن جائے گا کہ روزہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے تھا یہ کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ سرکاری جائداد کسی کو نہیں دی جاتی ہے۔ اس لیے حق تعالیٰ نے پہلے ہی فرمادیا کہ روزہ اللہ کے لیے ہے اور روزہ کی جزا اللہ تعالیٰ ہی دیں گے۔

روزہ دار کو دو خوشی؛ ایک دنیا میں ایک آخرت میں

حق جل مجدہ روزہ دار کو دو خوشی عطا فرماتے ہیں؛ ایک افطار کے وقت جب وہ افطار کرتا ہے۔ کھانا پینا کھا کر دن بھر کا بھوکا پیاسا تھا شام کو افطار کر کے خوش ہوتا ہے اور دوسرے جب وہ قیامت کے دن حق جل مجدہ سے ملے گا تو روزہ کی وجہ سے لقاءِ رحمٰن کے وقت جو مسرت اس کو دید سے ہوگی وہ بے مثال و بے نظیر ہوگی۔ اس میں بھی لطیف اشارہ

ہے کہ روزہ حق تعالیٰ کے لیے تھا اس لیے آخرت میں روزہ کی شان تنزیہی کا ظہور، لقاءِ رب کے وقت ہوگا جو خوشی وفرحت سے ہوگا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ، روزہ میں ریا کا دخل نہیں جیسا کہ دوسری عبادات میں ریا داخل ہو جاتا ہے، دوسرے؛ روزہ کا ثواب اور روزہ پر ملنے والی نیکیاں حق جل مجدہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ تیسرے؛ روزہ تمام عبادات کے مقابلہ میں حق تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے، اور حق جل مجدہ کے نزدیک روزہ کو ایک خاص مقام قرب حاصل ہے، جو دوسری عبادات میں نہیں ہے۔ چوتھے؛ روزہ کو حق جل مجدہ نے اپنی طرف منسوب کیا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے بیت اللہ کو خاص شرف حاصل ہے جبکہ تمام مساجد بیت اللہ ہیں۔ لہٰذا روزہ کی عظمت و شرف کو ظاہر کرنے کے لیے حق تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کرلیا۔ پانچویں؛ وجہ وہی ہے کہ **استغناء عن الطعام و الشراب** اور **کف شهوت**، حق جل مجدہ کی صفات تنزیہی ہے بندہ جب ان صفات سے حق تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتا ہے تو حق تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی ذات کی طرف کرلی، اللہ اکبر کبیراً، چھٹے؛ اس معنی کے ساتھ ساتھ یہ فرشتوں کی بھی صفات میں سے ہے۔ لہٰذا بندہ جب ملکوتی صفات کو اختیار کرتا ہے تو حق تعالیٰ نے اس کی اس صفت تشبہہ بالملائکۃ کو پسند فرما کر روزہ کی نسبت اپنی ذات حق کی طرف کرلیا۔ ساتویں؛ روزہ خالص اللہ جل مجدہ کی ذات کے لیے ہے بندہ کا اس میں کوئی حظ نہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کا خالص عمل ہے۔ آٹھویں؛ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو غیر اللہ کے لیے نہیں کی جاتی یعنی روزہ سے صرف اور صرف ربّ العالمین کی عبادت کا تصور پیدا ہوتا ہے، اور غیر اللہ کے تقرب کے لیے روزہ کبھی نہیں رکھا گیا۔ نہ رکھا جاتا ہے، بخلاف دوسری عبادت نماز، صدقہ، خیرات، طواف، بتوں کے سامنے لوگ سجدہ کرتے ہیں چڑھاوا چڑھاتے ہیں، طواف تو مشرکین بتوں کے ارد گرد بھی کرتے ہیں، روزہ کوئی غیر اللہ کے لیے اس شان سے نہیں رکھتا جو اسلام میں مسلمانوں کا پورے رمضان مسلسل عمل ہے۔ (**الحمدللّٰه علی دین الاسلام**)۔

گھنٹہ دو گھنٹہ، آدھا دن آج بھی برت کے نام سے لوگ سہتے ہیں؛ مگر اس میں اناج وغلہ نہیں کھاتے، فواکہ وفروٹس کھاتے ہیں۔ روزہ تو محض مسلمانوں کے یہاں ہیں، اسلامی شعائر میں سے ہے۔ واللہ اعلم!

نویں؛ تمام عبادات مظالم کے عوض دی جائے گی، مگر روزہ قیامت کے دن کسی کو مظالم کے عوض نہیں دیا جائے گا، کہ یہ عین ذات حق کے لیے تھا اور رب العالمین کی چیز مخلوق کو نہیں دی جاسکتی۔ روزہ خالص خالق کے لیے ہے اور تھا اس لیے اس کی جزا روزہ دار کو خالق خود عطا کرے گا۔

دسویں؛ تمام اعمال کا ثواب فرشتے لکھتے ہیں، مگر روزہ کا ثواب فرشتوں کو بھی نہیں بتلایا گیا۔ بس وہ روزہ لکھتے ہیں اور بس۔ ثواب تو حق تعالیٰ خود جانتا ہے، اور خود دے گا۔ اسی لیے حدیث میں بتلایا گیا کہ ہر عمل کا ثواب ایک پر دس اور سات سو تک اللہ تعالیٰ جس کو دینا چاہے، مگر روزہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اور اللہ ہی اس کا ثواب واجر دے گا جو بلاتعین وتقدیر کے بغیر حساب ملے گا۔ یہ آخری رائے امام قرطبیؒ کی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا: اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (الزمر: ۱۰)

ہاں! یہ تو ہوگا کہ ایک دن کے روزہ پر دس دن کا روزہ لکھ لیا جائے گا، مگر اس کا ثواب واجر کیا ہوگا وہ عند اللہ ہے اور ظاہر ہے کہ دینے والا کریم بلکہ اکرم الاکرمین ہے اور وہ خود دے گا تو اس کی شان کریمی کا کون اندازہ لگا سکتا ہے، اس کی شان عظیم وکریم کے مناسب اس کی عطا بھی عظیم ہوگی۔ گویا روزہ قانون جزاء اعمال کے اصول سے الگ ہوگا۔ ہر اعمال کا صلہ قانون جزا کے تحت ملے گا، مگر روزہ کو قانون عطا سے علیحدہ والگ کریم کے رحمتِ واسعہ کے تحت رکھا جائے گا اور ان گنت بغیر حساب عطاء ہوگا۔ واللہ اعلم!

مشک کی خوشبو روزہ دار کے منہ میں ہوگی

(۱۷۰) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: "کُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهٗ إِلَّا الصِّیَامَ هُوَ لِي وَ أَنَا أَجْزِي

بِـهٖ وَ الَّـذِی نَـفْـسُ مُـحَـمَّـدٍ بِيَـدِهٖ لَخِلْفَةُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْکِ.“ [صحيح] (أخرجه النسائی ج٤ ص١٦٤)

(١٧٠) ترجمہ : حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ارشاد فرماتے ہوئے کہ حق جل مجدہ نے فرمایا:

ابنِ آدمؑ کا ہر عمل اس کے اپنے لیے ہے، سوائے روزہ کے کہ وہ میرے لیے ہے اور روزہ کا ثواب میں خود بندہ کو دوں گا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو حق تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ (سنن النسائی ۴/۱۶۴)

بَابُ :(وَ الَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ ......)

باب: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، روزہ دار کی منہ کی بو...

(١٧١) حَدَّثَنَا أَبُوْهُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

”وَ الَّـذِی نَـفْـسُ مُـحَـمَّـدٍ بِيَدِهٖ لَخَلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْـحِ الْـمِسْکِ يَـذَرُ شَهْـوَتَـهُ وَ طَـعَـامَهُ وَ شَرَابَهُ مِنْ جَرَّايَ فَالصِّيَامُ لِي وَ أَنَا أَجْزِي بِهٖ.“ [صحيح] (أخرجه أحمد ج ١٦ / ٨١١٤)

روزہ کی جزا و ثواب میں دوں گا

(١٧١) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بو حق تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ روزہ دار اپنی شہوت و خواہش، کھانا و پینا سب میری وجہ سے چھوڑتا ہے۔ لہٰذا روزہ میرے لیے اور اس کی جزا و ثواب میں دوں گا۔ (مسند احمد ۱۶/۸۱۱۴)

بَابٌ : (اَلصِّيَامُ لَا رِيَاءَ فِيْهِ ......)

باب: وہ روزہ جس میں ریاء نہ ہو

(۱۷۲) لِلْبَيْهَقِي فِي شَعْبِ الْإِيْمَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه:

"الصِّيَامُ لَا رِيَاءَ فِيْهِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ : هُوَ لِي، وَ أَنَا أَجْزِي بِهٖ، يَدَعُ طَعَامَهُ وَ شَرَابَهُ مِنْ أَجْلِي." [ضعيف] (كما في كنز العمال ج۸/ ۲۳۵۷۴)

روزہ میں ریا کاری نہیں ہوتی

(۱۷۲) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے:

جس روزہ میں ریا نہ ہو، حق جل مجدہ فرماتا ہے: وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا ثواب دوں گا۔ بندہ میرے لیے کھانا پینا چھوڑتا ہے۔ (کنز العمال ۸/ ۲۳۵۷۴)

بَابٌ : (إِنَّ الصَّوْمَ لِي...... إِنَّ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَيْنِ......)

باب: روزہ میرے لیے اور روزہ دار کے لیے دو خوشی

(۱۷۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ: إِنَّ الصَّوْمَ لِي وَ أَنَا أَجْزِي بِهٖ. إِنَّ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَيْنِ إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَ إِذَا لَقِيَ اللّٰهَ فَرِحَ. وَ الَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ ...... إِذَا لَقِيَ اللّٰهَ فَجَزَاهُ فَرِحَ." [صحيح] (أخرجه مسلم في صحيحه ج۲ ص۸۰۷)

اللہ تعالیٰ سے مل کر خوب خوش ہوگا

(۱۷۳) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ اور ابوسعیدؓ دونوں سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا ثواب و جزا دوں گا، اور روزہ دار کے لیے

دوخوشی ہے: جب افطار کرتا ہے خوش ہوتا ہے (افطار سے) اور جب حق تعالیٰ سے ملاقات ہوگی تو خوش ہوگا (روزہ کی برکت سے)۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بوحق جل مجدہ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (ایک دوسری سند میں اتنا اضافہ ہے) جب اللہ تعالیٰ سے ملے گا روزہ کا ثواب پا کر خوش ہوگا۔ (صحیح مسلم ۲/۸۰۷)

افطار کے وقت روزہ دار کی خوشی

(۱۷۴) عَنْ عَلِیٍّ بْنِ أَبِی طَالِبٍ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی یَقُوْلُ: "اَلصَّوْمُ لِی وَ أَنَا أَجْزِی بِهٖ، وَ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ حِیْنَ یُفْطِرُ وَ حِیْنَ یَلْقَی رَبَّهُ وَ الَّذِی نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ." [صحیح لغیرہ] (أخرجه النسائی ج۴ ص ۱۵۹)

(۱۷۴) ترجمہ: حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے:

روزہ میرے لیے ہے اور روزہ کی جزاء میں دوں گا، اور روزہ دار کے لیے دو وقت خوشی کا ہے، ایک جب روزہ دار افطار کرتا ہے کھا پی کر خوش ہوتا ہے، دوسرے جب اپنے رب سے ملے گا خوب خوش ہوگا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔
(سنن نسائی ۴/۱۵۹)

بَابُ: (کُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ یُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرَ ......)

باب: آدم نے بیٹے کی ہر نیکی پر دس

(۱۷۵) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"کُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ یُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرَ أَمْثَالِهَا إِلَی سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِی، وَ أَنَا أَجْزِی بِهٖ، یَدَعُ شَهْوَتَه وَ طَعَامَهُ

مِنْ أَجْلِي، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ : فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ، وَ فَرْحَةٌ عِنْدَ لِقاءِ رَبِّهِ، وَ لَخَلُوْفُ فِيْهِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ.“

[صحيح] (أخرجه مسلم ج ٢ص ٨٠٧)

ایک نیکی پرسات سومگر روزہ میرے لیے ہے

(۱۷۵) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ابن آدم کا ہر ایک عمل ایک سے دس گنا، دس سے سات سو تک بڑھ جاتا ہے۔حق جل مجدہ فرماتا ہے: مگر روزہ کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی خود روزہ کا ثواب دوں گا۔ روزہ دار اپنی شہوت وخواہش کھانا پینا میری رضا کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دوخوشی ومسرت ہے، ایک خوشی جب وہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی جب اپنے رب سے ملے گا اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (مسلم۲/۸۰۷)

اللہ کی عظمت کی خاطر شہوت کو چھوڑنا

(١٧٦) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

”وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ. إِنَّمَا يَذَرُ شَهْوَتَهُ وَ طَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي، فَالصِّيَامُ لِي وَ أَنَا أَجْزِي بِهٖ، كُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَّا الصِّيَامَ فَهُوَ لِي وَ أَنَا أَجْزِي بِهٖ.“ [صحيح] (أخرجه مالك في الموطأ ص ٢٠٦/٥٨)

(۱۷٦) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ روزہ دار اپنی خواہشات، کھانا پینا میری وجہ سے چھوڑتا ہے۔ روزہ میرے لیے ہے اور روزہ کی جزا بندہ کو میں خود ہی دوں گا۔ ہر نیکی کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک، مگر روزہ وہ میرے لیے اور اس کی جزا میں دوں گا یا میں ہی اس کی جزا ہوں۔ (موطا امام مالک۲۰٦/۵۸)

ابنِ آدم کا ہر عمل اپنے لیے ہے مگر روزہ میرے لیے

(۱۷۷) عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: "كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ، اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَّا الصِّيَامَ، هُوَ لِي وَ أَنَا أَجْزِي بِهِ."

[صحيح] (أخرجه أحمد ج ۲ ص ۵۰۳)

(۱۷۷) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حق جل مجدہ نے فرمایا:

ابن آدمؑ کا ہر عمل اس کی اپنی ذات کے لیے، ہر نیکی کا ثواب دس سے سات سو تک، مگر روزہ کہ وہ میرے لیے اور اس کی جزا میں دوں گا۔ (مسند احمد ۲/۵۰۳)

(۱۷۸) عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:

"اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَ الصَّوْمُ لِي وَ أَنَا أَجْزِي بِهِ، وَ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ." [صحيح] (أخرجه أحمد ج ۲ ص ۵۱۶)

(۱۷۸) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک نیکی کا دس اور روزہ میرے لیے اور روزہ کا ثواب میں دوں گا اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (مسند احمد ۲/۵۱۶)

(۱۷۹) عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:

"كُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا ابْنُ آدَمَ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَّا الصِّيَامَ لِي، وَ أَنَا أَجْزِي بِهِ." [صحيح] (أخرجه النسائي ج ۴ ص ۱۶۴)

(۱۷۹) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر وہ نیکی جو آدم کی اولاد کرتی ہے اس کا ثواب دس درجہ زیادہ ملتا ہے، مگر روزہ کہ وہ میرے لیے اور اس کا ثواب میں دوں گا۔ (سنن النسائی ۴/۱۶۴)

بندہ کا حق تعالیٰ کی رضا کے لیے کھانا پینا چھوڑنا

(۱۸۰) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم:

"کُلُّ حَسَنَةٍ یَعْمَلُهَا ابْنُ آدَمَ تُضَاعَفُ عَشْرًا إِلَی سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَّا الصِّیَامَ، فَهُوَ لِی وَ أَنَا أَجْزِی بِهٖ، یَدَعُ شَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِی وَ یَدَعُ طَعَامَهُ مِنْ أَجْلِی فَرْحَتَانِ لِلصَّائِمِ؛ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ، وَ فَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ، وَ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ."

[صحیح] (أخرجه أحمد ج ١٤/ ٧٥٩٦)

(۱۸۰) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدمؑ جو بھی نیکی کرتا ہے اس کا ثواب دس سے لے کر سات سو تک ملتا ہے مگر روزہ، کہ وہ میرے لیے ہے اور روزہ کی جزا و بدلہ میں خود دوں گا۔ بندہ اپنی خواہش کو میری وجہ سے چھوڑتا ہے اور اپنے کھانا پینا کو میری وجہ سے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشی ہے ایک جب شام کو افطار کرتا ہے (کھا پی کر خوش ہوتا ہے) دوسرے جب رب عزوجل سے ملے گا تو مل کر خوب خوش ہوگا اور روزہ دار کے منہ کی بو حق جل مجدہ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (مسند احمد ۱۴/۷۵۹۶)

بندہ حق تعالیٰ کی خوشی کے لیے بیوی سے دور رہتا ہے

(۱۸۱) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:

"کُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهٗ، اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَی سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، قَالَ اللّٰهُ: إِلَّا الصِّیَامَ، فَهُوَ لِی وَ أَنَا أَجْزِی بِهٖ، یَدَعُ شَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِی، وَ یَدَعُ الشَّرَابَ مِنْ أَجْلِی وَ یَدَعُ لَذَّتَهُ مِنْ أَجْلِی، وَ یدَعُ زَوْجَتَهُ مِنْ أَجْلِی، وَ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ، وَ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ حِیْنَ یُفْطِرُ، وَ فَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ."

[صحیح] (أخرجه ابن خزیمة فی صحیحه ج٣/ ١٨٩٧)

(۱۸۱) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمؑ کے بیٹے کا ہر عمل اسی کے لیے اور نیکی کا ثواب دس سے لے کر سات سو تک۔ حق جل مجدہ فرماتا ہے: مگر روزہ وہ میرے لیے اور روزہ کا ثواب میں دوں گا۔ بندہ میرے لیے کھانا چھوڑ دیتا ہے اور مشروبات میرے لیے چھوڑ دیتا ہے اور اپنی لذت کو میرے لیے قربان کرتا ہے اور بیوی حلال سے دن میں میرے لیے دور رہتا ہے، اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے اور روزہ دار کو دو خوشی ملنے والی ہے۔ ایک جب شام کو روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری جب رب ذوالجلال سے ملاقات ہوگی تو خوش ہوگا۔ (صحیح ابن خزیمہ ۳/۱۸۹۷)

روزہ میں عظمتِ باری کا لحاظ عظیم سرمایۂ ایمان ہے

(۱۸۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ جَعَلَ حَسَنَةَ ابْنِ آدَمَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَّا الصَّوْمَ، وَ الصَّوْمُ لِي، وَ أَنَا أَجْزِي بِهِ، وَ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ؛ فَرْحَةٌ عِنْدَ إِفْطَارِهِ وَ فَرْحَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ." [صحيح لغيره] (أخرجه أحمد ج٦/٤٢٥٦)

(۱۸۲) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے ابن آدمؑ کے ہر عمل کا ثواب دس درجہ سے سات سو درجہ تک متعین کیا ہے، مگر روزہ وہ حق تعالیٰ کے لیے ہے اور روزہ کی جزا خود میں دوں گا اور روزہ دار کے لیے دو خوشی ہے؛ ایک خوشی افطار کے وقت (جسمانی) اور ایک خوشی آخرت میں حق تعالیٰ سے مل کر (رحمانی و تجلیاتی) اور روزہ دار کے منہ کی بو حق جل مجدہ کے یہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے۔ (مسند احمد ۶/۴۲۵۶)

بَابُ : (اَلصَّوْمُ لِی ...... وَ الصَّوْمُ جُنَّةٌ ......)

باب: روزہ میرے لیے اور روزہ ڈھال ہے

(۱۸۳) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:

یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: الصَّوْمُ لِی وَ أَنَا أَجْزِی بِهٖ، یَدَعُ شَهْوَتَهُ وَ أَكْلَهُ وَ شُرْبَهُ مِنْ أَجْلِی، وَ الصَّوْمُ جُنَّةٌ وَ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَان؛ فَرْحَةٌ حِیْنَ یُفْطِرُ وَ فَرْحَةٌ حِیْنَ یَلْقٰی رَبَّهٗ وَ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیحِ الْمِسْكِ۔"

[صحیح] (أخرجه البخاری ج۹ ص۱۷۵)

روزہ ڈھال ہے جہنم سے

(۱۸۳) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حق جل مجدہ فرماتا ہے:

روزہ میرے لیے ہے اور روزہ کی جزا بندہ کو میں خود دوں گا۔ بندہ اپنی شہوت و خواہش، کھانا پینا میری وجہ سے چھوڑتا ہے اور روزہ ڈھال و سپر ہے جہنم کی آگ سے اور روزہ دار کو دو خوشی ملے گی، ایک جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسرے جب وہ اپنے رب سے ملے گا خوب خوش ہوگا اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (صحیح البخاری ۹/۱۷۵)

روزہ غضبِ الٰہی سے بچاؤ ہے

(۱۸۴) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

"كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهٗ إِلَّا الصِّیَامَ فَهُوَ لِی وَ أَنَا أَجْزِی بِهٖ وَ الَّذِی نَفْسِی بِیَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ وَ الصِّیَامُ جُنَّةٌ، وَ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ یفرحهما :إذا أَفْطَرَ فَرِحَ ، وَ إِذَا لَقِیَ رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ فَرِحَ بِصَوْمِه۔" [صحیح] (أخرجه أحمد ج۲ ص۵۱۶)

(۱۸۴) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
ابن آدمؑ کا ہر عمل اس کی ذات کے لیے اور روزہ محض میرے لیے اور روزہ کی جزا میں خود ہی بندہ کو دوں گا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہوگی، اور روزہ ڈھال و بچاؤ ہے جہنم سے اور روزہ دار کے لیے دو وقت بیحد خوشی کے ہیں: ایک جب افطار کرتا ہے، دوسرے جب ربّ العالمین سے ملے گا خوب خوش ہوگا روزہ کی روحانی نعمت پر۔ (مسند احمد ۲/۵۱۶)

روزہ دوزخ کی آگ سے بچاؤ ہے

(۱۸۵) عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:
"إِنَّمَا الصِّيَامُ جُنَّةٌ يَسْتَجِنُّ بِهَا الْعَبْدُ مِنَ النَّارِ هُوَ لِي وَ أَنَا أَجْزِي بِهٖ."
[حسن] (أخرجه أحمد ج۳ ص۳۹٦)

(۱۸۵) ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
روزہ ڈھال و بچاؤ ہے (نارِ جہنم سے) جس کے ذریعہ بندہ دوزخ کی آگ سے اپنے آپ کا بچاؤ کرتا ہے، محفوظ رکھتا ہے، روزہ میرے لیے ہے اور روزہ کی جزا میں خود دوں گا۔ (مسند احمد ۳/۳۹٦)

روزہ دار محفوظ قلعہ میں ہے

(۱۸٦) لِلطَّبْرَانِي عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ:
"الصِّيَامُ جُنَّةٌ وَ هُوَ حِصْنٌ مِنْ حُصُوْنِ الْمُؤْمِنِ وَ كُلُّ عَمَلٍ لِصَاحِبِهٖ إِلَّا الصِّيَامَ يَقُوْلُ اللّٰهُ : اَلصِّيَامُ لِي وَ أَنَا أَجْزِي بِهٖ."
[حسن] (كما في كنز العمال ج ۸ / ۲۳۵٦۹)

(۱۸٦) ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے: روزہ ڈھال ہے اور ایک محفوظ و مامون قلعہ ہے، مومن کے بچاؤ اور حفاظت کے قلعوں میں سے۔ ہر عمل اسی عمل

کے کرنے والے کے لیے ہے مگر روزہ کہ حق جل مجدہ فرماتا ہے: روزہ میرے لیے اور اس کی جزاء و بدلہ میں دوں گا۔ (کنز العمال ۸/۲۳۵۶۹)

روزہ ڈھال ہے اللہ کے غضب و عذاب سے

(۱۸۷) وَ لِلْبَغْوِی عَنْ رَجُلٍ:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: "اَلْحَسَنَةُ عَشْرٌ وَ أَزِيْدُ، وَ السَّيِّئَةُ وَاحِدَةٌ وَ أَمْحُوْهَا، وَ الصَّوْمُ لِی وَ أَنَا أَجْزِی بِهٖ، اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ كَمِجَنِّ السِّلَاحِ مِنَ السَّيْفِ." [ضعيف] (كما فی الإتحافات السنية ٨٦)

(۱۸۷) ترجمہ: ایک آدمی سے روایت ہے: حق جل مجدہ نے فرمایا: نیکی کا بدلہ دس اور میں اس سے بھی زیادہ دوں گا اور بدی کا بدلہ محض ایک اور اس کو مٹا بھی دوں گا اور روزہ محض میرے لیے اور اس کا ثواب میں خود دوں گا اور روزہ ڈھال ہے حق تعالیٰ کے غضب و عذاب و عتاب سے، جیسے خود و ڈھال تلوار کی دھار سے بچاؤ ہوتا ہے۔

(الاتحافات السنیۃ ۸۶)

روزہ تمہارے رب کا فرمان ہے

(۱۸۸) لِلْبَغْوِی وَ عَبْدَانِ وَ الطِّبْرَانِی فِی الْكَبِيْرِ وَ الضِّيَاءِ الْمُقَدَّسِی عَنْ بَشِيْرِ بْنِ الْخَصَّاصِيَّة رضی اللہ عنہ:

قَالَ رَبُّكُمْ: "اَلصَّوْمَ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ، وَ لِی الصَّوْمُ وَ أَنَا أَجْزِی بِهٖ، يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَ طَعَامَهُ وَ شَرَابَهُ مِنْ أَجْلِی لَخُلُوْفُ فِی الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ." [صحيح لغيره] (كما فی الإتحافات ١٢٨، ١٢٥)

(۱۸۸) ترجمہ: بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: تمہارے رب نے فرمایا: روزہ ڈھال ہے دوزخ و نار سے اور روزہ میرے لیے ہے اور روزہ کا بدلہ میں دوں گا۔ بندہ اپنی خواہش، کھانا پینا میری وجہ سے چھوڑتا ہے۔ حالتِ روزہ میں منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو

مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (الاتحافات ۱۲۸/۱۲۵)

بَابُ : (اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ فَلا يَرْفُثُ وَ لا يَجْهَلُ ......)

باب: روزہ ڈھال ہے، پس چاہئے کی فحش گوئی اور شہوت سے بچے

(۱۸۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:

"اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ فَلا يَرْفُثُ وَ لا يَجْهَلُ وَ إِنِ امْرُءٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ مَرَّتَيْنِ . وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ . يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَ شَرَابَهُ وَ شَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي. الصِّيَامُ لِي وَ أَنَا أَجْزِي بِهِ، وَ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا." [صحيح] (أخرجه البخارى ج۳ص ۳۱)

روزے کی حالت میں گالی گلوچ اور فحش باتیں منع ہیں

(۱۸۹) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
روزہ جہنم سے ڈھال ہے، روزہ کی حالت میں فحش گوئی یا شہوت کی باتیں نہ کرے۔ نہ ہی بکواس بکے اور اگر کوئی تم سے بکواس و جنگ و جدال کرے یا گالی گلوچ کرے، کہو: بھائی میرا روزہ ہے۔ یہ دو بار کہو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ روزہ دار کھانا پینا، شہوت رانی میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے، روزہ میرے لیے ہے اور روزہ کی جزا میں ہی بندہ کو دوں گا اور نیکی کا ثواب دس درجہ زیادہ ہے۔ (اخرجہ البخاری ۳/۳۱)

روزے کو ڈھال اور جُنّہ کیوں کہا گیا؟

حدیث شریف میں بتلایا گیا کہ روزہ نارِ جہنم سے بچنے کا ذریعہ وسبب ہے۔ بندہ جب روزہ رکھتا ہے تو روزہ کی وجہ سے گناہ و معصیت سے بچتا ہے۔ شہوت ٹوٹتی ہے، گناہوں سے حفاظت ہوتی ہے۔ جب گناہ ختم ہوجائیں گے تو نارِ جہنم سے خود بخود حفاظت

ہو جائے گی، روزہ ہی چونکہ گناہ چھوڑنے کا ذریعہ بنا اس لیے روزے کو ڈھال اور جنہ کہا گیا یعنی خوب مضبوط و محفوظ ڈھال۔

دوسری چیز حدیث میں بتلائی گئی کہ روزہ کی حالت میں غصّہ اور غصّے کی حالت میں جو فحش کلامی انسان غضب کی وجہ سے کرتا ہے اس سے بچے، کیونکہ انسان کی عادات مختلف ہیں، کسی کو ہلکی پھلکی بات پر بھی غصہ آجاتا اور کسی کو کم و بیش، روزہ کی حالت میں نہ خود لڑے بھڑے نہ ہی دوسروں کو ایسی کوئی بات کہے جس سے عادتاً غصہ آتا ہے، اگر کسی کا موڈ ہی روزہ کی وجہ سے خراب رہتا ہے تو اس سے بطور خاص دور رہے۔ تاہم کوئی دوسرا روزہ دار سے الجھے تو بڑے پیار سے کہہ دے کہ بھائی آج میرا روزہ ہے۔ ترشی و تلخ کلامی تو ایسے بھی غیر حالت روزہ کے اچھی نہیں تو پھر روزہ میں کب درست ہوگی۔ روزہ میں خود کو بچائے، نہ الجھے نہ الجھائے۔ روزہ جہنم سے بچاؤ اسی کے لیے ہے جو روزہ کا خود احترام کر کے اپنے روزہ کو لڑنے بھڑنے سے بچائے، خود کو سمجھالے کہ تیرا روزہ ہے اور روزہ بھی اللہ کے لیے ہے تو عبادت صوم کو عبادت بنا کر شام کے افطار تک لڑائی سے بھی روزہ رکھ لے۔ تب ہے تو جواں مرد۔ جواں مردی جواب نہ دینا ہے، جواب دینا شیوہ صالحین نہیں، جواب نہ دینا حظِ عظیم ہے ایسا روزہ رضاءِ رب کا ذریعہ ہے۔

نیز روزہ دار جب قیامت کے دن ربّ العالمین سے ملے گا تو اس وقت روزہ کا ثواب حق تعالیٰ دیں گے تو خوب خوش ہوگا۔ دونوں نعمت سے ایک دید کی نعمت ہوگی دوسرے اجر و ثواب خوب خوب ملے گا، تو روزہ کا اندازہ ہوگا کیا نعمت تھی۔

الحمد للہ اسلام میں وجودی و عدمی دونوں عبادت دی گئی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں مل کر کمال تقویٰ پیدا کر دیتا ہے۔ نیکی کا حکم دینا اور خود نیکی پر جمنا، برائی سے روکنا اور خود برائی سے دور بھاگنا، تقویٰ و طہارتِ قلب کی راہ چلنا روزہ کا بنیادی مقصد ہے۔

لڑنے بھڑنے والے سے کہہ دو: بھائی میرا روزہ ہے

(۱۹۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

قَالَ اللّٰهُ: "كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَ أَنَا أَجْزِي بِهِ وَ الصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَ إِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُم فَلَا يَرْفُثْ وَ لَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ . لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا؛ إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَ إِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ." [صحيح] (أخرجه البخاري ج۳ ص ۳۴)

(۱۹۰) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حق جل مجدہ نے فرمایا:

ابنِ آدمؑ کا ہر عمل اسی کے لیے سوائے روزہ کہ وہ میرے لیے ہے اور روزہ کی جزا میں خود دوں گا، اور روزہ جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو اس کو چاہیے کہ فحش گوئی و فحش خیالی نہ کرے، نہ ہی شور و شغب کرے، اگر کوئی اس سے گالی گلوچ کرے یا لڑائی جھگڑا تو کہہ دے: بھائی میرا تو روزہ ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے اور روزہ دار کے لیے دو خوشی کا وقت ہے جس پر وہ خوش ہوتا ہے ۔ جب افطار کرتا ہے خوش ہوتا ہے اور جب اپنے رب سے ملے گا خوش ہوگا۔ (صحیح البخاری ۳/۳۴)

روزہ دار کو چاہیے کہ روزہ کا خود احترام کرے

(۱۹۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

" إِنَّ رَبَّكُمْ يَقُوْلُ: كُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَ الصَّوْمُ لِي وَ أَنَا أَجْزِي بِهِ، اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ، وَ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، وَ إِنْ جَهِلَ عَلَى أَحَدِكُمْ جَاهِلٌ وَ هُوَ صَائِمٌ

فَلْيَقُلْ، إِنِّي صَائِمٌ.'' [صحيح لغيره](أخرجه الترمذي ج٣/ ٧٦٤)

(۱۹۱) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا رب ارشاد فرماتا ہے:

ہر نیکی کا بدلہ دس گنا سے سات سو گنا تک ہے اور روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا و بدلہ میں خود ہوں یا میں اپنے ہاتھ سے دوں گا اور روزہ ڈھال ہے نارِ جہنم سے، اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ پاک کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے، اگر کسی روزہ دار کے ساتھ کوئی جاہل حماقت و بے وقوفی کی بات کرے تو چاہیے کہ روزہ دار یوں کہہ دے کہ: بھائی میرا روزہ ہے۔ (یعنی میں تیرے ساتھ لڑائی جھگڑا، بکواس نہیں کرتا)۔
(سنن ترمذی ۳/ ۷۶۵)

قیامت کے دن روزہ داروں کے لیے ایک حوض خاص ہوگا

(۱۹۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالىٰ: الصِّيَامُ لِي وَ أَنَا أَجْزِي بِهٖ، وَ بِمَحْلُوْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ عِنْدَ اللّٰهِ أَطْيَبُ مِنْ رَائِحَةِ الْمِسْكِ فَأَيُّمَا امْرِئٍ مِنْكُمْ أَصْبَحَ صَائِماً فَلَا يَرْفُثْ وَ لَا يَجْهَلْ، وَ إِنْ إنسانٌ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ، فَإِنَّ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَوْضًا مَا يَرِدُهُ غيرُ الصُّوَّامِ.''

[صحيح] (أخرجه البزار ج ١/ ٩٦٥ كشف الأسناد)

(۱۹۲) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا:

روزہ میرے لیے ہے اور روزہ کی جزا میں دوں گا اور رسول اللہ ﷺ کی قسم کی وجہ سے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص صبح روزہ کی حالت میں کرے تو فحش گوئی اور جہالت کی حرکت نہ کرے۔ اگر کوئی تم سے جہالت، گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا کرے تو کہہ دو کہ بھائی میرا روزہ ہے، ان کے لیے

قیامت کے دن ایک حوض ہوگا اس پر سوائے روزہ دار کے کوئی جا نہ سکے گا نہ سیراب ہو سکے گا۔ (مسند البزار، ۱/۹۶۵، کشف الاستار)

حالتِ روزہ میں نفسانی وشہوانی کلام پسندیدہ نہیں

روزہ دار کو روزے کے آداب کی مکمل رعایت ضروری ہے۔ حالت روزہ میں جس طرح جنگ وجدال اور سب وشتم گالی گلوچ اچھا ومستحسن نہیں، اسی طرح نفسانی وشہوانی گفتگو وکلام بھی پسندیدہ نہیں۔ ضمیر کے بھی سلامتی کا پورا خیال رکھے۔ شریعت میں جس کو رفث کہا گیا ہے اس سے تو خوب ہی اپنے کو بچائے کیونکہ قیامت کے دن روزے دار کو ایک خاص قسم کے حوض سے سیراب کیا جائے گا، یا یوں کہہ لیں کہ قیامت کے دن روزے دار کے لیے ایک مخصوص حوض ہوگا جس پر غیر روزہ دار کو اترنے نہیں دیا جائے گا۔ یعنی غیر روزہ دار کو اس سے سیراب ہونے نہیں دیا جائے گا۔ اس لیے روزہ کو ہر قسم کی لغویات سے محفوظ رکھے۔ اور روزہ دار شرور سے دور ہی رہے۔ واللہ اعلم

روزہ دار کو روزہ کی خوشی کچھ اور ہی ہوگی

(۱۹۳) عَنْ أَبِی صَالِحِ الزَّيَّاتِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رضي الله عنه يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْنِی: قَالَ اللّٰهُ : "كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامُ فَهُوَ لِي، وَ أَنَا أَجْزِی بِهِ، [اَلصِّيَامُ عَنْهُ جُنَّةٌ]، وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَصْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ، إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ بِفِطْرِهِ، وَ إِذَا لَقِیَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ." [صحيح] (أخرجه ابن حزيمة فی صحيحه ، ج ۱۸۹۶/۳)

(۱۹۳) ترجمہ: حضرت ابوصالح زیاتؒ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا:

ابنِ آدمؑ کا ہر عمل اس کے اپنے لیے مگر روزہ کہ وہ میرے لیے اور میں ہی اس کا بدلہ

دوں گا۔ روزہ ڈھال ہے جہنم سے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بو قیامت کے دن اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ روزہ دار کو دو خوشی ہوتی ہے، ایک افطار کے وقت جب روزہ کھولتا ہے اور جب رب تبارک وتعالیٰ سے ملے گا، روزہ کی وجہ سے خوش ہوگا۔

(صحیح ابن خزیمه ۳، ۱۸۹۶)

بَابُ : (لِكُلِّ عَمَلٍ كَفَّارَةٌ وَ الصَّوْمُ لِي......)

باب: ہر عمل کا کفارہ ہے اور روزہ تو میرے لیے ہے

(۱۹٤) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّكُمْ قَالَ:

"لِكُلِّ عَمَلٍ كَفَّارَةٌ، وَ الصَّوْمُ لِي وَ أَنَا أَجْزِي بِهٖ، وَ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ." [صحيح] (أخرجه البخاري ج۹ ص ۱۹۲)

تمام اعمال کسی نہ کسی عمل کا کفارہ ہو جائیں گے مگر روزہ ثابت رہے گا

(۱۹۴) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ربّ العزّت سے روایت کیا ہے کہ: ہر عمل کفارہ ہو جائے گا، مگر روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ وثواب دوں گا اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (صحیح البخاری ۹/۱۹۲)

بَابُ :(اَلطَّاعِمُ الشَّاكِرُ مِثْلُ الصَّائِمِ الصَّابِرِ ...)

باب: اچھی خوراک کھا کر شکر کرنے کا ثواب

(۱۹٥) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

"الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ مِثْلُ الصَّائِمِ الصَّابِرِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: قَالَ اللّٰهُ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصَّوْمُ فَإِنَّهُ لِي وَ أَنَا أَجْزِي بِهٖ يَدَعُ الطَّعَامَ وَ الشَّرَابَ وَ شَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي." [صحيح] (أخرجه ابن خزيمة في صحيحه ج۳ / ۱۸۹۸)

آسودہ حال شکر گزار کا ثواب صابر وصائم جیسا

(۱۹۵) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

آسودہ حال اچھی خوراک کھانے والا شکر گزار کا ثواب اللہ تعالیٰ کے نزدیک، روزہ دار صبر کرنے والے جیسا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے: ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے مگر روزہ میرے لیے ہے اور روزہ کی جزاء میں دوں گا۔ روزہ دار، کھانا پینا اور اپنی خواہش میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ ۱۸۹۸/۳)

بَابُ : (أَحَبُّ عِبَادِي إِلَيَّ أَعْجَلُهُمْ فِطْرًا ...)

باب: افطار میں عجلت اللہ تعالیٰ کی محبوبیت

(۱۹۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: "أَحَبُّ عِبَادِي إِلَيَّ أَعْجَلُهُمْ فِطْراً."

[صحيح لغيره] (أخرجه الترمذى، ج ٣/ ٧٠٠، ٧٠١)

افطار میں جلدی کرنے والے اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں

(۱۹۶) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا:

مجھے وہ بندے زیادہ پسند ہیں جو بعد غروب افطار میں عجلت کرتے ہیں۔

(سنن الترمذی ۷۰۰/۳-۷۰۱)

فائدہ: بعض جماعت غروب کے بعد بھی افطار نہیں کرتی جب تک ستارہ نظر نہ آجائے، ان حضرات کی صاف صاف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تردید کردی کہ غروب کے بعد عجلت کے ساتھ افطار کرنے والے بندوں کو حق جل مجدہ پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ جب حکم تھا نہ کھاؤ، رُکے رہے اور حکم مل گیا کھالو، افطار کرلو، اتباع امر میں

امتثالِ حکم میں جلدی کر لی اور افطار کرلیا یہی ادا حق جل مجدہ کو خوب پسند ہے کہ اس میں شان عبدیت و بندگی خوب نمایاں ہے۔ واللہ اعلم

بَابُ : (أُعْطِيَتْ أُمَّتِي فِي رَمَضَانَ خَمْسَ خِصَالٍ ...)

باب: میری امت کی رمضان میں پانچ خصوصیت

(١٩٧) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:

"أُعْطِيَتْ أُمَّتِي خَمْسَ خِصَالٍ فِي رَمَضَانَ لَمْ تُعْطَهَا أُمَّةٌ قَبْلَهُمْ: خُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ، وَ تَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى يُفْطِرُوْا، وَ يُزَيِّنُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ كُلَّ يَوْمٍ جَنَّتَهُ ثُمَّ يَقُوْلُ: يُوْشِكُ عِبَادِي الصَّالِحُوْنَ أَنْ يُلْقُوا عَنْهُمُ الْمُؤْنَةَ وَ الْأَذٰى وَ يَصِيْرُوْا إِلَيْكِ، وَ يُصَفَّدُ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ فَلَا يَخْلُصُوْا إِلَى مَا كَانُوْا يَخْلُصُوْنَ إِلَيْهِ فِي غَيْرِهِ وَ يَغْفِرُ لَهُم فِي آخِرِ لَيْلَةٍ. قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ؟ قَالَ: لَا، وَ لٰكِنَّ الْعَامِلَ إِنَّمَا يُوَفّٰى أَجْرُهُ إِذَا قَضٰى عَمَلَهُ."

[ضعيف] (أخرجه أحمد، ج٢ص٢٩٢)

امتِ رحمت کو رمضان المبارک میں پانچ نعمتیں ملتی ہیں

(۱۹۷) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری امت کو منجانب اللہ پانچ خصلتیں عطا ہوئی ہیں جو دوسری پہلی امتوں کو نہیں ملیں۔

پہلی : روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

دوسری : روزہ دار کے لیے فرشتے دعاءِ مغفرت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ افطار نہ کرلے۔ یعنی افطار تک فرشتے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

تیسری : حق جل مجدہ ہر روز جنت کو روزہ دار کی آمد کے لیے سنوارتے اور مزین

کرتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں: عنقریب میرے نیک وصالحین بندے دنیاوی تکلیف و اذیت اور تعب و تھکن سے نجات پا کر، اے جنت تیرے اندر آ جائیں گے اور قرار کی سانس لیں گے۔

چوتھی: سرکش شیاطین کو قید و بند میں ڈال دیا جاتا ہے۔ لہٰذا غیر رمضان میں وہ جتنی سرکشی کرتے ہیں رمضان میں مؤمن پر ان کا حملہ کم ہو جاتا ہے۔

پانچویں: رمضان المبارک کی آخری رات میں روزہ دار کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ صحابہؓ نے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس سے مراد لیلۃ القدر ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں، لیکن جب مزدور مزدوری پوری کر لیتا ہے تو اس کو اس کے عمل کی مزدوری دیدی جاتی ہے۔ (مسند احمد،۲/۲۹۲)

حق جل مجدہ کا مخصوص پانچ انعام وتحفہ

جس طرح رسول اللہ ﷺ کو تمام انبیاء علیہم السلام کے درمیان مخصوص انعامات و تحائف عطا کیے گئے، اسی طرح امت رحمت کو منجانب اللہ خاص تحفے رمضان المبارک کی برکت سے عطا کیے گئے ہیں۔

پہلی چیز منہ کی بُو جو بھوک کی شدت یا معدہ کے خالی ہونے سے گیس کی شکل میں منہ میں ظاہر ہوتی ہے وہ عنداللہ مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے، جو پہلے معلوم ہو چکا۔

دوسری اس کے لیے آسمان کے فرشتے اور سمندر کی مچھلیاں دعاء مغفرت کرتی ہیں، مسند احمد کی دوسری روایت میں فرشتے کی جگہ مچھلیاں آیا ہے۔ دونوں ہی دعا کرتے ہیں۔ یعنی روزہ دار کی محبوبیت آسمان سے زمین تک ہے کہ آسمان کے فرشتے جو مقربین بارگاہ ہیں وہ اور سمندر کی مچھلیاں جو پانی میں ہیں وہ بھی دعاء مغفرت کرتی ہیں، یعنی آسمان و زمین اور بحر و بر کی مخلوق سب کی سب دعاء مغفرت کرتی ہیں۔

تیسرے جنت کا سجانا، جب کوئی محترم مہمان آنے والا ہوتا ہے، تو اس کی آمد پر

میزبان صاف وصفائی اور گُل پھل سجاتا ہے روزہ دار کی آمد کے لیے حق تعالیٰ جنت کو سجاتے ہیں کہ صالحین عباد الرحمٰن دار کرامت میں مقیم ہوں گے، اور دنیاوی الجھنوں سے نجات پا کر راحت و آرام کریں گے، یہ اکرام ہوگا۔

چوتھے شیطان لعین کو قید کر دیا جاتا ہے، اور مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ معاصی کی کثرت ختم ہوجاتی ہے، گناہ کا زور ٹوٹ جاتا ہے، گنہگار بھی رمضان میں اللہ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے، اور توبہ واستغفار کے ذریعہ تلافئ مافات میں منہمک ہوجاتا ہے، گریہ و بکاء کے ذریعہ دل کی کدورت کو دھو کر طہارتِ قلب کی کوشش کرتا ہے، اور جو لوگ پہلے سے ہی منیب تھے ان میں ذوق وشوق، انابت وخشیت، خشوع وخضوع کا شعوری و وجدانی وفور بڑھ جاتا ہے۔ اہل اللہ تو سیر الی اللہ کو بسرعت طے کرنے کے لیے اس ماہ مبارک کا گیارہ مہینہ انتظار کرتے ہیں اور موقع ملتے ہی دل و جان سے رحمت کو خوب حاصل کرتے ہیں۔ بلکہ ٹوٹ ٹوٹ کر لوٹتے ہیں۔

پانچویں حق تعالیٰ ہر روزے دار کی مغفرت فرماتے ہیں، ظاہری بات ہے جس بندہ کی محبوبیت کا یہ عالم ہو کہ آسمان سے لے کر زمین اور سمندروں کی موجوں میں مچھلیاں دعاء مغفرت کر رہی ہوں اس کی مغفرت ربّ ذوالجلال نہ کرے، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح روزہ رکھنے کی توفیق بخشے آمین ثم آمین!

بَابُ : (ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حَتّٰى يُفْطِرَ ...)

باب: اجابت دعاء کی تین صفت

(۱۹۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ : اَلصَّائِمُ حَتّٰى يُفْطِرَ، وَ إِمَامٌ عَدْلٌ، وَ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ ، يَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَ يُفْتَحُ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاوَاتِ فَيَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّ وَ جَلَّ : وَ عِزَّتِي لَأَنْصُرَنَّكَ ، وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ."

[حسن] (أخرجه ابن خزيمة في صحيحه ، ج ۳/ ۱۹۰۱)

تین آدمی کی دعا رد نہیں ہوتی

(۱۹۸) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تین آدمی کی دعا رد نہیں ہوتی: روزہ دار جب تک افطار نہ کرلے اور عادل و انصاف پسند بادشاہ اور مظلوم کی دعا رد نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اس کو بادلوں کے اوپر لے جاتے ہیں اور آسمان کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مجھ کو میری عزّت کی قسم، میں تمہاری ضرور مدد کروں گا، اگر چہ تھوڑے وقت کے بعد۔ (صحیح ابن خزیمہ، ۱۹۰۱/۳)

مومن کی دعا ضرور ہی قبول ہوتی ہے

تین شخص کی دعا رد نہیں ہوتی اور بارگاہ بے نیاز سے مراد پوری ہوتی ہے۔ روزہ دار جب تک روزہ کی حالت میں ہے منجانب اللہ اس کا احترام یہ ہے کہ اس کی دعا رد نہیں ہوتی؛ کیونکہ وہ رب العزت کے حکم کو پورا کررہا ہے، آداب شاہی کا مکمل نمونہ بنا ہوا ہے، آخرت کی اُن تمام نعمتوں پر یقین رکھتا ہے جو حق جل مجدہ کی جانب سے مخبر صادق ﷺ نے بتلائی ہیں گویا کہ حالتِ صوم میں اللہ تعالیٰ کے امر ونہی کا عملی ثبوت دے رہا ہے۔ اس بندہ کو یہ انعام باری ملتا ہے کہ جو دعائیں مانگتا ہے قبول کرلی جاتی ہیں، خاص کر جب افطار کا وقت ہوتا ہے تو تمام کھانے پینے کی مرغوبات سامنے موجود ہیں، جسم کا تقاضا بھی ہے، طلب بھری نگاہ سے دیکھ بھی رہا ہے۔ مگر مکمل عبدیت کا مظاہرہ کررہا ہے اور دعاء تضرع، آہ و بکا، گریہ و نالہ، نجات آخرت، فکرِ معاد، فلاحِ دارین اور سعادتِ عقبٰی کے حصول کے لیے دل سے بدرگاہ الٰہی متوجہ ہے۔ دستِ سوال پھیلائے ہوا ہے عاجلہ کو چھوڑ کر آخرت کی امید وجستجو میں مشغول ومنہمک ہے۔ نداء واذانِ مغرب کے انتظار اور حکم الٰہی کے اِذن کا منتظر ہے ایسے ملے جلے حالات کے وقت جو دعاء مانگی جائے گی، شرف قبولیت سے نوازی جاتی ہے۔

عدل وانصاف سے متصف عادل حکمراں، حاکم ہو اور عادل ایسا کم اور نادر الوجود ہے۔حکمرانی کی کرسی، رعب ودبدبہ کا خمار، جاہ وجلال کا بخار، پھر جب مال ومتاع کی ریل پیل ہو کب انسان کو دائرۂ اسلام اور حدودِ شریعت میں رہنے دیتی ہے مگر جس کا نصیب اچھا ہو تقویٰ شعار زندگی ہو، متاعِ فانی پر تکیہ نہ کرے آخرت اور رضاءِ الٰہی کا طالب ہو۔ اپنی رعیت ورعایا کے لیے وہی پسند کرتا ہو جو اپنی ذات کے لیے۔اللہ کے بندوں پر وہی حکم جاری کرتا ہو جو اپنی ذات کے لیے نافذ کرتا ہے اور ہر حکم میں اللہ کی شریعت رسول کی سنت کا پیروکار ہو۔ فیصلے اور حکم کو جذبات سے مغلوب ہوکر جاری نہ کرتا ہو، بلکہ اللہ کے قانون کا ایک ادنیٰ غلام بن کر، حق تعالیٰ ایسے حاکم کی مدد قبولیت دعا سے کرتے ہیں، اب وہ جو بھی دعا اپنی ذات کے لیے یا رعایا کے لیے خیر و عافیت کی کرے گا اللہ تعالیٰ قبول کریں گے، ظاہر سی بات ہے عادل بادشاہ کو یہ شرف ومقام عدل وانصاف کی وجہ سے ملا ہے تو اس کی دعا ہی یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کا قانون اس کے ذریعہ اللہ کے بندوں میں عملی شکل اختیار کرلے ۔ اللہ تعالیٰ ایسے حاکم کو مستجاب الدعا بنا دیتے ہیں۔ وہ جب بھی اللہ تعالیٰ کے رحمت کے خزانے کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ رحمت کا دروازہ کھول دیتے ہیں اس کے دامن سوال میں خزانۂ رحمت سے ہر مراد کو پورا کیا جاتا ہے۔ دوسرے مظلوم کی دعا رد نہیں ہوتی کہ مظلوم کا دل ٹوٹا ہوا ہوتا ہے۔بکھرے ہوئے دل کی آہ رنگ لاتی ہے۔ اورضرور لاتی ہے دکھے دل کی آہ سے بچو۔

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لیے

بادلو ہٹ جاؤ راہ دے دو جانے کے لیے

کسی کا دل نہ دکھاؤ، شاید اس دل میں اللہ ہو۔ لوگو! دعائیں لیا کرو۔ اگر نیکی و بھلائی کر کے دعائیں نہیں لے سکتے ہو تو کم از کم بددعاؤں کا مقابلہ نہ کرو۔ بھلائی نہ کرسکو تو کوئی حرج نہیں، مگر ظلم وزیادتی سے بچو۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن

اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

الغرض مظلوم کی آہ انسان کی جاہ کو تباہ و برباد کردیتی ہے۔ کئی سلطنتیں تباہ و برباد ہوگئیں۔ ناز تھا، غرور تھا، ہٹو بچو کی تھی صدا، اور آج ان کی لحد کا بھی پتہ نہیں۔ دنیا کے سفاک اور ظلم وستم کے شہسواروں کی خاک بھی ان پر لعنت برساتی ہے۔ وَاللّٰہُ لَایُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ فجار جہنم میں اور اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ اور ابرار جنت میں۔ یہ فیصلہ ہم کو کرنا ہوگا کہ ہم کونسی راہ اختیار کرتے ہیں۔ جیسی پسند ویسی منزل جیسا کردار وعمل ویسا ہی جزاء العمل۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے ظلم سے بچائے۔ آمین!

بَابُ : (مَنْ لَمْ يُصِمْ جَوَارِحَهُ عَنْ مَحَارِمِي ...)

باب: روزہ میں محارم سے نہ بچنا

(۱۹۹) لِأَبِي نُعَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ:

يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : "مَنْ لَمْ يُصِمْ جَوَارِحَهُ عَنْ مَحَارِمِي فَلَا حَاجَةَ لِي فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَ شَرَابَهُ مِنْ أَجْلِي."

[صحيح](كما في الإتحافات السنية ١٧١)

روزہ نام ہے محارم سے بچنے کا

(۱۹۹) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے: حق جل مجدہ فرماتے ہیں: جس شخص نے روزہ کی حالت میں اپنے اعضا و جوارح کو محرمات سے نہ روکا تو ایسے شخص کے روزہ سے مجھے کچھ واسطہ نہیں، اگرچہ اس نے کھانا پینا میرے ہی وجہ سے کیوں نہ چھوڑا ہو۔ (الاتحافات: ۱۷۱)

فائدہ: روزہ کی حالت میں اعلیٰ درجہ کا تقویٰ یہ ہے کہ روزہ دار کھانے پینے کے

ساتھ ساتھ ان سب باتوں سے اپنے آپ کو دور رکھے، مثلاً گانا بجانا، کھیل تماشہ، لہو ولعب اور غیبت وچغل خوری۔ حق تعالیٰ اس حدیثِ قدسی میں اعلیٰ درجہ کے روزہ کی نفی فرمارہے ہیں، ایسے شخص سے جس نے کھانا پینا تو چھوڑ دیا مگر اپنی دوسری شہوتوں کو نہ چھوڑا۔ اللہ پاک ہمیں تقویٰ کی صفت والا روزہ رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

بَابُ : (لَيْسَ عَبْدٌ يَصُوْمُ يَوْمًا إِلَّا أَصْحَحْتُ لَهُ جِسْمَهُ ...)

باب: روزہ سے صحت وتندرستی کا انعام

(۲۰۰) لِلْبَيْهَقِي فِي شَعْبِ الْإِيْمَانِ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ:

''إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالىٰ أَوْحىٰ إِلَى نَبِيٍّ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ: أَنْ أَخْبِرْ قَوْمَكَ أَنَّهُ لَيْسَ عَبْدٌ يَصُوْمُ يَوْماً إِبْتِغَاءَ وَجْهِي إِلَّا أَصْحَحْتُ جِسْمَهُ وَ أَعْظَمْتُ أَجْرَهُ.'' [ضعيف] (كما في كنز العمال ج ۸/۲۳۵۸۷، الإتحافات ۳۴۸)

روزہ دار جسمانی بیماری سے محفوظ رہتا ہے

(۲۰۰) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حق جل مجدہ نے بنی اسرائیل کے ایک نبیؑ پر وحی بھیجی، کہ اپنی قوم کو باخبر کردو، کہ جب کوئی بندہ ایک دن کا روزہ محض اللہ پاک کی رضا کے لیے رکھتا ہے، تو حق تعالیٰ اس کو جسم کی بیماری وآزاری سے محفوظ کردیتے ہیں اور ثواب کو بہت ہی بڑھا کردیتے ہیں۔ (کنز العمال ۸/۲۳۵۸۷)

بَابُ : (إِنَّ الْجَنَّةَ لَتُنَجَّدُ وَ تُزَيَّنُ ... لِدُخُوْلِ شَهْرِ رَمَضَانَ ...)

باب: شہر رمضان اور جنت کی تزین

(۲۰۱) لِأَبِي الشَّيْخِ ابْنِ حَبَّانٍ فِي كِتَابِ الثَّوَابِ وَ الْبَيْهَقِي رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ:

''إِنَّ الْجَنَّةَ لَتُنَجَّدُ وَ تُزَيَّنُ مِنَ الْحَوْلِ إِلَى الْحَوْلِ لِدُخُوْلِ شَهْرِ رَمَضَانَ، فَإِذَا كَانَتْ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيْحٌ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ،

يُقَالُ لَهَا الْمُثِيرَةُ فَتُصَفِّقُ وَرَقُ أَشْجَارِ الْجِنَانِ وَ حِلَقُ الْمَصَارِيعِ فَيُسْمَعُ لِذٰلِكَ طَنِينٌ ، لَمْ يَسْمَعِ السَّامِعُوْنَ أَحْسَنَ مِنْهُ فَتَبْرُزُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ حَتّٰى يَقِفْنَ بَيْنَ شَرَفِ الْجَنَّةِ فَيُنَادِيْنَ: هَلْ مِنْ خَاطِبٍ إِلَى اللّٰهِ فَيُزَوِّجهُ؟ ثُمَّ يَقُلْنَ الْحُوْرُ الْعِيْنُ: يَا رِضْوَانَ الْجَنَّةِ ؛ مَا هٰذِهِ اللَّيْلَةُ ؟ فَيُجِيْبُهُنَّ بِالتَّلْبِيَّةِ ثُمَّ يَقُوْلُ: هٰذِهِ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ لِلصَّائِمِينَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ.
قَالَ: وَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: يَا رِضْوَانُ! اِفْتَحْ أَبْوَابَ الْجِنَانِ، وَ يَا مَالِكُ: أَغْلِقْ أَبْوَابَ الْجَحِيْمِ عَنِ الصَّائِمِيْنَ مِنْ أُمَّةِ أَحْمَدَ ﷺ، وَ يَا جِبْرَائِيْلُ : اِهْبِطْ إِلَى الْأَرْضِ فَاصْفِدْ مَرَدَةَ الشَّيَاطِيْنِ وَ غُلَّهُمْ بِالْأَغْلَالِ ثُمَّ اقْذِفْهُمْ فِي الْبِحَارِ حَتَّى لَا يُفْسِدُوْا عَلَى أُمَّةِ مُحَمَّدٍ حَبِيْبِيْ ﷺ صِيَامَهُمْ. قَالَ: وَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ لِمُنَادٍ يُنَادِيْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ: هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَأُعْطِيَهُ سُؤْلَهُ ؟ هَلْ مِنْ تَائِبٍ فَأَتُوْبَ عَلَيْهِ؟ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَهُ؟ مَنْ يُقْرِضِ الْمَلِيْءَ غَيْرَ الْعَدُوْمِ وَ الْوَفِيَّ غَيْرَ الظَّلُوْمِ.
قَالَ: وَ لِلّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ أَلْفُ أَلْفِ عَتِيْقٍ مِنَ النَّارِ كُلُّهُمْ قَدِ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ، فَإِذَا كَانَ آخِرُ يَوْمٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ أَعْتَقَ اللّٰهُ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ بِقَدَرِ مَا أُعْتِقَ مِنْ أَوَّلِ الشَّهْرِ إِلَى آخِرِهِ، وَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ يَأْمُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ جِبْرَائِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَهْبِطُ فِي كَبْكَبَةٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ ، وَ مَعَهُمْ لِوَاءٌ أَخْضَرُ فَيُرَكِّزُوا اللِّوَاءَ عَلَى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ، وَ لَهُ مِائَةُ جَنَاحٍ ، مِنْهَا جَنَاحَانِ لَا يَنْشُرُهُمَا إِلَّا فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَيُجَاوِزَانِ الْمَشْرِقَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَيَحُثُّ جِبْرَائِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامِ الْمَلَائِكَةِ فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَيُسَلِّمُوْنَ عَلَى كُلِّ قَائِمٍ وَ قَاعِدٍ وَ مُصَلٍّ وَ ذَاكِرٍ، وَ يُصَافِحُوْنَهُمْ وَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلَى دُعَائِهِمْ حَتَّى يَطْلِعَ الْفَجْرُ، فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ يُنَادِي جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَاشِرَ الْمَلَائِكَةِ! اَلرَّحِيْلَ الرَّحِيْلَ، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا جِبْرَائِيْلُ فَمَا صَنَعَ اللّٰهُ فِي

حَوَائِجِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أُمَّةِ أَحْمَدَ ﷺ؟ فَيَقُوْلُ: نَظَرَ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ فَعَفَا عَنْهُمْ وَ غَفَرَ لَهُمْ إِلَّا أَرْبَعَةً. فَقُلْنَا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ؟ قَالَ: رَجُلٌ مُدْمِنُ خَمْرٍ، وَ عَاقٌّ لِوَالِدَيْهِ، وَ قَاطِعُ رَحِمٍ، وَ مُشَاحِنٌ . قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُشَاحِنُ؟ قَالَ: هُوَ الْمُصَارِمُ.

فَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْفِطْرِ بَعَثَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ الْمَلَائِكَةَ فِي كُلِّ بَلَدٍ فَيَهْبِطُوْنَ إِلَى الْأَرْضِ فَيَقُوْمُوْنَ عَلَى أَفْوَاهِ السِّكَكِ، فَيُنَادُوْنَ بِصَوْتٍ يُسْمِعُ مَنْ خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَّا الْجِنَّ وَ الْإِنْسَ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ؛ أُخْرُجُوْا إِلَى رَبٍّ كَرِيْمٍ يُعْطِي الْجَزِيْلَ وَ يَعْفُوْ عَنِ الْعَظِيْمِ، فَإِذَا بَرَزُوْا إِلَى مُصَلَّاهُمْ، يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ لِلْمَلَائِكَةِ: مَا جَزَاءُ الْأَجِيْرِ إِذَا عَمِلَ عَمَلَهُ؟ قَالَ : فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ:

إِلٰهَنَا وَ سَيِّدَنَا! جَزَاؤُهُ أَنْ تُوَفِّيَهُ أَجْرَهُ. قَالَ: فَيَقُوْلُ: فَإِنِّي أُشْهِدُكُمْ يَا مَلَائِكَتِي أَنِّي قَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَهُمْ مِنْ صِيَامِهِمْ شَهْرَ رَمَضَانَ وَ قِيَامِهِمْ رِضَايَ وَ مَغْفِرَتِي . وَ يَقُوْلُ: يَا عِبَادِي! سَلُوْنِي فَوَ عِزَّتِي وَ جَلَالِي لَا تَسْأَلُوْنِي الْيَوْمَ شَيْئًا فِي جَمْعِكُمْ لِآخِرَتِكُمْ إِلَّا أَعْطَيْتُكُمْ وَ لَا لِدُنْيَاكُمْ إِلَّا نَظَرْتُ لَكُمْ. فَوَعِزَّتِي لَأَسْتُرَنَّ عَلَيْكُمْ عَثَرَاتِكُمْ مَا رَاقَبْتُمُوْنِي ، وَعِزَّتِي وَ جَلَالِي لَا أُخْزِيْكُمْ وَ لَا أَفْضَحُكُمْ بَيْنَ أَصْحَابِ الْحُدُوْدِ وَ انْصَرِفُوْا مَغْفُوْرًا لَّكُمْ قَدْ أَرْضَيْتُمُوْنِي وَ رَضِيْتُ عَنْكُمْ، فَتَفْرَحُ الْمَلَائِكَةُ وَ تَسْتَبْشِرُ بِمَا يُعْطِي اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ إِذَا أَفْطَرُوْا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ."

[ضعيف] (كما فى الترغيب والترهيب،ج ٢ ص ١٥٠)

رمضان المبارک کی آمد پر جنت کو سجایا بسایا جاتا ہے

(۲۰۱) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جنت کو سجایا بسایا اور مزین کیا جاتا ہے پورے سال رمضان المبارک کے مہینہ کے لیے، جب پہلی تاریخ رمضان المبارک کی ہوتی ہے تو عرشِ اعظم کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے، جس کا نام ہے مثیر ہ۔ اس ہوا سے جنت کے درختوں کے پتے اور ٹہنیاں آپس میں ہلتی اور ٹکراتی ہیں، جس سے ایک دلربا و دلکش ترنم کی ایسی آواز آتی ہے کہ سننے والے کان نے آج تک ایسی آواز سنی ہی نہیں۔ اس آواز کی وجہ سے جنت کی حوریں جنت سے نکل کر جنت کے دروازہ پر آ کر کھڑی ہو جاتی ہیں اور آواز لگانے لگتی ہیں۔ ہے کوئی پیغام نکاح اللہ تعالیٰ کو دینے والا کہ اس کی شادی مجھ سے ہو جائے (یعنی اللہ تعالیٰ کے ذریعہ اپنا پیغام نکاح مجھ کو دے اور اس کی شادی مجھ سے حق تعالیٰ کرا دیں) پھر یہ حور العین کہتی ہیں: اے رضوانِ جنت! آج کون سا دن ہے؟ ان حور العین کو تلبیہ سے جواب دیا جاتا ہے، پھر کہا جاتا ہے آج رمضان المبارک کی پہلی تاریخ ہے اور آج امتِ محمد ﷺ کے روزہ داروں پر جنت کا دروازہ کھول دیا گیا ہے اور حق جل مجدہ فرماتا ہے: اے رضوان! جنت کا دروازہ کھول دو۔ اور اے مالکِ! امت احمد ﷺ کے روزہ داروں پر جہنم کا دروازہ بند کر دو۔ اور اے جبرائیلؑ! زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کر دو اور آہنی زنجیروں میں جکڑ دو۔ پھر ان کو سمندر کی گہرائیوں میں ڈال دو تاکہ امت محمد ﷺ کے روزہ داروں کا روزہ خراب نہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر حق جل مجدہ ہر رات کو ایک آواز دینے والے سے فرماتا ہے، جو تین بار آواز دیتا ہے۔ ہے کوئی سائل کہ اس کا سوال پورا کیا جائے؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا جس کی توبہ قبول کر لی جائے؟ ہے کوئی مغفرت و معافی کا مانگنے والا جس کی مغفرت و معافی کر دی جائے؟ کون ہے جو قرض اس کو دے جو بھرپور واپسی کرنے والا ہے ، جہاں کسی نقصان یا تلف ہونے کا خطرہ نہیں۔ اور واپسی پوری پوری ہو گی، ظلم ادنی بھی نہیں اور روزانہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شہر رمضان میں افطار کے وقت ایک کروڑ لوگوں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوتی ہے۔ جب رمضان المبارک کی آخری

رات ہوتی ہے تو حق جل مجدہ اتنی تعداد جہنم سے آزاد کرتے ہیں جتنی شروع رمضان المبارک سے آزاد ہوتی ہے اور جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو حق جل مجدہ جبرئیلؑ کو حکم دیتے ہیں کہ فرشتوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ زمین پر جاؤ۔ ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے جس کو بیت اللہ شریف کی چھت پر نصب کر دیا جاتا ہے اور جبرئیل علیہ السلام کے ایک سو بازو ہیں۔ جس میں دو بازو ایسے ہیں جن کو کبھی نہیں کھولتے سوائے شب قدر کے۔ یہ دو بازو اتنے وسیع ہیں کہ مشرق سے مغرب تک پھیل جاتے ہیں جس سے جبرئیل سب کو چھپا لیتے ہیں۔ جبرئیلؑ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ آج کی رات ہر کھڑے بیٹھے اور نمازی، ذاکر سے مصافحہ کریں اور دعاؤں پر آمین کہیں۔ یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔ جب صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے، جبرئیلؑ آواز دیتے ہیں: فرشتوں کی جماعت، چلو، چلو اوپر واپس چلو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں جبرئیلؑ! یہ تو بتلاؤ کہ حق جل مجدہ نے امت احمد ﷺ کے مومنین کی حاجت وضرورت کے سلسلہ میں کیا فیصلہ کیا؟ کیا معاملہ ہوا؟ جبرئیلؑ کہتے ہیں: ربّ العالمین، ارحم الراحمین نے امتِ رحمت کو نظرِ رحمت سے دیکھا اور سب کو معافی دے دی۔ سب کی مغفرت کر دی، ہاں! مگر چار لوگوں کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد ہوا، شراب کا عادی، ماں باپ کا نافرمان، رشتہ داری توڑنے والا، لوگوں کو لڑانے والا اور مشاحن ومصارم (یعنی چغل خوری کر کے دو آدمیوں کو لڑانے والا)۔

جب عید الفطر یعنی چاند رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ہر شہر و گاؤں میں بھیجتے ہیں۔ فرشتے زمین پر حکم الٰہی سے اترتے ہیں اور گلی کوچوں، چوک چوراہوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے ندا لگاتے ہیں اور پکارتے ہیں کہ تمام مخلوقات جنات و انسان کے سوا سب سنتی ہیں۔ ندا ہوتی ہے: اے امتِ محمد ﷺ! جاؤ جاؤ (عیدگاہ کی طرف اشارہ ہے) اپنے ربّ کریم کے پاس جاؤ، جو تصور وگمان سے زیادہ دے گا اور خطرناک خطرناک بھاری گناہ معاف کرے گا، جب لوگ عیدگاہ پہنچ جاتے ہیں تو حق

جل مجدہ فرشتوں سے سوال کرتا ہے: مزدور کی مزدوری جب کام پورا کردے تو کیا ہونی چاہیے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: میرے معبود و سردار! اس کی جزا یہ ہے کہ مزدوری پوری پوری مل جانی چاہیے۔ حق جل مجدہ فرماتے ہیں: اے فرشتوں کی جماعت! میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے رمضان المبارک کے دن کے روزے اور رات کے قیام کا ثواب اپنی رضا اور مغفرت دیدی (روزہ پر رضا اور قیام پر مغفرت) اور حق جل مجدہ فرماتا ہے: میرے بندو! مجھ سے مانگو۔ مجھ کو میری عزّت وجلال کی قسم! آج اس مجمع میں تم لوگ آخرت کا جو بھی سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت کو دیکھ کر دوں گا۔ مجھ کو میری عزّت کی قسم! میں تم لوگوں کی لغزشوں کو چھپاؤں گا، جب تک تم میرا خیال رکھو گے۔ مجھ کو میری عزّت وجلال کی قسم! میں تم لوگوں کو رسوا و بے آبرو ہونے نہیں دوں گا مجرموں کے درمیان، تم لوگ مغفور ومرحوم اپنے اپنے گھر لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کردیا اور میں تم لوگوں سے راضی ہوگیا۔

یہ نداءِ حق سن کر فرشتے خوش ہوجاتے ہیں اور بشارت دیتے ہیں اس بات پر جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو دیا ہے، عید کے دن جب لوگ افطار کرلیتے ہیں۔

(الترغیب والترہیب، ۱۵۰/۲)

بَابُ : (إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُوْحِي إِلَى الْحَفَظَةِ أَنْ لَا تَكْتُبُوْا عَلَى صُوَّامِ عَبِيْدِيْ بَعْدَ الْعَصْرِ سَيِّئَةً ....)

باب: روزہ دار کے اکرام میں فرشتوں کو حکمِ ربّانی

(۲۰۲) لِلْحَاكِمِ فِي تَارِيْخِهِ وَ الْخَطِيْبِ الْبَغْدَادِي فِي تَارِيْخِهِ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه:

"إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُوحِي إِلَى الْحَفَظَةِ: أَنْ لَا تَكْتُبُوْا عَلَى صُوَّامِ عَبِيْدِي بَعْدَ الْعَصْرِ سَيِّئَةً." [ضعيف] (كما في كنزالعمال، ج۸/ ۲۳٦٤٠)

روزہ دار کے عصر بعد کے گناہ نہ لکھا کرو

(۲۰۲) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے: حق جل مجدہ محافظ اعمال فرشتہ (کراماً کاتبین) کو وحی کے ذریعہ آگاہ کرتے ہیں کہ میرے روزہ دار بندے کے عصر کے بعد والے گناہ کو نہ لکھا کرو۔ (کنز العمال، ۲۳۶۴۰/۸، الاتحاف ۴۲۹؛ الفوائد المجموعہ للشوکانی ص ۲۰/۹۲)

بَابٌ فِي فَضْلِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ

باب: پندرہ شعبان کی فضیلت

(۲۰۳) عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَقُوْمُوْا لَيْلَهَا وَ صُوْمُوْا نَهَارَهَا فَإِنَّ اللّٰهَ يَنْزِلُ فِيْهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ: أَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لِي فَأَغْفِرَ لَهُ؟ أَلَا مِنْ مُسْتَرْزِقٍ فَأَرْزُقَهُ؟ أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ؟ أَلَا كَذَا؟ أَلَا كَذَا؟ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ." [ضعيف] (أخرجه ابن ماجه، ج ۱۳۸۸/۱)

پندرہ شعبان: رات کا قیام دن کا صیام

(۲۰۳) ترجمہ: حضرت علی ابن ابی طالب سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب پندرہ شعبان کی شب ہو تو رات کو عبادت کرو اور دن میں روزہ رکھو، اس لیے کہ حق جل مجدہ اپنی رحمتوں کے ساتھ غروب آفتاب سے صبح صادق تک آسمان دنیا پر جلوہ افروز ہوتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی مغفرت کا مانگنے والا ہے کہ میں اس کی مغفرت کردوں؟ ہے کوئی روزی کا طلب گار کہ میں اس کو وافر روزی دیدوں؟ ہے کوئی مبتلا و پریشان کہ میں اس کی پریشانی دور کر کے عافیت دیدوں اور ہے کوئی اور ہے کوئی؟ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتا ہے۔ (اخرجہ ابن ماجہ، ۱۳۸۸/۱)

فضائلِ شعبان اور اس کی حقیقت واہمیت

شعبان کا مہینہ برکت والا مہینہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے شعبان کے بارے میں بابرکت ہونے کی دعاء فرمائی ہے اور رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ نفلی روزے اسی مہینے میں رکھا کرتے تھے، جس سے اس ماہ کی اور زیادہ اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ شعبان کے مہینے میں ایک رات ہوتی ہے جسکو شریعت کی اصطلاح میں شبِ برأت کہتے ہیں۔ یہ بہت ہی مبارک رات ہے۔

شبِ برأت کے معنی

شبِ برأت میں، شب کے معنی رات کے ہیں اور برأت کے معنی بری ہونے (آزاد ہونے) کے ہیں۔ اس رات میں چونکہ بیشمار گناہگاروں کی مغفرت ہوتی ہے اور مجرموں کی بخشش ہوتی ہے۔ اس لیے اس کو شبِ برأت کہتے ہیں، اور پھر کثرتِ استعمال کی وجہ سے شبِ برات بغیر ہمزہ کے زبان پر جاری ہوگیا۔ اور یہ رات شعبان کی پندرہویں رات ہے، جو چودہ تاریخ کو سورج غروب ہونے سے شروع ہوتی ہے اور پندرہ تاریخ کی صبح صادق تک رہتی ہے۔ احادیثِ طیبہ میں اس کے بڑے فضائل آئے ہیں۔

پندرہ شعبان کی احادیث

(۱) عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةً فَاِذَا هُوَ بِالْبَقِيْعِ فَقَالَ اَكُنْتِ تَخَافِيْنَ اَنْ يُحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَ رَسُوْلُهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنَّكَ اَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْزِلُ لَيْلَةَ نِصْفٍ مِنْ شَعْبَانَ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِاَكْثَرِ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ.

(رواه الترمذی و ابن الماجة و احمد برقم٢٤٨٢٥)

پندرہویں شعبان کو بے شمار لوگوں کی مغفرت

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رات کو (سوتے سوتے میری آنکھ کھلی) تو حضور اقدس ﷺ کو گھر میں نہ پایا۔ میں آپکو تلاش کرنے نکلی تو آپ ﷺ (جنت) البقیع (یعنی مدینہ منورہ کے قبرستان) میں ملے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تجھے اس بات کا خطرہ گزرا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ تجھ پر ظلم کریں گے۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ تیری باری کی رات ہوتے ہوئے کسی دوسری بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے) میں نے عرض کیا کہ ہاں مجھے تو یہی خیال گزرا تھا کہ آپ ﷺ اپنی کسی اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (میں کسی کے پاس نہیں گیا بلکہ یہاں جنت البقیع آیا ہوں، یہ دعاء کرنے کی رات ہے کیونکہ) یقیناً حق جل مجدہ ماہ شعبان کی پندرہویں تاریخ کی رات کو قریب والے آسمان کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور قبیلہ بنوکلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ تعداد میں لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔ (بحوالہ مشکوۃ، ص ۱۱۵)

(۲) عن عائشہؓ النبی ﷺ هل تدرين ما فی هذه الليلة يعنی ليلة النصف من شعبان قالت ما فيها يا رسول اللّٰه فقال فيها ان يكتب كل مولود بنی آدم فی هذه السنة وفيها ان يكتب كل هالک من بنی آدم فی هذه السنة وفيها ترفع اعمالهم وفيها تنزل ارزاقهم فقالت يا رسول اللّٰه مامن احد يدخل الجنة الا برحمة اللّٰه ثلاثاً قلت ولا انت يا رسول اللّٰه فوضع يده علی هامته فقال ولا انا الا ان يتغمدنی اللّٰه منه برحمة يقولها ثلث مرار.

(بيهقی فی الدعوات، مشكوٰة ص ۱۱۵)

پندرہویں شعبان کی شب میں انجام پانے والے کام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا

کہ تم جانتی ہو اس رات میں یعنی ماہ شعبان کی پندرہویں شب میں کیا ہوتا ہے؟ عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایئے کیا ہوتا ہے۔ فرمایا اس رات میں ہر ایسے بچے کا نام لکھ دیا جاتا ہے جو آنے والے سال میں پیدا ہونے والا ہے۔ اور ہر اس شخص کا نام لکھ دیا جاتا ہے جو آنے والے سال میں مرنے والا ہے۔ (اللہ تعالیٰ کو سب پتہ ہے البتہ انتظام میں لگنے والے فرشتے کو اس رات میں ان لوگوں کی فہرست دیدی جاتی ہے) اور اس رات میں نیک اعمال اوپر اٹھائے جاتے ہیں (یعنی قبول کر لیے جاتے ہیں) اور اس رات میں لوگوں کے ارزاق نازل ہوتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہی بات ہے نا کہ جنت میں کوئی بھی داخل نہ ہوگا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا: ہاں کوئی ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل ہو جائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہ جائیں گے؟ یہ سن کر آپ ﷺ نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیا اور تین بار فرمایا: میں بھی جنت میں نہ جاؤنگا مگر اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے گا۔ (بیہقی فی الدعوات بحوالہ مشکوٰۃ، ص۱۱۵)

(۳) عن عائشةؓ قالت قام رسول اللّٰه ﷺ من الیل فصلی فاطال السجود حتیٰ ظننت انه قد قبض فلما رأیت ذلک قمت حتیٰ حرّکت ابهامه فتحرک فرجعت فسمعته یقول فی سجود. اعوذ بعفو من عقابک واعوذ برضاک من سخطک و اعوذبک منک الیک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک.

فلما رفع راسه من السجود و فرغ من صلاته قال یا عائشةؓ او یاحمیراء اظننت ان النبی ﷺ قد خاس بک۔ قلت۔لا واللّٰه یا رسول اللّٰه. ولکنی ظننت انک قبضت لطول سجودک فقال اتدرین ای لیلة هذه؟ قلت اللّٰه ورسوله اعلم. قال. هذه لیلة النصف من شعبان ان اللّٰه عزوجل

یطلع علی عبادہ فی لیلۃ النصف من شعبان فیغفر للمستغفرین و یرحم المسترحمین و یؤخر اھل الحقد کما ھم.

(رواہ البیھقی برقم، ۳۶۷۸، الترغیب و الترھیب، ج۲، ص۱۱۹)

مذکورہ رات گذارنے کا نبوی طریقہ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات آنحضور ﷺ تہجد کے لیے کھڑے ہوئے نماز شروع کی اور سجدے میں پہنچے تو اتنا طویل (لمبا) سجدہ کیا کہ مجھے یہ خطرہ ہوگیا کہ شاید اللہ نہ کرے آپ ﷺ کی روح قبض ہوگئی۔ یہاں تک کہ میں پریشان ہو کر اٹھی اور پاس جا کر آپ ﷺ کے انگوٹھے کو حرکت دی، تو آپ ﷺ نے کچھ حرکت فرمائی، جس سے مجھے اطمینان ہوگیا اور میں اپنی جگہ لوٹ آئی تو میں نے سنا کہ آپ ﷺ سجدہ میں یہ دعاء کررہے تھے۔

اعوذ بعفوک من عقابک: الٰہی میں آپ کے عفو و کرم کے وسیلہ آپ کے عقاب سے پناہ چاہتا ہوں۔

واعوذ برضاک من سخطک: الٰہی میں آپ کی رضا کے وسیلہ آپ کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں۔

و اعوذبک من الیک: الٰہی میں آپ کی ذات سے تجھ ہی سے تیری طرف تقرب چاہتا ہوں۔

لااحصی ثناء علیک کما اثنیت علی نفسک: الٰہی میں آپ کی ایسی تعریف نہیں کرسکتا جیسی آپ نے خود اپنی تعریف کی ہے (یعنی **الحمد للہ رب العلمین**)۔ جب آپ ﷺ نے سر اٹھایا اور نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اے عائشہؓ، یا اے حمیرا (حمیرا ام المؤمنین کا لقب تھا) کیا تو نے یہ گمان کیا تھا کہ نبی ﷺ تیری باری میں دوسری بیوی کے پاس چلے گئے ہیں؟ ام المؤمنینؓ نے فرمایا لا **واللہ یا رسول اللہ** ۔ آپ طویل سجدے سے مجھے یہ خطرہ لاحق ہوگیا تھا کہ اللہ نہ کرے آپ ﷺ کی روح

قبض ہوگئی ہے (کیونکہ آپ ﷺ نے بہت لمبا سجدہ کیا تھا)۔

آپ ﷺ نے فرمایا تم جانتی ہو یہ کون سی رات ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ پندرہ شعبان کی رات ہے۔ حق جل مجدہ اس رات میں خاص طور پر اپنے بندوں کی طرف توجہ فرماتے ہیں، اور مغفرت مانگنے والوں کی مغفرت، اور رحم کی دعاء کرنے والوں پر رحم فرماتے ہیں۔ مگر آپس میں کینہ رکھنے والوں کو (اس رات بھی) اپنے ہی حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

(البیهقی، ۳۶۷۸، الترغیب و الترهیب، ج۲، ص ۱۱۹)

(۴) عن عائشةؓ ان رسول اللّٰه قال اتانی جبرائیلؑ فقال هذه لیلة النصف من شعبان ولله فیها عتقاء من النار بعدد شعور غنم کلب. ولا ینظر اللّٰه فیها الی مشرک. ولا الی مشاحن. ولا الی قاطع رحم ولا الی مسبلٍ ولا الی عاق لوالدیه. ولا الی مد من خمر.

(الترغیب و الترهیب، ص۱، ص۱۱۸)

سات آدمیوں کی اس شبِ رحمت میں بھی بخشش نہیں ہوتی

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا جبرائیلؑ میرے پاس آئے اور فرمایا یہ نصف شعبان کی شب ہے۔ اور اس رات اللہ تعالیٰ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر جہنم سے انسانوں کو آزاد فرماتے ہیں۔ اور حق جل مجدہ اس رات میں شرک، مشاحن، قطع رحمی کرنے والے، تہبند یا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے پہننے والے، والدین کی نافرمانی کرنے والے۔ شراب پینے کی عادت رکھنے والے کی مغفرت نہیں فرماتے۔

(۵) عن عبد اللّٰه بن عمروؓ ان رسول اللّٰه ﷺ قال یطلع اللّٰه عزوجل الی خلقه لیلة النصف من شعبان فیغفر لعباده الا اثنین مشاحن. وقاتل نفس. (احمد برقم، ۶۶۴۲)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا حق جل مجدہ پندرہویں شعبان کی شب میں اپنی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنے تمام بندوں کی مغفرت فرماتے ہیں مگر دو شخص کی۔ ایک مشاحن، یعنی آپس میں دو آدمیوں میں تفرقہ ڈالنے والے، اور ناحق قتل کرنیوالوں کی مغفرت نہیں فرماتے۔ (احمد برقم، ۶۶۴۲)

(۶) عن علی رضی اللہ عنہ عن رسول اللّٰہ ﷺ اذا کانت لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلها و صوموا یومها فان اللّٰہ تبارک و تعالیٰ ینزل فیها لغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الا من مستغفر فاغفر له؟ الا مسترزق فارزقه؟ الا مبتلی فاعافیه؟ الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر.

(رواه ابن ماجه بحواله مشکوٰة، ص۱۱۵، البیهقی برقم، ۳۶۶٤)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب نصف شعبان کی رات ہو تو نماز میں کھڑے رہو اور رات گذارنے کے بعد صبح کو نفلی روزہ رکھو اس لیے کہ حق جل مجدہ اس رات میں آفتاب غروب ہو جانے کے وقت ہی سے قریب والے آسمان کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں، اور فرماتے ہیں، ہے کوئی مغفرت کا طلب کرنے والا جس کی مغفرت کروں؟ ہے کوئی رزق کا طلب کرنے والا جس کو میں رزق دوں؟ ہے کوئی مصیبت زدہ جسے میں عافیت دوں؟ اور اسی طرح فرماتے ہیں رہتے ہیں کہ ہے کوئی مانگنے والا، ہے کوئی مانگنے والا۔ صبح صادق تک یہی صدا لگائی جاتی رہتی ہے۔

(۷) عن معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال یطلع اللّٰہ علی خلقه فی لیلة النصف من شعبان فیغفر لجیمع خلقه الا لمشرک أو مشاحن.

(رواه البیهقی فی شعب الایمان برقم، ۳۶۷٤)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حق تعالیٰ پندرہویں شعبان کی رات میں اپنی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنے تمام بندوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں، سوائے مشرک اور مشاحن (آپس میں تفرقہ ڈالنے والے) کے۔

(۸) عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ عن رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللّٰه لیطلع فی لیلة النصف من شعبان فیغفر لجیمع خلقه الا لمشرک أو مشاحن. (رواه ابن ماجه، ۱۳۹۰)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک حق تعالیٰ پندرہویں شعبان کی رات میں اپنی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنے تمام بندوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں، سوائے مشرک اور مشاحن (آپس میں تفرقہ ڈالنے والے) کے۔

(۹) عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان لیلة النصف من شعبان یغفر اللّٰه لعباده الا لمشرک أو مشاحن.
(اخرجه البزار فی مسند، ص۲۴۵، مجمع الزوائد، ج۸، ص۶۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب پندرہویں شعبان کی رات میں اپنے تمام بندوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں، سوائے مشرک اور مشاحن (آپس میں تفرقہ ڈالنے والے) کے۔

(۱۰) عن ابی ثعلبة الخشنی رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان لیلة النصف من شعبان اطلع اللّٰه الی خلقه فیغفر اللّٰه للمؤمن و یملی للکافرین، ویدع اهل الحقد بحقدهم حتی یدعوه. (رواه البیهقی فی شعب الایمان برقم، ۳۶۷۳)

حضرت ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ پندرہویں شعبان کی رات میں اپنی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور مؤمن کی مغفرت فرماتے ہیں اور کافر کی مغفرت نہیں ہوتی، اور اہل حقد، کینہ پرور کو اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں یہاں تک کو وہ سینہ کو کینہ سے پاک کرلے۔

(۱۱) عن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کان لیلة النصف من شعبان نادی مناد، هل من مستغفر فأغفر له، هل من سائل

فأعطيه فلا يسأل أحد شيئا الا أعطى الا زانية بفرجها أو مشرك.
(رواه البيهقى فى شعب الایمان برقم، ۳٦۷٦)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شعبان کی پندرہویں رات ہوتی ہے، تو ایک منادی آواز دیتا ہے، ہے کوئی مغفرت کا مانگنے والا میں اس کی مغفرت کردوں؟ ہے کوئی سوالی کے اس کو عطا کردوں؟ نہیں مانگتا ہے کوئی انسان مگر یہ کے اس کے سوال کو پورا کر دیا جاتا ہے، سوائے زانیہ اور مشرک۔

(۱۲) عن عوف رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یطلع اللّٰہ تبارک و تعالیٰ علی خلقه ليلة النصف من شعبان فيغفرلهم كلهم الا لمشرک أو مشاحن. (رواه البيهقى فى شعب الایمان برقم، ۳٦۷۲، للبزار ۲۷۵۳)

حضرت عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ پندرہویں شعبان کی رات میں اپنی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنے تمام بندوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں، سوائے مشرک اور مشاحن (آپس میں تفرقہ ڈالنے والے) کے۔

(۱۰) عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال، ینزل اللّٰہ الی السماء الدنيا ليلة النصف من شعبان فيغفر لكل شئى الا رجل مشرک أو فی قلبه شحناء. (رواه البيهقى فى شعب الایمان، ۳٦٦۸)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ پندرہویں شعبان کو آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، سب کی مغفرت کر دیتے ہیں سوائے مشرک کے یا جس کے قلب میں کینہ ہو۔

رزق وعافیت کا اعلان

اس مبارک شب میں کن لوگوں کی مغفرت نہیں ہوتی؟

دوسری احادیث اس سلسلہ میں واضح آئی ہیں کہ پندرہ شعبان میں تمام مسلمانوں کی مغفرت ہوجاتی ہے مگر اس مبارک رات میں چند لوگوں کی مغفرت نہیں ہوتی وہ یہ ہیں:

(۱) مشرک (۲) کینہ رکھنے والے (۳) قطع رحمی کرنے والے (۴) تہبند یا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے رکھنے والے (۵) والدین کی نافرمانی کرنے والے (۶) شراب پینے کی عادت رکھنے والے (۷) کسی کی جان کو ناحق قتل کرنے والے (۸) ظلماً ٹیکس یا رشوت لینے والے (۹) غیب کی خبر بتانے والے یا فال نکالنے والے (۱۰) ہاتھ کے خطوط دیکھ کر غیب کی خبریں دینے والے (۱۱) گانے اور طبلہ سارنگی بجانے والے (۱۲) جادو کرنے والے۔ آخری نمبرات میں سے پانچ کو شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے 'ما ثبت بالسنۃ' میں ذکر کیا ہے۔ الغرض ان تمام لوگوں کو اس عمومی رحمت ومغفرت سے الگ رکھا جاتا ہے کہ توبہ کرلیں۔ توبہ کرلینے کے بعد ان کی بھی تمام خطائیں عام معافی کے تحت معاف ہوجاتی ہیں۔

اس رات کا دستور العمل

(۱) اس رات میں عبادت کرنے کے لیے غسل کرلینا مستحب ہے (۲) عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کریں (۳) جتنا بہ سہولت وآسانی ممکن ہو اس رات کو نوافل اور ذکر وتلاوت میں مشغول رکھیں اور رہیں (۴) صحت وعافیتِ دارین اور رحمت وبخشش اور جملہ مقاصدِ حسنہ کے لیے خوب دعائیں کریں (۵) شعبان کی پندرہویں تاریخ کا روزہ رکھیں (۶) جن گناہوں کی نحوست اس مبارک رات کی برکات سے محروم کردیتی ہے ان سے مکمل پرہیز کریں اور صدق دل سے سچی توبہ کریں (۷) ایک حصہ رات گزر جانے کے بعد قبرستان جائیں مُردوں کے لیے مغفرت کی دعا اور ایصالِ ثواب کریں، منکرات سے بچیں۔

مثلاً قبروں کوسجدہ نہ کریں کہ سجدہ خاص ہے ربّ العالمین کے لیے، قبر کا بوسہ نہ لیں کہ یہ خاص ہے حجرِ اسود کے لیے، قبر کا طواف نہ کریں کہ یہ خاص ہے کعبۃ اللہ کے لیے، قبر پر چراغ نہ جلائیں کہ حضور پرنور ﷺ نے چراغ جلانے والے پر لعنت بھیجی ہے۔ لَعَنَ اللّٰهُ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَ الْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا السِّرَاجَ (۸) تمام رات عبادت وذکر اور تلاوت ومراقبہ میں گزاریں ورنہ باوضو سنت کی رعایت کے ساتھ سو جائیں۔ یہ افضل ہے اس سے کہ ساری رات غیبت و چغل خوری، تاش اور خرافات میں گزارے۔ پندرہ شعبان کے سلسلہ میں آج کل بہت باتیں کی جاتی ہیں۔

میں امام ابن تیمیہؒ کا فتویٰ نقل کرنا مناسب جانتا ہوں:

(۱) وَ اَمَّا لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقَدْ رُوِىَ فِي فَضْلِهَا اَحَادِيْثُ وَ آثَارٌ وَ نُقِلَ عَنْ طَائِفَةٍ مِنَ السَّلْفِ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْهَا فَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِيْهَا وَحْدَةً قَدْ تَقَدَّمَهُ فِيْهَا سَلْفٌ وَ لَهُ فِيْهَا حُجَّةٌ فَلَا يُنْكَرُ مِثْلُ هٰذَا. (ج۲۳،ص۱۳۱)

پندرہ شعبان کی فضیلت میں احادیث وآثار موجود ہیں اور سلف وصالحین اس رات میں نماز کا اہتمام کیا کرتے تھے، لہٰذا پندرہ شعبان کی شب میں سلف سے نماز کا اہتمام ثبوت وحجت کے لیے کافی ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ:۲۳/۱۳۱)

(۲) وَ اَمَّا ليلة النصف من شعبان ففيها فضل، و كان في السلف من يصلي فيها . (الفتاوى الكبرى، ج٥، ص٣٤٤)

(۳) وقال أبو عبد الله محمد بن ادريس الشافعي:

وبلغنا أنه كان يقال: ان الدعاء يستجاب في خمس ليال في ليلة الجمعة و ليلة الاضحى وليلة الفطر وأول ليلة من رجب وليلة النصف من شعبان. (الأم، ج١،ص٢٦٤)

(۴) قال الشيخ محمد بن صالح بن محمد العثيمين:

و من هذا الباب ليلة النصف من شعبان روى في فضلها أحاديث ومن

السلف من يخصها بالقيام ومن العلماء من السلف وغيرهم من أنكر فضلها وطعن فى الأحاديث الوارده فيها لكن الذى عليه كثير من اهل العلم أو اكثرهم على تفضيلها. (مجموعه فتاوى و رسائل اب عثيمين،ج٧،ص١٥٦)

(۵) قال البانى رحمه اللّٰه فى سلسلة الصحيحة، ج۳، ص ۱۳۵ : فى تخريج الحديث: يطلع اللّٰه تبارک وتعالیٰ الى خلقه ليلة النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه الا لمشرک أومشاحن. حديث الصحيح.

(٦) وقال العلامة محمد انور شاه بن معظم شاه الكشميرى الهندى رحمه اللّٰه:(المتوفى ۱۳۵۳ هجرى).هذه الليلة ليلة البراء ة وصح الروايات فى فضل ليلة البراء ة، و اما ما ذكر ارباب الكتب من الضعاف والمنكرات فلا أصل لها. (العرف الشذى شرح سنن الترمذى، ج٢، ص١٧٢).
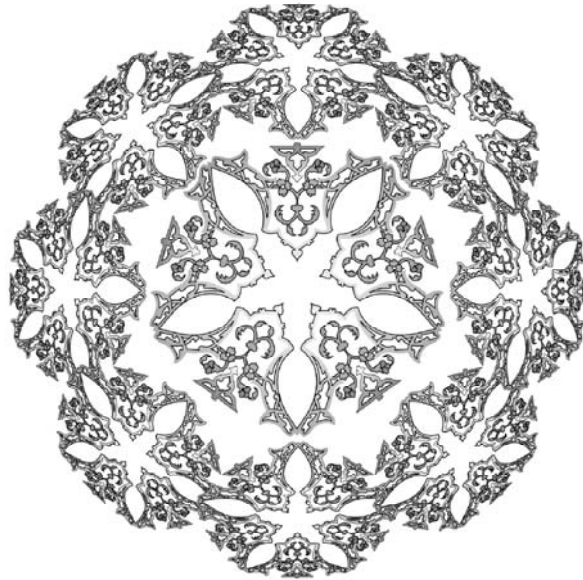
حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی کی مطبوعات
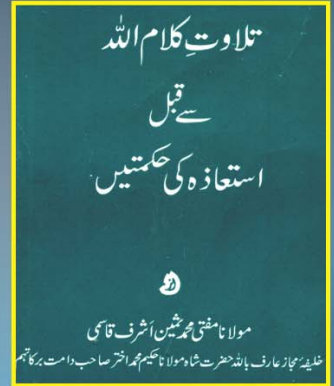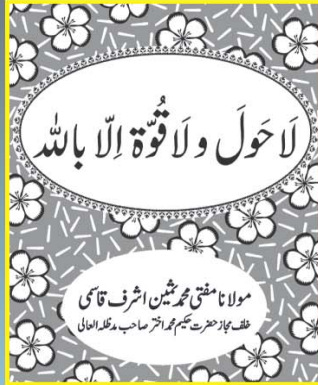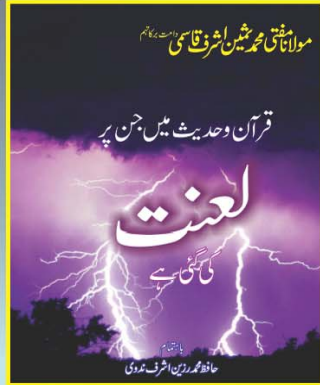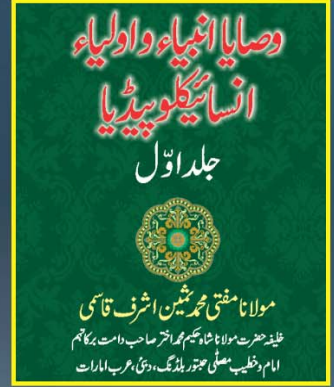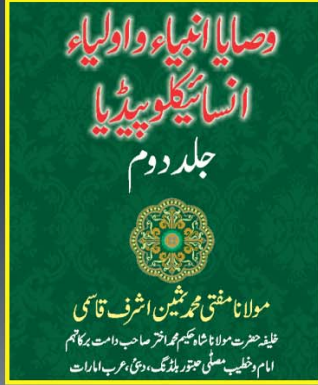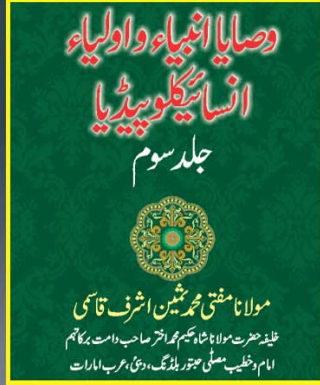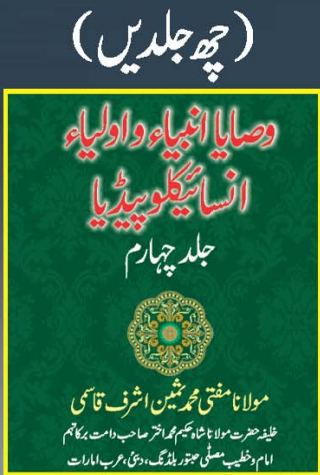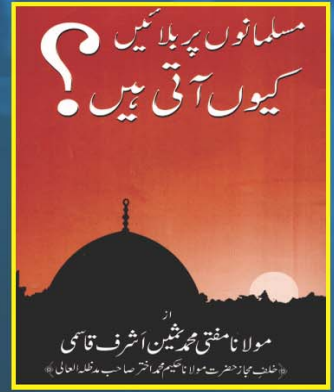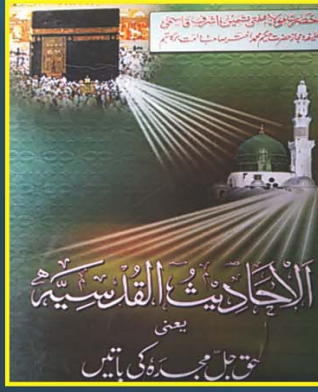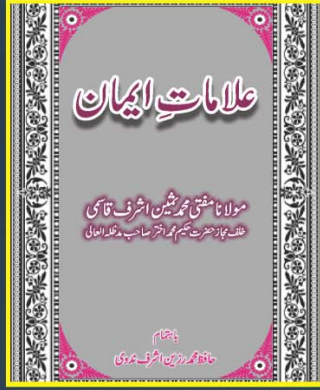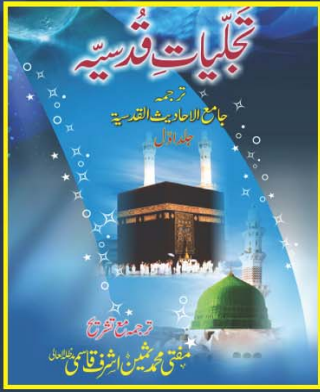
Tajalliyyaat -e- Qudsiyyah

Volume One

Translation & Commentary by

Mufti Muhammad Sameen Ashraf Qasmi

Publisher

Hafiz Muhammad Razeen Ashraf Nadvi, 09370187569

Madni Graphics, 9595031666